

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَ تَنفَرُ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَ تَنفَرُ

اے لوگو! بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل (میرا پیغمبر)

یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں

ذکرِ حمید

تالیف

محمد مسکات

حضرت خطیب پاکستان مولانا محمد شفیع اکوڑی

ناشر

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور • پاکستان

فہرست

75	بال متبرک تھے	11	پیش گفتار
76	حضرت خالد کی ٹوپی اور بال مبارک	15	ذکر جمیل اور مصنف کا تعارف
77	حضرت خالد کی بیوی	19	اکابر علمائے کرام کا اظہارِ خیال
78	موئے مبارک کی تعظیم	21	اکابر علمائے کرام کا اظہارِ خیال
79	موئے مبارک کی بے ادبی	23	حب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
80	عالم کی ہر چیز زندہ و ذی فہم ہے	26	معیارِ محبت
85	چہرہ انور	30	علاماتِ محبت
87	بے مثل حسن و جمال	32	حضور کا ذکر خدا ہے
93	حسن مصطفیٰ پر دے میں	33	ذکر خدا کے ساتھ ذکر رسول
94	معنوی اثر	34	جنت میں ہر جگہ نامِ رسول
97	چشمان مبارک	35	حضور اکرم کی تعظیم فرضِ عین ہے
99	حضور اکرم کا سرمہ	37	صحابہ اور حضور کی تعظیم
100	شرم و حیاء	40	وفات کے بعد تعظیم
101	حضور آگے اور پیچھے برابر دیکھتے ہیں	40	حضور اکرم کا ذکر عبادت ہے
101	اندھیرا حجاب نہیں	43	مسئلہ حیات النبی
102	حاضر و ناظر ہونا	48	حضور اکرم شہید ہیں
102	شاہد کا معنی	52	حیاتِ انبیاء حیاتِ شہداء سے کامل تر ہے
105	کوئی چیز پوشیدہ نہیں	53	جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں
107	دیدارِ الہی	56	حیاتِ انبیاء اجماعی مسئلہ ہے
109	ادراک و رؤیت	58	قبضِ روح سے حیاتِ زائل نہیں ہوتی
111	اولیاء اللہ کی بصیرت	64	موتِ عادی، موتِ حقیقی
115	گوش مبارک	65	مسئلہ حیات النبی اور علماء دیوبند
117	قوتِ سماعت	71	موئے مبارک
119	ہر درود پڑھنے والے کی آواز پہنچتی ہے	73	سرِ انور اور بالوں کی کیفیت

164	کھانے میں برکت	120	مقامِ اولیاء
165	اندھا بینا ہو گیا		لوح محفوظ پر چلتے ہوئے قلم کی آواز
166	بیماریاں دور ہو گئیں	123	سننے تھے
167	گہرے زخم درست ہو گئے	124	ایک فرشتہ کی قوتِ سماعت
168	کٹے ہوئے اعضاء درست ہو گئے	124	آدابِ درود شریف
171	تقدیر الہی	127	لب شیریں و دندانِ مبارک
171	اقسامِ تقدیر	129	دانتوں کی صفائی
172	حضرت مجدد صاحب کی دعا	129	آپ کے ہنسنے کی کیفیت
175	زبانِ مبارک	133	بعد از وفات کلام کرنا
177	افصح الخلق	133	آپ کے غلاموں کی حیات
	حضرت سلمان فارسی کو عربی زبان کیسے	135	اہل قبور سے باتیں
178	آگئی؟	142	خوفِ خدا پر دو جنتیں
179	ہرنی نے پکارا	143	کفن چور کی بخشش
180	جانوروں کی بولیاں جانتے تھے	144	بعد از وفاتِ اولیاء اللہ کے حالات
181	مختلف زبانیں آگئیں	149	دہن مبارک
183	آپ کا کلام بحرِ ذخار	151	آپ کی آواز مبارک
184	ممکن پانی میٹھا ہو گیا	152	حضور کی ہر بات حق ہے
184	کن کی کنجی	152	برکاتِ لعبِ دہن
186	اولیاء اللہ کو کون عطا ہوتا ہے	153	تصرفِ اقتدار
187	حسنین کریمین کا آپ کی زبان چوسنا	156	پیر کامل سے تعلق پیدا کرو
189	ریش مبارک	157	سو کھے کنوئیں بھر پور
191	آپ نے خضاب نہیں کیا	158	ایک عورت اور دو پکھالیں
191	بال پھر سیاہ ہو گئے	161	کنوئیں کا پانی خوشبودار ہو گیا
192	تصرفِ اولیاء بعد از وفات	161	آسیب دور ہو گیا
192	حضور مزاج پرسی کے لیے تشریف لائے	163	جسم خوشبودار ہو گیا

235	دست و بازو مبارک	195	بالوں پر بادلوں کا سایہ
237	کستوری سے بڑھ کر خوشبودار	196	حضور کو خواب میں دیکھنا
237	ریشم سے بڑھ کر نرم	196	داڑھی ضروری ہے
239	کل شے کی کنجیاں	196	داڑھی کا ثبوت قرآن سے
239	حمد کا جھنڈا		داڑھی منڈانے والے اللہ و رسول کے
240	حضور کی چھڑی	198	مخالف ہیں
240	ضعیف گھوڑی تو انا ہو گئی		داڑھی منڈانے والے پورے پورے
242	کنکریوں نے کلمہ توحید پڑھا	198	اسلام میں داخل نہیں
243	کمال اطاعت	199	داڑھی کی مخالفت کرنے والے جہنمی ہیں
243	آگ ٹھنڈی ہو گئی	201	سنت نبویؐ پر مضبوطی سے قائم رہنا
244	حضرت انس کا دسترخوان	201	داڑھی کی مقدار
245	مسئلہ فطرت آگ	205	گردن، کندھے، پشت مبارک
247	ٹوٹی پنڈلی درست	207	گردن، کندھوں کی خوبصورتی
247	ہاتھ پھیرنے سے چہرہ روشن	208	مہرِ نبوت
248	چہرہ مثل آئینہ ہو گیا	210	انگی کا اشارہ اور بادل
248	حضرت علی کا سینہ	210	ستونِ حنا نہ کا رونا
249	سیدہ کی بھوک دور ہو گئی	211	منکر حدیث کا اعتراف
251	دست مبارک کی تاثیر سے بال سیاہ	217	بغل مبارک
251	چہرہ تروتازہ	219	بغلوں کی کیفیت اور پسینہ
252	عداوت محبت سے بدل گئی	220	حضرت ماعزؓ سنگ سار ہو گئے
254	مرضِ نسیان دور ہو گیا	221	حضرت ماعزؓ کی توبہ
254	قوتِ حافظہ بڑھ گئی	222	زنا کی سزائیں
255	ساخت دماغ	225	مسئلہ رجم (سنگ سار کرنا)
256	حضرت جریرؓ کا گھوڑے سے گر جانا	230	منکرین حدیث کا رجم سے انکار
257	لکڑی تلوار بن گئی	230	اعترافات و جوابات

292	چہرہ تروتازہ ہو گیا	259	کھجور کی شاخ روشن ہو گئی
292	جلا ہوا بدن درست ہو گیا	260	آپ کی چشم بصیرت
293	ناخن تقسیم کرادیئے	260	پانی دودھ بن گیا
293	صحابہ کو برانہ کہو	261	زبان کی گرہ کھل گئی
294	حضور کو صحابہ کے اختلافات کا علم تھا	261	گنجان پن دور ہو گیا
297	سینہ اقدس و قلب مبارک	262	ہاتھ مبارک رکھنے کا اثر
299	صفت سینہ و قلب مبارک	263	پتھر پانی پر تیرنے لگا
303	مسئلہ علم غیب از قرآن و تفاسیر	263	چاند کا اشارہ سے ہلنا
305	آپ کو علم غیب عطا ہوا	264	معجزہ شق القمر
309	گل شئی کا علم	265	جنت کا خوشہ پکڑا
311	اللہ تعالیٰ کا گل اور ہد کا گل	266	انگلیوں سے پانی کے چشمے
313	اللہ تعالیٰ کا بعض اور مخالفین کا بعض	270	کنوئیں کا پانی بڑھ گیا
314	تھانوی صاحب کی کفریہ عبارت	271	حضرت بلال کی سات کھجوریں
315	عبارت کفریہ	273	حضرت ابو ہریرہ کی اکیس کھجوریں
316	آپ کی تعظیم و توقیر	275	کھانے میں برکت
318	حضرت خضر علم غیب جانتے تھے	279	حضرت جابر کی بکری زندہ ہو گئی
319	علم غیب کی نفی کی آیات	280	حضرت جابر کے فرزند زندہ ہو گئے
321	احادیث مبارکہ در بارہ علم	282	مردوں کا زندہ ہونا
321	زمین و آسمان کی ہر شے کا علم	284	چھوٹی بکری نے دودھ دے دیا
322	ابتداء خلق سے دخول جنت و نارتک	285	بکریاں موٹی اور دودھ والی ہو گئیں
323	قیامت تک ہونے والی ہر شے بتادی	286	حضرت ام معبد کی بکری
324	علم غیب اور بھیڑیا	288	حضرت قتادہ کی آنکھ
326	اعلان عام جو چاہو پوچھو	290	ایک دن میں دھدر ختم
327	لوح و قلم کا علم	290	جن کا اثر دور
327	تمام انبیاء آپ سے فیض لینے والے ہیں	291	عداوت محبت میں بدل گئی

368	پتھر قدموں کے نیچے نرم ہو جاتے	328	علم غیب اور صحابہ کرام
369	مقامِ ابراہیم علیہ السلام		آپ کے علم غیب پر ایمان لانا واجب
370	پاؤں کی ٹھوکر سے چشمہ جاری ہونا	328	ہے
371	احد پہاڑ کا ہلنا بند	329	علوم خمسہ
372	مست جانور تیز رفتار	330	اولیاء اللہ کا علم
373	آپ کی سواری کے جانور	333	علماء دیوبند کا عقیدہ
373	ٹھوکر سے ہمیشہ کے لیے بیماری دور	334	سینۂ اقدس میں بارہ کمرے
374	ہیبت خطبہ	339	شکم مبارک
375	درخت بلانے پر حاضر ہو گیا	341	فقر وفاقہ
376	ہاتھ پاؤں چومنا	344	ازواجِ مطہرات کے حجرے
377	قیام شب اور پاؤں مبارک	344	زینت و آرائش کی خوبی
379	قد مبارک	345	مرزا قادیانی اور مال دنیا
381	حلیہ شریف	346	وصلی روزے
382	سب سے اونچے	346	حضور بے مثل ہیں
383	شریر اونٹ مطیع	348	فضلاتِ مبارکہ
385	بکریوں نے سجدہ کیا	349	فضلاتِ طیب و طاہر ہیں
385	حضور کا سایہ نہ تھا	358	حضور کی ہر چیز نور ہے
387	اکابرین امت اور مسئلہ سایہ	359	شجر و حجر کی فرمان برداری
395	پسینہ مبارک	362	سانپ کا چلنا
397	جسم مبارک بہت معطر	362	حضور ختنہ شدہ ناف بریدہ پیدا ہوئے
399	پسینہ مبارک بہت خوشبودار	363	نبی کو احتلام نہیں ہوتا
400	گلی کو چپے مہک جاتے	363	قوت جماع
400	مدینہ منورہ کے در و دیوار خوشبودار	363	مقامِ مخصوص کو نہیں دیکھا گیا
401	مدینہ منورہ کی ہوا اور مٹی خوشبودار	365	زانوئے مقدس اور پائے مبارک
403	لباس مبارک	367	چلنا اور بیٹھنا

421	لحاف مبارک	406	اچھا لباس پہننا
421	چادر مبارک	406	عمامے کی برکت
421	کملی مبارک اور تہبند شریف	408	قمیص کی برکت
422	کمان مبارک اور اس کا ادب	410	چادر کی برکت
422	عصا مبارک کی بے ادبی کا نتیجہ	410	عقاب نے موزہ میں سانپ دیکھ لیا
423	حضرت ابو محمد ورہ کے بال مبارک	411	محبوبانِ خدا کے ملبوسات کی برکات
424	منبر شریف کا ادب	411	حضرت موسیٰ کا تابوت
425	حضور کے نام مبارک کا ادب	413	حضرت یوسف کی قمیص
425	دو سو سال کے گناہ معاف	414	جوانی قائم رہی
426	چار پائی مبارک	415	پانی متبرک ہو جاتا
426	حضور کے تبرکات اور عمر بن عبدالعزیز	415	وضو کا پانی
	ہر وہ چیز جس کو حضور کے ساتھ لگنے کا	416	صحابہ اور حضور کی تعظیم
427	شرف حاصل ہوا، قابل تعظیم ہے	418	جبہ شریف اور شفاء
428	مدینہ منورہ کے درود یوار	419	حضور کا پیالہ شریف
429	خاتمہ	419	پیالہ شریف اور حضرت عمر
431	تاریخی قطعات وغیرہ	420	عصا شریف
	ماخذ (کتابیات)	420	انگوٹھی مبارک

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

پیش گفتار

اللَّهُ جَبِيلٌ يُحِبُّ الْجَبَالَ..... نے اپنی ذات و صفات کے مظہر کامل، حضور اکرم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو برہان بنا کر بھیجا۔ میرے آقا و مولیٰ، تاج دار مدینہ سے میرے معبود حقیقی میرے رب کریم کے جلوے ظاہر ہوئے۔ حسن الوہیت کے اس مظہر کامل کے سر تا پا ظاہری حسن و جمال کا بیان بھی روح کی تسکین اور قلب کی طمانینت کا باعث ہے۔ اس ذات بابرکات کے ذکر جمیل سے خود میرے رب جلیل کلام، قرآن کریم، اول تا آخر آسودہ اوراق ہے۔ یہ ذکر میرے معبود کو محبوب ہے۔ صدیاں گزر گئیں، جسے بھی اس محبوب کریم (ﷺ) سے نسبت محبت ہوئی، اس نے اسی ذکر جمیل کو شعار بنایا اور یہ بھی واقعہ ہے، جس نے جمال مصطفیٰ سے جس قدر آگہی پائی اور اسے تحریر و تقریر کا جزو بنایا وہ خود بھی اس ذکر سے وابستہ ہو گیا، بے شمار نام اس حوالے سے ہمارے لیے محبوب و محترم ہوئے۔

میرے ابا جان قبلہ، حضرت مجددِ مسلک اہل سنت، عاشقِ رسول، محبِ صحابہ و آلِ بتول، خطیبِ اعظم الحاج مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ و بنی اللہ نے نعت خوانی سے عشق رسول کے اظہار کی ابتدا کی تھی۔ یہ سلسلہ قیام پاکستان سے پہلے کھیم کرن کے شہر سے انہوں نے شروع کر دیا تھا۔ اللہ کریم نے انہیں جو خصوصیات عطا کی تھیں، ہر ایک میں وہ درجہ کمال پر تھے، آواز کو دیکھیے کہ انداز کو، لب و لہجہ تراشیدہ اور سوز و گداز سے ایسا لب ریز کہ سینے میں جا گزیر ہو جائے۔ یہ جذب دروں کا اعجاز تھا اور اصل میں تو یہ کرم الہی اور فیض نگاہ تھا..... پنجابی زبان میں سراپائے رسول کے ذکر پر مشتمل کلام (سی حرفی، دوہے وغیرہ) وہ پڑھا کرتے اور بارگاہ رسالت میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا منظوم ہدیہ سلام بھی پڑھتے، انہیں یہ سعادت ملی کہ انہوں نے متداول علوم دین کی

تحصیل و تکمیل کر لی، اب اشعار ان پر خوب آشکار بھی ہوئے۔ انہوں نے آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ کے مفہیم و مطالب کی ترجمانی کرتے ہوئے اس ذکر جمیل سے صرف تقریروں ہی کو نہیں، تحریروں کو بھی سجایا اور یادگار بنایا، ان کی تقریر ہو کہ تحریر، ایسی مؤثر، ایسی دل نشیں، ایسی مدلل اور مکمل کہ اپنے مخاطب کو یوں جانے، کسی جلوے سے سرشار کر دیتے تھے۔ وہ خطیب بے مثال تھے تو ادیب بھی باکمال تھے۔

”ذکر جمیل“ ان کی اولین تصانیف میں نمایاں اور شاہ کار ہے، اس کی پہلی اشاعت تقریباً بیالیس برس پہلے ہوئی تھی..... یہ کھیم کرن سے ہجرت کے بعد، اوکاڑا شہر میں قیام کے دوران اور کراچی میں آمد سے بہت پہلے کی بات ہے..... اس کا انتساب انہوں نے اپنے پیر و مرشد کے نام کیا اور اس کتاب کا نام ان کے فرزند ارجمند کے نام کی نسبت، معنوی طور پر شامل کر کے ”ذکر جمیل“ رکھا۔ عربی نام ”الذکر الجلیل فی حلیۃ الحبیب الخلیل“ ہے۔ شروع میں ہر اشاعت پر تصحیح و اضافہ ہوتا رہا اور رفتہ رفتہ کتاب کی ضخامت بڑھتی رہی۔ ۱۹۷۱ء میں اس کتاب کی کتابت از سر نو کروائی گئی اور جدید قسم کی طباعت سے اسے آراستہ کیا گیا، جب سے اب تک اسی کا اعادہ ہو رہا ہے، یہ کتاب پچاس ہزار سے زائد تعداد میں شائع ہو کر دنیا بھر میں مقبول ہو چکی ہے۔ بھارت میں بھی اردو اور گجراتی میں شائع ہوئی ہے اور اس کا انگریزی میں بھی ترجمہ کیا جا رہا ہے۔ اس کے مندرجات میں سے کچھ عنوان الگ رسائل کی صورت میں بھی مختلف اداروں نے شائع کر کے مفت تقسیم کیے، روزنامہ ”نئی روشنی“، کراچی، اسی کتاب کے مضامین، برسوں پہلے ہر جمعہ کی اشاعت میں شامل کرتا رہا۔

۲۱ رجب ۱۴۰۲ھ کو، ابا جان قبلہ علیہ الرحمۃ، دارفنا سے دار بقا کی طرف رحلت فرما گئے۔ ان کے بعد ان کی کتابوں کی اشاعت کے لیے ضیاء القرآن پبلی کیشنز کے محترم صاحب زادہ حفیظ البرکات شاہ نے مجھ سے رابطہ کیا۔ ابا جان قبلہ چاہتے تھے کہ ان کی تمام کتابوں کی طباعت بھی میں اپنے ذمے لوں، وہ میرے ذوق سے واقف تھے۔ ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ کے بعد مجھے اپنا ہوش ہی کہاں تھا اور میرے دل و لے تو انہیں سے تھے، وہ

کیا گئے، لگتا ہے سب کچھ چلا گیا..... اس فقیر نے بھائیوں سے مشاورت کے بعد، محترم حفیظ البرکات شاہ صاحب کو حقوق اشاعت دے دیئے۔ انہوں نے طباعت و اشاعت کے کام کا آغاز ہی کیا تھا، اس لیے تمام تراستعداد کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ کتابوں کی خطاطی کروا کے انہوں نے کتابت کی روایتی غلطیوں کی تفتیش (مسودہ بینی) کے لیے خطاطی مجھے بھجوا دی..... میرے شب و روز عرصے سے قلم اور کتاب سے وابستہ ہیں۔ ابا جان قبلہ علیہ الرحمۃ کے بعد کتنے انقلاب آئے، مجھے خود کو وقت اور امور کا پابند کرنے میں برسوں لگ گئے اور یوں ”ذکر جمیل“ کی طباعت میں تاخیر ہوتی گئی..... تنہا حوالہ و حواشی دیکھنا اور اصل متن سے کتابت کی تصحیح کرنا آسان نہیں۔ ایک ایک حوالے کے لیے گھنٹوں ضخیم کتابوں کی ابواب در ابواب ورق گردانی اور اس کی تائید و تنقید میں مضامین تلاش کرنا پڑیں تو اندازہ ہو کہ کتاب کیسے ممکن ہو پاتی ہے۔ گزشتہ بارہ برسوں میں راقم السطور کو اپنی بارہ کتابیں بھی لکھنی پڑیں، ان کے انگریزی تراجم مکمل کرنے پڑے، سفر کی مصروفیات الگ رہیں، میں ابا جان قبلہ کی غیر مطبوعہ کتب کی طباعت کا کام ابھی تک نہ کر سکا، کچھ کراچی کے حالات نے بھی حواس کم متاثر نہیں کیے..... سوچتا ہوں، ابا جان ہوتے تو ان پر کیا گزرتی؟ وہ اس شہر زرنگار اور شہریان با کمال کا یہ حال کہاں دیکھ پاتے!۔

گزشتہ جدید طباعت پر ابا جان قبلہ کے با کمال اساتذہ نے اس کتاب اور مصنف کے بارے میں اپنے گراں قدر خیالات تحریر فرمائے تھے اور اس وقت خالص دینی اور اب سیاسی شہرت رکھنے والے حضرت مولانا شاہ احمد نورانی نے بھی اپنے تاثرات قلم بند کیے تھے، انہیں من و عن شامل رکھا جا رہا ہے۔ اس نئی کتابت یا طباعت میں جو خامی رہ گئی ہو اسے میری کوتاہی جانئے، ہو سکے تو نشان دہی فرما دیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں تصحیح کر دی جائے۔ میں اپنے بھائی ڈاکٹر محمد سبحانی اوکاڑوی کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ نیوکلیر فارمیسی میں پی ایچ ڈی کرنے کے بعد دو ماہ کی رخصت پر وطن آئے تو انہوں نے کتابت شدہ مسودے کی اغلاط کی چھان بین میں مجھ سے بڑا تعاون کیا، اللہ کریم انہیں خوش

رکھے۔ محترم حفیظ البرکات شاہ صاحب نے طباعت میں کتنی توجہ کی ہے، یہ آپ کے سامنے ہے، اللہ کریم مسلک حق اہل سنت و جماعت کی تبلیغ و اشاعت کے لیے ان کا حوصلہ فزوں فرمائے..... برسوں کی تاخیر پر معذرت خواہ ہوں، لیکن یہ بھی سچ ہے
ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا

فقیر! کوکب نورانی اوکاڑوی غفرلہ

۱۹۹۷ء، کراچی

مکرر آں کہ

خوش نویسی، ہاتھ سے خطاطی کی جگہ اب کم پیوٹر سے کم پوزنگ نے لے لی ہے۔ طباعت میں ٹیک نالوجی نے بھی بہت تبدیلیاں کر دی ہیں۔ گزشتہ کچھ برس سے یہ کتاب کم پیوٹر کی کم پوزنگ میں طبع ہو رہی ہے۔ احباب نے مجھے آگاہ کیا کہ کم پوزنگ میں کچھ عبارات نامکمل ہیں اور کچھ اغلاط کی نشان دہی کی۔ ان سب کا بہت شکریہ۔ اس جدید طباعت میں ان اغلاط کی تصحیح کر دی گئی ہے۔ بایں ہمہ قارئین سے ملتمس ہوں کہ وہ اس طباعت میں رہ جانے والی فی الواقع غلطیوں سے ہمیں ضرور آگاہ فرمائیں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ

فقیر! کوکب نورانی اوکاڑوی غفرلہ

۲۰۱۸ء، کراچی

ذکر جمیل

اور اس کے مصنف کا مختصر تعارف

از قلم: رئیس المحدثین، امام المتکلمین، غزالی دوران، رازی زمان، حضرت علامہ
مولانا سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی امروہوی دامت برکاتہم العالیہ
(مہتمم مدرسہ اسلامیہ انوار العلوم۔ ملتان)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

ابتدائی حالات

فاضل جلیل الحاج مولانا الحافظ محمد شفیع صاحب اوکاڑوی بن الحاج میاں کرم الہی
صاحب کھیم کرن (پنجاب) کے ایک معزز تجارت پیشہ خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔
۱۳۴۸ھ میں پیدا ہوئے اور تقسیم ملک کے بعد اوکاڑا میں اقامت اختیار کی۔

موصوف محترم، ابتدا ہی سے مذہبی مجالس میں شرکت کے شائق رہے۔ اللہ تعالیٰ نے
آپ کو خوش الحانی کی نعمت سے بھی نوازا ہے۔ خود بھی نعت لکھتے ہیں۔ نعت گوئی اور نعت
خوانی میں سحر آفریں نغمہ سرائی آپ کی خصوصیات سے ہے۔

تعلیم و تربیت

گھر کا ماحول خالص مذہبی اور پاکیزہ تھا اس لیے تربیت بھی پاکیزہ ہوئی۔ ابتدائی
اردو، فارسی، عربی کی تعلیم اوائل عمر میں حاصل کی، اوکاڑا میں مقیم ہونے کے بعد حضرت
العلامہ الحاج مولانا غلام علی صاحب شیخ الحدیث و مہتمم مدرسہ اشرف المدارس اوکاڑا سے
شرف تلمذ حاصل کیا اور کتب درسیہ کی تعلیم پائی۔ ذہین اور مستعد طالب علم تھے، منحصر عرصہ
میں تکمیل کر لی اور اجازت روایت حدیث کی سند محدثین کے طرق پر فقیر سے بھی حاصل کی

اس طرح احقر راقم الحروف کے ساتھ موصوف کا سلسلہ تلمذ قائم ہوا۔

بیعت و اجازت

نقشبندی مجددی سلسلہ مبارکہ میں شرق پور شریف سے آپ وابستہ ہیں۔ قدوة السالکین زبدۃ العارفین حضرت ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر آپ نے بیعت کی اور پھر شیخ المشائخ، مقبول بارگاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب قادری مدنی مدظلہ العالی نے مدینہ منورہ میں جملہ سلاسل طریقت بالخصوص سلسلہ قادریہ کی خلافت و اجازت عطا کی۔

اکابر کا احترام

ماشاء اللہ حسن ظاہری کے ساتھ حسن اخلاق بھی رکھتے ہیں خصوصاً اپنے مشائخ و اساتذہ کے ساتھ کمال ادب و احترام سے پیش آتے ہیں۔

عادات و خصائل

صالح نوجوان ہیں، نہایت متواضع اور مہمان نواز ہیں۔ ہنس مکھ، خوش خلق ہیں۔ طبیعت میں پاکیزگی اور صالحیت ہے اور اسی کی برکت سے اب تک آپ چھ مرتبہ حج بیت اللہ اور زیارت روضہ مقدسہ سے مشرف ہو چکے ہیں بلکہ اپنے اہل کو بھی حج کرایا ہے اور قبہ خضراء کی زیارت کے لیے انہیں مدینہ منورہ اپنے ہمراہ لے گئے۔

اولاد

بفضلہ تعالیٰ صاحب اولاد ہیں۔ بڑے صاحبزادے حافظ محمد کو کب نورانی سلمہ ماشاء اللہ اپنے والد ماجد کے سانچے میں ڈھلے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ چھوٹی عمر میں قرآن کریم حفظ کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ خوش نصیبی کے ساتھ عمر طبعی کو پہنچائے اور خادم دین متین بنائے۔ آمین

تقریر و تبلیغ میں یدِ طولیٰ

اوائل عمر ہی سے مذہبی اجتماعات، مجالس علماء و مشائخ کے دل دادہ رہے۔ تقریر و تبلیغ کا

شوق ہمیشہ سے طبیعت پر غالب رہا۔ آپ کی تقریر علمی استعداد، ذکاوت و ذہانت، جودت طبع اور وسعت مطالعہ کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ انداز بیان نہایت سلیحہا ہوا، کلام میں پختگی، لطافت اور بسا اوقات ظرافت کی چاشنی پائی جاتی ہے جو سامعین کے لیے نہایت دلچسپ ہوتی ہے۔ مزید برآں آپ کی خوش الحانی سامعین کو مسحور کر دیتی ہے۔

قبولیت عامہ

ان خوبیوں کے باعث اہل علم اور عوام اور خواص میں آپ بے حد مقبول ہیں اور ان ہی خصوصیات کے باعث آپ کا دائرہ تبلیغ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ ملک کے مغربی مشرقی دونوں حصوں کے گوشہ گوشہ میں بلکہ دیار عرب میں بھی آپ کی علمی اور شان دار تقریریں محفوظ ہونے لگیں اور قبولیت عامہ کا شرف عظیم آپ کو حاصل ہوا۔

کراچی میں قیام

تقریباً چودہ برس سے مولانا موصوف کراچی میں مقیم ہیں، اس مرکزی شہر میں آپ نے جس شان سے تبلیغی کام کیا اس کی تفصیل ناممکن ہے۔ مختصر یہ کہ موصوف نے اپنی بے حد پسندیدہ شان دار علمی تقریروں سے مسلک اہل سنت کے دائرہ کو اس قدر وسیع کر دیا کہ گھر گھر سنیت کا چرچا ہونے لگا۔ آپ کی بے پناہ تبلیغی مساعی جلیلہ گویا لا دینی اور بد مذہبی نظریات کے سیلاب کے لیے ایک مضبوط بند اور گمراہی کی ظلمت کے لیے روشن شمع ثابت ہوئیں۔ اس بند میں شکاف ڈالنے بلکہ اس شمع کو بجھانے کے لیے بد مذہبوں اور الحاد پسندوں نے اپنی طاغوتی قوتوں کو بھرپور طریق پر استعمال کیا مگر وہ خائب و خاسر ہو کر زبان حال سے کہنے لگے

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

موصوف کی ان تبلیغی خدمات پر جس قدر بھی اظہار مسرت کیا جائے کم ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

تصنیف و تالیف

شب و روز تبلیغی مصروفیات کے باوجود علمی ذوق کی تکمیل کے لیے نہایت شان دار کتب

خانہ آپ نے اپنے مکان میں قائم کیا ہے جس میں تفسیر و حدیث، فقہ، تاریخ، تصوف اور دیگر فنون کی کثیر کتابیں جمع کی ہیں۔ وقت نکال کر مطالعہ کرتے ہیں اور حاصل مطالعہ کو ضبط تحریر میں لانے کے بعد اسے کتابی صورت میں مدون کرتے ہیں۔ اب تک تقریباً پندرہ کتابیں تصنیف کر چکے ہیں جو شائع ہو کر منظر عام پر آ گئی ہیں اور اہل ذوق ان سے فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔

ذکر جمیل

آپ کی تصانیف میں ذکر جمیل خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ یہ کتاب کئی بار طبع ہو چکی ہے۔ یہ کتاب موصوف کا علمی شاہکار ہے۔ عناوین کثیرہ کے ضمن میں سراپائے اقدس کو ایسے اچھوتے انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ سراقص سے لے کر پائے مبارک تک ذات پاک محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کے محامد و محاسن بھی بیان کر دیئے گئے ہیں اور ساتھ ہی وہ تمام مسائل بھی دلائل کے ساتھ مذکور ہو گئے ہیں جو فضائل و مناقب نبویہ اور عقائد اہل سنت سے متعلق ہیں۔

تاجدار مدنی جناب احمد مجتبیٰ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے حسن و جمال کے جلوے سامنے آ جاتے ہیں۔ لقاء حبیب ﷺ کا شوق بڑھتا ہے، حضور ﷺ کی محبت زیادہ ہوتی ہے اور ایمان تازہ ہوتا ہے، قلب مومن کو فرحت اور روح کو آسودگی و راحت نصیب ہوتی ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ جزاء حسنا۔

میری دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ موصوف کی تبلیغی و تالیفی خدمات کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور آپ کو حاسدین و دشمنان دین کے شر سے محفوظ فرما کر مزید خدمت دین کے لیے صحت و عافیت کے ساتھ تادیر باعزت و کرامت زندہ و سلامت رکھے۔ آمین

سید احمد سعید کاظمی

مہتمم مدرسہ انوار العلوم، ملتان، نزیل کراچی

یکم جمادی الاخریٰ ۱۳۹۱ھ

مطابق ۲۴ جولائی ۱۹۷۱ء

از: شیخ الحدیث والتفسیر، علامۃ العصر، فقیہ الاعظم
حضرت مولانا غلام علی صاحب القادری الاشرفی دامت برکاتہم العالیہ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بفضلہ تعالیٰ! اپنی دینی، ملی، تبلیغی خدمات کی وجہ سے خطیب اعظم پاکستان الحاج علامہ
مولانا محمد شفیع صاحب اوکاڑوی، ملک اور بیرون ملک میں اس قدر شہرت رکھتے ہیں کہ ان
کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں ہے۔

جناب موصوف موجودہ دور کے مبلغین میں اپنی منفرد خصوصیات کی وجہ سے ایک
امتیازی شان رکھتے ہیں، اللہ جل شانہ کے فضل و کرم اور حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے
وسیلہ جمیلہ اور بزرگوں کی دعاؤں سے ملک بھر میں تبلیغ اسلام فرما رہے ہیں، مذہب مہذب
اہلسنت و جماعت اور مسلک رضویت کی صحیح خطوط پر مؤثر اور دل نشین پیرائے میں ترجمانی
اور خوش بیانی ان کا طرہ امتیاز ہے۔ اعلاء کلمۃ اللہ اور تبلیغ دین کے لیے ان کی مسلسل اور پیہم
جدوجہد اور بے پناہ مقبولیت کی وجہ سے دنیائے کفر والحرزہ براندام ہے اور ایوان باطل
میں زلزلہ بپا ہے۔ چنانچہ اس بوکھلاہٹ کی وجہ سے بعض دین دشمن اور شر پسند عناصر نے
مولانا موصوف کو متعدد مرتبہ طرح طرح کی تکالیف اور اذیتیں پہنچانے کی ناپاک کوششیں
بھی کی ہیں مگر بایں ہمہ وہ بعونہ تعالیٰ جرأت و ہمت اور صبر و استقلال کے ساتھ شب و روز
اپنے فریضہ تبلیغ میں مصروف و منہمک ہیں اور یوماً فیوماً عوام و خواص میں ان کی مقبولیت میں
اضافہ ہو رہا ہے۔

میدان خطابت کے تو مولانا شہسوار ہیں ہی۔ علاوہ تقریر کے ان کی تحریری، تبلیغی
مساعی اور سرگرمیاں بھی قابل تحسین ہیں۔ متعدد کتب دینیہ کے مؤلف ہیں۔ سلیس، عام فہم
اور مفید دینی معلومات کی وجہ سے ان کی تالیفات کی مانگ بڑھ رہی ہے۔ پیش نظر کتاب
”ذکر جمیل“ اس سے قبل ملک میں کثرت سے شائع ہو چکی ہے۔ عام مسلمان اور بالخصوص

طلباء دین اور خطباء و مقررین حضرات اس سے بکثرت استفادہ کر رہے ہیں۔ اب نیا ایڈیشن مزید مفید اضافات سے شائع ہو رہا ہے۔

اگرچہ اس موضوع پر علمائے سلف نے عربی، فارسی، اردو میں کام کیا ہے۔ مگر امام الکمل فی الکمل سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص و معجزات اور حضور کے فضائل و برکات کو مولانا ممدوح نے اپنے مخصوص و دل کش اور اچھوتے انداز میں اس طرح سلاست اور صحت سے پیش فرمایا ہے کہ کم پڑھا آدمی بھی اس سے استفادہ کر سکتا ہے۔

ماشاء اللہ انداز بیان محض خطیبانہ نہیں بلکہ محققانہ ہے۔ حسب ضرورت جا بجا دلائل شرعیہ سے کتاب کو مزین کیا ہے۔ فقیر دعا گو ہے کہ مولانا کریم جل شانہ، مولانا صاحب کو عمر دراز عطا فرمائے اور ان کی تقریر و تحریر سے مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

بجاء النبی الکریم الرؤوف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم و علی

الہ و اصحابہ اجمعین

خاک پائے علماء و فقرا، فقیر ابوالبلیان غلام علی القادری

الاشرفی غفرلہ و لوالدیہ و لمشاخہ، خادم التفسیر والحديث

جامعہ حنفیہ دارالعلوم اشرف المدارس، اوکاڑا۔

۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۱ھ

بروز چہار شنبہ ۸-۱۸

از قلم!

صاحب الفضیلة والا رشاد، العالم الفاضل، حضرة العلامة مولانا الحافظ

الشاہ احمد نورانی الصدیق القادری، مدظلہ العالی

الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی حبیبہ و نور عرشہ و

زینة فرشہ سیدنا و حبیبنا مولانا محمد وآلہ و ازواجہ و اصحابہ

و من تبعہم باحسان الی یوم الدین

اما بعد! فاضل جلیل عالم نبیل حضرت مولانا محمد شفیع صاحب اوکاڑوی مدظلہ العالی محتاج

تعارف نہیں ہیں۔ مولانا موصوف مدظلہ اہلسنت و جماعت کے بے مثل خطیب، شعلہ نوا

مقرر اور عاشق رسول ﷺ ہیں۔ فضائل سید المرسلین ﷺ پر مولانا مدظلہ کی تقاریر، علمی

نکات، تفسیری رموز و اسرار سے مالا مال ہوتی ہیں، کراچی سے پشاور اور وہاں سے چاٹگرام

تک مولانا کی مقبولیت ہم سب کے لیے باعث فخر و مباہات ہے۔ اللهم زد فزد و بارک

فیہ!

مولانا مدظلہ تقریر کے ذریعہ جہاں عوام و خواص میں دین متین کی خدمت انجام دے

رہے ہیں، ساتھ ہی باوصف مشاغل تحریری طور پر بھی انتہائی محبت بھرے انداز میں پروقار

دلائل کے ساتھ تبلیغ دین کا فریضہ ادا فرما رہے ہیں۔ مولانا موصوف کی اکثر تالیفات متعدد

بار چھپ کر خواص و عوام میں مقبول ہو چکی ہیں۔

ذکر جمیل اسی سلسلہ کی کڑی ہے، یہ کتاب مستطاب اہل ایمان و عرفان کے لیے باعث

راحت جان ہے اس کو پڑھ کر حضور پر نور آقائے دو جہاں ﷺ کے سراپا میں ایسا گم ہو

جانا پڑتا ہے کہ اپنی خبر نہیں رہتی۔ تصور حبیب ﷺ کتنا حسین ہے اس کو میں الفاظ کے

قالب میں ڈھالنے سے قاصر ہوں۔ بہر حال ذکر جمیل پڑھ کر جمال رسول میں مستغرق ہو

جانا پڑتا ہے اور یہی مولانا موصوف بھی چاہتے ہیں کہ ہر مسلمان ذکر و فکر رسول میں مستغرق

رہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس تالیف کو بڑی مقبولیت عطا فرمائی ہے۔ کیوں نہ ہو کہ جن کا ذکر مبارک ہے وہ مقبول تر ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ مولائے موصوف کی دینی مساعی کو قبول فرما کر ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! فجزاک اللہ عن المسلمین خیرا۔

فقیر! شاہ احمد نورانی صدیقی غفرلہ

۱۰ جمادی الثانیہ، ۱۳۹۱ھ

کراچی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّي وَنُسَلِّمُ عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ
حُبِّ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ہر وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے ایمان اور عقل و فہم کی دولت عطا فرمائی ہے وہ یقین کے ساتھ جانتا ہے کہ حب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایمان کی روح ہے۔
محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے اسی میں ہوا اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے
شریعت مطہرہ نے ہر مسلمان پر حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس کے تمام خویش و اقارب اعزہ و احباب سے زیادہ لازم کی ہے۔
قرآن پاک میں ارشاد ہے:

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ
وَأِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ
وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ
كَسَادَهَا وَ مَسْكِنٌ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ
إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي
سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ
بِأَمْرٍ ۖ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الْفَاسِقِينَ ﴿٢٣﴾ (التوبہ)

میرے حبیب! فرما دیجئے کہ اے لوگو
تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے
بھائی، تمہاری عورتیں، تمہارا کنبہ، تمہاری
کمائی کے مال اور وہ تجارت جس کے
نقصان کا تمہیں ڈر رہتا ہے اور تمہاری
پسند کے مکان، ان میں سے کوئی چیز بھی
اگر تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی
راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے تو
انتظار کرو کہ اللہ اپنا عذاب اتارے اور
اللہ تعالیٰ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ

مدینہ والوں اور ان کے گرد دیہات والوں

مِّنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَحَلَّفُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرْعَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهِ (التوبہ: ۱۲۰)

کو لائق نہ تھا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پیچھے بیٹھے رہیں اور نہ یہ کہ ان کی جان سے اپنی جان پیاری سمجھیں۔

حضرت انس بن مالک انصاری فرماتے ہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَوْمُ مِنْ أَحَدِكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ (بخاری: ۱۵)

تم میں کوئی مومن نہ ہوگا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے ماں باپ و اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

اور انہی سے روایت ہے کہ فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

ثَلَاثٌ مِّنْ كُنْ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ أَنْ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَأَنْ يُحِبَّ الْبِرَّ لَا يَحِبُّهُ إِلَّا اللَّهُ وَأَنْ يُقَدِّفَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقَدِّفَ فِي النَّارِ (بخاری: ۱۶)

جس میں تین خصلتیں ہوں وہ ایمان کی لذت و حلاوت پالے گا۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس کو تمام ماسوا سے زیادہ پیارے ہوں دوسری یہ کہ وہ کسی آدمی سے صرف اللہ کے لیے محبت کرے اور تیسری یہ کہ وہ کفر میں لوٹ جانا ایسا برا سمجھے جیسا کہ آگ میں پھینکے جانے کو برا سمجھتا ہے۔

حضرت سہل بن عبد اللہ التستری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَنْ لَمْ يَرَوْلايَةَ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَمِيعِ أَحْوَالِهِ وَلَمْ يَرِ نَفْسَهُ فِي مِلْكِهِ لَمْ يَذُقْ حَلَاوَةَ سُنَّةِ لَائِنَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَوْمُ مِنْ أَحَدِكُمْ

جو ہر حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا مالک نہ جانے اور اپنی ذات کو ان کی ملکیت میں نہ سمجھے وہ حلاوت سنت سے محروم ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان

حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ نَفْسِهِ (زرقانی) ہے کہ تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا
 علی المواہب، ج ۶، ص ۳۱۳، شرح شفا للفقاری، جب تک کہ میں اس کی جان سے زیادہ
 جلد ۲، ص ۳۵، ج ۲، ص ۶) اس کو محبوب نہ ہو جاؤں۔

ان دو آیتوں اور تین حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول
 ﷺ کی محبت، ماں باپ و اولاد، عزیز و اقارب، دوست و احباب، مال و دولت، مسکن و
 وطن اور اپنی جان غرض کہ ہر چیز کی محبت سے زیادہ ضروری و لازم ہے۔

اور اگر کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کے ساتھ عقیدت و محبت نہ رکھے یا
 ان کی مخالفت کرے تو خواہ وہ کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو اس سے دوستی اور محبت رکھنا جائز نہیں۔
 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ
 وَ إِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ
 عَلَى الْإِيمَانِ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَاُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٣٧﴾ (التوبہ)

نیز فرمایا:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَ الْيَوْمِ
 الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ
 وَ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ
 إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ كَتَبَ
 فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَ آيَدَهُمْ بِرُوحٍ
 مِنْهُ ۚ وَيَدُودُهُمْ جُنَّتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا
 الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ
 وَ رَاضُوا عَنْهُ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۚ أَلَا

تم نہ پاؤ گے انہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ
 تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر کہ محبت
 کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس
 کے رسول کی مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے
 باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہی کیوں نہ
 ہوں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں
 اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش فرما دیا اور اللہ
 نے اپنی طرف کی روح سے ان کی امداد

إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٦٦﴾ فرمائی اور ان کو داخل کرے گا باغوں میں

(المجادلہ) جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان

میں رہیں گے۔ راضی ہو گیا اللہ ان سے

اور وہ راضی ہو گئے اللہ سے، یہی لوگ اللہ

کا گروہ ہیں آگاہ ہو جاؤ بے شک اللہ ہی

کی جماعت فلاح پانے والی ہے۔

ان آیتوں سے صراحتاً ثابت ہوا کہ جو لوگ اللہ اور رسول کی مخالفت کریں اور ایمان پر

کفر کو پسند کریں اگرچہ وہ بہت ہی زیادہ قریبی ہوں ان سے دوستی و محبت رکھنا جائز نہیں بلکہ

ظلم ہے اور بے دینی ہے۔ اس مضمون کی متعدد آیتیں اور حدیثیں موجود ہیں جب یہ معلوم

ہو گیا کہ ایمان و نجات کا دار و مدار حضور سید عالم ﷺ کی محبت پر ہے تو جس مومن کے دل

میں آپ کی محبت کامل ہوگی اس کا ایمان بھی کامل ہوگا ورنہ ناقص اور اگر آپ کی محبت مطلقاً

نہیں تو وہ قطعاً ایمان سے محروم ہے۔

اس مقام پر یہ بات بہت ہی قابل غور ہے کہ اسلام کے دعوے دار تمام فرقے حضور

ﷺ کی محبت کے مدعی ہیں۔ محبت ایسی چیز نہیں جو ظاہر ہو، اس کا تعلق دل سے ہے، اور

ظاہر ہے کہ دلوں کا حال ہمیں معلوم نہیں۔ ایسی صورت میں ہم کس گروہ کو حضور ﷺ کا

محب قرار دے کر مومن سمجھیں اور کس فرقہ کے دعویٰ محبت کو غلط جان کر اسے ناری قرار دیں؟

اس الجھن کو دور کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم دین متین اور عقل سلیم کی روشنی میں

محبت کا ایسا معیار تلاش کریں جس کے ذریعے حقیقت و اقصیٰ منکشف ہو جائے اور ہم بخوبی

جان لیں کہ اصلی محبت کا حامل کون ہے۔

معیار محبت

اس سلسلے میں بعض حضرات کا مسلک تو یہ ہے کہ محبت کا معیار محبوب کی اتباع اور اس کی

پیروی ہے کیونکہ محب، محبوب کا مطیع اور متبع ہوتا ہے۔

أَنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطِيعٌ (ابن عساکر، ج ۳۲، ص ۲۶۹)

قرآن کریم میں بھی فرمایا:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ

”میرے حبیب آپ فرما دیجئے کہ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری

اتباع کرو (پھر) اللہ بھی تم سے محبت کرے گا۔“ (آل عمران: ۳۱)

آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ محبت کی شرط اتباع و اطاعت ہے، لہذا جو گروہ متبع سنت

اور پابند شریعت ہے، وہی رسول اللہ ﷺ کا محب اور صحیح معنی میں مومن ہے۔

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ اتباع و اطاعت جسے معیار محبت قرار دیا گیا ہے اس سے کیا

مراد ہے؟ کیا حضور ﷺ کے اقوال مبارکہ و اعمال مقدسہ کے مطابق مطلقاً عمل کرنے کا

نام اتباع و اطاعت ہے یا اس میں کوئی قید بھی ملحوظ ہے؟ اگر ”مطلق عمل“، یعنی حضور ﷺ

کے ان اعمال مقدسہ کی طرف صرف نقل کو اتباع و اطاعت قرار دیا جائے جن کی موافقت شرعاً

مطلوب ہے تو وہ منافقین اور دشمنان دین بھی حضور کے متبع اور اللہ تعالیٰ کے محبوب قرار پائیں

گے جو باوجود منافق ہونے اور اپنے دل میں سرکارِ دو عالم ﷺ کی عداوت رکھنے کے نماز

روزہ اور دیگر اعمال حسنہ کرتے تھے بلکہ صحیح احادیث میں یہاں تک وارد ہوا ہے کہ ایک بے

دین و گمراہ قوم آخر زمانہ میں پیدا ہوگی وہ قرآن پڑھے گی مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہ

اترے گا، سچے اور خالص مسلمان ان کی نمازوں کے مقابلے میں اپنی نمازوں کو حقیر جانیں

گے، ان کی زبانیں شکر سے زیادہ شیریں ہوں گی اور دل بھیڑیوں کے مثل ہوں گے، ان کے

پاجامے ٹخنوں سے بہت اونچے اور سر منڈے ہوئے ہوں گے وغیرہ وغیرہ۔

(بخاری: ۶۱۶۳، ۶۵۳۴، ۶۹۳۳۔ مسلم: ۱۰۶۴، نسائی: ۳۵۵۲، ۳۵۶۶، ۴۱۰۳۔ ترمذی:

۲۲۰۴۔ ابن ابی شیبہ: ۳۵۶۲۴)

ایسی صورت میں اس ظاہری اتباع و اطاعت اور سنن کریمہ کے نقل کو کیوں کر معیار

محبت اور دلیل ایمان قرار دیا جاسکتا ہے؟ یہ تو نری نقالی ہے جو کسی حال میں محمود و مستحسن نہیں

ہو سکتی اس لیے ضروری ہے کہ اتباع و اطاعت کے معنی پر غور کیا جائے اور صحیح معیار محبت

تلاش کرنے کی کوشش کی جائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ فرما کر ہمیں یہ بتا دیا کہ اتباع رسول ﷺ کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کی محبوبیت ہے۔ محبوب کا دشمن کبھی محبوب نہیں ہو سکتا پھر اللہ تعالیٰ کے محبوب کا دشمن اللہ تعالیٰ کا محبوب کیونکر ہو سکتا ہے، ثابت ہوا کہ اس آیہ مبارکہ میں اتباع کے معنی محبت رسول کے بغیر صرف ان کے سنن کریمہ کی نقل کرنا نہیں بلکہ فَاتَّبِعُونِي کے معنی یہ ہیں کہ حبیب خدا ﷺ کی محبت کے نشے میں مغمور اور ان کی الفت کے جذبات سے معمور ہو کر بتقاضائے الفت و محبت ان کی اداؤں کے سانچے میں ڈھل جاؤ اس لیے کہ رسول کریم ﷺ اللہ کریم جل شانہ کے محبوب ہیں تو جب تم ان کی اتباع و پیروی کر کے ان کی پیاری پیاری اداؤں کے سانچے میں ڈھل جاؤ گے تو تم بھی محبوب و پیارے ہو جاؤ گے۔ یہ اتباع قطعاً حضور ﷺ کی محبت کی دلیل ہے۔

مگر بات جہاں تھی وہیں رہی، سوال یہ ہے کہ ہمیں کیسے معلوم ہو کہ فلاں گروہ یا فلاں شخص حضور ﷺ کی الفت و محبت کے ساتھ ان کی سنن کریمہ پر عمل کر رہا ہے، اور فلاں آدمی بغیر محبت کے محض نقالی میں مصروف ہے۔ آئیے اس سوال کا حل اور معیار محبت تلاش کریں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْبِي وَيُصْمُ (مسند امام احمد: ۲۱۶۹۴، ابوداؤد: ۵۱۳۰)

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا (کہ انسان کو جب کسی سے محبت ہو جاتی ہے تو) وہ محبت اس کو (محبوب کا عیب دیکھنے سے) اندھا اور (محبوب کا عیب سننے سے) بہرہ

کر دیتی ہے۔

اس مبارک حدیث سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ محبت کی ناقابل تردید دلیل اور صحیح معیار یہ ہے کہ مدعی محبت کی آنکھ اور کان محبوب کا عیب دیکھنے اور سننے سے پاک ہو، عقل سلیم کے نزدیک بھی محبت کا صحیح معیار یہی ہے کیونکہ محبت کا مرکز حسن و جمال ہے یہ ممکن

ہی نہیں کہ محبت والی آنکھ کو محبوب کی ذات میں کوئی عیب نظر آئے اور اگر کسی کو محبوب میں عیوب و نقائص نظر آتے ہیں تو وہ اپنے دعویٰ محبت میں جھوٹا ہے۔ محبت والی آنکھ کو واقعی عیب نظر نہیں آتا اور حضور ﷺ تو بے عیب ہیں۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ حضور رسالت مآب ﷺ کے بارے میں عرض کرتے ہیں۔

وَ أَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَظْ عَيْنِي وَأَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَدِدِ النِّسَاءَ
خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

”یا رسول اللہ (ﷺ) میری آنکھ نے آپ ساحسین و جمیل اور کوئی نہیں دیکھا کیونکہ آپ ساحسین و جمیل کسی ماں نے جنا ہی نہیں۔ آپ تو ہر عیب سے پاک پیدا کیے گئے ہیں گویا کہ آپ ایسے پیدا کیے گئے ہیں جیسا کہ آپ خود چاہتے تھے۔“ (دیوان حسان، ص ۲۱)

ثابت ہوا کہ حضور ﷺ بے عیب ہیں اور جسے بے عیب میں عیب نظر آئے اس کا دعویٰ محبت کیوں کر درست ہوگا۔ اسی معیار پر موجودہ فرقوں کو پرکھ لیجئے۔

کوئی گروہ خلفائے راشدین اور محبوبین رسول اللہ ﷺ کو کافر منافق کہہ کر ذات مصطفیٰ ﷺ پر کفر و نفاق کی محبت کا عیب لگا رہا ہے۔

کوئی آل اطہار کی شان میں گستاخیاں کر کے سرکارِ دو عالم ﷺ کو اذیت پہنچا رہا ہے۔ کسی نے حضور ﷺ کے کمالِ خاتمیت کا انکار کر کے تنقیصِ شانِ نبوت پر کمر باندھی ہوئی ہے۔

کوئی گروہ، تاجدارِ مدینہ ﷺ کی مقدس احادیث کا انکار کر کے سرکار کی توہین و تکذیب میں مصروف ہے۔

کسی نے آقائے دو عالم ﷺ کے کمالاتِ علمیہ و علمیہ کا انکار کر کے تنقیصِ رسالت کی۔ کوئی کہتا ہے کہ وہ مرمر مٹی میں مل گئے، وہ ہمارے ہی جیسے بشر تھے، وہ ہمارے بڑے بھائی کے برابر تھے اور ان کی تعظیم فقط بڑے بھائی کی سی کرنی چاہیے۔

اور کوئی کہہ رہا ہے کہ جیسا علم ان کو ہے ایسا تو ایراغیر انتھوا خیرا، اور ہر پاگل اور ہر نابالغ

اور ہر حیوان اور ہر چار پائے کو بھی ہے۔

اور کوئی کہہ رہا ہے کہ حضور کا علم تو شیطان لعین اور ملک الموت کے علم سے بھی کم ہے۔

اور کوئی کہہ رہا ہے کہ ان کا میلاد شریف کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ ہنود کنہیا کا جہنم دن

مناتے ہیں۔

کوئی کہتا ہے نماز میں ان کی طرف خیال لے جانا، زنا کے وسوسے اپنی بی بی کی

جماعت کے خیال اور نیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بھی بدتر ہے۔

اور کوئی علی الاعلان کہہ رہا ہے کہ ان سے بے شمار غلطیاں ہونیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ

نے ان پر عتاب کیا۔

کسی نے کہا کہ جس طرح ہم بھول جاتے ہیں اسی طرح وہ بھی بھولا کرتے تھے

(معاذ اللہ)۔ غرض کہ کیا کیا لکھا جائے۔

معمولی سمجھ رکھنے والا انسان اس حقیقت کو نہایت آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ عقل و شرع

سے جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ اہل محبت کو محبوب میں کوئی عیب نظر نہیں آتا اور نہ ان کا کان

محبوب کا عیب سن سکتا ہے، تو جس قوم کا شب و روز یہی وتیرہ ہو کہ قرآن و حدیث اور دلائل

عقلیہ و نقلیہ سے آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات اقدس میں عیوب و نقائص

ثابت کرنے کے درپے ہو وہ کیوں کر سرکار کی محبت کے دعوے میں صادق ہو سکتی ہے؟

خدا کی قسم! حضور تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور محمد کے معنی ہی بے عیب ہیں، تو جس نے محمد

کے اندر عیب مانا، اس نے محمد کو محمد ہی نہیں مانا۔ حضور کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وہی مانتا ہے جو حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کو بے عیب مانتا ہے پس ثابت ہوا کہ تمام فرقوں میں وہ فرقہ اپنے دعویٰ محبت میں سچا

ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عیوب و نقائص سے منزہ اور پاک مانتا ہے۔

علامت محبت

گزشتہ سطور میں ثابت ہو چکا کہ ایمان کا دار و مدار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر ہے اور

محبت کی علامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ محب اپنے محبوب کا کثرت سے ذکر کرتا ہے چنانچہ

حضور ﷺ فرماتے ہیں مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ ذِكْرُهَا۔ کہ جس کو جس چیز سے محبت ہوتی ہے وہ اکثر اسی کا ذکر کرتا ہے۔ (کنز العمال: ۱۸۲۹، زرقانی علی المواہب، ج ۶، ص ۳۱۴)

پس جس کو حضور ﷺ سے جتنی زیادہ محبت ہوگی وہ اتنا ہی کثرت سے آپ کا ذکر کرے گا۔ معلوم ہوا آپ کا کثرت سے ذکر کرنا تقاضائے محبت و ایمان ہے۔

علامہ محاسبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَلَامَةُ الْمُحِبِّينَ كَثَرَةُ الذِّكْرِ لِلْمُحِبُّوبِ عَلَى طَرِيقِ الدَّوَامِ لَا يَنْقُطِعُونَ وَلَا يَنْلُونِ وَلَا يَفْتَرُونَ وَقَدْ أَجْبَعَ الْحُكَمَاءُ عَلَى أَنْ مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ مِنْ ذِكْرِهِ فَإِنَّ كُرَّ الْمُحِبُّوبِ هُوَ الْغَالِبُ عَلَى قُلُوبِ الْمُحِبِّينَ لَا يُبِيدُونَ بِهِ بَدَلًا وَلَا يَبْغُونَ عَنْهُ حَوْلًا وَلَوْ قَطَعُوا عَنْ ذِكْرِ مُحِبُّوبِهِمْ لَفَسَدَ عَيْشُهُمْ وَمَا تَلَذَّذُوا الْمُتَلَذِّذُونَ بِشَيْءٍ إِلَّا مِنْ ذِكْرِ الْمُحِبُّوبِ

(زرقانی علی المواہب، ج ۶، ص ۳۱۴)

محبوں کی علامت یہ ہے کہ وہ محبوب کا ذکر کثرت سے دائمی طور پر اس طرح کرتے ہیں کہ نہ تو کبھی ذکر سے جدا ہوتے ہیں اور نہ کبھی چھوڑتے اور نہ کبھی کوتاہی کرتے ہیں اور حکماء کا اس پر اجماع ہے کہ محب محبوب کا ذکر کثرت سے کرتا ہے اور محبوب کا ذکر محبوں کے دلوں پر ایسا غالب ہوتا ہے کہ نہ تو وہ اس کا بدل چاہتے ہیں اور نہ ہی اس سے پھرنا۔ اور اگر ان کے محبوب کا ذکر ان سے جدا ہو جائے تو ان کی زندگی تباہ ہو جائے اور وہ کسی چیز میں لذت و حلاوت نہیں پاتے جو ذکر محبوب میں پاتے ہیں۔

وَمِنْ عَلَامَاتِ مَحَبَّتِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ تَعْظِيمُهُ عِنْدَ ذِكْرِهِ وَإِظْهَارُ الْخُشُوعِ وَالْخُضُوعِ وَالْإِنْكَسَارِ مَعَ سَبَاحِ اسْمِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(زرقانی علی المواہب، ج ۶، ص ۳۱۵)

حضور ﷺ کی محبت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ آپ کے ذکر شریف کے وقت آپ کی تعظیم کی جائے اور خصوصاً آپ کے نام مبارک کے سننے کے وقت خشوع و خضوع اور عاجزی و انکساری کا

اظہار کیا جائے۔

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَمِنْ عَلَامَاتِ مَحَبَّتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثْرَةُ الشُّوقِ إِلَى لِقَائِهِ إِذْ كُلُّ حَبِيبٍ يُحِبُّ لِقَاءَ حَبِيبِهِ (زرقانی علی المواہب، ج ۶، ص ۳۱۷، سبل الہدی ج ۱۱، ص ۴۳۲)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کا محب آپ کے ذکر شریف سے روحانی لذت و سرور پائے اور آپ کے نام مبارک کے سننے کے وقت خوش ہو۔

اب ان لوگوں کی حالت کا اندازہ کیجئے جو آپ کے ذکر پاک، فضائل و کمالات صورت و سیرت کے بیان سے مسرور و متاثر ہوں نہیں، بلکہ دل تنگ ہوتے ہیں، کیا ان کا آپ کے ذکر پاک سے دل تنگ ہونا ایمان و محبت سے محروم ہونے کی کھلی ہوئی دلیل نہیں؟

آپ کا ذکر خدا ہے

حدیث قدسی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

جَعَلْتُ تَسَامَ الْإِيمَانِ بِذِكْرِكَ مَعِي وَقَالَ أَيْضًا جَعَلْتُكَ ذِكْرًا مِّنْ ذِكْرِي فَمَنْ ذَكَرَكَ ذَكَرَنِي۔

میں نے ایمان کا مکمل ہونا اس بات پر موقوف کر دیا ہے کہ (اے محبوب) میرے ذکر کے ساتھ تمہارا ذکر بھی ہو اور میں نے تمہارے ذکر کو اپنا ذکر ٹھہرا دیا ہے، پس جس نے تمہارا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا۔ (شفا شریف، ج ۱، ص ۱۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَتَانِي جَبْرِيلُ فَقَالَ إِنَّ رَبَّكَ يَقُولُ میرے پاس جبریل آئے اور کہا بے شک
أَتَذَرِي كَيْفَ رَفَعْتُ ذِكْرَكَ قُلْتُ اللَّهُ آپ کا رب فرماتا ہے کہ (اے حبیب)
أَعْلَمُ قَالَ إِذَا ذُكِرْتَ ذُكِرْتَ مَعِيَ تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہارا ذکر کیسا
(زرقانی علی المواہب و در منثور، ج ۶، ص بلند کیا ہے۔ میں نے کہا اللہ خوب جانتا
۳۶۴، سبل الہدی، ج ۱، ص ۶۶، ج ۱۰، ص ہے۔ فرمایا کہ جب میرا ذکر ہو گا تو
۳۲۱، ابویعلی، ۵۷: ۱۳، ابن حبان: ۳۳۸۲) میرے ذکر کے ساتھ تمہارا ذکر بھی ہوگا۔

چنانچہ قرآن پاک میں اللہ جل شانہ کے ذکر کے ساتھ ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوے
دیکھیے۔

لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ (فتح: ۹) اٰمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ (حجرات: ۱۵) اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ (نور: ۶۲) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ (نور: ۶۲) اَطِيعُوا
اللّٰهَ وَاطِيعُوا الرَّسُوْلَ (مائدہ: ۹۲) اَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ (انفال: ۲۰) مَنْ يُّطِيعِ اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهُ (نساء: ۱۳) وَيُطِيعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ (توبہ: ۷۱) وَ اِنْ تُطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ
(حجرات: ۱۲) اَسْتَجِیْبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ (انفال: ۲۴) وَ مَنْ يَّعِصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ
(نساء: ۱۴) اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ (احزاب: ۵۷) بَرَاءَةٌ مِنَ اللّٰهِ وَ
رَسُوْلِهِ (توبہ: ۱) مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لَا رَسُوْلِهِ (توبہ: ۱۶) وَ اِذَا نَزَلَ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ
(توبہ: ۳) اَنَّهُ مَنْ يُحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ (توبہ: ۶۳) اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَادِدُوْنَ اللّٰهَ وَ
رَسُوْلَهُ (مجادلہ: ۵) الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ (مائدہ: ۳۳) وَ لَا يَحْرِمُوْنَ مَا
حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ (توبہ: ۲۹) قُلِ اَلَا نُقَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (انفال: ۱) فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ
وَالرَّسُوْلِ (النساء: ۵۹) وَ مَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ (انفال، ۱۳) ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاقُّوْا
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ (حشر: ۴) مَا اٰلَهُمْ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ (توبہ: ۵۹) سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ وَ
رَسُوْلُهُ (توبہ: ۵۹) اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ (توبہ: ۵۴) اَغْنٰهُمْ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ

(توبہ: ۷۴) فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ (انفال: ۴۱) الَّذِينَ كَفَرُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ
 (توبہ: ۹۰) وَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ (توبہ: ۹۴) وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ
 (نور: ۴۸) أَنْ يَجِيفَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ (نور: ۵۰) وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ
 (احزاب: ۲۲) إِنْ كُنْتُمْ تُرِيدُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ (احزاب: ۲۹) وَمَنْ يَقْنُتْ مِنْكُمْ لِلَّهِ
 وَرَسُولِهِ (احزاب: ۳۱) إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ (احزاب: ۳۶) لَا تَقْعَدُوا بَيْنَ يَدَيْ
 اللَّهِ وَرَسُولِهِ (حجرات: ۱) وَيُضَرُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ (حشر: ۸) وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ
 (منافقون: ۸) مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ (احزاب: ۲۲) وَمَنْ يَعِصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
 (احزاب: ۳۶) أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَ (احزاب: ۶۶)

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

آدم علیہ السلام اپنے بیٹے شیث علیہ السلام
 کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے
 میرے بیٹے تم میرے بعد میرے خلیفہ
 ہو۔ پس خلافت کو تقویٰ کے تاج اور محکم
 یقین کے ساتھ پکڑے رہو اور جب تم اللہ
 کا ذکر کرو تو اس کے متصل نام محمد
 (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذکر کرو کیونکہ میں نے ان کا
 نام عرش کے ستونوں پر لکھا ہوا دیکھا ہے
 جب کہ میں روح ومٹی کے درمیان تھا۔
 پھر میں نے تمام آسمانوں پر نظر کی تو مجھے
 کوئی جگہ ایسی نظر نہیں آئی جہاں نام محمد
 (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھا ہوا نہ ہو۔ اور میرے
 رب نے مجھے جنت میں رکھا تو میں نے

أَقْبَلَ أَدَمُ عَلَى ابْنِهِ شَيْثَ فَقَالَ أَيْ بُنَيَّ
 أَنْتَ خَلِيفَتِي مِنْ بَعْدِي فَخُذْهَا
 بِعِمَارَةِ التَّقْوَى وَالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى فَكُنْهَا
 ذِكْرَتِ اللَّهِ فَإِذَا كُرِيَ إِلَى جَنْبِهِ اسْمُ مُحَمَّدٍ
 فَإِنِّي رَأَيْتُ اسْمَهُ مَكْتُوبًا عَلَى سَاقِ
 الْعَرْشِ وَأَنَا بَيْنَ الرُّوحِ وَالطِّينِ ثُمَّ إِنِّي
 طُفْتُ السَّلَوتِ فَلَمْ أَرَ فِي السَّلَوتِ
 مَوْضِعًا إِلَّا رَأَيْتُ اسْمَ مُحَمَّدٍ مَكْتُوبًا
 عَلَيْهِ وَإِنَّ رَبِّي أَسْكَنَنِي الْجَنَّةَ فَلَمْ أَرِ
 الْجَنَّةَ قَصْرًا وَلَا غُرْفَةً إِلَّا وَجَدْتُ اسْمَ
 مُحَمَّدٍ مَكْتُوبًا عَلَيْهِ وَلَقَدْ رَأَيْتُ اسْمَ
 مُحَمَّدٍ مَكْتُوبًا عَلَى نُحُورِ الْحُورِ الْعِينِ
 وَ عَلَى وَرَقِ قَصَبٍ لِبَاجِمِ الْجَنَّةِ وَ عَلَى

وَرَقٍ شَجَرَةٍ طُولُ وَ عَلَى وَرَقٍ سِدْرَةٍ
الْبُنْتَهَى وَ عَلَى أَطْرَافِ الْحُجُبِ وَ بَيْنَ
أَعْيُنِ الْمَلَائِكَةِ فَانْثَرَتْ ذِكْرَهَا فَإِنَّ
الْمَلَائِكَةَ مِنْ قَبْلِ تَذَكُّرٍ فِي كُلِّ
سَاعَاتِهَا

(زرقانی علی المواہب، ج ۴، ص ۲۳۹، سل
الہدی، ج ۱، ص ۸۷)

جنت کے ہر محل اور ہر بالا خانے اور
برآمدے پر اور تمام حوروں کے سینوں پر
اور جنت کے تمام درختوں کے پتوں پر
اور شجر طوبیٰ اور سدرۃ المنہیٰ کے پتوں پر
اور پردوں کے کناروں پر اور فرشتوں کی
آنکھوں کے درمیان نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
لکھا ہوا دیکھا ہے لہذا تو کثرت سے ان کا
ذکر کیا کر۔ کیونکہ فرشتے ہر وقت ان کے
ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔

آپ کی تعظیم فرض عین ہے

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر فرض عین ہے بلکہ تمام فرائض کی اصل ہے اور
آپ کی ادنیٰ توہین یا تکذیب کفر ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَ
نَذِيرًا ۝ تَتُومِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
وَنَعِزُّرُوهُ وَتُوقِرُوهُ ۖ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً
وَآصِيلًا ۝ (الف)

(اے نبی) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا
شاہد و مبشر و نذیر بنا کر تاکہ (اے لوگو) تم
اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور
رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔ اور صبح و شام اللہ
کی پاکی بولو۔

اس آیت کریمہ میں تین باتوں کا حکم دیا گیا ہے۔ اول اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر
ایمان لانا، دوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کرنا، سوم تسبیح یعنی اللہ کی عبادت کرنا، ایمان کو
پہلے اس لیے رکھا کہ بغیر ایمان تعظیم کچھ مفید نہیں اور تعظیم حبیب کو عبادت پر مقدم اس لیے
فرمایا کہ بغیر تعظیم کے عمر بھر کی عبادت بے کار و مردود ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوا لَهُ وَنَصَرُوا لَهُ
اتَّبَعُوا النَّوْمَانَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ
أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٥٤﴾ (الاعراف)

پس جو اس (رسول اللہ ﷺ) پر ایمان
لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اس کی مدد
کریں اور اس نور کی اتباع کریں جو اس

کے ساتھ اتر اتر ہی فلاح پانے والے ہیں

اس آیہ کریمہ میں بھی وہی ترتیبِ جمیل ہے۔ اول ان پر ایمان، دوم ان کی تعظیم اور
سوم ان کے دین کی نصرت اور قرآن کریم کی اتباع، ثابت ہوا کہ ایک مومن پر ایمان لاتے
ہی حضور ﷺ کی تعظیم و توقیر فرض ہو جاتی ہے۔ اور اگر اس تعظیم میں فرق آجائے تو
سارے اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔ فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ
فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ
بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ
تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿١﴾
إِنَّ الَّذِينَ يَخُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ
رَسُولِ اللَّهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ
قُلُوبَهُمْ لِيَتَّقُوا لِلَّهِ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا
عَظِيمًا ﴿٢﴾ (الحجرات)

اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی
(ﷺ) کی آواز سے اونچی نہ کرو اور ان
کی حضوری میں بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس
میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ
کہیں تمہارے عمل برباد نہ ہو جائیں اور
تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ بے شک وہ جو اپنی
آواز رسول اللہ (ﷺ) کے حضور پست
کرتے ہیں وہ ہیں جن کا دل اللہ تعالیٰ نے
پرہیز گاری کے لیے پرکھ لیا ہے ان کے
لیے بخشش اور بڑا اجر و ثواب ہے۔

اس آیہ کریمہ میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ کا ادب و احترام اور اجلال و اکرام تعلیم
فرمایا گیا ہے کہ ادب و احترام کا پورا پورا لحاظ رکھیں ورنہ نیکیوں کے برباد ہونے کا اندیشہ ہے
اور پھر جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس پر پورا پورا عمل کیا، اور خدمت اقدس
میں بہت ہی پست آواز سے عرض معروض کرتے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی اور ان

کو عظیم الشان مشردے سنائے اور جنہوں نے ترک ادب کیا ان کو بے عقل بتایا چنانچہ فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنَ وَرَاءِ
الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝ وَلَوْ
أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ
خَيْرًا لَّهُمْ ۖ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

(الحجرات) تو یہ ان کے لیے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا

مہربان ہے۔

یہ آیت وفد بنی تمیم کے حق میں نازل ہوئی جب کہ وہ دوپہر کے وقت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ اس وقت آرام فرما رہے تھے، انہوں نے آپ کا نام لے کر پکارنا شروع کیا، آپ باہر تشریف لائے۔ اس پر فرمایا گیا کہ اس طرح آپ کو پکارنا ادب کے خلاف اور جہالت و بے عقلی ہے بلکہ بہتر یہ تھا کہ یہ لوگ اتنا صبر کرتے کہ آپ ان کے پاس خود تشریف لاتے۔ فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا
وَقُولُوا انظُرْنَا وَاسْمِعُوا ۖ وَلِلْكَافِرِينَ
عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ (البقرہ)

اے ایمان والو! (ہمارے حبیب کو) راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور سن لو! کافروں کے لیے

دردناک عذاب ہے۔

حضور ﷺ جب صحابہ کو کچھ تعلیم و تلقین فرماتے تو وہ کبھی کبھی درمیان میں عرض کرتے رَاعِنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ یعنی حضور ہمارے حال کی رعایت فرمائیے اور کلام اقدس کو اچھی طرح سمجھ لینے کا موقع دیجئے۔ یہی لفظ ”رَاعِنَا“ یہود کی زبان میں گستاخی و بے ادبی کا لفظ تھا۔ انہوں نے یہی لفظ گستاخی و بے ادبی کی نیت سے بولنا شروع کر دیا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ اے ایمان والو! یہاں کلمہ ہمارے حبیب ﷺ کے متعلق مت کہو جس سے کسی دشمن کو گستاخی و بدگوئی کا موقع مل جائے۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی تعظیم و توقیر اور ان کی

جناب میں کلمات ادب عرض کرنا فرض ہے اور جس کلمہ میں ترک ادب کا شائبہ بھی ہو وہ زبان پر لانا ممنوع ہے ۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزد ایں جا

(عزت بخاری)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کو ان کے ذاتی نام سے خطاب کیا مثلاً
يَا اٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ يَنْوَحْ اٰهِيْطُ يَا اِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ
هٰذَا يٰمُوسٰى اِنِّىْ اصْطَفَيْتُكَ يٰعِيْسٰى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ
يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ مگر اپنے حبیب ﷺ کو کہیں ذاتی نام سے خطاب نہیں کیا بلکہ نہایت
پیارے انداز میں فرمایا: يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ، يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ اور کہیں يٰاَيُّهَا الْمُرْسَلُ، يٰاَيُّهَا
الْمُرْسَلُ اور طے کہیں یس کہہ کر خطاب فرمایا۔ اسی طرح پہلی امتیں بھی اپنے نبیوں کو ان
کے ذاتی نام سے خطاب کیا کرتی تھیں مثلاً يٰمُوسٰى اجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمُ الْاِهَةُ
(اعراف: 138) اِذْ قَالَ الْاَحْوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسٰى ابْنَ مَرْيَمَ (المائدہ: 112) مگر اللہ تعالیٰ
نے اپنے حبیب ﷺ کی امت کو حکم دیا لَا تَجْعَلُوْا دُعَاۗءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاۗءِ
بَعْضِكُمْ بَعْضًا (نور: 63) کہ رسول (ﷺ) کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا
کہ تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔ یعنی جب آپ کو پکارا جائے تو عام لوگوں کی طرح ذاتی
نام سے یا محمد یا احمد کہہ کر نہ پکارا جائے بلکہ ادب و تکریم اور توقیر و تعظیم کے ساتھ یا نبی اللہ، یا
رسول اللہ، یا حبیب اللہ، یا رحمۃ للعالمین (صلی اللہ علیک وسلم) کہہ کر پکارا جائے ۔

از خدا خواہیم توفیق ادب بے ادب محروم ماند از لطف رب
صلح حدیبیہ کے بعد جب عروہ بن مسعود ثقفی اپنی قوم میں واپس آئے تو آکر کہا اے قوم:
وَاللّٰهَ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَى الْاُمْلُوْكَ وَوَفَدْتُ خدا کی قسم! مجھے بادشاہوں کے دربار میں
عَلٰی قَيْصَرَ وَكِسْرٰى وَالتَّجَاشِىْ وَاللّٰهَ اِنْ جانے کا اتفاق ہوا ہے اور میں نے قیصر و

رَأَيْتُ مَلِكًا قَطُّ تَعَظَّمَهُ أَصْحَابُهُ مَا
يُعَظَّمُ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا وَاللَّهِ أَنْ
يَتَنَحَّيَ نَحَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِي كِفِّ رَجُلٍ
مِنْهُمْ فَذَلِكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجَدَّهُ وَإِذَا
أَمَرَهُمْ ابْتَدَرُوا أَمْرَهُ وَإِذَا تَوَضَّعَ كَادُوا
يَقْتَتِلُونَ عَلَى وَصُوئِهِ وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوا
أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ وَمَا يَحِدُّونَ النَّظَرَ إِلَيْهِ
تَعْظِيمًا لَهُ وَإِنَّهُ قَدْ عَرَضَ عَلَيْكُمْ حُطَّةٌ
رُشِدٍ فَاقْبَلُوهَا

(زرقانی علی المواہب، ج ۲، ص ۱۹۲، بخاری:

۲۷۳۱، سبل الہدی، ج ۵، ص ۴۵)

کسرئی اور نجاشی کے دربار بھی دیکھے
ہیں۔ خدا کی قسم میں نے ہرگز کسی بادشاہ کو
نہیں دیکھا کہ اس کے اصحاب اس کی اتنی
تعظیم کرتے ہوں جتنی تعظیم اصحاب محمد، محمد
(ﷺ) کی کرتے ہیں۔ واللہ! وہ
رینٹ یا تھوک یا بلغم نہیں پھینکتے مگر وہ ان
میں سے کسی نہ کسی کے ہاتھ پر ہوتی ہے
اور وہ اس کو اپنے منہ اور بدن پر لیتا ہے
اور جب وہ کوئی حکم کرتے ہیں تو وہ تعمیل
کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے
جانے کی کوشش کرتے ہیں اور جب وہ
وضو کرتے ہیں تو وضو کے پانی پر وہ اس
طرح ٹوٹ پڑتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا
ہے کہ آپس میں لڑمیں گے اور جب وہ
بات کرتے ہیں تو سب اپنی آوازیں پست
کر لیتے ہیں اور ان کی تعظیم و توقیر کی وجہ
سے کوئی ان کی طرف تیز نگاہی سے نہیں
دیکھ سکتا۔ انہوں نے تم پر رشد و ہدایت کا
کلام پیش کیا ہے تو تم اس کو قبول کر لو۔

اس ایک روایت سے ہی اندازہ ہو سکتا ہے کہ صحابہ کرام نبی کریم ﷺ کی کس قدر
تعظیم و توقیر کرتے تھے۔

امام اجل حضرت امام قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَاعْلَمُ أَنَّ حُرْمَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَوْتِهِ وَتَوْقِيرَهُ وَتَعْظِيمَهُ لَا زِمَّ كَمَا كَانَ حَالُ حَيَاتِهِ وَذَلِكَ عِنْدَ ذِكْرِهِ وَذِكْرِ حَدِيثِهِ وَسُنَّتِهِ وَسَمَاعِ اسْمِهِ وَسِيرَتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (شفا شریف، ج ۲، ص ۳۲، سبل الہدی، ج ۱۲، ص ۳۹۴)

جان لو! بے شک نبی کریم ﷺ کی عزت و حرمت اور آپ کی تعظیم و توقیر آپ کی وفات کے بعد بھی اسی طرح ضروری و لازم ہے جس طرح آپ کی ظاہری حیات میں ضروری و لازم تھی، اس کا اظہار خصوصاً آپ کے ذکر مبارک اور آپ کی حدیث شریف کی تلاوت اور آپ کی سنت اور آپ کے نام مبارک اور آپ کی سیرت طیبہ کے سننے کے وقت ہونا چاہیے۔

ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کی تعظیم و توقیر عین ایمان بلکہ روح ایمان ہے اور اس پر فتن دور میں جب کہ لوگوں کے دلوں سے حضور سید عالم ﷺ کی محبت و عظمت نکلتی جا رہی ہے نہایت ضروری و لازم ہے کہ مسلمانوں کے قلوب میں آپ کی سچی محبت و عقیدت اور عزت و عظمت اجاگر کی جائے۔

آپ کا ذکر عبادت ہے

حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں:

ذِكْرُ الْأَنْبِيَاءِ مِنَ الْعِبَادَةِ وَ ذِكْرُ الصَّالِحِينَ كَقَارِئِ (فتح الکبیر، ج ۲، ص ۲۰، سینات) ہے۔

کنز العمال: ۴۳۴۸)

جب انبیاء و اولیاء کا ذکر عبادت اور گناہوں کا کفارہ ہے تو حضور سید الانبیاء والمرسلین حبیب رب العالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ذکر کس درجہ کی عبادت اور کس قدر باعث رحمت و برکت اور کفارہ سینات ہوگا۔ بلاشبہ آپ کا ذکر مبارک سرمایہ ایمان اور تسکین دل و جان ہے۔

اسی مبارک مقصد کے پیش نظر اس گنہ گار، سیہ کار، سگ درگاہ مصطفیٰ ﷺ نے اس

کتاب کی تالیف کی ہے۔ اگرچہ مجھے اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا پورا پورا احساس و اعتراف ہے۔ بھلا کہاں مجھ سا گنہگار انسان اور کہاں سردارانِ انبیاء حبیب کبریا ﷺ کی عظمت و شان کا بیان، مگر دورِ حاضر کے بعض بے ادب اور گستاخِ افراد (جو توحید و اسلام کی آڑ لے کر مسلمانوں کے دلوں سے انبیاء و اولیاء کی عظمت کو دور کر رہے ہیں) کے ناپاک ارادوں اور خطرناک سازشوں سے باخبر ہو کر میرے دل میں درد و احساس پیدا ہوا تو میں نے اللہ تعالیٰ کی رحمت پر نظر رکھتے ہوئے کمرِ ہمت باندھی اور یہ چند ورق آپ کے پیش نظر ہیں۔

مجھے اللہ کے فضل و کرم سے امید کامل ہے کہ حضور ﷺ کے اس ذکرِ جمیل سے ان شاء اللہ مومنوں کے دل نورِ ایمان و عرفان سے جگمگا اٹھیں گے اور انہیں اطمینان و سرور حاصل ہوگا۔ اور منکرینِ عظمت و شانِ مصطفیٰ ﷺ کی کوئی گمراہ کن تقریر یا تحریر ان پر اثر انداز نہیں ہوگی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ بہ طفیل اپنے حبیبِ پاک ﷺ میری اس سعی کو قبول فرما کر مسلمانوں کے لیے مفید و نافع اور میرے لیے کفارہِ سینات بنائے اور قیامت کے دن اپنے حبیب ﷺ کے ثنا خوانوں میں میرا حشر فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

اس کتاب میں حضور ﷺ کے حلیہ شریف، سرانور سے لے کر پائے اقدس تک ہر عضو مبارک کے خصائص، شمال، فضائل اور معجزات و برکات کا بیان ہے۔ اس مناسبت سے اس کتاب کا نام مبارک ”الذکر الجمیل فی حلیۃ الحبیب الخلیل“ (ﷺ) رکھتا ہوں۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى حَبِيبِهِ
سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ

ناچیز

محمد شفیع الخطیب عفا اللہ عنہ (اوکاڑوی)

ا توجہ فرمائیں: قارئین کی سہولت کے لیے عربی عبارات پر اعراب لگا دیئے گئے ہیں، اعراب لگانے میں ہم سے یا کم پوزر سے کوئی غلطی کو تباہی ہوگئی ہو تو ہم معذرت خواہ ہیں، علاوہ ازیں کوشش کی گئی ہے کہ آیات قرآنی، احادیث شریفہ اور عبارات کے تمام حوالے صحیح درج کیے جائیں۔ جدید طباعت میں کم پیوٹر کی سہولت سے احادیث کے نمبر اور کتب کے صفحات نمبر درج کئے گئے ہیں۔ کوئی نمبر غلط درج ہو گیا ہو، یا کہیں کوئی حوالہ رہ گیا ہو تو قارئین نشان دہی فرمادیں۔ ان شاء اللہ اس کے اندراج اور تصحیح کا آئندہ طباعت میں اہتمام کر دیا جائے گا۔ (مرتب)

حیات النبی

(صلی اللہ علیہ وسلم)

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

(اعلیٰ حضرت بریلوی)

حضور سید عالم ﷺ کے سراپا اقدس کے حالات و کمالات و خصائص و معجزات کے پڑھنے سے پہلے یہ جان لیجئے کہ تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بالخصوص ہمارے نبی کریم، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین ﷺ حقیقی و جسمانی حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں اور افعال مبارکہ بجالاتے ہیں، جیسا کہ آئندہ سطور میں بفضلہ تعالیٰ بیان ہو رہا ہے:

وَمَا أَمْرُ سَلْتِكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴿٥٠﴾ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو (اے حبیب!) مگر رحمت واسطے تمام جہانوں کے۔ (الانبیاء)

حضرت علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیہ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں:

وَكَوْنُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ بِاعْتِبَارِ أَنَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ وَاسْطَةَ الْفَيْضِ الْإِلَهِيِّ عَلَى الْمُمَكِّنَاتِ عَلَى حَسْبِ الْقَوَابِلِ وَلِذَا كَانَ نُورُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلَ الْبُخْلُوقَاتِ فَفِي الْخَبَرِ أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ تَعَالَى نُورَ نَبِيِّكَ يَا جَابِرُ وَجَاءَ فِي رَوَايَةِ أُخْرَى أَنَّ اللَّهَ الْمُعْطَى وَأَنَّ الْقَاسِمَ (روح المعانی، پ ۷۷، ص ۹۷)

اور نبی کریم ﷺ کا تمام عالموں کے لیے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ آپ ﷺ تمام ممکنات پر ان کی قابلیتوں کے مطابق فیض الہی کا واسطہ ہیں اور اسی لیے آپ ﷺ کا نور اول المخلوقات ہے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے ”اے جابر اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا ہے۔ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ معطی (عطا کرنے والا) ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

یہی صاحب روح المعانی آگے چل کر فرماتے ہیں:

وَالَّذِي اخْتَارَهُ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا بَعَثَ رَحْمَةً لِّكُلِّ فَرْدٍ مِّنْ

اور میرے نزدیک مسلک مختار یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ عالمین کے ہر ہر فرد کے

الْعَلَمِينَ مَلَائِكَتِهِمْ وَأَنْسِهِمْ وَجَنَّتِهِمْ وَلَا
فَرْقَ بَيْنَ الْبُؤْسِ مِنَ الْكَافِرِ مِنَ الْإِنْسِ
وَالْجَنِّ فِي ذَلِكَ وَالرَّحْمَةُ مُتَفَاوِتَةٌ (روح
المعانی، پ ۱۷، ص ۹۷)

لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ فرشتوں،
انسانوں اور جنات سب کے لیے رحمت
ہیں اور اس امر میں جن و انس کے مومن و
کافر کے مابین کوئی فرق نہیں اور رحمت ہر
ایک کے حق میں الگ الگ اور متفاوت
نوعیت رکھتی ہے۔

مخالفین کے سردار محمد قاسم صاحب نانوتوی لکھتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ محققین کے نزدیک وسیلہ تمام فیوض اور واسطہ فی العروض تمام عالم
کے لیے ہیں (آب حیات، ص ۱۷۶) آیت وَمَا أَمْرُ سَلْتِكَ إِلَّا مَحَبَّةٌ لِّلْعَالَمِينَ اور اس کی
تفسیری عبارات سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ تمام عالمین کے ہر ہر فرد کے لیے رحمت اور
تمام عالم ممکنات کے لیے ہر قسم کے فیوض و برکات کا ذریعہ و وسیلہ ہیں یعنی جس طرح جڑ
پورے درخت کی تمام شاخوں کی تازگی و شکفتگی کا باعث ہوتی ہے اسی طرح آپ تمام
عالمین کے لیے ہر قسم کے فیوض کا باعث ہیں۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ جڑ سوکھ جائے مردہ ہو
جائے اور شاخیں زندہ اور سرسبز و شاداب رہیں؟ جب یہ نہیں ہو سکتا تو یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ
جن کی ذات مقدسہ تمام جہان کے لیے رحمت اور اصل الاصول ہو وہ مردہ ہو جائیں اور
جہان زندہ رہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ آپ (ﷺ) زندہ ہیں اور تمام جہان کی زندگی کا
واسطہ و وسیلہ ہیں۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہوں

جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

(اعلیٰ حضرت بریلوی)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

جو اللہ کی راہ میں شہید ہو جاتے ہیں ان کو

أَمْوَاتٌ ۖ بَلْ أَحْيَاءُ ۚ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ ﴿٥٧﴾ (البقرہ)

مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں شعور نہیں۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿١٦٩﴾ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۚ وَ يَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ ۚ أَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿١٧٠﴾ (آل عمران)

اور جو اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں ان کے متعلق ہرگز یہ گمان بھی نہ کرو کہ وہ مردے ہیں۔ بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں شاد ہوتے ہیں اس پر جو اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے اور خوش ہو رہے بہ سبب ان لوگوں کے جو ابھی تک ان سے نہیں آ ملے ان کے

پیچھے رہ جانے والوں سے کہ نہیں ہے ان پر کوئی خوف اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

ان دونوں آیتوں سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ شہدائے زندہ ہیں نہ ان کو زبان سے مردہ کہنا چاہیے اور نہ دل میں ان کو مردہ گمان کرنا چاہیے۔ ان کی زندگی کی کیفیت و حقیقت ہم اپنے حواس و عقل سے نہیں سمجھ سکتے۔ لہذا ہمیں کلام الہی پر ایمان و یقین رکھتے ہوئے یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ وہ زندہ ہیں کھاتے پیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و انعام پر خوشیاں مناتے ہیں۔ اگر ہم ان کی حیات کا انکار کریں یا تاویلیں کریں گے تو یہ ہماری جہالت و حماقت اور کلام الہی پر ایمان و یقین نہ ہونے کی کھلی دلیل ہوگی کیونکہ حیات کا صحیح اور حقیقی مفہوم وہ نہیں ہوگا جو ہماری ناقص عقل اور محدود شعور نے سمجھا ہے۔ بلکہ وہ ہوگا جو خالق حیات نے اپنے صاف و صریح اعلان کے ذریعہ قرار دیا ہے۔ جب شہداء کی زندگی قرآن پاک کی نص سے ثابت ہے تو انبیاء کرام اور صدیقین امت کی زندگی میں کیونکر شبہ کیا جاسکتا ہے جو بالاتفاق درجہ و مرتبہ میں شہداء سے اعلیٰ اور برتر ہیں۔ چنانچہ

ان آیات کے تحت غزالیؒ، علامہ العصر، حضرت مولانا سید احمد سعید شاہ صاحب

کاظمی دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں:

”بظاہر یہ آیات کریمہ شہداء (غیر انبیاء) کی حیات پر دلالت کرتی ہیں لیکن درحقیقت انبیاء علیہم السلام بالخصوص نبی کریم ﷺ اس میں شامل ہیں اس لیے کہ دلائل و واقعات کی روشنی میں یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام شہید ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے دنیا میں شہادت کا درجہ پایا اور مَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ کے عموم میں بلاشبہ آپ داخل ہیں۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ”يُقْتَلُ“ قتل سے ماخوذ ہے اور قتل کے معنی ہیں ”امات“ یعنی مار ڈالنا۔ قتل اور امات کے معنی میں ایک باریک فرق ہے جسے ملحوظ رکھنا ضروری ہے، امام راغب اصفہانی قتل کے معنی بیان کرتے ہوئے فرق کو ظاہر فرماتے ہیں۔ مفردات راغب میں ہے (قتل) أَصْلُ الْقَتْلِ إِذْ أَلَا الرُّوحَ عَنِ الْجَسَدِ كَالْمَوْتِ لَكِنْ إِذَا اعْتُبِرَ بِفِعْلِ الْمَوْتِ لِذَلِكَ يُقَالُ قَتْلٌ وَ إِذَا اعْتُبِرَ بِفَوْتِ الْحَيَاتِ يُقَالُ مَوْتُ۔ (ج ۱، ص ۶۵۵)

ترجمہ: (قتل) قتل کے اصلی معنی جسم سے روح کو زائل کرنے کے ہیں جیسے موت۔ لیکن جب متولی اور متصرف ازالہ کے فعل کا اعتبار کیا جائے تو قتل کہا جائے گا اور جب فوت حیات کا اعتبار کیا جائے تو موت کہا جائے گا۔

قتل میں چونکہ فاعل کا فعل معتبر ہوتا ہے اور فعل کا اختیار عبد کے لیے بھی حاصل ہے اس لیے قتل کی اسناد عبد کی طرف صحیح ہے اور عبد کو قاتل کہا جاسکتا ہے۔ بخلاف امات کے کہ اس میں فعل مذکور معتبر نہیں بلکہ فوت حیات کا اعتبار ہے اور عبد کا اختیار فعل سے متجاوز ہو کر فوت حیات تک نہیں پہنچتا۔ بندہ صرف اتنا کر سکتا ہے کہ اپنی طرف سے کوئی فعل واقع کر دے۔ مثلاً کسی کو تلوار مار دے یا زہر کھلا دے یا کسی کے بدن کے ٹکڑے کر دے مگر اس کے بدن سے حیات کو زائل کرنا بندے کے اختیار میں نہیں، یہ صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت سے منسلک ہے۔ اس لیے بندہ قاتل ہو سکتا ہے ممیت نہیں ہو سکتا۔ حیات کا فوت ہونا قدرت خداوندی سے ہی

متعلق ہے۔ اس لیے امانت کی اسناد صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہو سکتی ہے۔ ازالہ حیات صرف اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور ممیت اس کے سوا کوئی نہیں۔“

ہمارے اس بیان سے ناظرین کے ذہن میں ایک اشکال پیدا ہو گیا ہوگا اور وہ یہ کہ حضور ﷺ کا مَنْ يُقْتَلُ کے عموم میں داخل ہونا وَاللّٰهُ يَعْصِيكَ مِنَ النَّاسِ کے منافی ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ ان کی جان پاک کو لوگوں سے بچانے کا وعدہ فرما چکا تو اب انہیں کس طرح قتل کیا جاسکتا ہے اور بغیر قتل ہوئے مَنْ يُقْتَلُ میں آپ کا شامل ہونا ممکن نہیں۔ اس کے حل کی طرف ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں کہ قتل میں فعل فاعل کا اعتبار ہوتا ہے اور امانت میں فوت حیات کا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ وعدۃ الہیہ کے الفاظ ہیں وَاللّٰهُ يَعْصِيكَ مِنَ النَّاسِ اس میں نہ قتل کا لفظ ہے نہ موت کا۔ اس وعدہ کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگوں کے مار ڈالنے سے اللہ تعالیٰ آپ کو بچائے گا۔ یعنی آپ کی ذات پاک کے لیے کوئی ایسا فعل نہ کر سکے گا جس سے عادۃ علی الفور آپ کی موت واقع ہو جائے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا اور کسی شخص نے آپ کو مار ڈالنے کی قدرت نہ پائی۔

رہا یہ امر کہ مَنْ يُقْتَلُ کے عموم میں آپ ﷺ کیسے داخل ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ قتل سے مراد وہ فعل ہے جو فوت حیات کا موجب ہو جائے۔ فعل قتل کا فوت حیات کے لیے موجب ہونا دو طریقے سے ہوتا ہے۔ ایک عادۃ دوسرے خارقاً للعادة، عادۃ فعل قتل سے علی الفور ازالہ حیات ہو جاتا ہے اور خارق عادت کے طور پر علی الفور ازالہ حیات نہیں ہوتا بلکہ ایک مدت طویلہ کے بعد ہی اس کا سبب موت ہونا ظاہر ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو پہلی قسم کے قتل سے بچا کر اپنے وعدہ کو پورا فرما دیا اور دوسری قسم کا فعل قتل آپ کے لیے بربناء حکمت متحقق کر دیا۔ تاکہ آپ ﷺ مَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ کے عموم میں داخل ہو کر شہادت کا مرتبہ پائیں اور کسی بے دین کے لیے آپ کو مردہ کہہ کر حیات نبوت کے انکار کی مجال باقی نہ رہے۔ ہمارے اس دعویٰ کی دلیل امام بخاری اور امام بیہقی کی وہ حدیث ہے جو امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی

مشہور کتاب ”انباء الاذکیا بحیۃ الانبیاء“ میں نقل فرمائی ہے۔

وَأَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ عَنْ عَائِشَةَ
قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ لَمْ أَزَلْ
أَجِدْ أَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِي أَكَلْتُ بِخَيْرٍ
فَهَذَا أَوَانٌ انْقَطَعَ أَبْهَرِي مِنْ ذَلِكَ
السَّمِّ

(انباء الاذکیا، ص ۱۴۹، بخاری: ۴۴۲۸)

وہ وقت آپہنچا کہ اسی زہر کے اثر سے

میری رگ جاں منقطع ہو گئی۔

نیز امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَقَدْ ثَبَتَ أَنَّ نَبِيَّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَاتَ شَهِيدًا لِأَكْلِهِ يَوْمَ خَيْبَرٍ مِنْ
شَاةٍ مَسْهُومَةٍ سَبًّا قَاتِلًا مِنْ سَاعَةِ
حَتَّى مَاتَ مِنْهُ بِشْرٌ بِكْسِرِ الْوَحْدَةِ وَ
سُكُونِ الْمُعْجَبَةِ ابْنُ الْبَرَاءِ بْنِ مَعْرُورٍ وَ
صَارَ بَقَاؤُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مُعْجَزَةً فَكَانَ بِهِ أَلَمُ السَّمِّ يَتَعَاهَدُهُ
أَحْيَانًا إِلَى أَنْ مَاتَ بِهِ

(زرقانی، ج ۸، ص ۳۱۳)

اور بے شک یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ
ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت کی وفات
پائی اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر کے
دن ایسی زہر ملائی ہوئی بکری کے گوشت کا
ایک لقمہ تناول فرمایا جس کا زہر ایسا قاتل
تھا کہ اس کے کھانے سے اس وقت علی
الفور موت واقع ہو جائے یہاں تک کہ
اس زہر کے اثر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
صحابی بشر بن براء بن معرور اسی وقت
فوت ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا باقی رہنا
معجزہ ہو گیا اور وہ زہر آپ کو اکثر تکلیف
دیتا رہتا تھا یہاں تک کہ اسی کے اثر سے
آپ کی موت واقع ہوئی۔

بخاری، بیہقی، سیوطی اور زرقانی کی ان پیش کردہ روایات سے ہمارا دعویٰ بخوبی ثابت ہو گیا اور یہ کہ حضور ﷺ کو قتل کرنے کے لیے زہر دیا گیا اور اسی زہر سے آپ کی موت واقع ہوئی۔ اگرچہ زہر دینے اور موت واقع ہونے میں تین سال کا وقفہ تھا لیکن وفات شریف اسی زہر دینے کے فعل سے واقع ہوئی اور تین سال تک حضور ﷺ کا باقی رہنا زہر دینے اور اس فعل قتل کی کمزوری کی بنا پر نہ تھا، بلکہ خرق عادت اور حضور ﷺ کے معجزے کے طور پر تھا جیسا کہ ہم عبارات منقولہ سے ثابت کر چکے ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ’انباء الاذکیاء فی حیات الانبیاء‘ میں فرماتے ہیں:

وَأَخْرَجَ أَحْمَدُ وَأَبُو يَعْقُوبَ وَالتَّطَبَّرَاتُ وَالْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ وَالْبَيْهَقِيُّ
فِي دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ لَأَنْ أَحْلِفَ تِسْعًا أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُتِلَ قَتْلًا أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَحْلِفَ وَاحِدَةً
أَنَّهُ لَمْ يُقْتَلْ وَذَلِكَ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى اتَّخَذَهُ نَبِيًّا وَاتَّخَذَهُ شَهِيدًا

”احمد (۳۶۱۷)، ابو یعلیٰ (۵۱۸۵)، طبرانی (۱۰۱۱۹) اور مستدرک (۴۳۹۴) میں حاکم نے اور دلائل النبوۃ میں بیہقی نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر میں نو مرتبہ قسم کھا کر یہ کہہ دوں کہ حضور ﷺ قتل کیے گئے ہیں یہ بات مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں ایک مرتبہ قسم کھا کر یہ کہوں کہ آپ قتل نہیں کیے گئے اور یہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو نبی بھی بنایا اور شہید بھی۔“ (انباء الاذکیاء، ص ۱۴۸)

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے ظاہر ہو گیا کہ نبی کریم ﷺ مَن یُقْتَلُ فی سَبِيلِ اللَّهِ کے عموم میں داخل ہیں۔ اس بنا پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زندہ ہونا نص قطعی سے ثابت ہے۔

علاوہ ازیں یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مُنْعَم عَلَیْہِم کے چار گروہ قرآن کریم میں بیان فرمائے ہیں۔ نبیین، صدیقین، شہداء، صالحین اور ہر نعمت کی اصل رسول اللہ ﷺ کی ذات مقدسہ

ہے جیسا کہ سابقہ تفصیل سے معلوم ہو چکا۔ نبوت، صدیقیت اور صالحیت کے اوصاف کا حضور ﷺ کی ذات مقدسہ میں پایا جانا تو سب کے نزدیک قطعی طور پر ثابت ہے اب اگر وصف شہادت حضور ﷺ کے لیے (ہمارے بیان کردہ دلائل کی روشنی میں) تسلیم نہ کیا جائے تو حضور ﷺ کی ذات مقدسہ کمال شہادت سے محروم رہے گی۔ جو حضور ﷺ کے رحمۃ للعالمین ہونے اور تمام کمالات و انعامات الہیہ کے لیے حضور ﷺ کے اصل ہونے کے منافی اور معارض ہے جو باطل محض اور دلائل کی روشنی میں مردود ہے۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ نبوت و صدیقیت اور صالحیت کی طرح وصف شہادت بھی حضور ﷺ کی ذات مقدسہ میں بلاشبہ پایا جاتا ہے۔ وَهُوَ الْبَرَّادُ۔ (السعدی، حیات النبی نمبر، ص ۱۲)

علامہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بَلْ حَيَاةُ الْأَنْبِيَاءِ أَقْوَى مِنْهُمْ وَأَشَدُّ
ظُهُورًا أَثَرُهَا فِي الْخَارِجِ حَتَّى لَا يَجُوزُ
النِّكَاحُ بِأَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِهِ بِخِلَافِ الشُّهَدَاءِ وَ
الصِّدِّيقِينَ أَيْضًا أَعْلَى دَرَجَةٍ مِّنَ
الشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحُونَ يَعْنِي الْأَوَّلِيَاءَ
مُلْحَقُونَ بِهِمْ كَمَا يَدُلُّ عَلَيْهِ التَّرْتِيبُ
فِي قَوْلِهِ تَعَالَى مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ
وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ

(تفسیر مظہری، ج ۱، ص ۱۵۲)

ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی ترتیب
اس پر دلالت کرتی ہے کہ فرمایا: مِنَ
النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ
وَالصَّالِحِينَ۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اور انبیائے کرام حیات میں شہداء سے
اولیٰ اجل اور اعظم ہیں اور بلا شک و شبہ
اللہ تعالیٰ نے ہر نبی میں نبوت و شہادت
دونوں وصفوں کو جمع فرمایا تو انبیاء کرام بھی
آیت کے عموم میں داخل ہیں۔

وَالْأَنْبِيَاءُ أَوَّلَىٰ بِذَلِكَ فَهُمْ أَجَلٌ وَأَعْظَمُ
وَمَا يَنْبَغِي إِلَّا وَقَدْ جَبَعَ مَعَ النُّبُوَّةِ وَصَفَ
الشَّهَادَةِ فَيَكُونُونَ فِي عُمُومِ لَفْظِ الْآيَةِ
(الحاوی للفتاویٰ، ج ۲، ص ۳۳۰)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تذکرہ میں حدیث صغہ کے بیان میں اپنے شیخ سے نقل فرماتے ہیں:
کہ موت محض نابود ہو جانے کا نام نہیں
بلکہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف
انتقال کا نام ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ
بے شک شہداء اپنے قتل ہونے اور اپنی
موت کے بعد زندہ ہوتے ہیں، کھاتے
پیتے ہیں اور شاد و مسرور ہوتے ہیں اور
یہی دنیا میں زندوں کی صفت ہے تو جب
شہداء کا یہ حال ہے تو انبیاء کرام زندہ
ہونے میں ان سے بہت زیادہ افضل و
اولیٰ ہیں اور بے شک صحیح حدیث میں آیا
ہے کہ زمین انبیاء کرام کے اجسام مبارکہ
کو نہیں کھاتی اور بے شک نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات بیت المقدس اور
آسمانوں میں تمام انبیاء کرام کے ساتھ جمع
ہوئے ہیں اور آپ نے موسیٰ علیہ السلام کو
ان کی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا ہے اور

الْمَوْتُ لَيْسَ بِعَدَمٍ مَحْضٍ وَإِنَّهَا هُوَ
اِنْتِقَالٌ مِّنْ حَالٍ إِلَىٰ حَالٍ وَ يَذْكُ عَلَى
ذَلِكَ أَنَّ الشُّهَدَاءَ بَعْدَ قَتْلِهِمْ وَمَوْتِهِمْ
أَحْيَاءٌ يُرْقَوْنَ فَرَحِينَ مُسْتَبْشِرِينَ وَ
هَذَا صِفَةُ الْأَحْيَاءِ فِي الدُّنْيَا وَإِذَا كَانَ
هَذَا فِي الشُّهَدَاءِ فَالْأَنْبِيَاءُ أَحَقُّ بِذَلِكَ
وَ أَوَّلَىٰ وَقَدْ صَحَّ أَنَّ الْأَرْضَ لَا تَأْكُلُ
أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ وَأَنَّهٗ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اجْتَمَعَ بِالْأَنْبِيَاءِ لَيْلَةَ الْإِسْمَاءِ فِي
بَيْتِ الْمُبْقَدَسِ فِي السَّاءِ وَ رَأَىٰ مُوسَىٰ
قَائِمًا يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ وَأَخْبَرَ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَنَّهُ يُرَدُّ السَّلَامَ عَلَىٰ كُلِّ
مَنْ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِلَىٰ غَيْرِ ذَلِكَ مِمَّا
يُحْصَلُ مِنْ جُمْلَةِ الْقَطْعِ بِأَنَّ مَوْتَ
الْأَنْبِيَاءِ إِنَّهَا هُوَ رَاجِعٌ إِلَىٰ أَنْ غُيِّبُوا عَنَّا
بِحَيْثُ لَا نُدْرِكُهُمْ وَإِنْ كَانُوا مَوْجُودِينَ

آپ نے فرمایا ہے کہ آپ ہر اس شخص کو سلام کا جواب دیتے ہیں جو آپ پر سلام بھیجے اور اسی طرح وہ تمام امور جو موت سے منقطع ہو جاتے ہیں وہ انبیاء کو حاصل ہوتے ہیں کیونکہ ان کی موت سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوتی کہ وہ ہم سے پردہ فرما جاتے ہیں اور ہم ان کو نہیں دیکھتے اگرچہ وہ زندہ موجود ہوتے ہیں اور ان کا حال فرشتوں کا سا ہو جاتا ہے کہ فرشتے زندہ موجود ہوتے ہیں مگر ان کو کوئی نہیں دیکھتا سوائے اس کے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے خاص فرمائے اپنے ولیوں میں سے۔

أَحْيَاءُ وَذَلِكَ كَالْحَالِ فِي السَّلَاطَةِ فَإِنَّهُمْ مَوْجُودُونَ أَحْيَاءُ وَلَا يَرَاهُمْ أَحَدٌ مِّنْ تَوَعَّنَا إِلَّا مَنِ خَصَّهُ اللَّهُ بِكَرَامَتِهِ مِّنْ أَوْلِيَائِهِ

(الحاوی للفتاویٰ، ج ۲، ص ۳۳۰۔ التذکرہ باحوال الموتی و امور الاخرۃ: ج ۱، ص ۴۵۹، سبل الہدیٰ، ج ۱۲، ص ۳۵۵)

علامہ امام قسطلانی شارح صحیح بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور یہی حال تمام انبیاء کرام کا ہے اسی لیے کہا گیا ہے کہ ان کی ازواج پر عدت نہیں (کیونکہ وہ زندہ ہیں) اور بے شک یہ ثابت ہو چکا ہے کہ انبیاء کرام حج کرتے اور تلبیہ کہتے ہیں۔

وَمِنْهَا أَنَّ اللَّهَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ فِي قَبْرِهُ يُصَلِّي فِيهِ بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ وَكَذَلِكَ الْأَنْبِيَاءُ وَلِهَذَا قِيلَ لَأَعِدَّةٌ عَلَى أَزْوَاجِهِمْ وَقَدْ ثَبَتَ أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ يَحْجُونَ وَيُكَبُّونَ فَإِنْ قُلْتَ كَيْفَ يُصَلُّونَ وَيَحْجُونَ وَيُكَبُّونَ وَهُمْ أَمْوَاتٌ فِي الدَّارِ الْآخِرَةِ وَلَيْسَتْ دَارُ عَمَلٍ فَالْجَوَابُ أَنَّهُمْ كَالشَّهَدَاءِ بَلْ أَفْضَلُ مِنْهُمْ وَالشَّهَدَاءُ

پس اگر تو کہے کہ وہ کس طرح نماز پڑھتے، حج کرتے اور تلبیہ کہتے ہیں حالانکہ وہ تو مردے ہیں اور دوسرے گھر میں ہیں اور وہ گھر دار عمل نہیں ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ ان کا حال شہداء کی طرح بلکہ ان سے افضل ہے اور شہداء زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں تو اگر وہ حج کریں اور نماز پڑھیں تو کیا بعید ہے۔

أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ فَلَا يَنبَغُ أَنْ يُحْجُوا وَيُصَلُّوا

(زرقانی علی المواہب، ج ۵، ص ۳۳۲)

علامہ امام سمہودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
وَلَا شَكَّ فِي حَيَاتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بَعْدَ وَفَاتِهِ وَكَذَا سَائِرِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ
الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ حَيَاةٌ
أَكْمَلُ مِنْ حَيَاةِ الشُّهَدَاءِ الَّتِي أَخْبَرَ اللَّهُ
تَعَالَى بِهَا فِي كِتَابِهِ الْعَزِيزِ وَنَبَّيْنَا صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدَ الشُّهَدَاءِ وَأَعْمَالُ
الشُّهَدَاءِ فِي مِيزَانِهِ وَقَدْ قَالَ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيَّ بَعْدَ وَفَاتِي كَعَلِمِي فِي
حَيَاتِي

(وفاء الوفاء، ج ۲، ص ۱۳۵۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد بلا شک و شبہ حیات ہیں اور ایسے ہی تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اس حیات کے ساتھ جو شہداء کی حیات سے اکمل ہے جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں دی ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام شہداء کے سردار ہیں اور تمام شہداء کے اعمال آپ کی میزان میں ہیں اور بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ میرا علم میری وفات کے بعد ایسا ہی ہے جیسا کہ میرا علم میری حیات میں ہے۔

شیخ محقق حضرت علامہ شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و حیات انبیاء کامل تر از حیات اور حیات انبیائے کرام حیات شہداء سے
شہداء است (مدارج النبوت، ج ۲، ص ۴۵۰) کامل تر ہے۔

احادیث مبارکہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَلَا نَبِيَّاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ
کہ انبیاء (علیہم السلام) اپنی قبروں میں
(بزار: ۶۳۹۱، سبل الہدی، ج ۱۲، ص ۳۵۷) زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

امام بیہقی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان کی موافقت کی
ہے۔ (فتح الباری، ص ۴۸۷، ج ۶)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَكْثَرُوْا الصَّلٰوةَ عَلٰی يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاتَّهَ
يَوْمَ مَشْهُودٌ تَشْهَدُ الْمَلَائِكَةُ وَاِنْ اَحَدٌ
لَّنْ يُصَلِّيَ عَلٰی اِلَّا عُرِضَتْ عَلٰی صَلَاتِهِ
حَتّٰی يَفْرَغَ مِنْهَا قَالَ قُلْتُ وَ بَعْدَ
الْمَوْتِ قَالَ وَ بَعْدَ الْمَوْتِ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ
عَلٰی الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ
فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ

کہ جمعہ کے دن مجھ پر بہت زیادہ درود
بھیجا کرو کیونکہ وہ یوم مشہود ہے اس میں
ملائکہ حاضر ہوتے ہیں اور کوئی ایسا نہیں جو
مجھ پر درود بھیجے مگر اس کا درود مجھ پر پیش
ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس سے فارغ
ہو۔ حضرت ابو درداء فرماتے ہیں میں نے
عرض کیا اور موت کے بعد؟ فرمایا اور
موت کے بعد بھی پیش ہوگا کیونکہ اللہ نے
زمین پر اجساد انبیاء کا کھانا حرام کر دیا ہے
پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور رزق بھی
دیا جاتا ہے۔

(ابن ماجہ: ۱۰۸۵، سبل الہدی، ج ۱۲، ص ۳۵۷، البدایہ والنہایہ، ج ۵، ص ۲۹۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلَّى عَلٰی عِنْدَ قَبْرِیْ سَبْعَتَهُ وَ مَنْ
جس نے میری قبر کے پاس مجھ پر درود

صَلَّى عَلَى نَائِيَا بُلْعْتُهُ
 (شعب الایمان بیہقی: ۱۲۸۱، ترغیب اصہبانی: ۱۶۶۶)
 پڑھا میں اسے خود سنتا ہوں اور جس نے
 دور ہونے کی حالت میں مجھ پر درود پڑھا
 وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلَّى عَلَى مَائَةٍ فِي الْجُمُعَةِ وَلَيْلَةِ
 الْجُمُعَةِ قَطَى اللَّهُ لَهُ مَائَةَ حَاجَةٍ
 سَبْعِينَ مِنْ حَوَائِجِ الْآخِرَةِ وَثَلَاثِينَ
 مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْيَا ثُمَّ وَكَّلَ اللَّهُ بِذَلِكَ
 مَلَكًا يُدْخِلُهُ فِي قَبْرِى كَمَا يُدْخَلُ
 عَلَيْكُمْ الْهَدَايَا إِنَّ عَلِىَّ بَعْدَ مَوْتِ
 كَعْلِىٍّ فِي الْحَيَاةِ وَلَفْظُ الْبَيْهَقِيِّ يُخْبِرُنِي
 مَنْ صَلَّى عَلَى بِاسْمِهِ وَنَسَبِهِ فَأُثْبِتُهُ فِي
 صَحِيفَةِ بَيْضَاءَ

(حياة الانبياء، بیہقی شعب الایمان: ۲۷۷۳،

ترغیب اصہبانی: ۹۵۶)

جس نے جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات
 میں مجھ پر سو مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس
 کی سو حاجتیں پوری فرمائے گا۔ ستر
 آخرت کی حاجتوں میں سے اور تیس دنیا
 کی حاجتوں میں سے۔ پھر اس درود پر
 اللہ ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے جو اس درود کو
 میری قبر میں مجھ پر اسی طرح پیش کرتا ہے
 جس طرح تم پر ہدیے پیش کیے جاتے
 ہیں بے شک میرا علم میری وفات کے بعد
 بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ میرا علم میری
 حیات میں ہے اور بیہقی کے الفاظ یہ ہیں
 کہ وہ فرشتہ درود پڑھنے والے کا نام اور
 اس کا نسب مجھے بتاتا ہے تو میں اسے ایک
 چمکتے ہوئے صحیفہ میں لکھ لیتا ہوں۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَقَدْ رَأَيْتُنِي لَيَالِي الْحَرَّةِ وَمَا فِي مَسْجِدِ
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرِي
 وَمَا يَأْتِي وَقْتُ الصَّلَاةِ إِلَّا وَسَبَعْتُ

البتہ تحقیق جنگ حرہ کے زمانہ میں میں نے
 اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا کہ مسجد
 نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں میرے سوا کوئی نہ تھا۔

الْأَذَانَ مِنَ الْقُبْرِ۔ (دلائل النبوت ابو نعیم: ۵۱۰، مدارج النبوت، ج ۲، ص ۴۵۰) ان ایام میں کسی نماز کا وقت نہ آتا تھا مگر قبر انور سے میں اذان کی آواز سنتا تھا۔

حضرت سعید بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایام حرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف میں نہ اذان ہوتی اور نہ اقامت۔

وَلَمْ يَبْرَحْ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ الْمَسْجِدَ وَكَانَ لَا يَعْرِفُ وَقْتَ الصَّلَاةِ إِلَّا بِهَمَمَةٍ يَسْمَعُهَا مِنْ قُبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مشکوٰۃ شریف: ۵۹۵، سبل الہدیٰ)

اور سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ (مسجد سے نہ نکلے اور وہ نماز کا وقت نہیں پہچانتے تھے، مگر ایک آواز سے جس کو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور سے سنتے تھے۔

ج ۱۲، ص ۳۵۷)

ابن جوزی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کی وہ فرماتے ہیں کہ ایام حرہ میں:

وَلَا يَأْتِي وَقْتُ صَلَاةٍ إِلَّا سَبَعْتُ أَذَانًا مِنَ الْقُبْرِ ثُمَّ أُقْبِيتُ الصَّلَاةَ فَتَقَدَّمْتُ فَصَلَّيْتُ وَمَا فِي الْمَسْجِدِ أَحَدٌ غَيْرِي (وفاء الوفاء، ج ۱، ص ۹۴)

کسی نماز کا وقت نہیں آتا تھا مگر میں (حضور کی) قبر انور سے اذان کی آواز سنتا پھر جماعت کھڑی ہو جاتی تو میں آگے بڑھتا (اور اسی نماز کے ساتھ) نماز پڑھتا اور میرے سوا مسجد میں اور کوئی نہیں تھا۔

علامہ امام محمد بن عبد الباقي الزرقانی المالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَفِي الْفَتَاوَى الرَّمْلِيَّةِ الْأَنْبِيَاءُ وَالشُّهَدَاءُ وَالْعُلَمَاءُ لَا يَبْلُغُونَ وَالْأَنْبِيَاءُ وَالشُّهَدَاءُ يَكُونُونَ فِي قُبُورِهِمْ وَيَشْرَبُونَ وَيُصَلُّونَ وَيُصُومُونَ وَيَحْجُونَ

فتاویٰ رملیہ میں ہے کہ انبیاء اور شہداء اور علماء بوسیدہ نہیں ہوتے اور انبیاء اور شہداء اپنی قبروں میں کھاتے پیتے اور نماز پڑھتے اور روزہ رکھتے اور حج کرتے

(زرقانی علی المواہب، ج ۵، ص ۳۳۴) ہیں۔

علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں کہ

أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ فِي قَبْرِهِ
كَسَائِرِ الْأَنْبِيَاءِ فِي قُبُورِهِمْ وَهُمْ أَحْيَاءُ
عِنْدَ رَبِّهِمْ وَإِنَّ لِأَرْوَاحِهِمْ تَعَلُّقًا
بِالْعَالَمِ الْعُلُويِّ وَالسُّفْلِيِّ كَمَا كَانُوا فِي
الْحَالِ الدُّنْيَوِيِّ فَهُوَ بِحَسَبِ الْقَلْبِ
عَرَشِيٌّ وَبِعَاتِبَارِ الْقَالِبِ فَرَشِيٌّ
وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى أَعْلَمُ بِأَحْوَالِ
أَرْبَابِ الْكَبَالِ

(شرح شفاء شریف، ج ۲، ص ۱۴۲) ارباب کمال کے احوال کو زیادہ جانتا ہے۔

یہی علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی دوسری تصنیف میں فرماتے ہیں

لَا نَقُولُ بِأَنَّ الرَّسُولَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مُضَيَّقٌ عَلَيْهِ فِي عَالَمِ الْبَرْزَخِ
بِكَوْنِهِ مَحْضُورًا فِي قَبْرِهِ بَلْ نَقُولُ أَنَّهُ
يَجُولُ فِي الْعَالَمِ السُّفْلِيِّ وَالْعَالَمِ
الْعُلُويِّ فَإِنَّ أَرْوَاحَ الشُّهَدَاءِ مَعَ أَنَّ
مَرْتَبَتَهُمْ دُونَ مَرْتَبَةِ الْأَنْبِيَاءِ إِذَا كَانَتْ
فِي أَجَوَافِ طَيْرٍ خَصِي تَسْمَحُ فِي رِيَاضِ
الْجَنَّةِ ثُمَّ تَعُودُ إِلَى قَنَادِيلَ مُعَلَّقَةٍ
تَحْتَ الْعَرْشِ كَمَا هُوَ مُقَرَّرٌ وَفِي مَحَلِّهِ
مُحَرَّرٌ مَعَ أَنَّهُ لَمْ يَقُلْ أَحَدٌ أَنَّ قُبُورَهُمْ
خَالِيَةٌ عَنْ أَجْسَادِهِمْ وَ أَرْوَاحِهِمْ غَيْرُ

ہم یہ نہیں کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم برزخ یعنی اپنی قبر میں مقید و محصور ہیں بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ عالم سفلی اور عالم علوی میں سیر فرماتے ہیں کیونکہ شہداء کی ارواح جو مرتبہ میں انبیاء سے کم ہیں جب سبز پرندوں کے قالب میں جنت کے باغوں میں آزادی سے پھرتی ہیں پھر ان قنادیل تک سیر کے لیے جاتی ہیں جو عرش الہی کے نیچے لٹکی ہوئی ہیں جیسا کہ یہ اپنے مقام پر ثابت ہو چکا ہے۔ بایں ہمہ کوئی یہ نہیں کہتا کہ ان کی قبریں ان کے اجساد

مُتَعَلِّقَةٍ بِأَجْسَامِهِمْ لَيْلًا يَسْمَعُوا
 سَلَامَ مَنْ يُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ وَكَذَا وَرَدَ أَنَّ
 الْأَنْبِيَاءَ يُكْبُونُ وَيَحْجُونَ فَكَبَّيْنَا صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُولَى بِهَذَا الْكِرَامَاتِ
 (جمع الوسائل، ج ۲، ص ۲۳۸)

سے خالی ہیں اور ان کی ارواح کا ان کے
 اجسام سے تعلق نہیں اور جو سلام انہیں کیا
 جاتا ہے وہ نہیں سنتے؟ تو ایسا ہی انبیاء
 کرام کے بارے میں آیا ہے کہ بے شک
 انبیاء کرام تلبیہ کہتے ہیں اور حج کرتے
 ہیں اور ہمارے نبی ﷺ تو ان کرامات
 کے سب سے زیادہ حق دار ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
 أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَا يَمُوتُونَ وَأَتَّهُمْ يُصَلُّونَ وَ
 يَحْجُونَ فِي قُبُورِهِمْ وَأَتَّهُمْ أَحْيَاءُ
 (فیوض الحرمین، ص ۲۸)

بے شک انبیاء کرام نہیں مرتے اور بے
 شک وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز
 پڑھتے اور حج کرتے ہیں۔

علامہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُعْطِي لِأَرْوَاحِهِمْ قُوَّةَ
 الْأَجْسَادِ فَيَذْهَبُونَ مِنَ الْأَرْضِ وَ
 السَّمَاءِ وَالْجَنَّةِ حَيْثُ يَشَاءُونَ وَ
 يَنْصُرُونَ أَوْلِيَاءَهُمْ وَ يُدْمِرُونَ
 أَعْدَاءَهُمْ۔ إِنَّ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى
 (تفسیر مظہری، ج ۱، ص ۱۵۲)

بے شک اللہ تعالیٰ انبیاء، صدیقین، شہداء
 اور اولیاء کی ارواح کو (درجہ بدرجہ)
 جسموں کی قوت عطا فرماتا ہے تو وہ زمین
 آسمان اور جنت میں جہاں بھی چاہتے
 ہیں چلے جاتے ہیں اور اپنے دوستوں کی
 مدد کرتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو ہلاک
 کرتے ہیں۔ ان شاء اللہ

امام قسطلانی اور علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں۔
 وَلَا شَكَّ أَنَّ حَيَاةَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ
 السَّلَامُ ثَابِتَةٌ مَعْلُومَةٌ مُسْتَبْرَكَةٌ ثَابِتَةٌ

بلاشک و شبہ انبیائے کرام علیہم السلام کی
 حیات ثابت شدہ حقیقی و یقینی و دوامی ہے

وَنَبَّيْنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُهُمْ
بِالنُّصُوصِ وَالْإِجْمَاعِ (وَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ
يُنَبِّئُنِي) يَجِبُ أَنْ تَكُونَ حَيَاتُهُ أَكْمَلَ وَآتَمَّ
مِنْ سَائِرِهِمْ أَيْ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ
(زرقانی علی المواہب، ج ۸، ص ۳۰۹)

استاذ ابو منصور عبد القاهر بن طاہر البغدادی الفقیہ الاصولی شیخ الشافعیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں
قَالَ الْمُتَكَبِّرُونَ الْمُحَقِّقُونَ مِنْ
أَصْحَابِنَا أَنَّ نَبَّيْنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ حَقٌّ بَعْدَ وَقَاتِهِ وَأَنَّهُ يَسْمُو
بِطَاعَاتِ أُمَّتِهِ وَيَحْزُنُ بِعَاصِي الْعَصَاةِ
مِنْهُمْ وَأَنَّهُ تَبْلُغُهُ صَلَاةٌ مَنْ يُصَلِّي
عَلَيْهِ مِنْ أُمَّتِهِ

(الحاوی للفتاوی، ج ۲، ص ۴۸۴)

درود بھیجے اس کا درود آپ کو پہنچتا ہے۔

علامہ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ ایک مدلل اور مبسوط بحث کرنے کے بعد فرماتے ہیں:
فَحَصَلَ مِنْ مَّجْمُوعِ هَذَا التَّقْوِيلِ
وَالْأَحَادِيثِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ حَقٌّ بِجَسَدِهِ وَرُوحِهِ وَأَنَّهُ
يَتَصَرَّفُ وَيَسِيرُ حَيْثُ شَاءَ فِي الْأَرْضِ
وَفِي الْمَلَكُوتِ وَهُوَ بِهَيْئَتِهِ الَّتِي كَانَ
عَلَيْهَا قَبْلَ وَقَاتِهِ لَمْ يَتَبَدَّلْ مِنْهُ شَيْءٌ
وَأَنَّهُ فُغِيَِبَ مِنَ الْأَبْصَارِ كَمَا غُيِبَتْ

ان تمام نقول اور احادیث کے مجموعہ کا
ماحصل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسم
اور روح مبارک کے ساتھ زندہ ہیں اور بلا
شبہ آپ جہاں چاہتے ہیں تشریف لے
جاتے ہیں۔ اور زمین اور عالم ملکوت کے
ہر گوشے میں تصرف فرماتے ہیں اور
آپ بالکل اپنی اسی ہیئت پر ہیں جس پر

الْمَلَائِكَةُ مَعَ كَوْنِهِمْ أَحْيَاءَ بِأَجْسَادِهِمْ
فَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ رَفَعَ الْحِجَابَ عَمَّنْ أَرَادَ
إِكْرَامَهُ بِرُؤُوسِهِ رَأَاهُ عَلَى هَيْئَتِهِ الَّتِي هُوَ
عَلَيْهَا لَا مَانِعَ مِنْ ذَلِكَ وَلَا دَاعِيَ إِلَى
التَّخْصِصِ بِرُؤُوسَةِ الْبَشَالِ

(المجاوی للفتاویٰ، ج ۲، ص ۴۸۶)

قبل از وفات تھے اس میں کوئی تبدیلی
واقع نہیں ہوئی اور بے شک آپ ہماری
آنکھوں سے غائب کر دیئے گئے ہیں جس
طرح فرشتے اپنے اجساد کے ساتھ زندہ
ہونے کے باوجود ہماری آنکھوں سے
غائب کر دیئے گئے ہیں جب اللہ تعالیٰ
آپ کی رویت کے ساتھ کسی کو عزت و
اکرام عطا فرمانا چاہتا ہے تو اس سے حجاب
کو اٹھا دیتا ہے اور وہ آپ کو اسی ہیئت پر
دیکھتا ہے جس پر آپ ہیں اس سے کوئی
امر مانع نہیں ہے۔ اور رویت مثال کی
تخصیص کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

شیخ الحدیث حضرت شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

وحیات انبیاء کرام متفق علیہ است ہیچ کس
را در و خلافت نیست حیات جسمانی و
دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی
(مدارج النبوت، ج ۱، ص ۱۳۹، ج ۲، ص ۴۷۷)

یہی شیخ محقق و محدث دہلوی رحمہ اللہ دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:
وباچندیں اختلاف و کثرت مذاہب کہ در
علماء امت است یک کس را دریں مسئلہ
خلاف نیست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
حقیقت حیات بے شائبہ مجاز و توہم تاویل
اس اختلاف و کثرت مذاہب کے باوجود
جو علماء امت میں ہے اس مسئلہ میں کسی
ایک کو بھی اختلاف نہیں ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی زندگی کے ساتھ بے شائبہ

دائم و باقیست و بر اعمال امت حاضر و ناظر مجاز و توہم تاویل زندہ، دائم اور باقی ہیں
است (مکاتیب شیخ بر حاشیہ اخبار الانبیاء) اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں۔

سید الطائفہ امام الاولیاء حضرت جنید بغدادی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

مَنْ كَانَتْ حَيَاتُهُ بِنَفْسِهِ يَكُونُ مَبَاتُهُ
بِذَهَابِ رُوحِهِ وَمَنْ كَانَتْ حَيَاتُهُ بِرَبِّهِ
فَإِنَّهُ يَنْتَقِلُ مِنْ حَيَاتِ الطَّبَعِ إِلَى حَيَاتِ
الْأَصْلِ وَهِيَ الْحَيَاةُ الْحَقِيقِيَّةُ وَإِذَا كَانَ
الْقَتِيلُ بِسَيْفِ الشَّرِيعَةِ حَيًّا مَرْزُوقًا
فَكَيْفَ مَنْ قُتِلَ بِسَيْفِ الصِّدْقِ
وَالْحَقِيقَةِ

(تفسیر روح البیان، ج ۲، ص ۱۲۵) سے قتل ہوتا ہے وہ کتنی اعلیٰ زندگی کے
ساتھ زندہ ہوگا۔

دانائے رموز حقیقت مولانا نے روم علیہ رحمۃ القیوم فرماتے ہیں۔

ہر کہ اندر وجہ ما باشد فنا کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ نَبود جزا
جو کوئی ہماری ذات میں فنا ہو جائے اس کو کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ کی کلیت کے تحت ہلاکت کی
سزا نہیں بھگتنی پڑتی۔

زانکہ در الٰہست او از لاگزشت ہر کہ در الٰہست او فانی نگشت
کیونکہ وہ الٰہ وجہ کے ساتھ مستثنیٰ ہے وہ لایعنی ہالک سے گزر گیا جو کوئی الٰہ میں ہے وہ
باقی باللہ فانی فی اللہ ہو گیا۔ (مثنوی شریف)

الحمد للہ ہم اہلسنت کُلُّ نَفْسٍ ذَا بَقَّةٍ الْمَوْتِ اور اِنَّكَ مَيِّتٌ وَاِنَّهُمْ مَّيِّتُونَ پر ایمان
رکھتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی روح اقدس کے قبض ہونے کے قائل ہیں مگر آپ کی
حیات کے منکر نہیں اس لیے کہ حیات کے معنی ہیں صِفَةٌ مُّصَحَّحَةٌ لِلْعِلْمِ وَالْقُدْرَةِ

وَالْإِدَادَةُ (شرح عقائد) ایسی صفت جو علم و قدرت سمع و بصر اور ارادہ کو صحیح قرار دے۔ یعنی جس کی وجہ سے علم و قدرت وغیرہ کا ہونا صحیح قرار پائے اس صفت کا نام حیات ہے اور نبی کریم ﷺ کی یہ صفت قبض روح کی وجہ سے زائل نہیں ہوئی کیونکہ روح کا بدن میں ہونا سبب حیات ہے اور اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ جو چیز سبب کے ساتھ ہوتی ہے وہ بغیر سبب کے کر دے اور اس بات پر بھی قادر ہے کہ سبب ہو اور چیز یعنی مسبب نہ ہونے دے۔ دیکھیے بچہ کے معرض وجود میں آنے کا سبب مرد و عورت ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم و حوا اور عیسیٰ علیہم السلام کو بغیر اس سبب کے پیدا فرمایا اور ہزاروں مرد و عورت موجود ہیں مگر اولاد نہیں ہوتی یعنی سبب ہے مگر مسبب نہیں تو ثابت ہوا کہ وہ اس بات پر قادر ہے کہ روح جو حیات کا سبب ہے وہ نہ ہو اور حیات ہو اور اس پر بھی قادر ہے کہ روح ہو اور حیات نہ ہو۔ چنانچہ کفار کے جسموں میں روحیں ہیں اور حیات نہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان کو مردے، گونگے، بہرے اور اندھے وغیرہ فرمایا اور انبیاء و اولیاء کے جسموں سے روحیں قبض ہوئیں مگر حیات ہے اس لیے قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں ان کو زندہ فرمایا گیا جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے نیز ستون حنا نہ کا رونا اور پتھروں کا کلمہ پڑھنا صحیح احادیث سے ثابت ہے تو جو خدا لکڑی اور پتھر کے اندر بغیر روح کے حیات پیدا کرنے کی قوت رکھتا ہے کیا وہ انبیاء و اولیاء کے اندر نہیں کر سکتا؟

اور اگر بدن کے اندر روح کا ہونا ہی حیات مانا جائے تو پھر ”حی“ وہ ہوگا جس کے بدن میں روح ہوگی تو پھر خدا تعالیٰ کی حیات ہرگز نہیں ثابت ہو سکے گی کیونکہ خدا تعالیٰ بدن سے پاک ہے۔

یاد رکھیے! ایک ہے موت عادی اور ایک ہے موت حقیقی۔ اسی طرح ایک ہے حیات عادی اور ایک ہے حیات حقیقی۔ بدن سے روح قبض ہونا موت عادی ہے موت حقیقی نہیں۔ موت حقیقی عدم الحیات ہے اور بدن کے اندر روح کا ہونا حیات عادی ہے، حیات حقیقی نہیں۔ حیات حقیقی بدن میں اس صفت کا ہونا ہے جو علم و قدرت اور سمع و بصر کا سبب ہو۔

اور نبی کریم ﷺ کے اندر بعد وفات بھی علم و قدرت، سمع و بصر اور ارادہ ہے تو آپ حیات ہوئے اور یہ حیات ایک آن کے لیے بھی زائل نہیں ہوئی اور آپ مردہ نہیں ہوئے اور ایسا ہی ہونا چاہیے تھا کیونکہ آپ ساری کائنات کی اصل ہیں اگر آپ معاذ اللہ مردہ ہو جائیں تو یہ جہان زندہ کیسے رہ سکتا ہے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ جڑ سوکھ جائے اور درخت ہرا بھرا رہے؟ ہرگز نہیں! اسی طرح یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ جان جہان مردہ ہو جائیں اور جہان زندہ رہے، بلکہ جس طرح درخت کی سرسبز و شادابی جڑ کی بدولت ہے اسی طرح ساری کائنات کا وجود زندگی آپ کی بدولت ہے۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

(اعلیٰ حضرت)

مخالفین کے سردار جناب انور شاہ کشمیری صدر مدرس دیوبند فرماتے ہیں:

وَنَقَلَ عَنْ مَالِكٍ رَحِمَهُ اللَّهُ إِنَّ احْتِرَامَ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِهِ
أَيْضًا كَمَا كَانَ فِي حَيَاتِهِ وَفِي الْبَيْهَقِيِّ عَنْ
أَنَسٍ وَصَحَّحَهُ وَوَأَفَقَّهُ الْحَافِظُ فِي
الْمُجَلَّدِ السَّادِسِ أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ أَحْيَاءُ فِي
قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ مَعْنَاهُ أَنَّ أَرْوَاحَ
الْأَنْبِيَاءَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ لَيْسَتْ بِمُعْطَلَةٍ
عَنِ الْعِبَادَاتِ الطَّيِّبَةِ وَالْأَفْعَالِ
الْمُبَارَكَةِ بَلْ هُمْ مَشْغُولِينَ فِي قُبُورِهِمْ
أَيْضًا كَمَا كَانُوا مَشْغُولِينَ حِينَ حَيَاتِهِمْ
فِي صَلَاةٍ وَحَجٍّ وَكَذَلِكَ حَالُ تَابِعِيهِمْ

امام مالک رحمہ اللہ سے نقل کیا گیا ہے کہ بے
شک نبی ﷺ کا ادب و احترام آپ کی
وفات کے بعد بھی ایسا ہی لازم ہے جیسا
کہ آپ کی حیات میں تھا اور امام بیہقی نے
حضرت انس رحمہ اللہ سے روایت کی اور اس
کی تصحیح بھی کی اور حافظ ابن حجر نے فتح
الباری کی جلد ششم میں اس کی موافقت کی
ہے کہ (حضور ﷺ نے فرمایا) بے
شک تمام انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ
ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ معنی اس
حدیث کا یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی

عَلَى قَدَرِ الْمَرَاتِبِ
 ارواح عبادات طیبہ اور افعال مبارکہ سے
 معطل نہیں ہوتیں بلکہ اپنی قبروں میں اسی
 (فیض الباری، ج ۲، ص ۶۴)
 طرح عبادات کرتی ہیں جس طرح ظاہری
 حیات میں نماز، روزہ، حج وغیرہ کرتی تھیں
 اور اسی طرح ان کے تابعین کا حال ہے۔
 علی قدر المراتب۔

دیوبند کے تمام بڑے بڑے علماء کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ:
 فَهُوَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ فِي قَبْرِهِ
 وہ نبی ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں
 الشَّيْءُ يَتَصَرَّفُ فِي الْكَوْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ
 اور جہان میں جیسے چاہتے ہیں باذن اللہ
 تَعَالَى كَيْفَ شَاءَ (المہند، ص ۶۸)
 تصرف فرماتے ہیں۔

جنات محمد قاسم نانوتوی مزعومہ بانی دارالعلوم دیوبند تو اس مسئلہ میں بہت زیادہ آگے
 ہیں وہ تو حضور ﷺ کی موت کی نفی کرتے ہیں اور آپ کی روح اقدس کے قبض ہونے کے
 قائل ہی نہیں ہیں۔ ان کے نزدیک آپ کی موت فقط آپ کا عام لوگوں کی نگاہوں سے
 مستور ہو جانا ہے۔ چنانچہ ان کا رسالہ ”آب حیات“ اسی مضمون سے لبریز ہے جس کے چند
 اقتباسات ملاحظہ ہوں:

(۱) رسول اللہ ﷺ اور مومنین کی موت میں بھی مثل حیات فرق ہے ہاں فرق
 ذاتیت و عرضیت متصور نہیں وجہ اس فرق کی وہی تفاوت حیات ہے یعنی حیات نبوی
 بوجہ ذاتیت قابل زوال نہیں اور حیات مومنین بوجہ عرضیت قابل زوال ہے اس
 لیے وقت موت حیات نبوی ﷺ زائل نہ ہوگی، ہاں مستور ہو جائے گی اور
 حیات مومنین ساری یا آدھی زائل ہو جائے گی۔ سو در صورت تقابل عدم و ملکہ اس
 استتار حیات میں رسول اللہ ﷺ کو تو مثل آفتاب سمجھیے کہ وقت کسوف قمر بے
 اوٹ میں حسب مزعوم حکماء اس کا نور مستور ہو جاتا ہے زائل نہیں ہوتا یا مثل شمع،

چراغ خیال فرمائیے کہ جب اس کو ہنڈیا یا منٹے میں رکھ کر اوپر سے سرپوش رکھ دیجئے تو اس کا نور بالبداہتہ مستور ہو جاتا ہے زائل نہیں ہو جاتا اور دربارہ زوال حیات مومنین کو مثل قمر خیال فرمائیے کہ وقت خسوف اس کا نور زائل ہو جاتا ہے فقط وہ صقالت و صفائی اصلی باقی رہ جاتی ہے یا مثل چراغ سمجھیے کہ گل ہو جانے کے بعد اس میں نور بالکل نہیں رہتا البتہ روغن یا فلیتہ یا کسی قدر تھوڑی دیر تک سرفلیتہ میں آتش باقی رہ جاتی ہے۔ (آب حیات، ص ۱۶۰)

(۲) حیات نبوی ﷺ دائمی ہے ممکن نہیں کہ آپ کی حیات زائل ہو جائے اور حیات مومنین عرضی ہے زائل ہو سکتی ہے۔ (آب حیات، ص ۱۳۴)

(۳) ہاں علاقہ حیات انبیاء علیہم السلام منقطع نہیں ہوتا اس لیے ازواج نبوی اور نیز اموال نبوی ﷺ بدستور آپ کے نکاح اور آپ ہی کی ملک میں باقی ہیں اور اغیار کو اختیار نکاح ازواج اور ورثہ کو اختیار تقسیم اموال نہیں بالجملہ موت انبیاء اور موت عوام میں زمین و آسمان کا فرق ہے وہاں استتار حیات زیر پردہ موت ہے اور یہاں انقطاع حیات بوجہ عروض موت ہے۔ (آب حیات، ص ۱۶۸)

(۴) اس صورت میں یہ فرق ہاتھ لگا کہ تعلق حیات و بدن نبوی ﷺ قابل انفکاک نہیں پھر موت جسمانی حضرت حبیب ربانی جو کسی طرح قابل انکار نہیں بجز اس کے متصور ہی نہیں کہ حیات مذکور زیر پردہ موت مستور ہو جائے۔

(آب حیات، ص ۱۶۶)

(۵) رسول اللہ ﷺ کی حیات دنیوی علی الاتصال اب تک برابر مستمر ہے اس میں انقطاع یا تبدل و تغیر جیسے حیات دنیوی کا حیات برزخی ہو جانا واقع نہیں ہوا۔

(آب حیات، ص ۲۷)

(۶) اس صورت میں صراحتاً اس حدیث سے نفی موت انبیاء نکلتی ہے۔

(آب حیات، ص ۳۵)

(۷) اس سے صاف ظاہر ہے کہ انبیاء بدستور زندہ ہیں۔ (آب حیات، ص ۳۶)
 (۸) ان کی موت حیات کی ساتر ہوگی یعنی یہ موت رافع ودافع نہ ہوگی۔

(آب حیات، ص ۳۶)

(۹) یعنی سلامت جسد نبوی اور حرمت نکاح ازواج مطہرات اور عدم توریت اموال مقبوضہ حضرت ﷺ میں اگر غور کیا جائے تو ایک وہی حیات ہے اور کوئی امر مذکور میں سے ہو ہی نہیں سکتا نہ یہ کہ ہو تو سکتا ہے پر ہے نہیں۔

(آب حیات، ص ۲۹، مطبوعہ مطبع قدیمی، دہلی)

(۱۰) دربارہ اثبات حیات مؤیدان میں سے ایک تو وہ روایت جس کا حاصل یہ ہے کہ جس نے میرے مرنے کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے جیتے جی میری زیارت کی۔ دوسرے وہ روایت جس کا یہ مضمون ہے کہ جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی تو اس نے مجھ پر جفا کی۔ تیسرے وہ روایتیں جن سے انبیاء کا قبور میں نماز پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔ چوتھے وہ روایت جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بالخصوص قبر میں نماز پڑھنا ثابت ہے۔ پانچویں معراج کی روایت جس سے انبیاء گزشتہ کا رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنا اور بہ ترتیب معلوم آسمانوں میں ان سے ملاقات کا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ رہی آیتیں تو ایک تو ان میں سے یہ آیت ہے۔ **وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَجِيْبًا** (النساء)

کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے امتی ہوں اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو آپ کا وجود تربیت تمام امت کے لیے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا اور کرنا جب ہی متصور ہے کہ آپ قبر میں زندہ ہوں اور اگر اہل عصر ہی کے ساتھ یہ فضیلت مخصوص تھی تو آپ **النَّبِيُّ أَوْلىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ** کے دونوں جملے جدا جدا

آپ کی حیات پر ایسی دلالت کرتے ہیں کہ ان شاء اللہ قرآن کے ماننے والوں کو تو گنجائش انکار رہتی نہیں۔ (آب حیات، ص ۴۰)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم مختصر طور پر ہدیہ ناظرین ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ یہ مختصر سا بیان اہل ایمان و محبت کے لیے ان شاء اللہ کافی و شافی ثابت ہوگا اور منکرین کے لیے تو دفتروں کے دفتر بھی بے کار ہیں۔



موئے مبارک

سوکھے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے
چھائے رحمت کی گھٹا بن کے تمہارے گیسو

ہم سیہ کاروں پہ یا رب تپش محشر میں
سایہ افکن ہوں تیرے پیارے کے پیارے گیسو

(اعلیٰ حضرت)

حضور سید المرسلین رحمۃ اللعالمین ﷺ کے سوا قدس کے بال مبارک نہ تو بہت گھونگھریا لے تھے اور نہ بہت سیدھے، بلکہ دونوں کے بین بین تھے۔ ان بالوں کی درازی میں مختلف روایات ہیں، کانوں کے نصف تک، کانوں کی لو تک، شانہ مبارک کے نزدیک تک، شانوں تک۔

چنانچہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔
 وَلَمْ يَكُنْ بِالْجَعْدِ الْقَطِطِ وَلَا بِالسَّيْطِ حضور ﷺ کے بال مبارک نہ تو بالکل
 كَانَ جَعْدًا رَجَلًا گھونگھریا لے تھے اور نہ بالکل سیدھے
 (جمع الوسائل فی شرح الشماک، ج ۱، ص ۲۶) بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی لیے ہوئے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
 كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ حضور ﷺ کے بال مبارک نصف
 وَسَلَّم إِلَى نِصْفِ أُذُنَيْهِ کانوں تک تھے۔
 (جمع الوسائل، ج ۱، ص ۷۴)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
 عَظِيمُ الْجَبَّةِ إِلَى شَحْمَةِ أُذُنَيْهِ آپ کے بال مبارک بہت گنجان تھے اور
 (جمع الوسائل، ج ۱، ص ۱۷) کانوں کی لو تک آتے تھے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ
 لَهُ شَعْرٌ قَوْقُ الْجَبَّةِ وَدُونَ الْوُفْرِ آپ کے بال مبارک کانوں کی لو سے
 (جمع الوسائل، ج ۱، ص ۷۶) کچھ بڑے اور شانوں سے کم تھے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:
 لَهُ شَعْرٌ يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ آپ کے بال مبارک کندھوں پر پڑتے
 (جمع الوسائل، ج ۱، ص ۲۰) تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

يُكْثِرُ دَهْنَ رَأْسِهِ وَتَسْمِيحَ لِحْيَتِهِ
 اپنے سر مبارک پر اکثر تیل لگایا کرتے اور
 (جمع الوسائل، ج ۱، ص ۸۴) اپنی داڑھی مبارک میں اکثر کنگھی کیا
 کرتے تھے۔

ان روایات میں تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ ان کو مختلف اوقات پر محمول کیا جائے یعنی جب
 آپ بال کٹوا دیتے تو نصف کانوں تک رہ جاتے پھر بڑھ کر گوش یا نرمہ گوش یا کبھی شانہ
 مبارک تک پہنچ جاتے۔ آپ ان بالوں کے دو حصے فرماتے اور درمیان میں مانگ نکالا
 کرتے۔ کچھ بال رکھنے کو اور کچھ کاٹنے کو (جیسے آج کل انگریزی فیشن ہے) سخت منع
 فرماتے۔

حضرت محمد بن سیرین تابعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قُلْتُ لِعُبَيْدَةَ عِنْدَنَا مِنْ شَعْرِ النَّبِيِّ
 میں نے عبیدہ سے کہا کہ ہمارے پاس
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْبَنَاهُ مِنْ قَبْلِ
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ بال مبارک ہیں جو
 هَمِيسَ حَضْرَتِ أَنَسٍ يَأْهَلِ أَنَسٍ سَلَا
 ہمیں حضرت انس یا اہل انس سے ملے
 هِيَ - (يَسْنُ كَر) حَضْرَتِ عَبِيدَةَ نَعَا
 ہیں۔ (یسن کر) حضرت عبیدہ نے کہا
 مِيرَا سَاسِ انْ بَالُوں مِيرَا سَاسِ اِيكْ بَال
 میرے پاس ان بالوں میں سے ایک بال
 كَا هُونَا مِيرَا سَاسِ دُنْيَا اُوْر كُچْ اَس
 کا ہونا میرے نزدیک دنیا اور جو کچھ اس
 مِيرَا سَاسِ، سَاسِ مَحْبُوْبْ تَرَا هِيَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حجام
 وَالْحَلَّاقُ يَحْلِقُهُ وَاطَّافَ بِهِ أَصْحَابُهُ
 آپ کے سر مبارک کی حجامت بنا رہا تھا
 فَمَا يُرِيدُونَ أَنْ تَقَعَ شَعْرَةُ إِلَّا فِي يَدِ
 اور آپ کے اصحاب آپ کے گرد حلقہ
 رَجُلٍ (مُسْلِمُ كِتَابِ الْفَصَائِلِ: ۶۰۴۳،
 باندھے ہوئے تھے وہ یہی چاہتے تھے کہ
 اَلْبَدَايَةُ وَالنَّهَايَةُ، ج ۵، ص ۲۰۸)
 آپ کا جو بال بھی گرے وہ کسی نہ کسی کے

ہاتھ میں ہو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (مزدلفہ سے) منیٰ میں تشریف لائے اور جمرۃ العقبہ پر کنکریاں ماریں پھر قربانی کر کے اپنے مکان میں تشریف لائے۔

ثُمَّ دَعَا بِالْحَلَاقِ وَ نَاولَ الْحَالِقَ شِقَّةُ
الْأَيْمَنِ فَحَلَقَهُ ثُمَّ دَعَا أَبَا طَلْحَةَ
الْأَنْصَارِيَّ فَأَعْطَاهُ ثُمَّ نَاولَ الشَّقِيقَ
الْأَيْمَنَ فَقَالَ احْلِقْ فَحَلَقَهُ فَأَعْطَاهُ أَبَا
طَلْحَةَ فَقَالَ أَقْسِمُ بِبَيْنِ النَّاسِ
(بخاری، مسلم: ۳۱۵۵، مشکوٰۃ: ۲۶۵۰)
عنايت کیے اور فرمایا کہ ان تمام بالوں کو
لوگوں میں تقسیم کر دو۔

ان دو روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بالوں کو اس غرض سے حاصل کیا کرتے تھے کہ بطور تبرک ان کو اپنے پاس رکھیں اور ان سے برکت حاصل کریں گے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کو اس سے روکتے نہیں تھے بلکہ خود اپنے بال مبارک ان میں تقسیم کرواتے تاکہ یہ لوگ میرے بالوں سے برکت و رحمت حاصل کریں۔

کیا یہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ وہ غیر اللہ یعنی بالوں سے نفع و برکت اور شفا کی امید رکھتے تھے، لہذا مشرک تھے؟ (معاذ اللہ)

حضرت عثمان بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ میری بیوی نے مجھ کو ایک پانی کا پیالہ دے کر ام المومنین حضرت ام سلمہ کے پاس بھیجا اور میری بیوی کی یہ عادت تھی کہ جب بھی کسی کو نظر لگتی یا کوئی بیمار ہوتا تو وہ برتن میں پانی ڈال کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیا کرتی، کیونکہ ان کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک تھا۔

فَاخْرَجَتْ مِنْ شَعْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ تُنْسِكُهُ فِي جُلْجُلٍ
تُكَالِتِينَ جَسَّ كَوَانِهَوْنَ نَ چَانْدِي كِي نَلِي
مِنْ فَصَّةٍ فَخْصَخْصَتْهُ لَهُ فَشَرَابٌ مِنْهُ
مِیْنُ (بخاری: ۵۸۹۶، مشکوٰۃ: ۴۵۶۸) دیتیں اور مریض وہ پانی پی لیتا (جس سے
اس کو شفا ہو جاتی)۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام موئے مبارک تبرکاً اپنے پاس رکھتے اور عموماً لوگ اس کی برکت حاصل کرتے اور امراض سے شفا پاتے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خوش قسمتی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک کے بال میرے پاس تھے میں نے ان کو اپنی ٹوپی میں آگے کی طرف سی رکھا تھا۔ ان بالوں کی برکت تھی کہ عمر بھر ہر جہاد میں فتح و نصرت حاصل ہوتی رہی۔

(سبل الہدی والرشاد، ج ۱۰، ص ۳۹، اصابہ: ۱۳۹۹، شفا شریف، ج ۱، ص ۳۳۱، شمس التواریخ، مدارج النبوة ج ۲، ص ۵۴۲)

جنگ یرموک میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنی شجاعت بیان کرتے ہوئے لشکر کفار کی طرف بڑھے، ادھر سے ایک پہلوان نکلا جس کا نام نسطور تھا، دونوں کا دیر تک سخت مقابلہ ہوتا رہا حتیٰ کہ حضرت خالد کا گھوڑا ٹھوکر کھا کر گر گیا اور حضرت خالد اس کے سر پر آگئے اور ٹوپی زمین پر جا پڑی۔ نسطور موقع پا کر آپ کی پشت پر آ گیا۔ اس وقت حضرت خالد پکار پکار کر اپنے رفقاء سے فرما رہے تھے کہ میری ٹوپی مجھے دو، خدا تم پر رحم کرے۔ ایک شخص جو آپ کی قوم بنی مخزوم میں سے تھا وہ دوڑ کر آیا اور ٹوپی آپ کو دی، آپ نے اسے پہن لیا اور نسطور کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ اس کو قتل کر دیا، لوگوں نے اس واقعے کے بعد آپ سے پوچھا کہ آپ نے وہ حرکت کیا کی کہ دشمن تو پشت پر آ پہنچا اور آپ ٹوپی کی فکر میں لگ گئے جو شاید دو چار آنے کی ہوگی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس ٹوپی میں حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے ناصیہ مبارک کے بال ہیں جو مجھے اپنی جان سے زیادہ محبوب ہیں۔ ہر جنگ میں ان مبارک بالوں

کی برکت سے فحیاب ہوتا ہوں۔ اسی لیے میں بے قراری سے اپنی ٹوپی کی طلب میں تھا کہ مبادا ان کی برکت میرے پاس نہ رہے اور کافروں کے ہاتھ لگ جائے۔

(واقدی، شفا شریف، ج ۳، ص ۴۴)

ایک مرتبہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھوڑی سی فوج لے کر ملک شام میں ”جبلہ بن ابہم“ کی قوم کے مقابلہ کے لیے تشریف لے گئے اور ٹوپی گھر میں بھول گئے۔ جب مقابلہ ہوا تو رومیوں کا بڑا افسر مارا گیا۔ اس وقت جبلہ نے تمام لشکر کو حکم دیا کہ مسلمانوں پر یکساں رگی سخت حملہ کر دو۔ حملے کے وقت صحابہ کی حالت نازک ہو گئی، یہاں تک کہ رافع بن عمر طائی نے حضرت خالد سے کہا کہ آج معلوم ہوتا ہے کہ ہماری قضا آ گئی۔ حضرت خالد نے فرمایا، سچ کہتے ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ میں آج ٹوپی گھر بھول آیا ہوں جس میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک ہیں۔

ادھر یہ حالت تھی اور ادھر اسی رات حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو عبیدہ کو جو اسلامی افواج کے امیر تھے خواب میں ملے اور فرمایا تم اس وقت سو رہے ہو اٹھو اور خالد بن ولید کی مدد کو پہنچو کفار نے ان کو گھیر لیا ہے۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اسی وقت اٹھے اور لشکر میں اعلان کروا دیا کہ فوراً تیار ہو جاؤ! چنانچہ وہ فوراً تیار ہو کر لشکر اسلام کے پاس بڑی تیزی سے چلے۔ راستے میں انہوں نے ایک سو ار کو دیکھا جو گھوڑا دوڑائے ہوئے ان کے آگے جا رہا تھا، چند تیز رفتار سواروں کو حکم دیا کہ اس سوار کا حال معلوم کرو، سوار جب قریب پہنچے تو پکار کر کہا اے جوان مرد سوار ذرا ٹھہرو، یہ سنتے ہی وہ ٹھہر گیا۔ معلوم کیا تو وہ حضرت خالد بن ولید کی بیوی تھیں۔ حضرت ابو عبیدہ نے ان سے سفر کی وجہ پوچھی تو کہا، اے امیر جب رات کو میں نے سنا کہ آپ نے لشکر اسلام میں اعلان کروایا کہ خالد بن ولید کو دشمنوں نے گھیر لیا ہے فوراً تیار ہو جاؤ تو میں نے خیال کیا کہ وہ کبھی ناکام نہ ہوں گے کیونکہ ان کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک ہیں۔ لیکن جوں ہی میں نے دیکھا تو میری نظر ان کی ٹوپی پر پڑی جس میں موئے مبارک تھے۔ نہایت افسوس ہوا اور اسی وقت چل پڑی کہ کسی طرح اس کو ان تک پہنچا دوں۔ حضرت

ابوعبیدہ نے فرمایا، خدا تمہیں برکت دے۔ چنانچہ وہ بھی ان کے ساتھ شریک لشکر ہو گئیں۔ حضرت رافع بن عمرو جو حضرت خالد بن ولید کے ساتھ تھے فرماتے ہیں کہ حالت یہ تھی کہ ہم اپنی زندگیوں سے بالکل مایوس ہو گئے تھے کہ اچانک تکبیر کی آواز آئی۔ حضرت خالد نے دیکھا کہ یہ آواز کدھر سے آئی ہے۔ جب رومیوں کے لشکر پر نظر پڑی تو کیا دیکھا کہ چند سوار ان کا پیچھا کیے ہوئے ہیں اور بدحواس ہو کر بھاگے چلے آ رہے ہیں۔ حضرت خالد گھوڑا دوڑا کر ایک سوار کے قریب پہنچے اور پوچھا کہ اے جوان مرد سوار تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں تمہاری بیوی ام تمیم ہوں تمہاری مبارک ٹوپی لائی ہوں جس کی برکت سے دشمنوں پر فتح پایا کرتے ہو۔ تم اسی وجہ سے اس کو بھول آئے تھے کہ یہ مصیبت تم پر آئی تھی۔ الغرض وہ ٹوپی انہوں نے دی اور حضرت خالد نے اس کو پہن لیا۔

(فتوح الشام، ص ۱۱۵، دلائل النبوة بیہقی، ج ۶، ص ۲۴۹)

راوی حدیث قسم کھا کر کہتے ہیں کہ حضرت خالد نے ٹوپی پہن کر جب کفار پر حملہ کیا تو لشکر کفار کے پاؤں اکھڑ گئے اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہو گئی۔ ملخصاً۔ (تاریخ وادی) ان احادیث میں غور و فکر کے ساتھ ساتھ اندازہ کیجئے کہ صحابہ کرام کے نزدیک ان مقدس بالوں کی کتنی قدر و شان تھی، اور پھر وہ جلیل القدر صحابی حضرت خالد بن ولید کی شان میں خود حضور ﷺ نے فرمایا سَيُفِّ مِّنْ سَيْفِ اللَّهِ کہ خالد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے (ابن ابی شیبہ، ۳۲۲۲، ابویعلیٰ: ۷۱۸۸)، ان کی یہ حالت ہے کہ ایسے نازک وقت میں جب کہ دشمن خنجر بکف ان کے سر پر تھا، بڑی بے تابانی سے ٹوپی طلب فرما رہے ہیں اور صاف صاف فرما رہے ہیں کہ میری ساری فتوحات کا باعث یہی ٹوپی ہے جس میں حضور اکرم ﷺ کے موئے مبارک ہیں۔

ایسا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے کیا ان کو مشرک و بدعتی کہا جاسکتا ہے؟ (معاذ اللہ) اہل انصاف اگر توجہ فرمائیں تو مسئلہ استعانت اور وسیلہ اسی ایک واقعے سے حل ہو سکتا ہے۔

حضرت ثابت بنانی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے خادم حضرت انس بن مالک نے مجھ سے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک بالوں میں سے ایک بال ہے۔ جب میں مر

جاؤں تو اس کو میری زبان کے نیچے رکھ دینا۔ چنانچہ میں نے حسب وصیت ان کی زبان کے نیچے رکھ دیا اور اسی حالت میں دفن کیے گئے۔ (اصابہ ترجمہ انس بن مالک: ۲۷۷)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے کچھ بال اور ناخن مبارک منگوائے اور وصیت کی کہ یہ میرے کفن میں رکھ دیئے جائیں، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (طبقات ابن سعد جزو خامس، ص ۳۰۰، ومدارج النبوت، سیر اعلام النبلاء، ج ۵، ص ۱۴۳)

(سیر اعلام النبلاء، ص ۳، ج ۱۶۰، الاستیعاب، ج ۳، ص ۱۴۱۹ اور البدایہ والنہایہ ج ۸، ص ۱۵۰ میں ہے کہ صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی ایسی ہی وصیت فرمائی تھی، کوکب غفرلہ) اہل ایمان پر صحابہ کرام کے فضائل و کمالات مخفی نہیں ہیں باوجود اس کے ان کا یہ خیال کہ تبرکات کو قبر میں اپنے ساتھ لے جائیں، تبرکات کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے اس قسم کی باتوں کو جو لوگ بت پرستی وغیرہ کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں یہ ان کی زیادتی ہے۔ اصل میں یہ لوگ اسرار محبت سے نا آشنا ہیں۔

مولوی سید حسن بن مولوی نبیہ حسن مدرس مدرسہ دیوبند ”ہب النسیم علی نفحات الصلوٰۃ والتسلیم“ کے صفحہ ۳۲ پر تحریر کرتے ہیں کہ ایک تاجر بلخ کا رہنے والا تھا اور بہت دولت مند تھا، علاوہ دولت کے اس کے پاس حضور اکرم ﷺ کے تین موئے مبارک بھی تھے، اس کے دو ٹکڑے تھے۔ جب تاجر کا انتقال ہو گیا تو کل مال دونوں ٹکڑوں میں تقسیم کیا گیا۔ جب ایک ایک بال مبارک دونوں نے لے لیا تو بڑا لڑکا بولا کہ تیسرے بال کے دو ٹکڑے کر کے وہ بھی تقسیم کیا جائے۔ اس پر چھوٹے ٹکڑے نے کہا کہ میں ہرگز گوارا نہ کروں گا کہ رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے، بڑا لڑکا بولا اگر تم کو موئے مبارک سے ایسی محبت اور عقیدت ہے تو ایسا کرو کہ سب مال و دولت جو تمہارے حصے میں آیا ہے مجھے دے دو اور تینوں موئے مبارک لے لو! چھوٹا لڑکا اس تبادلہ پر بخوشی راضی ہو گیا اور اپنا سب مال دے کر حضور ﷺ کے نورانی موئے مبارک لے لیے۔ اب اس کا یہ کام ہو گیا کہ حضور کے مبارک بالوں کی زیارت کرتا اور کثرت سے درود شریف پڑھتا۔ اللہ کی قدرت کا تماشا دیکھیے کہ بڑے ٹکڑے کا مال روز بروز گھٹنا شروع ہو گیا اور چھوٹے ٹکڑے کے مال میں موئے مبارک کی برکت سے روز افزوں ترقی ہوتی گئی۔ کچھ عرصے کے بعد وہ

چھوٹا لڑکا مر گیا۔ اس زمانے کے ایک بزرگ حضور ﷺ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ لوگوں سے کہہ دو کہ جس کو کوئی حاجت حق تعالیٰ سے ہو تو وہ اس تاجر کے لڑکے کی قبر پر جائے اور اپنے حصول مقصد کے لیے جا کر دعا کرے تو اس کا مقصد پورا ہوگا۔

اس واقعے کے بعد لوگوں میں اس لڑکے کے مزار کی بڑی عظمت ہو گئی اور لوگ وہاں جانے لگے۔ یہاں تک اس مزار کی عزت ہوئی کہ بڑے بڑے لوگ بھی وہاں سے سوار ہو کر نہیں گزرتے تھے بلکہ بوجہ غایت ادب پیدل چلتے تھے۔
وہ کرم کی گھٹا گیسوئے مشک سا لکھ ابر رافت پہ لاکھوں سلام (اعلیٰ حضرت)

حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ اخَذَ شَعْرَةً يَقُولُ مَنْ اَذَى شَعْرَةً مِّنْ شَعْرِيْ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ
میں نے حضور ﷺ سے سنا کہ آپ اپنا ایک موئے مبارک ہاتھ میں لیے ہوئے فرما رہے تھے جس نے میرے ایک بال کو بھی اذیت پہنچائی تو اس پر جنت حرام ہے۔ (جامع الاحادیث: ۳۳۴۹۵، کنز العمال)

(۳۵۳۵۱)

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بال ایک ایسی چیز ہے جس کو کاٹتے ہیں، کترتے ہیں مگر اس کو ایذا نہیں ہوتی تو حضور ﷺ نے جو موئے مبارک اپنے دست مقدس میں لے کر اس کی ایذا کی تصریح فرمائی اس کا مطلب کیا ہے؟
اس بات کو سمجھنے کے لیے یہ جان لینا ضروری ہے کہ عالم کی ہر چیز زندہ، ذی فہم اور ادراک رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يَسْبِغْ بِحُضْرَةٍ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ سُبُحَانَ اللَّهِ (الاسراء: ۴۴)
اور کوئی چیز ایسی نہیں مگر وہ اللہ کی تسبیح کرتی ہے اس کی تعریف کے ساتھ۔ لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں۔

اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ ہر چیز اللہ کی تسبیح پڑھتی ہے اور تسبیح کرنے والے کو جب تک اس امر کا ادراک نہ ہو کہ اس کا ایک خالق ہے اور جس قدر اس کے اوصاف ہیں سب کمالات ہیں اور وہ سب عیبوں سے پاک اور منزہ ہے، اس تسبیح کرنے والے کو اس کا تسبیح کرنا صادق نہیں آتا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَإِنَّ مِنْهَا لَكَايَهِمُ طَمَعًا مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ

اور بلاشبہ ان (پتھروں) میں سے ایسے بھی ہیں جو اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔

(البقرہ: ۷۴)

لَوْ أَنْزَلْنَاهُ الْفُزَانَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ

اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے جھک جاتا، پھٹ جاتا۔

(الحشر: ۲۱)

وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ

اور ہم نے مسخر کر دیئے داؤد (علیہ السلام) کے ساتھ پہاڑ (تو وہ پہاڑ) تسبیح پڑھا کرتے اور پرندے بھی۔

(الانبیاء: ۷۹)

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ

ہم نے بار امانت آسمانوں اور زمین پر پیش کیا تو انہوں نے اس کو اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے۔

وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا (احزاب: ۷۲)

قُنَّا لِيَنَارُ كُوْنِي بَرْدًا وَ سَلْبًا عَلَىٰ

ہم نے کہا کہ اے آگ ابراہیم (علیہ السلام) پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔

(الانبیاء: ۷۹)

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِ

تو ہم نے ہوا کو سلیمان (علیہ السلام) کے تابع کر دیا تھا وہ ان کے حکم سے چلتی تھی۔

(ص: ۳۶)

يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأَتْ

اس دن ہم جہنم سے فرمائیں گے کیا تو بھر گئی؟ وہ کہے گی کیا کچھ اور بھی ہے؟

وَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَّزِيدٍ ۝ (ق)

آلْيَوْمَ نَخْنِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٥٠﴾ (یس)

آج ہم ان کے منہوں پر مہر کر دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے جو کچھ وہ کسب کرتے تھے۔

تَكَادُ تَبَيِّزُ مِنَ الْغَيْظِ (الملک: ۸)

ایسا لگتا ہے کہ شدت غضب سے (جہنم) پھٹ جائے گی۔

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ۚ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ﴿٥١﴾ (الزلزال)

اس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی اس لیے کہ تمہارے رب نے اس کو وحی کی

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ہم مکہ مکرمہ میں حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ گرد و نواح میں جاتے۔

فَمَا اسْتَقْبَلَهُ جَبَلٌ وَلَا شَجَرٌ إِلَّا وَهُوَ يَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ

تو جو پہاڑ (پتھر) اور درخت بھی سامنے آتا وہ کہتا۔ سلام ہو تجھ پر اے اللہ کے

(داری: ۲۱، مشکوٰۃ: ۵۹۱۹) رسول۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ستون حنّانہ کے ساتھ کھڑے ہو کر وعظ فرمایا کرتے تھے۔

فَلَمَّا وُضِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ سَبَعْنَا لِلْجِدْعِ مِثْلَ أَصْوَاتِ الْعِشَارِ حَتَّىٰ نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ

تو جب آپ کے لیے منبر بنایا گیا اور آپ اس پر تشریف فرما ہوئے تو ہم نے سنا کہ وہ ستون درناک لہجہ میں رونے لگا یہاں تک

(بخاری شریف، کتاب الجمعہ: ۹۱۸)

حضور ﷺ منبر سے اترے اور اس پر اپنا دست مبارک رکھا (تا کہ اس کو تسکین ہو)

ان آیات و احادیث سے پتھروں اور پہاڑوں کا خائف من اللہ ہونا اور اللہ کے حکم سے حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح میں شریک ہونا، آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں کا

امانت الہی کے اٹھانے سے انکار کرنا، آگ کا حکم الہی قبول کرنا، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر سرد ہونا، ہوا کا حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے چلنا، جہنم کا حکم الہی سننا، جواب دینا اور غصہ میں آجانا، قیامت کے دن ہاتھوں اور پاؤں کا اللہ کے دربار میں گواہی دینا، زمین کا وحی الہی کو سمجھنا اور بندوں کے اعمال کا بیان کرنا، درختوں اور پتھروں کا بلند آواز سے حضور ﷺ کو سلام کرنا، ستونِ حنا نہ کا رونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے گفتگو کرنا اور کنکریوں کا آواز بلند کلمہ شہادت پڑھنا وغیرہ صدہا واقعات و دلائل اس پر شاہد ہیں کہ عالم کی ہر چیز ذی فہم اور ادراک رکھتی ہے۔

چنانچہ حضور سرور عالم ﷺ نے موئے مبارک کو ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ میرے بال کو جو ایدادے اس کی یہ سزائیں ہیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو حقیقت شناس ہو گئے تھے انہوں نے بغیر تاویل کے یقین کر لیا کہ بے شک موئے مبارک کو بعض امور سے اذیت ہوا کرتی ہے اس لیے وہ حضور ﷺ کے مبارک بالوں کی بہت ہی تعظیم و توقیر کرتے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ موئے مبارک کی نسبت کسی قسم کی بے ادبی کی جائے تو اس سے ان کو اذیت ہوتی ہے۔

اب بھی بعض مقامات کے متعلق مشہور ہے کہ وہاں حضور ﷺ کے بال مبارک ہیں اور اس پر اعتراض کرتے ہوئے بعض لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ کیا پتا یہ حضور ﷺ کے موئے مبارک ہیں یا نہیں۔ ممکن ہے کسی جعل ساز نے دنیاوی مفاد کی خاطر یہ ڈھونگ بنا رکھا ہو، تو اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو واقعی بہت برا کرتا ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ تعظیم کرنے والا برکت سے محروم نہ رہے گا۔ کیونکہ جب وہ تعظیم کرے گا تو حضور ﷺ کے موئے مبارک سمجھ کر کرے گا لہذا اس کے اعتقاد اور نیت کے مطابق اللہ تعالیٰ ضرور اس کو برکت عطا فرمائے گا۔ جیسا کہ فرمایا:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ کہ تمام اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔ (بخاری: ۱)

فوائد

- (۱) یہ کہ اس بے مثل محبوب کے موئے مبارک بھی بے مثل ہیں۔
 - (۲) یہ کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس بالوں کو بھی بے مثل و بے نظیر مانتے تھے۔
 - (۳) یہ کہ صحابہ کرام ان مقدس بالوں کو بہت ہی بابرکت اور قابل تعظیم سمجھا کرتے تھے۔
 - (۴) یہ کہ صحابہ کرام ان مقدس بالوں میں سے ایک بال کا اپنے پاس ہونا دنیا و مافیہا سے بہتر سمجھتے تھے۔
 - (۵) یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو ایسا عقیدہ رکھنے سے منع نہ فرماتے بلکہ خود اپنے مقدس بالوں کو ان میں تقسیم کرنے کا حکم فرماتے۔
- ثابت ہوا کہ انبیائے کرام اور بزرگان دین کے تبرکات اور بال وغیرہ بطور تبرک رکھنا اور ان کی تعظیم کرنا اور ان سے نفع و برکت کی امید رکھنا جائز ہے، شرک و بدعت نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کا عقیدہ ہے۔ اگر شرک و بدعت ہوتا تو صحابہ کرام کبھی ایسا نہ کرتے۔

چہرہٴ انور

شش جہت روشن زتاب روئے تو
 ترک و تاجیک و عرب ہندوئے تو
 ماہ را مہر رخت نور و بہا
 مہر را تنویر قلب تو ضیا

☆☆☆

ك گیسو ہ دہن ی ابرو آنکھیں ع ص
 گھٹھٹھ ان کا ہے چہرہ نور کا

(اعلیٰ حضرت)



اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ حسن و جمال عطا فرمایا جس کی تعریف و توصیف سے زبان عاجز ہے۔ چہرہ مصطفیٰ ﷺ حسن و جمال، خوبی و کمال کا مظہر ہے۔ آپ حسن کل ہیں اور حسن یوسف حسن محمد ﷺ کی ایک تابش تھی اور دنیا بھر کے حسین و جمیل حسن محمد ﷺ کی ایک جھلک ہیں۔ حسن بے مثال کا یہ عالم تھا کہ زبان کو عالم حیرت میں یہ کہنا پڑا۔

لَمْ أَرَ قَبْلَكَ وَلَا بَعْدَكَ مِثْلَهُ
ایسا حسین و جمیل تو ان سے قبل و دیکھا گیا
(ترمذی: ۳۶۳۷، مشکوٰۃ: ۵۷۹۰) اور نہ ان کے بعد۔

حسن ہے بے مثل صورت لا جواب
میں فدا تم آپ ہو اپنا جواب

قَالَ أَبُو نَعِيمٍ أُعْطِيَ يُوسُفُ مِنَ الْحُسْنِ
مَا فَاقَ بِهِ الْأَنْبِيَاءَ وَالْمُرْسَلِينَ بَلْ وَ
الْخَلْقَ أَجْمَعِينَ وَبَيَّنَّا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَوْفَى مِنَ الْجَبَالِ مَا لَمْ يُؤْتَهُ أَحَدٌ
وَلَمْ يُؤْتَ يُوسُفُ إِلَّا شَطْرَ الْحُسْنِ وَ أَوْفَى
نَبِينًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمِيعَهُ
(خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۱۸۲، سبل الہدی،
ج ۱۰، ص ۲۶۹)

حضرت ابو نعیم فرماتے ہیں کہ حضرت
یوسف علیہ السلام تمام انبیاء و مرسلین بلکہ
تمام مخلوق سے زیادہ حسن و جمال دیئے
گئے تھے۔ مگر ہمارے نبی اللہ کے حبیب
ﷺ کو وہ حسن و جمال عطا ہوا جو کسی
اور مخلوق کو عطا نہیں ہوا یوسف علیہ السلام کو
حسن و جمال کا ایک جز ملا تھا اور آپ
ﷺ کو حسن کل دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالضُّحَىٰ ۝ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ ۝
وَالضُّحَىٰ اشارہ ہے نور جمال مصطفیٰ ﷺ کی طرف اور وَاللَّيْلِ کنایہ ہے حضور پر نور کے
گیسوئے عنبریں سے۔ (خزائن العرفان)

اے کہ شرح والضحیٰ آمد جمال روئے تو نکتہ واللیل وصف زلف عنبر بوئے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک میں وحی الہی، معجزات اور دیگر دلائل نبوت کا اثر و ظہور نہ بھی ہوتا تو آپ کا چہرہ مبارک ہی آپ کی دلیل نبوت کو کافی تھا۔ (زرقانی علی المواہب، ج ۴، ص ۷۲، سبل الہدی، ج ۱، ص ۵۳۱، ج ۲، ص ۸)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ (جو یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے) فرماتے ہیں کہ جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو لوگ کام کا ج چھوڑ کر جلد جلد آپ کو دیکھنے آ رہے تھے، میں بھی آیا۔

فَکُنَّا رَأَیْتُ وَجْهَهُ عَرَفْتُ أَنَّ وَجْهَهُ
لَیْسَ بِوَجْهِ الْکَذَّابِ فَسَبَّحْتُهُ یَقُولُ
يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ وَصَلُّوا
الْأَرْحَامَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوا
بِالْإِیْلِ وَالنَّاسِ نِیَامَ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ
بِسَلَامٍ (المستدرک: ۴۲۸۳، خصائص کبریٰ،
ج ۱، ص ۱۹۱، سبل الہدی، ج ۳، ص ۲۷۴،
البدایہ والنہایہ، ج ۶، ص ۱۹۱)

تو جب میں نے آپ کا چہرہ مبارک دیکھا تو میں نے جان لیا کہ یہ چہرہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے آپ اس وقت فرما رہے تھے اے لوگو سلامتی پھیلاؤ اور صلہ رحمی یعنی اپنوں سے محبت کرو، بھوکوں کو کھانا کھلاؤ۔ اور رات کو جب لوگ سو رہے ہوں اللہ کی عبادت کرو اور سلامتی سے جنت میں جاؤ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا وَأَحْسَنَهُمْ خُلُقًا
(بخاری شریف: ۳۵۴۹، مسلم شریف: ۶۰۶۶)

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صورت و سیرت میں تمام لوگوں سے زیادہ حسین و جمیل تھے۔

حضرت ابو قرقصہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں اور میری والدہ اور میری خالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر کے واپس آئے تو میری والدہ اور میری خالہ نے کہا۔

مَا رَأَيْنَا مِثْلَ هَذَا الرَّجُلِ أَحْسَنَ وَجْهًا
وَلَا أَنْفَى ثَوْبًا وَلَا أَلْيَنَ كَلَامًا وَرَأَيْنَا

ہم نے اس شخص کی مثل خوبصورت چہرے والا، پاکیزہ لباس والا، نرم اور میٹھے کلام والا

كَالْقُودِ يَخْرُجُ مِنْ فِيهِ۔ کوئی نہیں دیکھا اور ہم نے دیکھا کہ گفتگو

(طبرانی کبیر: ۲۵۷۸، سبل الہدی، ج ۲، کے وقت ان کے منہ سے نور نکلتا ہے۔

ص ۳۲، زرقانی علی المواہب، ج ۴، ص ۴۵)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا وَأَنُورَهُمْ لَوْنًا لَمْ يَصِفْهُ وَاصِفٌ قَطُّ إِلَّا شَبَّهَ وَجْهَهُ بِالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَكَانَ عَرْقُهُ فِي وَجْهِهِ مِثْلَ الْكُلُوبِ۔ (سبل الہدی، ج ۲، ص ۳۹، زرقانی علی المواہب، ج ۴، ص ۲۲۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت اور خوش رنگ تھے جس کسی نے بھی آپ کی توصیف کی اس نے آپ کو چودھویں کے چاند سے تشبیہ دی۔ پسینہ کی بوند آپ کے چہرہ میں یوں معلوم ہوتی تھی جیسے موتی۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَرَّ اسْتَتَارَ وَجْهَهُ حَتَّى كَانَتْهُ قِطْعَةٌ قَمَرٍ۔ (بخاری شریف: ۳۵۵۶، مشکوٰۃ: ۵۷۹۸)

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسرور و شادماں ہوتے تو آپ کا چہرہ ایسا منور ہو جاتا کہ چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا۔

نہایہ ابن اثیر میں ہے۔

أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ إِذَا سَرَّ فَكَانَ وَجْهُهُ الْبُرَادَ الَّتِي تُرَى فِيهَا صُورُ الْأَشْيَاءِ وَكَانَ الْجَدُّ تَلَحَّكَ وَجْهَهُ أَيْ يُرَى الْجَدُّ فِي وَجْهِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (زرقانی علی المواہب، ج ۴، ص ۸۰، سبل الہدی، ج ۲، ص ۴۰)

کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسرور و خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ مثل آئینے کے ہو جاتا کہ اس میں اشیاء کا عکس نظر آتا اور دیواریں آپ کے چہرہ میں نظر آ جاتیں۔

جامع بن شداد فرماتے ہیں کہ مجھ کو طارق بن عبد اللہ نے بتایا کہ ہم مدینہ منورہ کے باہر اترے ہوئے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ اس وقت ہم آپ کو جانتے نہیں

تھے۔ ہمارے پاس ایک سرخ رنگ کا اونٹ تھا۔ آپ نے اس اونٹ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ کیا تم اس کو بیچنا چاہتے ہو؟ ہم نے کہا ہاں! فرمایا کیا قیمت ہے؟ ہم نے قیمت (کھجوروں کی مقدار) بتائی، آپ نے فرمایا منظور ہے، اور اونٹ کی مہار پکڑ کر چل پڑے اور ہمارے دیکھتے دیکھتے شہر میں داخل ہو گئے۔ ہم نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا کہ ہم نے بہت برا کیا کہ ایک ناواقف آدمی جس کو ہم جانتے نہیں کون ہے کہاں کا رہنے والا ہے بلا قیمت وصول کیے اونٹ دے دیا۔ ایک عورت جو ہمارے ساتھ ہودج میں بیٹھی ہوئی تھی بولی:

وَاللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُ رَجُلًا كَانَ وَجْهُهُ قِطْعَةً
الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ اَنَا ضَامِنَةٌ لِّشَمَنِ
جَبَلِكُمْ لَا يَغْدِرُ بِكُمْ فَلَنَّا كَانَ الْعِشَى
اَتَانَا رَجُلٌ فَقَالَ اَنَا رَسُولُ رَسُوْلِ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْكُمْ هَذَا تَبَرُّكُمْ
فَكُلُّوْا وَاشْبَعُوْا وَ اَكْتَالُوْا وَاسْتَوْفُوْا
فَاَكَلْنَا حَتّٰى شَبَعْنَا وَ اَكْتَلْنَا وَ اسْتَوْفَيْنَا
(زرقانی علی المواہب، ج ۴، ص ۴۹،
المستدرک حاکم: ۴۲۱۹، سبل الہدی، ج ۶،
ص ۳۵۷)

خدا کی قسم میں نے اس شخص کو دیکھا ہے
کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی
مثل تھا تمہارے اونٹ کی قیمت کی میں
ضامن ہوں (کیونکہ مجھے یقین ہے کہ)
وہ تمہارے ساتھ دھوکا نہیں کرے گا۔
جب شام کا وقت ہوا تو ایک آدمی آیا اور
کہنے لگا کہ میں رسول اللہ کا بھیجا ہوا
تمہاری طرف آیا ہوں، یہ کھجوریں ہیں
ان سے خوب پیٹ بھر کر کھا بھی لو اور اپنی
قیمت بھی پوری کر لو۔ تو ہم نے پیٹ بھر کر
کھا بھی لیں اور قیمت بھی پوری کر لی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ الشَّمْسُ
تَجْرِي فِي وَجْهِهِ

(ترمذی: ۳۶۳۸، مشکوٰۃ: ۵۷۹۵)

حضرت امام حسن بن حضرت علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ابو ہریرہ بن

ابن ہالہ سے جو فصیح و بلیغ اور عرب کے علم و ادب اور وصف بیان کرنے میں بڑے مانے ہوئے تھے۔ آپ کے نور جمال کے اوصاف بیان کرنے کی درخواست کی تو انہوں نے
 وَفِيهِ يَتَلَاؤُ وَجْهَهُ تَلَاؤًا الْقَبْرِ لَيْلَةً اس میں یہ بھی بیان کیا کہ آپ کا چہرہ مبارک
 الْبَدْرِ (جمع الواسل، ج ۱، ص ۳۴، سبل چودھویں رات کے چاند جیسا روشن تھا۔
 الہدی، ج ۲، ص ۳۹)

چاند سے مونہ پہ تاباں درخشاں درود نمک آگس صباحت پہ لاکھوں سلام
 (اعلیٰ حضرت)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں چرخا کات رہی تھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 میرے سامنے بیٹھے ہوئے اپنے جوتے کو پیوند لگا رہے تھے، آپ کی پیشانی مبارک پر پسینے
 کے قطرے تھے جن سے نور کی شعاعیں نکل رہی تھیں۔ اس حسین منظر نے مجھ کو چرخا کاتنے
 سے روک دیا۔ پس میں آپ کو دیکھ رہی تھی کہ آپ نے فرمایا تجھے کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا
 آپ کی پیشانی مبارک پہ پسینے کے قطرے ہیں جو نور کے ستارے معلوم ہوتے ہیں۔

وَلَوْ أَرَاكَ أَبُو كَبِيرٍ الْهَذْلُ لَعَدِمَ أَثَاكَ اگر ابو کبیر ہڈی (عرب کا مشہور شاعر)
 أَحَقُّ بِشَعْرَةٍ حَيْثُ يَقُولُ فِي شَعْرَةٍ: آپ کو اس حالت میں دیکھ لیتا تو یقین کر
 وَإِذَا نَظَرْتُ إِلَى أَسْرَةٍ وَجْهِهِ لیتا کہ اس کے شعر کا مصداق آپ ہی ہیں
 بَرَقَتْ بِرُؤُوقِ الْعَارِضِ الْمُتَهَلِّلِ کہ جب میں اس کے روئے مبارک کو
 (ابن عساکر، ج ۳، ص ۳۰۷، ابو نعیم، دیلمی، خطیب، ج ۱۳، ص ۲۵۳، زرقانی علی المواہب،
 ج ۴، ص ۲۲۵، سبل الہدی والرشاد، ج ۲، ص ۸۸، بیہقی: ۱۵۴۲۷)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ۔

مَتَى يَبْدُو فِي الْيَلِ الْبَهِيمِ جَبِينُهُ بَدَجٌ مِثْلَ مَضْبَاحِ الدُّجَى الْمَتَوَقَّدِ
 جب اندھیری رات میں آپ کی پیشانی ظاہر ہوتی تو تاریکی کے روشن چراغ کی مانند
 چمکتی۔ (زرقانی علی المواہب، ج ۴، ص ۹۱، سبل الہدی، ج ۱۲، ص ۲۸۸)

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام
حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ تلوار کی طرح
چمکیلاتھا؟ تو فرمایا

لَا بَلَّ كَانَ مِثْلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ
(مسلم: ۶۰۸۴، بخاری: ۳۵۵۲، مشکوٰۃ: ماہتاب جیسا تھا۔)

(۵۷۷۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَذْهَرَ اللَّوْنِ كَانَ عَرَقُهُ اللَّوْلُوْءُ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سفید روشن تھا پسینے
کی بوند حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس پر
(بخاری: ۳۵۴۷، مسلم: ۶۰۵۴، مشکوٰۃ: ایسی نظر آتی جیسے موتی۔)

(۵۷۸۷)

حضرت ربیع بنت معوذ صحابیہ ہیں۔ ان سے حضرت عمار بن یاسر کے پوتے نے کہا کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ حلیہ بیان کیجئے تو انہوں نے فرمایا۔
لَوْ رَأَيْتُهُ رَأَيْتَ الشَّمْسَ طَالِعَةً
اگر تو حضور کو دیکھ لیتا تو سمجھتا کہ سورج ہے
(مشکوٰۃ: ۵۷۹۳، داری: ۶۱) چمکتا ہوا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ چاندنی رات تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم حلہ حراء
اوڑھے ہوئے لیٹے تھے۔ میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی حضور کے چہرہ انور کو۔

فَإِذَا هُوَ أَحْسَنُ عِنْدِي مِنَ الْقَمَرِ
بالآخر میرا فیصلہ یہی تھا کہ حضور چاند سے
(ترمذی: ۲۸۱۱، داری: ۵۸، مشکوٰۃ: ۵۷۹۴) زیادہ خوبصورت ہیں۔

یہ جو مہر و مہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا
(اعلیٰ حضرت)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

كُنْتُ أَخِيْطُ فَسَقَطَتْ مِنِّي الْإِبْرَةُ
میں اندر بیٹھی کچھ سی رہی تھی میرے ہاتھ

فَطَلَبْتُهَا فَلَمْ أَقْدِرْ عَلَيْهَا فَدَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَيَّنَتِ الْإِبْرَةُ بِشُعَاعِ نُورٍ وَجْهِهِ فَأَخْبَرْتُهُ (ابن عساکر، ج ۳، ص ۳۱۰، خصائص کبری، ج ۱، ص ۶۲، سبل الہدیٰ اور سوئی چمکنے لگی تو مجھے اس کا پیہ چل گیا۔

(والرشاد، ج ۲، ص ۴۰)

سوزن گم شدہ ملتی ہے تبسم سے ترے شام کو صبح بناتا ہے اجالا تیرا حقیقت یہ ہے کہ آپ کا پورا حسن و جمال لوگوں پر ظاہر نہیں کیا گیا بلکہ پردہ میں رکھا گیا ورنہ کسی میں طاقت نہیں تھی کہ حسن محمدی ﷺ کے جلوؤں کی تاب لاسکتا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب نے حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر زنانہ مصر نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے اور بعض لوگ ان کو دیکھ کر مر جاتے تھے مگر آپ کو دیکھ کر کسی کی ایسی حالت نہیں ہوئی۔

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَبَانٍ مَسْتُوٍّ عَنْ أَعْيُنِ النَّاسِ غَيْرَةُ مِنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَوْ ظَهَرَ لَفَعَلَ النَّاسُ أَكْثَرُ مِمَّا فَعَلُوا حِينَ رَأَوْا يُوسُفَ

(الدر الثمین فی مشرات النبی الامین، ص ۷) ہو جو یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر ہوا تھا۔

یعنی فرمایا کہ میں اللہ کا محبوب ہوں اور محب کی غیرت محبت کا تقاضا ہوتا ہے کہ اس کے محبوب کو سوائے اس کے اور کوئی نہ دیکھے، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے میرے حسن و جمال کو صرف اپنے دیکھنے کے لیے لوگوں کی نظروں سے چھپا رکھا ہے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

لَمْ يُظْهَرْ لَنَا تَبَاهُ حُسْنِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُضُورَ ﷺ کا پورا حسن و جمال ہم پر

وَسَلَّمَ لِأَنَّهُ لَوْ ظَهَرَ لَنَا تَبَاؤُ حُسْنِهِ لَمَا
 أَطَاقْتُ أَغْيُنُنَا رُؤْيَيْنَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ (زرقانی علی المواہب، ج ۴، ص ۷۱،
 سبل الہدی، ج ۲، ص ۸)

اک جھلک دیکھنے کی تاب نہیں عالم کو وہ اگر جلوہ کریں کون تماشائی ہو
 (مولانا حسن رضا)

محمد قاسم صاحب نانوتوی مزعومہ بانی مدرسہ دیوبند فرماتے ہیں
 رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت نہ جانا کون ہے کچھ کسی نے جز ستار
 (قصائد قاسمی)
 حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ تبوک کے
 لیے نکلے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل ان شاء اللہ تم تبوک کے چشمے پر ایسے وقت پہنچو گے
 کہ آفتاب گرم ہو جائے گا اور جو لوگ وہاں پہنچ جائیں ان کو چاہیے کہ وہ اس چشمے کے پانی کو
 ہاتھ نہ لگائیں۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب وہاں پہنچے تو اس میں بہت تھوڑا پانی تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
 اس سے تھوڑا تھوڑا پانی لے کر ایک برتن میں جمع فرمایا۔

ثُمَّ غَسَلَ فِيهِ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ ثُمَّ أَعَادَ
 فِيهَا فَجَرَّتِ الْعَيْنُ بِسَاءِ كَثِيرٍ
 فَاسْتَسْقَى النَّاسُ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْشِكُ يَا مَعْزُودُ
 إِنَّ طَالَتْ بِكَ حَيَاتُكَ أَنْ تَرَى مَا هُنَا قَدْ
 مَلِئَ جَنَانًا

(مسلم ۷۵۹۴، خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۲۷۳)

دیکھ لو گے کہ یہ مقام باغوں سے بھرا ہوگا۔

حضور ﷺ نے جو پانی کو ہاتھ نہ لگانے کے لیے فرمایا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ لگانے کا کوئی معنوی اثر ضرور ہوا کرتا ہے اور یہ اثر حسب حیثیت ہوتا ہے، اچھوں کا اچھا اور بروں کا برا، مگر چونکہ وہ اثر محسوس نہیں ہوتا اس لیے اس کو قبول کرنے میں معمولی عقلوں کو تا مل ہوتا ہے لیکن اہل کشف اس کو دیکھتے ہیں۔

چنانچہ سیدی امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام الائمہ سراج الامہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ جب مسجد میں جاتے اور لوگوں کو وضو کرتے دیکھتے تو مستعمل پانی میں ان کو محسوس ہو جاتا تھا کہ یہ شخص فلاں قسم کا گناہ کرتا ہے، چنانچہ تنہائی میں اس کو کہہ دیتے کہ تم فلاں قسم کا گناہ کرتے ہو اس کو چھوڑ دو! اکثر لوگ تائب بھی ہو جاتے۔ آخر امام صاحب پر یہ امر شاق گزرا کہ لوگوں کے عیوب پر نظر پڑتی ہے، اس لیے دعا کی کہ الہی یہ کشف اٹھالیا جائے۔ (میزان الکبریٰ، (اردو) ج ۱ ص ۱۴۱، فضائل ذکر، ص ۱۴۹)

چونکہ امام صاحب کو گناہوں کی نجاست پانی میں محسوس ہوتی تھی۔ اس وجہ سے پانی کے مسئلہ میں آپ نے نہایت تشدد کیا یہاں تک کہ فقہائے حنفیہ نے دہ دردہ (۱۰×۱۰) کی شرط لگا دی۔

اور یہی وجہ تھی کہ آن حضرت ﷺ کا دست مبارک جس چیز کو لگ جاتا تھا صحابہ کرام اس سے برکتیں حاصل کیا کرتے تھے۔

اور تعجب نہیں کہ ہمارے دین میں جو مصافحہ مستحسن ہے اس کی یہ بھی ایک وجہ ہے کہ بزرگان دین کے ہاتھوں کی برکت حاصل کیا کریں، اور کسی بزرگ کی قبر کو جو ہاتھ لگا کر اپنے مونہ پر پھیرتے یا بوسہ دیتے ہیں، غالباً اس میں بھی یہی مصلحت ملحوظ رکھی گئی ہو۔ غرض کہ چہرہ نبوی حسن و جمال ایزدی کا مظہر اور خوبی و کمال کا معدن ہے ۔

خامہ قدرت کا حسن دست کاری واہ واہ کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری واہ واہ (اعلیٰ حضرت)



چشمان مبارک

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا
اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام
کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی
آنکھوں والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام
(اعلیٰ حضرت)

حضور سرور عالم ﷺ کی مقدس اور نورانی آنکھیں بہت ہی خوبصورت تھیں، قدرت الہی سے سرگیں، کہ سرمہ کے بغیر معلوم ہوتا کہ سرمہ لگا ہوا ہے۔ آنکھوں کی سفیدی میں باریک سرخ ڈورے تھے جن کو علامات نبوت میں شمار کیا گیا ہے، پلکیں نہایت خوشنما اور دراز تھیں۔

سرگیں آنکھیں حریم حق کے وہ مشکیں غزال
ہے فضائے لامکاں تک جن کا رمنا نور کا

(اعلیٰ حضرت)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَكْتَحِلُ قَبْلَ أَنْ يَنَامَ بِالْأَشَدِّ ثَلَاثًا
كُلِّ عَيْنٍ (جمع الوسائل، ج ۱، ص ۱۰۴)

لگایا کرتے تھے۔

انہی سے روایت ہے کہ فرمایا آپ ﷺ نے

إِنَّ خَيْرَ أَكْحَالِكُمْ الْأَشَدُّ يَجْلُوا الْبَصَرَ
وَيُنِيبُ الشَّعْرَ (جمع الوسائل، ص ۱۰۶،
کنز العمال: ۱۷۲۰۷)

ہے اور پلکیں اگاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

عَلَيْكُمْ بِالْأَشَدِّ فَإِنَّهُ يَجْلُوا الْبَصَرَ وَ
يُنِيبُ الشَّعْرَ (جمع الوسائل، ج ۱، ص ۱۰۶،
کنز العمال: ۱۷۲۰۳)

روشن کرتا ہے اور پلکیں اگاتا ہے۔

اشد ایک خاص سرمہ ہے جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں عام ملتا ہے۔ جاننے والے حجاج کرام وہاں سے لاتے ہیں۔ سرخ سیاہی مائل پتھر ہوتا ہے۔ پس کر سرخ رہتا ہے۔
ان احادیث میں غور فرمائیے، خود نبی کریم ﷺ آنکھوں کو جلا بخشنے اور پلکیں اگانے

کی نسبت سرمے کی طرف فرما رہے ہیں۔ حالانکہ حقیقی طور پر جلا بخشنے اور پلکیں اگانے والا اللہ تبارک و تعالیٰ ہے۔ معلوم ہوا کہ اگر حقیقی فاعل اللہ تعالیٰ کو سمجھیں اور مجازی طور پر فعل کی نسبت ذریعے اور وسیلے کی طرف کر دے تو یہ شرک نہیں ہے۔

شرم و حیاء کا وصف مبارک بھی دوسرے اوصاف حمیدہ کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں اکمل طور پر تھا۔ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ آپ کثرت حیاء کی وجہ سے کسی شخص کے چہرے پر نظریں نہیں جماتے تھے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم أَشَدُّ حَيَاءً مِّنَ الْعَذْرَاءِ فِي خَدْرِهَا پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ شرم و حیاء والے تھے۔

(بخاری: ۶۱۱۹، مسلم: ۶۰۳۲)

نیچی آنکھوں کی شرم و حیاء پر درود اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام (اعلیٰ حضرت)

شرم و حیاء ہی انسان کا وہ وصف جمیل ہے جس کی آغوش میں اخلاق و کردار کی خوبیاں پرورش پاتی ہیں۔ جو انسان اس وصف سے کامل طور پر متصف ہو جاتا ہے وہ اخلاق حسنہ کا پیکر بن جاتا ہے اور جس انسان میں یہ صفت نہ رہے وہ پھر بے حیائی و بے شرمی کا مجسمہ ہو کر جو چاہے کر سکتا ہے۔ اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ کہ جب تو نے شرم و حیاء نہیں کی تو جو چاہے کر۔ (بخاری: ۶۱۲۰)

بے حیاء باش ہر چہ خواہی کن
افسوس آج مسلمانوں کی اکثریت شرم و حیاء کا دامن چھوڑ کر بے شرمی و بے حیائی کا شکار ہو چکی ہے اور یہ مرض روز بروز بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے

اے مسلمان جائے عبرت ہے یہ تیرے واسطے

ہوش میں آ خواب غفلت سے تجھے کیا ہو گیا

اللہ تعالیٰ نے آپ کے بصر شریف کا وصف قرآن کریم میں یوں ذکر فرمایا ہے۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ یعنی شب معراج میں آپ کی آنکھ نے ان آیات کے دیکھنے

سے عدول و تجاوز نہ فرمایا کہ جن کے دیکھنے کے لیے آپ مامور تھے۔

(زرقانی علی المواہب، ج ۵، ص ۲۴۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هَهُنَا؟ وَاللَّهِ مَا يَخْفِي عَلَيَّ رُكُوعُكُمْ وَلَا خُشُوعُكُمْ وَإِنِّي لَأَكْرَأُكُمْ مِنْ وَرَاءَ ظَهْرِي

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میرا مونہ صرف قبلہ کی طرف دیکھتے ہو؟ خدا کی قسم مجھ پر نہ تمہارا رکوع اور نہ تمہارا خشوع پوشیدہ ہے اور بے شک میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

(بخاری کتاب الصلوٰۃ: ۷۴۱، مسلم: ۹۵۸)

ف: خشوع، دل کی ایک کیفیت کا نام ہے۔ (فرمایا قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ

هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خُشْعُونَ ۝) معلوم ہوا کہ قلوب کی کیفیتیں بھی نگاہ مصطفیٰ سے پوشیدہ نہیں

اے فروغت صبح آثار و دہور چشم تو بینندہ ما فی الصدور

(ڈاکٹر اقبال)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنِّي لَأَنْظُرُ إِلَى مَا وَرَائِي كَمَا أَنْظُرُ إِلَى مَا بَيْنَ يَدَيَّ (دلائل النبوت ابو نعیم، ص ۲۷۷، خصائص، ج ۱، ص ۶۱، زرقانی علی المواہب، ج ۴، ص ۸۲، سبل الہدی، ج ۱۰، ص ۴۵۰)

بے شک میں اپنے پیچھے سے بھی ایسا ہی دیکھتا ہوں جیسا کہ میں اپنے آگے سے دیکھتا ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرَى فِي الْبَيْتِ فِي الظُّلْمَةِ كَمَا يَرَى فِي النَّهَارِ فِي الضُّوءِ (خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۶۱، زرقانی علی المواہب، ج ۴، ص ۸۲، سبل الہدی، ج ۲، ص ۲۴)

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کے اندھیرے میں بھی ایسا ہی دیکھا کرتے تھے جیسا کہ دن کی روشنی میں۔

(سبل الہدی، ج ۲، ص ۲۴)

ان روایتوں کے لکھنے کے بعد علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَالْبَغْيُ أَنَّ رُؤْيَيْتَهُ فِي النَّهَارِ الصَّائِفِ وَاللَّيْلِ الْمَطْلَمِ مُتَسَاوِيَةٌ لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَهَا زَرْقَهُ الْإِطْلَافَ بِالْبَاطِنِ وَالْإِحَاطَةَ بِإِدْرَاكِ مُدْرِكَاتِ الْقُلُوبِ جَعَلَ لَهُ مِثْلَ ذَلِكَ فِي مُدْرِكَاتِ الْعُيُونِ وَمَنْ تَمَّ كَانَ يَرَى الْمَحْشُوسَ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِهِ كَمَا يَرَاهُ مِنْ أَمَامِهِ
(زرقانی علی المواہب، ج ۴، ص ۸۲، سبل الہدی، ج ۲، ص ۲۵)

پس معنی یہ ہے کہ آپ کا روشن دن اور اندھیری رات میں دیکھنا برابر ہے اس لیے کہ جب اللہ نے آپ کو باطن کی اطلاع اور دل کی باتوں کا پورا پورا ادراک عطا فرما دیا تو ایسا ہی آپ کی آنکھوں کو بھی (ظاہری و باطنی) ادراک عطا فرما دیا، چنانچہ آپ اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی اسی طرح دیکھتے تھے جیسا کہ اپنے آگے سے دیکھتے تھے۔

اور یہی وہ مبارک آنکھیں ہیں جو ساری کائنات کا مشاہدہ فرما رہی ہیں۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۖ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا ﴿۹۶﴾ (الاحزاب)

اے نبی بے شک ہم نے آپ کو بھیجا ہے حاضر و ناظر اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکا دینے والا آفتاب

اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جمیلہ بیان فرمائے ہیں۔ ان اوصاف میں سے ایک وصف جمیل شاہد اے ہے اور شاہد اے کے معنی ہیں حاضر و ناظر۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(۱) وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا (یونس: ۶۱)

اور تم جو بھی عمل کرتے ہو ہم تم پر حاضر و موجود ہوتے ہیں۔

(۲) وَاللَّهُ شَهِيدٌ عَلَى مَا تَعْمَلُونَ ﴿۹۸﴾ (آل عمران)

اور اللہ شہید ہے اس پر جو کچھ بھی تم کرتے ہو۔

(۳) إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ۝ (النساء)

(۴) أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتَ (البقرہ: ۱۳۳)

کیا تم (اس وقت) حاضر و موجود تھے جب کہ یعقوب (علیہ السلام) کے پاس موت آئی تھی

(۵) فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (البقرہ، ۱۸۵)

پس جو بھی تم میں سے رمضان کے مہینہ میں موجود ہو تو وہ ضرور روزے رکھے۔

(۶) الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةً جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَيْشَهِدَ عَذَابُهَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ (نور)

زانیہ عورت اور زانی مرد پس مارو ان دونوں کو سو سو درے اور اللہ کے حکم کی تعمیل میں تمہیں ان کو سزا دیتے وقت ترس نہیں آنا چاہیے اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر و موجود ہو۔

(۷) قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُوْا أَفْتُونِ فِيْ أَمْرِىْ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً أَمْرًا حَتَّى تَشْهَدُوْنَ ۝ (النمل)

ملکہ بلقیس نے کہا اے درباریو! مجھے میرے (اس) کام میں بتاؤ (کیونکہ) میں کوئی کام تمہاری موجودی کے بغیر طے نہیں کرتی۔

(۸) قَالُوا فَاتُوا بِهِ عَلَىٰ عَيْنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُونَ ۝ (الانبیاء)

انہوں نے کہا لاؤ ابرہیم کو لوگوں کے سامنے، تاکہ لوگ دیکھیں (کہ کون ہے جس نے بتوں کو توڑا ہے)

(۹) مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ أَهْلِهَا (النمل: ۴۹)

اس کے گھروالوں کی ہلاکت کے وقت ہم حاضر و موجود نہ تھے۔

(۱۰) وَشَهِيدٌ مِّمَّنْ هُوَ ① (البروج) اور قسم ہے حاضر کی اور اس کی جس پر وہ حاضر ہوتے ہیں۔

تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ

ان آیات میں خط کشیدہ الفاظ کو دیکھیے ان کا سب کا مادہ شہادت اور شہود ہے، اور شہادۃ و شہود کا معنی ہے حاضر و ناظر ہونا، چنانچہ امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

الشُّهُودُ وَالشَّهَادَةُ الْحُضُورُ مَعَ الشُّهُودِ أَوْ بِالصِّيرَةِ نَظَرٌ هُوَ مَعْنَى هُنَّ شُهُودٌ وَشَهَادَاتُ كَمَعْنَى هُنَّ حَاضِرُونَ مَعَهُ

(مفردات، ص ۲۶۹) بصیرت کے ساتھ۔

گواہ کو بھی شاہد اس لیے کہتے ہیں کہ وہ مشاہدہ کے ساتھ جو علم رکھتا ہے اس کو بیان کرتا ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ شاہد کا معنی حاضر و ناظر ہے تو اب یہ دیکھنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس کس پر حاضر و ناظر ہیں۔ تو اسی آیہ کریمہ کے تحت تفسیر ابوالسعود و تفسیر روح المعانی و تفسیر جمل میں ہے۔

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَهِيدًا عَلَىٰ مَنْ بُعِثْتَ إِلَيْهِمْ تَرَاتِبُ أَحْوَالِهِمْ وَتَشَاهُدُ أَعْمَالَهُمْ وَتَتَحَقَّلُ مِنْهُمْ الشَّهَادَةُ بِمَا صَدَرَ عَنْهُمْ مِنَ التَّصْدِيقِ وَالتَّكْذِيبِ وَ سَائِرِ مَا هُمْ عَلَيْهِ مِنَ الْهُدَى وَالضَّلَالِ وَ تُوَدِّيْهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ آدَاءً مَّقْبُولًا فَيَا لِهَمٍّ وَمَا عَلَيْهِمْ

(تفسیر ابوالسعود علی الکبیر، ج ۷، ص ۴۱۵، جمل، ج ۳، ص ۴۴۲، روح المعانی، ص ۴۲)

ہم نے بھیجا آپ کو شاہد (حاضر و ناظر) بنا کر ان سب پر جن کی طرف آپ رسول بنا کر بھیجے گئے آپ ان کے احوال کی نگہبانی کرتے ہیں اور ان کے اعمال کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور ان سے تخیل شہادت فرماتے یعنی ان کے گواہ بنتے ہیں، ان تمام چیزوں پر جو ان سے صادر ہوئیں تصدیق سے اور تکذیب سے اور باقی ان تمام چیزوں سے جن پر وہ ہیں ہدایت اور گمراہی سے اور آپ اس شہادۃ کو ادا فرمائیں گے

قیامت کے دن ان تمام باتوں سے جو ان کے لیے مفید اور مضر ہوں گی۔

اور اسی طرح تفسیر بیضاوی و تفسیر مدارک و تفسیر جلالین میں ہے۔

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا عَلَىٰ مَنْ بُعِثْتُ ہم نے بھیجا آپ کو شاہد (حاضر و ناظر) بنا
إِلَيْهِمْ کر ان سب پر جن کی طرف آپ رسول بنا
کر بھیجے گئے۔

ان تمام معتبر تفاسیر سے ثابت ہوا کہ آپ ان سب پر حاضر و ناظر ہیں جن کی طرف آپ کو رسول بنا کر بھیجا گیا۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ آپ کس کس کی طرف رسول بن کر تشریف لائے ہیں، تو خود حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

أُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا
(مسلم شریف: ۱۱۶۷) گیا ہوں۔

پس ثابت ہو گیا کہ حضور ﷺ تمام مخلوق کو اپنی بصیرت مبارکہ سے ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کہ حضور ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ
إِنَّ اللَّهَ زَاوَى لِيَ الْأَرْضِ حَتَّى رَأَيْتُ نے میرے لیے زمین کو سمیٹا (یعنی سمیٹ
مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا کر مثل ہتھیلی کے کر دیا) یہاں تک کہ میں
(مسلم شریف: ۷۲۵۹) نے ساری دنیا اور اس کے مشرقوں اور
مغربوں کو دیکھ لیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کہ حضور ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ
إِنَّ اللَّهَ قَدْ رَفَعَ عَلَى الدُّنْيَا قَانًا أَنْظُرُ إِلَيْهَا نے میرے لیے دنیا کے حجابات اٹھا دیے
وَالِی مَا هُوَ كَائِنٌ فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ہیں تو میں دنیا اور جو کچھ بھی اس میں قیامت

كَانَتْهَا أَنْظُرَ إِلَى كَفِّي هَذِهِ (زرقانی علی تک ہونے والا ہے۔ سب کو ایسے دیکھ رہا
المواہب، ج ۷، ص ۲۰۴، کنز العمال، ۳۱۸۱۰) ہوں جیسے کہ اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
وَإِنَّ مَوْعِدَكُمْ الْحَوْضَ وَإِنِّي لَأَنْظُرُ إِلَيْهِ تمہاری ملاقات کی جگہ حوض کوثر ہے اور
مِنْ مَقَامِي هَذَا میں اس کو یہاں سے دیکھ رہا ہوں۔

(بخاری شریف: ۴۰۴۱، مسلم: ۵۹۷۶)

ان روایات سے ثابت ہوا کہ نگاہ نبوت سے کائنات کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں قیامت
تک جو کچھ ہونے والا ہے آپ مثل کف دست دیکھ رہے ہیں۔

حضور اکرم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ أَكُنْ أَرِيْتُهُ إِلَّا رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هَذَا حَتَّى الْجَنَّةِ وَالنَّارِ کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو ہونے والی ہو مگر
میں نے اس کو اس مقام پر دیکھ لیا ہے
(بخاری: ۸۶۱)

ف: جنت ساتوں آسمانوں کے اوپر اور دوزخ ساتوں زمینوں کے نیچے ہے۔

معلوم ہوا کہ نگاہ مصطفیٰ کی رسائی تحت الثریٰ سے لے کر ثریا بلکہ اس سے بھی وراء
الورىٰ تک ہے۔ نیز نکرہ چیز نفی میں عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ گناہ مَصْرُوعٌ فِي كُتُبِ الْأَصُولِ
پس ثابت ہوا کہ کوئی چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت سے خارج نہیں۔ فافہم ے

سر عرش پر ہے تری گزر دل فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں
(اعلیٰ حضرت)

جنگ موتہ جو ملک شام میں ہو رہی تھی، اس کے سارے حالات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
مدینہ منورہ ہی میں بیٹھے بیٹھے صحابہ کرام کو بتائے، جو علم اسلام اٹھاتا، اور جس جس صورت میں
وہ شہید ہوتا، آپ بتاتے جا رہے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

(بخاری: ۴۲۶۲، مشکوٰۃ: ۵۸۸۷)

اسی اثنا میں آپ مسکرا نے لگے، آپ سے مسکرا نے کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا میں اپنے دوستوں کے قتل ہو جانے پر غمگین ہوا مگر اب انہیں جنت میں ایک دوسرے کے مقابل تختوں پر بیٹھے ہوئے دیکھ کر خوشی سے مسکرایا ہوں۔

(خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۴۳۲، سبل الہدی، ج ۶، ص ۱۵۴)

جب حضرت یعلیٰ بن منبہ جنگ موتہ کی خبر لے کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ جنگ کے تفصیلی حالات پہلے میں تجھ کو بتاؤں یا تو بتائے گا، اس نے عرض کیا آپ ہی بتائیں! آپ نے جو کچھ وہاں ہوا، جو جو کسی پر گزرا جس جس طرح کوئی شہید ہوا، سب تفصیلاً سنا دیا۔ حضرت یعلیٰ نے سن کر کہا۔ خدا کی قسم آپ کے بیان اور اصل واقعات میں سرمو فرق نہیں ہے۔ واقعی اسی طرح ہوا جس طرح کہ آپ نے حرف بحرف بتا دیا ہے۔ (بیہقی، ابونعیم، ج ۴، ص ۳۶۵، خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۲۵۹، سبل الہدی، ج ۶، ص ۱۵۳)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ (ترمذی: ۲۳۱۲، ابن دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔

ماجہ: ۴۱۹۰، مشکوٰۃ: ۷۳۴)

حضرت عبدالرحمن بن عائش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ (مشکوٰۃ: ۷۲۵، کنز العمال: ۱۱۵۱) دیکھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَبَّهُ عَزَّوَجَلَّ مَرَّتَيْنِ مَرَّةً بَبَصَرَةٍ وَ مَرَّةً بَقُوَادٍ بلاشبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دوبار دیکھا ایک بار سر کی آنکھ سے اور ایک بار دل کی آنکھ سے۔

(طبرانی: ۱۲۵۶۳، خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۱۶۱)

ان ہی سے امام بیہقی نے کتاب الروایت میں روایت فرمائی کہ

إِنَّ اللَّهَ أَصْطَفَىٰ إِبْرَاهِيمَ بِالْخُلَّةِ وَأَصْطَفَىٰ مُوسَىٰ بِالْكَلَامِ وَأَصْطَفَىٰ مُحَمَّدًا بِالرُّؤْيَةِ
 بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم (علیہ السلام) کو خلت سے اور موسیٰ (علیہ السلام) کو کلام سے اور محمد ﷺ کو اپنے دیدار سے امتیاز بخشا۔
 (زرقانی علی المواہب، ج ۶، ص ۱۱۷، خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۱۶۱، سبل الہدیٰ، ج ۳، ص ۶۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَىٰ رَبَّهُ عَزَّوَجَلَّ (ابن خزيمة، زرقانی علی المواہب، ج ۶، ص ۱۱۸)

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

أَنَا أَقُولُ بِحَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ بِعَيْنِهِ رَأَىٰ رَبَّهُ رَأَاهُ حَتَّىٰ انْقَطَعَ نَفْسُهُ
 میں حدیث ابن عباس کے مطابق (عقیدہ رکھتے ہوئے) کہتا ہوں کہ آپ نے اپنے رب کو اسی آنکھ سے دیکھا، دیکھا دیکھا یہاں تک فرماتے رہے کہ سانس ٹوٹ گئی۔
 (شفاء شریف، ج ۱، ص ۱۲۰)

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ قسم کھا کر فرماتے تھے کہ

لَقَدْ رَأَىٰ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ (شفاء شریف، ج ۱، ص ۱۲۰، سبل الہدیٰ، ج ۳، ص ۵۸)

امام قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ امام ابو الحسن اشعری اور صحابہ کرام کی ایک جماعت نے فرمایا ہے۔

أَنَّكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَىٰ اللَّهَ

کہ نبی ﷺ نے اپنی ان سرکی آنکھوں

تَعَالَى بِبَصَرِهِ وَعَيْنِي رَأَيْتُهُ
سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔
(شفاء شریف، ج ۱، ص ۱۲۱)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ
اَلرَّاجِعُ عِنْدَ أَكْثَرِ الْعُلَمَاءِ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ
اكثر علماء کے نزدیک ترجیح اسی کو ہے کہ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَبَّهُ بِعَيْنِي رَأَيْتُهُ
بلاشبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں
لَيْلَةَ الْبُعْرَاجِ۔ (زرقانی علی المواہب، ج ۶،
اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا
ص ۱۱۶، سبل الہدی، ج ۳، ص ۵۹)
ہے۔

ان روایات سے صراحۃً ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا حجاب اللہ تعالیٰ کو دیکھا،
بعض لوگ آیہ کریمہ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ سے استدلال کرتے ہوئے کہہ دیتے ہیں کہ دیدار
الہی ناممکن اور محال ہے۔

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ آیت میں ادراک یعنی احاطہ کی نفی ہے نہ کہ رؤیت کی
کیونکہ ادراک کے معنی ہیں مدرک کے جوانب و حدود پر محیط ہونا چنانچہ حضرت سعید بن
مسیب اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور جمہور مفسرین و محدثین ادراک کی تفسیر احاطہ
سے فرماتے ہیں اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ کوئی آنکھ اس کا احاطہ کر لے، کیونکہ
احاطہ اس چیز کا ہو سکتا ہے جس کے حدود و جوانب ہوں اور اللہ تعالیٰ کے لیے حدود و جوانب
محال ہیں لہذا اس کا ادراک و احاطہ بھی محال اور ناممکن ہے۔

اور رؤیت و دید کے معنی ہیں کہ بصر کسی چیز کو جیسی کہ وہ ہو ویسا جانے، تو جو چیز جہت
والی ہوگی، اس کی رؤیت و دید جہت میں ہوگی، اور جس کے لیے جہت نہ ہوگی اس کی دید
بے جہت ہوگی، جو لوگ ادراک اور رؤیت میں فرق نہیں کرتے وہ اپنی جہالت کی وجہ سے
گمراہ ہو گئے۔

نیز اگر دیدار الہی ناممکن ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے لیے سوال نہ کرتے۔
رَبِّ أَرِنِي أَنْظُرْ إِلَيْكَ (اے میرے رب مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں دیکھوں) اور ان کے
جواب میں فَإِنْ اسْتَفْتَرْتَهُمْ كَأَنَّهُ سَفِيَ فَأَوَّلُ الْيَوْمِ (اگر یہ پہاڑ اپنی جگہ پر قائم رہا تو تم بھی مجھ

کو دیکھ لو گے) نہ فرمایا جاتا بلکہ یوں کہا جاتا تَنِّیْرَیْ أَحَدٌ (مجھے ہرگز کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا) یَا لَنُ اُدٰی (کہ میں ہرگز دیکھا ہی نہیں جاسکتا) تو گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار کو استقرار پہاڑ پر معلق فرمایا، اور استقرار پہاڑ امر ممکن ہے، محال نہیں لہذا دیدار الہی بھی ممکن ہو محال نہ ہوا کیونکہ جو چیز امر ممکن پر معلق کی جائے وہ بھی ممکن ہی ہوتی ہے محال نہیں ہوتی تو دیدار الہی جس کو پہاڑ کے ثابت رہنے پر معلق فرمایا گیا، ممکن ہوا۔ معلوم ہوا کہ جو لوگ دیدار الہی کو محال بتاتے ہیں ان کا قول باطل ہے۔

ان دلائل حقہ سے ثابت ہوا کہ بلاشبہ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو بے حجاب دیکھا، اور بلا واسطہ کلام فرمایا۔

کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی آنکھوں والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام (اعلیٰ حضرت)

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

رسول علیہ السلام مطلع است بہ نور نبوت کہ حضور ﷺ اپنے نور نبوت سے ہر
بردین ہر متدین بدین خود کہ در کد ام درجہ دیندار کے دین کو جانتے ہیں کہ دین کے
از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او کس درجہ میں ہے اور اس کے ایمان کی
چیست و حجابے کہ بداں از ترقی محبوب حقیقت کیا ہے اور کون سا حجاب اس کی
ماندہ است کد ام است پس اومی شناسد ترقی میں مانع ہے پس حضور علیہ السلام
گناہان شمار اور درجات ایمان شمار او اعمال تمہارے گناہوں کو تمہارے ایمانی
بد و نیک شمار او اخلاق و نفاق شمار، لہذا درجات کو اور تمہارے نیک و بد اعمال کو
شہادت اور دنیا بحکم شرع در حق امت اور تمہارے اخلاق و نفاق کو جانتے
مقبول و واجب العمل است پہچانتے ہیں لہذا ان کی گواہی دنیا میں بحکم
(تفسیر عزیزی، ج ۱، ص ۲۳۶) شرع امت کے حق میں قبول اور واجب

العمل ہے۔

حضرت شیخ الحدیث شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

باچندیں اختلاف و کثرت مذاہب کہ در علماء امت است یک کس را دریں مسئلہ خلاف نیست کہ آنحضرت ﷺ حقیقت حیات بے شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم و باقیست و بر اعمال امت حاضر و ناظر است (حاشیہ اخبار الاخیار، ص ۱۵۵) امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں۔

حضرت شاہ عبدالحق اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہما وہ مسلم ہستیاں ہیں جن کی ہر بات واجب التسلیم ہے، اہل علم و فضل ان حضرات کے علم و فضل زہد و تقویٰ کو خوب جانتے ہیں۔ ان حضرات کا یہ فرمانا کہ نبی ﷺ نور نبوت سے ہر چیز کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔ آپ کے حاضر و ناظر ہونے کا کس قدر روشن ثبوت ہے۔ بصورت دیگر یہ کہنا پڑے گا کہ ان حضرات نے بغیر تحقیق کے ایسا فرما دیا۔ معاذ اللہ

حضور پر نور ﷺ تو سید الانبیاء والمرسلین ہیں، آپ کے غلاموں کی یہ شان ہے کہ حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَعَزَّةٌ رَبِّيَ أَنَّ السُّعْدَاءَ وَالْأَشْقِيَاءَ
يُعْرَضُونَ عَلَيَّ وَإِنَّ عَيْنِي فِي اللُّوحِ
الْمَحْفُوظِ وَأَنَا غَائِصٌ فِي بَحَارِ عِلْمِ اللَّهِ
(زبدۃ الآثار و بجمۃ الاسرار، ص ۲۲)

مجھے رب العزت کی قسم! بے شک سعداء اور اشقیاء مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں اور میری آنکھ لوح محفوظ میں دیکھتی ہے۔ میں علم الہی کے سمندر میں غوطہ زن ہوں۔

نیز فرمایا ۔

نَظَرْتُ إِلَى بِلَادِ اللَّهِ جَمْعًا كَخَزَائِكَةٍ عَلَى حُكْمِ اتِّصَالِ
(تفسیر غوثیہ)

میں نے خدا کے سارے شہروں کو یوں دیکھا ہے جیسے ایک رائی کا دانہ ہو۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”میں لوح محفوظ میں دیکھتا ہوں“۔ (تفسیر مظہری، ج ۵، ص ۲۰۰)

سید العارفین مولانا روم علیہ الرحمۃ القیوم فرماتے ہیں۔

لوح محفوظ است پیش اولیاء از چہ محفوظ است محفوظ از خطا
لوح محفوظ اولیاء اللہ کے پیش نظر ہوتی ہے اور جو کچھ اس میں محفوظ ہے وہ خطا سے محفوظ
ہے۔

حضرت خواجہ خواجگان شاہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

حضرت عزیزاں علیہ الرحمۃ والرضوان می حضرت عزیزاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زمین
گفتہ اند کہ زمین در نظرایں طائفہ چوں گروہ اولیاء کے سامنے مثل دسترخوان کے
سفرہ ایست و مای گوئم چوں روئے نا ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ ساری زمین ان
خنہ نیست چچ چیز از نظر ایشان غائب نیست کے سامنے ایسی ہے، جیسے روئے ناخن کوئی
(نہات الانس، ص ۳۲۸) چیز بھی ان کی نظر سے غائب نہیں ہے۔

شیخ الحدیث، امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے (جامع الاحادیث: ۳۵۷۵۰، ۳۵۸۲۷) میں اور (طبرانی کبیر: ۳۳۶۷) و ابونعیم نے حضرت حارث ابن مالک انصاری سے روایت کی
جس کو مولانا روم نے بھی مثنوی شریف دفتر اول میں بیان فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے
صحابی حضرت زید رضی اللہ عنہ سے ایک دن فرمایا

گفت پیغمبر صبا حے زید را کیف اصحت اے رفیق باصفا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صبح کے وقت زید سے فرمایا اے مخلص دوست تم نے
کس حالت میں صبح کی۔

گفت عبدا مومنا باز بگفت کونشاں از باغ ایماں گر شگفت
انہوں نے عرض کیا مومن بندہ کی سی حالت میں پھر آپ نے فرمایا اگر باغ ایمان کھلا
ہے تو اس کی نشانی کیا ہے۔

گفت خلقاں چوں بہ بند آسماں من بہ بینم عرش را با عرشیاں
عرض کیا مخلوق تو آسمان کو دیکھتی ہے، میں عرش کو عرشوں سمیت دیکھتا ہوں۔

ہشت جنت ہفت دوزخ پیش من ہست پیدا ہم چوبت پیش شمن
آٹھوں بہشت اور ساتوں جہنم میرے سامنے اس طرح نمودار ہیں جس طرح بت
پرست کے آگے بت۔

یک بیک وای شناسم خلق را ہم چو گندم من ز جو در آسیا
میں مخلوق کو ایک ایک کر کے پہچانتا ہوں۔ جس طرح چکی کے کارخانہ میں گیہوں اور جو
میں فرق کر لیا جاتا ہے۔

کہ بہشتی کیست و بیگانہ کی است پیش من پیدا چوما رومای ست
کہ بہشتی کون ہے اور ملعون کون ہے۔ میرے سامنے سانپ اور مچھلی کی طرح الگ
الگ ظاہر ہیں۔

اہل جنت پیش چشم ز اختیار در کشیدہ یک بہ یک رادر کنار
جنتی لوگ میری آنکھ کے سامنے پسندیدگی کے ساتھ ایک دوسرے سے بغل گیر ہو
رہے ہیں۔

کرشد ایں گوشت ز بانگ آہ آہ از حنین و نعرہ وا حسرتا
میرے یہ کان دوزخیوں کی ہائے کی آواز اور رونے چلانے اور ہائے افسوس
کے نعرہ سے بہرے ہو گئے۔

یا رسول اللہ بگویم سر حشر در جہاں پیدا کنم امروز نثر
یا رسول اللہ میں حشر کا بھید کہہ ڈالوں، آج ہی جہاں میں سب راز ظاہر کر دوں۔
ہین بگویم یا فرو بندم نفس لب گزیش مصطفیٰ یعنی کہ بس
ہاں فرمائیے سب کچھ کہہ ڈالوں یا چپ رہوں جناب مصطفیٰ ﷺ نے جواب میں
اپنا لب دانتوں میں دبایا۔ مراد یہ تھی، چپ رہو۔

اب غور فرمائیے جب حضور ﷺ کے غلاموں کی یہ شان ہے کہ کوئی چیز ان سے
پوشیدہ نہیں تو حضور سید عالم ﷺ کی کیا شان ہے۔ کیا ان کی نگاہ نبوت سے کوئی چیز پوشیدہ
رہ سکتی ہے؟ ہر گز نہیں

فوائد

- (۱) یہ کہ حضور ﷺ آگے اور پیچھے، نیچے اور اوپر یکساں دیکھتے ہیں۔
- (۲) یہ کہ اندھیرا حضور ﷺ کے لیے حجاب نہیں ہے، اندھیرے اور روشنی میں بھی یکساں دیکھتے ہیں۔
- (۳) یہ کہ حضور ﷺ ساری دنیا اور جو کچھ بھی اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو مثل کف دست ملاحظہ فرما رہے ہیں۔
- (۴) یہ کہ حضور ﷺ حاضر و ناظر ہیں اور ہر امتی کے ظاہری اور باطنی تمام حالات حضور ﷺ کے پیش نظر ہیں۔
- (۵) یہ کہ حضور ﷺ نے اپنے رب کو بے حجاب ان آنکھوں سے دیکھا اور کوئی غیب کیا تم سے نہیں ہو بھلا؟
- جب نہ خدا ہی چھپا، تم پہ کروڑوں درود
- (۶) یہ کہ عرش و فرش جنت و دوزخ، لوح محفوظ و اولیاء اللہ کے پیش نظر ہوتے ہیں۔

گوشِ مبارک

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کان لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام
(اعلیٰ حضرت)



حضور ﷺ کے ہر دو گوش مبارک کامل و تمام تھے۔ قوت بصر کی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوت سمع بھی بطریق خرق عادت اور غایت درجہ کی عطا فرمائی تھی کہ آپ قریب و بعید کو یکساں سنتے تھے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنِّي أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ وَأَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُونَ (ترمذی: ۲۳۱۲، ابن ماجہ: ۴۱۹۰،
مشکوٰۃ: ۵۳۴)

حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ شام کے وقت نکلے تو آپ نے ایک آواز سنی۔

فَقَالَ يَهُودُ تُعَذَّبُ فِي قُبُورِهَا
توفرمایا کہ یہودیوں کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔ (بخاری شریف: ۱۳۷۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت بلال سے فرمایا:

يَا بِلَالُ هَلْ تَسْمَعُ مَا أَسْبَعُ قَالَ لَا
وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَسْبَعُهُ قَالَ أَلَا
تَسْمَعُ أَهْلَ الْقُبُورِ يُعَذَّبُونَ
(المستدرک للحاکم: ۱۱۸) (یہودیوں کو عذاب ہو رہا ہے) (اور وہ

واوایلا کر رہے ہیں)

حضرت عبد اللہ بن عباس و حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم حضور پر نور

ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ ناگہاں حضور ﷺ نے اپنا سر مبارک اٹھا کر فرمایا وَعَلَيْكُمْ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ۔

فَقَالَ النَّاسُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا هَذَا قَالَ
 مَكِّيٌّ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فِي مَلَأَةٍ مِّنَ
 الْمَلِكَةِ فَسَلَّمَتْ عَلَيْهِ (خصائص کبریٰ، ج ۱،
 ص ۲۶۱، المستدرک: ۴۹۴، ۴۹۳، سبل
 الہدیٰ، ج ۱۱، ص ۱۰۹)
 حاضرین نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ
 نے کس کو سلام کا جواب دیا ہے؟ فرمایا:
 جعفر بن ابی طالب فرشتوں کی ایک
 جماعت کے ساتھ اوپر سے گزرے ہیں
 انہوں نے مجھے سلام کیا جس کا میں نے
 جواب دیا ہے۔

ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

کہ حضور ﷺ ایک رات میرے ہاں تشریف فرما تھے آپ حسب معمول نماز تہجد
 کے لیے اٹھے اور وضو کرنے کی جگہ تشریف لے گئے:

فَسَبَّحْنَاهُ يَقُولُ فِي مُتَوَصَّاهُ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ
 لَبَّيْكَ نَصْرَتٌ نَصْرَتٌ فَلَمَّا خَرَجَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ
 يَا رَسُولَ اللَّهِ سَبَّحْتَكَ تَقُولُ فِي
 مُتَوَصَّاهُ لَبَّيْكَ ثَلَاثًا وَنَصْرَتٌ ثَلَاثًا
 تَكَلِّمُ انْسَانًا فَهَلْ كَانَ مَعَكَ أَحَدٌ فَقَالَ
 هَذَا رَاجِزٌ يَسْتَصْرِخُنِي

تو میں نے سنا کہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا
 کہ میں تیرے پاس پہنچا، اور تو مدد کیا گیا
 ہے، جب حضور ﷺ وضو کر کے باہر
 تشریف لائے تو میں نے عرض کیا یا رسول
 اللہ صلی اللہ علیک وسلم نے میں سنا ہے کہ
 آپ نے تین مرتبہ لبیک اور تین مرتبہ
 نصرت فرمایا ہے گویا کہ آپ کسی انسان
 سے کلام فرما رہے ہیں۔ کیا آپ کے پاس
 کوئی تھا؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ
 راجز مجھ سے فریاد کر رہا ہے۔

ف: حالانکہ وہ مکہ میں تھا اور حضور مدینہ میں، مگر حضور نے اس کی فریاد کو سنا اور دست
 گیری فرمائی۔

واقعہ یہ تھا کہ صلح حدیبیہ میں بنی بکر قریش کی طرف سے ذمہ دار تھے اور خزاعہ حضور
 اکرم ﷺ کی طرف سے ذمہ دار تھے اور یہ ذمہ داری اس عہد پر تھی کہ آئندہ دس سال

میں باہمی جنگ نہ ہوگی۔ مگر قریش نے عہد اور شرائط کو توڑ دیا اور بنی بکر وغیرہ کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔

(اصابہ: ۵۸۵؛ سبل الہدی والرشاد، ج ۵، ص ۲۰۲، طبرانی صغیر: ۹۶۸)

اس وقت حضرت عمر بن سالم راجز نے مکہ مکرمہ سے فریاد کی اور حضور اکرم ﷺ سے مدد مانگی، جس کے جواب میں آپ نے تین مرتبہ ”لبیک“ اور تین مرتبہ ”نصرت“ فرما کر اس کی مدد فرمائی۔

چنانچہ بعد ازاں حضور اکرم ﷺ نے قریش پر چڑھائی کی اور مکہ فتح ہو گیا گویا ظاہری اور باطنی امداد کا ظہور ہوا۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يُصَلِّيَ عَلَيَّ إِلَّا بَلَغَنِي صَوْتُهُ حَيْثُ كَانُ قُلْنَا وَ بَعْدَ وَقَاتِكَ قَالَ وَ بَعْدَ وَقَاتِكَ إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ (جلاء الافہام، ابن قیم، ص ۷۳، طبرانی: ۵۸۹، سبل الہدی والرشاد، ج ۱۲، ص ۵۸۸)

کوئی شخص ایسا نہیں کہ جو مجھ پر درود پڑھے مگر اس کی آواز مجھے پہنچتی ہے (یعنی میں اس کی آواز کو سنتا ہوں) چاہے وہ کہیں ہو، صحابہ نے عرض کی، یا رسول اللہ اور وفات کے بعد بھی (آپ سنیں گے؟) فرمایا اور وفات کے بعد بھی، کیونکہ اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) نے حرام قرار دیا ہے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا۔

دلائل الخیرات شریف کے خطبہ میں ہے:

قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ أَرَأَيْتَ صَلَوةَ الْمُصَلِّينَ عَلَيْكَ مِمَّنْ غَابَ عَنْكَ وَمَنْ يَأْتِي بَعْدَكَ مَا حَالَهُمَا عِنْدَكَ فَقَالَ أَسْمِعْ صَلَوةَ أَهْلِ مَحَبَّتِي وَأَعْرِفُهُمْ (دلائل

حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ کے نزدیک، آپ سے دور رہنے والوں اور بعد میں آنے والوں کے درودوں کا کیا حال ہے تو فرمایا کہ ہم محبت والوں کے

الخیرات ص ۳۵ مطبوعہ مطبع کریمی، بمبئی) درود کو خود سنتے ہیں اور ان کو پہنچاتے ہیں۔

حضرت ابو بکر محمد بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كُنْتُ عِنْدَ أَبِي بَكْرٍ بْنِ مُجَاهِدٍ فَجَاءَ
السَّبِيُّ فَقَامَ إِلَيْهِ أَبُو بَكْرٍ بْنُ مُجَاهِدٍ
فَعَانَقَهُ وَ قَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ فَقُلْتُ لَهُ يَا
سَيِّدِي تَفْعَلُ هَذَا بِالسَّبِيِّ وَأَنْتَ وَ
جَبِيْعٌ مِّنْ بَغْدَادٍ يَتَصَوَّرُ أَنَّهٗ مَجْنُوْنٌ
فَقَالَ لِي فَعَلْتُهُ بِهِ كَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَّ بِهِ وَ ذٰلِكَ اِنِّي
رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِي الْمَنَامِ وَقَدْ اَقْبَلَ السَّبِيُّ فَقَامَ اِلَيْهِ
وَقَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ
اَتَفْعَلُ هَذَا بِالسَّبِيِّ فَقَالَ هٰذَا يَفْعُرُ
بَعْدَ صَلَوٰتِهِ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ
اَنْفُسِكُمْ اِلٰى اٰخِرِهَا وَيَقُوْلُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ
صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدٌ قَالَ فَلَمَّا
دَخَلَ السَّبِيُّ سَأَلْتُهُ عَنَّا يَذْكُرُ بَعْدَ
الصَّلٰوةِ فَذَكَرَ مِثْلَهُ

(جلاء الافہام، ابن قیم، ص ۲۹۷)

کہ میں حضرت ابو بکر بن مجاہد کے پاس تھا تو شبلی آئے اور ابو بکر بن مجاہد اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوئے اور اس سے معانقہ کیا اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا تو میں نے کہا اے میرے سردار آپ شبلی کے ساتھ ایسا کرتے ہیں؟ حالانکہ آپ اور تمام بغداد والے اسے دیوانہ تصور کرتے ہیں، تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے شبلی کے ساتھ ایسا ہی کیا ہے جیسا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ یہ شبلی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آیا تو آپ اس کے لیے کھڑے ہو گئے اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ شبلی کے ساتھ ایسا کرتے ہیں؟ (یہ تو دیوانہ ہے) تو آپ نے فرمایا یہ شبلی ہر نماز کے بعد پڑھتا ہے ”لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ“ آخر

سورت تک اور پھر تین مرتبہ کہتا ہے ”صلی
 اللہ علیک یا محمد!“ حضرت محمد بن عمر
 فرماتے ہیں کہ میں نے شبلی سے پوچھا تو
 انہوں نے تصدیق کی اور ویسے ہی بیان
 کیا جیسے میں نے سنا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

جس نے میرے ولی سے عداوت کی میں نے اس کو جنگ کا چیلنج کر دیا اور جن چیزوں
 کے ذریعہ بندہ میرا قرب حاصل کرتا ہے ان میں سب سے زیادہ محبوب چیز میرے نزدیک
 فرائض ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میری طرف ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے۔

حَتَّىٰ أَحَبَّبْتُهُ فَإِذَا أَحَبَّبْتُهُ فَكُنْتُ سَبْعَهُ
 الَّذِي يَسْبَعُهُ وَبَصَرَ الَّذِي يَبْصُرُهُ
 وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي
 يَنْشِي بِهَا (بخاری شریف: ۶۵۰۲)

سے وہ سنتا ہے اور اس کی بصر ہو جاتا ہوں
 جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو
 جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا
 پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ خدا بندے میں حلول کر جاتا ہے یا بندہ خدا ہو جاتا
 ہے؟ یا اس کے اعضاء کان، آنکھیں، ہاتھ اور پاؤں وغیرہ خدا ہو جاتے ہیں، معاذ اللہ۔ پھر
 اس کا مطلب کیا ہے؟

بعض کم فہم لوگ تو اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ بندہ نیک ہو جاتا ہے پھر
 آنکھوں سے کوئی بری و ناجائز چیز دیکھتا نہیں، کانوں سے کوئی برا کلام سنتا نہیں، ہاتھوں سے
 کوئی برا کام کرتا نہیں، اور پاؤں سے کسی برے کام کے لیے چل کر جاتا نہیں، پھر وہ ہر کام
 شرع کے مطابق کرتا ہے۔

حدیث کا یہ مطلب بیان کرنا بالکل غلط اور کم فہمی کی دلیل ہے۔ کیونکہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں فَإِذَا أَحْبَبْتَهُ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ الْخَلْقُ یعنی جب میں اس کو محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کی سمع ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے الخ جس سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ یہ مرتبہ محبوب ہونے کے بعد ملتا ہے، اور نیک ہونا، برے کاموں سے بچنا اور تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنا تو محبوبیت سے پہلے لازمی ہے۔ فرمایا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴿۹۶﴾ (توبہ: ۹۶) بے شک اللہ تعالیٰ تو فاسق لوگوں سے راضی نہ ہوگا۔ اور فرمایا میرے حبیب کہہ دیجئے فَإِنَّهُ يَحْبِبُكُمْ اللَّهُ (آل عمران: ۳۱)۔ اے لوگو! میری اتباع کرو اللہ تمہیں محبوب بنا لے گا۔ معلوم ہوا کہ نیک ہونا اور حضور ﷺ کی کامل اتباع کر کے مقام محبوبیت کا حاصل کرنا پہلے ہے اس کے بغیر تو مقام محبوبیت کا حصول ہی ناممکن ہے اور یہ مرتبہ محبوب ہونے کے بعد ملتا ہے جو پرہیزگاری، قرب، نوافل اور محبوبیت کا نتیجہ و ثمرہ ہے پھر وہ بندہ مظہر صفات الہیہ ہو جاتا ہے اور کمال انسانیت کے مرتبے پر فائز ہو جاتا ہے جس کے لیے اس کی تخلیق ہوئی۔ تَخَلَّقُوا بِأَخْلَاقِ اللَّهِ کا پیکر ہو جاتا ہے۔

پھر صفات خداوندی کا جلوہ اس میں نظر آنے لگتا ہے تو وہ دور و نزدیک کی آوازوں کو سنتا ہے اور دور و نزدیک کو دیکھتا ہے اور دور و نزدیک اور مشکل و آسان میں تصرف کرتا ہے جیسا کہ اس حدیث کی شرح میں امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَ كَذَلِكَ الْعَبْدُ إِذَا وَاطَبَ عَلَى الطَّاعَاتِ بَدَعَ النِّقَامَ الَّذِي يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَىٰ كُنْتُ لَهُ سَمْعًا وَ بَصَرًا فَإِذَا صَارَ نُورُ جَلَالِ اللَّهِ سَمْعًا لَهُ سَمِعَ الْقَرِيبَ وَ الْبُعِيدَ وَ إِذَا صَارَ ذَلِكَ النُّورُ بَصَرًا لَهُ رَأَى الْقَرِيبَ وَ الْبُعِيدَ وَ إِذَا صَارَ ذَلِكَ النُّورُ يَدًا لَهُ قَدَرَ عَلَى التَّصَرُّفِ فِي

اور اسی طرح جب کوئی بندہ نیکیوں پر ہیشگی اختیار کرتا ہے تو وہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کنت لہ سمعاً و بصراً فرمایا ہے جب اللہ کے جلال کا نور اس کی سمع ہو جاتا ہے تو وہ دور و نزدیک کی آوازوں کو سننے لگ جاتا ہے اور جب یہی نور اس کی بصر ہو جاتا ہے تو وہ دور و

الصَّعْبِ وَالسَّهْلِ وَالْقَرِيبِ وَالْبَعِيدِ نزدیک کی چیزوں کو دیکھنے لگ جاتا ہے۔
 (تفسیر کبیر، ج ۵، ص ۶۸۸، مصری) اور جب یہی نور جلال اس کا ہاتھ ہو جاتا
 ہے تو وہ مشکل و آسانی میں دور اور قریب
 تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔

جب اولیاء اللہ کی یہ شان ہے تو مظہر ذات و صفات سرور کائنات حبیب خالق کائنات
 جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی کیا شان ہوگی جو سید المرسلین حبیب رب
 العالمین ہیں، کیا وہ دور و نزدیک کی آوازوں کو نہیں سنتے۔ کیا وہ قریب و بعید کو نہیں دیکھتے۔
 کیا وہ مشکل و آسانی میں دور اور قریب تصرف نہیں فرماتے؟ ہاں ہاں وہ ضرور سنتے ہیں اور
 دیکھتے بھی ہیں۔

سنتے ہیں دیکھتے ہیں سمیع و بصیر ہیں منکر کو ہے وعید عذاب شدید کا
 مفتی عبدالحی صاحب لکھنوی فرماتے ہیں کہ حضرت عباس نے پوچھا یا رسول اللہ
 (صلی اللہ علیہ وسلم) چاند آپ کے ساتھ کیا معاملہ کرتا تھا اور آپ ان دنوں چہل روزہ تھے؟ آپ
 نے فرمایا کہ مادر مشفقہ نے ہاتھ میرا مضبوط باندھ دیا تھا۔ اس کی اذیت سے مجھے رونا آتا
 تھا اور چاند منع کرتا تھا۔ حضرت عباس نے عرض کیا آپ ان دنوں چہل روزہ تھے یہ حال
 کیونکر معلوم ہوا؟ فرمایا لوح محفوظ پر قلم چلتا تھا اور میں سنتا تھا حالانکہ شکم مادر میں تھا اور
 فرشتے عرش کے نیچے پروردگار کی تسبیح کرتے تھے اور میں ان کی تسبیح کی آواز سنتا تھا حالانکہ
 شکم مادر میں تھا۔ بلفظہ۔ (مجموعۃ الفتاویٰ، ج ۲، ص ۹۷، مطبوعہ یوسفی واقع لکھنؤ)

اس حدیث میں غور فرمائیے کہ جب نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی قوت سماعت کا یہ
 حال ہے کہ شکم مادر میں رہ کر لوح محفوظ پر چلتے ہوئے قلم کی اور عرش کے نیچے تسبیح کرنے
 والے فرشتوں کی آواز سنتے تھے تو کیا آج گنبد خضراء میں رہتے ہوئے درود و سلام کی
 آوازیں نہیں سنتے؟ یقیناً سنتے ہیں۔

آج کل کی حیرت انگیز ایجادات مثلاً ریڈیو، ٹیلی وژن وغیرہ کو دیکھ کر بہت سے مسائل

حل ہو جاتے ہیں۔ ہزاروں میلوں کے فاصلے سے بولنے والے کی آواز بذریعہ ریڈیو سن لی جاتی ہے تو کیا اللہ کے پیارے محبوب، طالب و مطلوب جو روحانیت و نورانیت کا منبع و مخزن ہیں اپنی روحانی قوت سے ہمارے درود و سلام کی آواز نہیں سن سکتے؟ یقیناً سنتے ہیں! ورنہ بصورت دیگر روحانیت کا انکار لازم آتا ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ مادی قوت و طاقت کے مقابلے میں روحانی قوت و طاقت بہت زیادہ ہے کیونکہ مادی دنیا میں تو بجلی، ٹیلیفون، ریڈیو، ٹیلے ویژن وغیرہ کے بغیر نہیں سنا جا سکتا لیکن روحانی دنیا میں تو ان میں سے کسی کی بھی احتیاج نہیں ہے۔

حضور سید عالم ﷺ کی تو بہت بڑی شان ہے حضور کے درباریوں کی سماعت کا یہ حال ہے کہ خود حضور ﷺ نے فرمایا:

کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جس کو تمام مخلوقات کی قوت سماعت عطا ہوئی ہے اور وہ میرے روضہ انور پر میری وفات سے لے کر قیامت تک قائم رہے گا جو بھی میرا امتی مجھ پر درود پڑھے گا، وہ فرشتہ اس کا نام اور اس کے باپ کا نام لے کر کہے گا اے محمد ﷺ فلاں بن فلاں نے آپ پر اس طرح ان الفاظ سے درود بھیجا ہے۔

إِنَّ لِلَّهِ مَلَكًا أَعْطَاهُ أَسْمَاعَ الْخَلَائِقِ كُلِّهَا وَهُوَ قَائِمٌ عَلَى قَبْرِي إِذَا مِتُّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَيْسَ أَحَدٌ مِّنْ أُمَّتِي يُصَلِّيْ عَلَى صَلَوةٍ إِلَّا سَمِعَهُ بِاسْمِهِ وَاسْمِ أَبِيهِ قَالَ يَا مُحَمَّدُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ فُلَانٌ كَذَا وَكَذَا (بخاری فی التاریخ: ۲۸۳۱، جلاء الانہام ابن قیم، ص ۶۲، خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۲۸۰، سبل الہدی، ج ۱۲، ص ۳۵۸)

اسی لیے شیخ الحدیث حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرنا اور حضور پر درود بھیجنا تو ایسے رہو کہ گویا حضور حالت حیات میں تمہارے سامنے ہیں

ذکر کن اورا و درود بفرست بروئے علیہ الصلوٰۃ والسلام و باش ذکر گویا حاضر است پیش تو در حالت حیات و می بینی تو

اور امتداد باجلال و تعظیم و ہیبت و حیا و اور تم ان کو دیکھتے ہو ادب اور اجلال و تعظیم
 بداں کہ وے ﷺ می بندومی شنود کلام اور ہیبت و حیا سے رہو اور جانو کہ حضور
 ترازیرا کہ وے ﷺ متصف است ﷺ تمہیں دیکھتے اور تمہارے کلام کو
 بصفات اللہ تعالیٰ و یکے از صفات الہی سنتے ہیں کیونکہ حضور صفات الہیہ سے
 آنست کہ اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِی (مدارج النبوة، ج ۲، ص ۶۲۱)
 کہ میں اپنے ذاکر کا ہم نشین ہوں۔

مصطفیٰ آئینہ روئے خداست منعکس در وے ہمہ خوئے خداست
 (اقبال)

فوائد

- (۱) یہ کہ حضور ﷺ کی قوت باصرہ اور قوت سامعہ عام انسانوں کی سی نہیں۔
- (۲) یہ کہ حضور دور و نزدیک سے یکساں سنتے اور دور و نزدیک کو یکساں دیکھتے ہیں۔
- (۳) یہ کہ حضور ﷺ ہر درود پڑھنے والے کی آواز کو سنتے ہیں اور قیامت تک سنتے رہیں گے۔
- (۴) یہ کہ ہر نماز کے بعد یہ درود صلی اللہ علیک یا رسول اللہ پڑھنا حضور کو بہت ہی پسند ہے اور پڑھنے والے کو وہ شرف حاصل ہوتا ہے جو حضرت شبلی کو حاصل ہوا۔
- (۵) یہ کہ انبیاء کرام و اولیاء عظام بالا جماع اپنی قبروں میں زندہ ہیں، رزق دیئے جاتے ہیں اور افعال مبارکہ بجالاتے ہیں جیسا کہ دنیا میں بجالاتے تھے۔
- (۶) یہ کہ حضور ﷺ مظہر صفات الہیہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کا ظہور مصطفیٰ کریم کی ذات سے ہوتا ہے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

لبِ شیریں و دندانِ مبارک

تلی تلی گلِ قدس کی پتیاں
ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام
جن کے گچھے سے لچھے جھڑیں نور کے
ان ستاروں کی نزہت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت)

حضور سرور عالم ﷺ کے لب مبارک نہایت خوبصورت اور سرخی مائل تھے۔ دندان مبارک کشادہ، روشن و تاباں تھے، جب آپ کلام فرماتے تھے، تو دندان پیشیں میں سے نور نکلتا دکھائی دیتا، اور جب آپ تبسم فرماتے تو دیواریں روشن ہو جاتیں، اور آپ کو کبھی جماعتی نہیں آئی۔ باوجود اس کے کہ آپ کے دندان مبارک نہایت چمکیلے اور صاف تھے پھر بھی آپ ان کی صفائی کا بہت اہتمام فرماتے، احادیث میں آتا ہے کہ آپ کسی نماز کے لیے تشریف نہ لے جاتے تا وقتیکہ مسواک نہ فرما لیتے، اور جب بھی کہیں باہر سے گھر تشریف لاتے تو سب سے پہلا کام مسواک کرنا ہوتا۔ یہ سب کچھ امت کی تعلیم کے لیے تھا۔ چنانچہ فرمایا مسواک ہمیشہ کیا کرو کہ وہ سبب ہے منہ کی صفائی اور رب تعالیٰ کی رضا کا، نیز فرمایا دو رکعتیں جو مسواک کر کے پڑھی جائیں بے مسواک کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَفْذَحَ الشَّيْئَتَيْنِ إِذَا تَكَلَّمَ رُءْيَى كَالنُّورِ
يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ ثَنَائِيهِ (دارمی: ۵۹، مشکوٰۃ:

۵۷۹، سبل الہدی، ج ۲، ص ۳۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا
صَحَّحَ يَتَلَاوَعُ فِي الْجُدْرِ
(خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۸۴، جمع الوسائل،

ج ۲، ص ۱۵، سبل الہدی، ج ۲، ص ۱۲۱)

حضرت عبد اللہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا كَانَ صَحِيحَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا تَبَسُّمًا
کہ رسول اللہ ﷺ کا ہنسنا سوائے تبسم کے نہ تھا۔

(ترمذی کتاب المناقب: ۳۶۴۲)

یعنی اکثر اوقات تبسم اور مسکراتا ہی ہوتا تھا اور کبھی کبھی ایسے حالات و واقعات بھی پیش آ

جاتے کہ آپ اس قدر ہنس پڑتے کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو جاتے چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس شخص کو خوب پہچانتا ہوں جو سب سے آخر دوزخ سے نکلے گا۔ وہ ایسا آدمی ہوگا جو گھسٹتا ہوا آئے گا۔ اس سے کہا جائے گا جانت میں داخل ہو جا۔ وہ جنت میں جا کر دیکھے گا کہ لوگوں نے تمام منازل پر قبضہ کر رکھا ہے۔ وہ واپس آ کر عرض کرے گا کہ اے میرے رب لوگوں نے تمام مقامات پر قبضہ کر لیا ہے۔ اب تو کوئی جگہ خالی نہیں ہے۔ ارشاد ہوگا کہ وہ دنیا تجھے یاد ہے جس میں تو رہتا تھا کہ وہ کتنی بڑی تھی؟ وہ عرض کرے گا یاد ہے! ارشاد ہوگا اچھا کچھ تمنا کرو کیا چاہتے ہو؟ وہ اپنی تمنا و آرزو بیان کرے گا۔ ارشاد ہوگا:

فَإِنَّ لَكَ الَّذِي تَبَيَّنْتَ وَعَشَمَةً أَصْعَافِ
الدُّنْيَا قَالَ فَيَقُولُ أَتَسْخَرُنِي وَأَنْتَ
الْبَدِئُ قَالَ فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ
نَوَاجِذُهُ

(جمع الوسائل، ج ۲، ص ۱۹، سبل الہدی، ج ۷،

ص ۱۲۲)

جواب پر اتنے ہنسے کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔

اللہ اللہ اس حدیث مبارک میں غور فرمائیے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے بے حساب انعام و اکرام اور بے حد رحمت و عنایت کا اندازہ کیجئے کہ جب ایسے شخص پر جو سب سے آخر جہنم سے نکالا گیا جس سے اس کا سب سے زیادہ گنہگار ہونا ثابت ہوتا ہے اس قدر کرم ہوا کہ اس کو یقین نہیں آ رہا تھا وہ انتہائی عجز و انکسار سے یہ خیال کر رہا تھا کہ کہاں میں عبد ذلیل اور کہاں اس قدر رحمت و احسان۔ میں کبھی اس کا مستحق ہو ہی نہیں سکتا ہوں۔ یہ گویا میرے

ساتھ ہنسی کی جارہی ہے۔ مگر وہ کیا جانے کہ وہ بے نیاز بے حد رحم و کرم والا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے یہ خیال کر کے کہہ دیا ہو کہ وہاں تو کوئی جگہ خالی ہی نہیں رہی اور آپ مجھے ساری دنیا سے دس گنا زیادہ عطا فرما رہے ہیں یہ عجیب مذاق ہے جو ہرگز آپ کی شان کے لائق نہیں اور چونکہ یہ منظر حضور ﷺ کے پیش نظر تھا اور آپ اس کے جواب پر اور اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان پر ہنس پڑے۔ بہر صورت حضور ﷺ کا ہنسنا اکثر تبسم اور کبھی کبھی اتنا زیادہ، کہ دندان مبارک ظاہر ہو جاتے مگر تہقہہ لگا کے نہیں ہنستے تھے۔

اور آپ بعض وقت اپنے صحابہ سے خوش طبعی اور مزاح بھی فرما لیتے تھے مگر یہ خوش طبعی اور مزاح ایسا نہ ہوتا تھا جو آپ کی شان اور وقار کے خلاف ہوتا۔ اگر آپ ایسا نہ کرتے تو آپ کا رعب اور ہیبت و وقار جو بہت ہی زیادہ تھا، صحابہ کے لیے انتفاع کی راہیں مسدود کر دیتا۔ آپ نے اس کا اہتمام اس لیے فرمایا کہ آپس میں خوشگوار تعلقات پیدا ہوں، میل ملاپ اور مروت و محبت بڑھے اور باہم سوال و جواب میں بے تکلفی پیدا ہو۔ نیز امت کے لیے سہولت اور تفریح طبع کا دروازہ کھل جائے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ ایسا مزاح و مذاق جو قساوت قلبی کا باعث ہو جائے یا ذکر الہی سے روک دے یا دوسرے کی اذیت کا باعث ہو جائے یا انسان کی عزت و وقار کو گرا دے وہ جائز نہیں ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا۔

إِنَّكَ تَدْعِبُنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ إِيَّيْ لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ آپ ہم سے خوش طبعی بھی فرما
أَقُولُ إِلَّا حَقًّا (درمنثور، ج ۶، ص ۱۲۲، جمع لیتے ہیں؟ فرمایا یاں! لیکن اس وقت بھی
الوسائل، ج ۲، ص ۲۸، ترمذی: ۱۹۹۰) میں حق کے سوا کچھ نہیں کہتا۔

چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مزاح فرمایا: يَا ذَا الدُّنْيَيْنِ، (اے دو کانوں والے، ترمذی: ۱۹۹۲) ظاہر ہے کہ ان کے کان دو ہی تھے۔ بات بھی غلط نہ ہوئی اور مزاح بھی ہو گیا۔ اسی طرح ایک شخص نے خدمت اقدس میں درخواست کی کہ مجھ کو سواری کے لیے کوئی جانور عطا ہو؟ فرمایا تجھے اونٹنی کا بچہ دیں گے! اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں

اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا (مجھے تو سواری کے لیے چاہیے) فرمایا کوئی اونٹ ایسا بھی ہے جو کسی اونٹنی کا بچہ نہ ہو۔ (جمع الوسائل، ج ۲، ص ۲۸، سبل الہدی، ج ۷، ص ۱۱۳)

اسی طرح ایک بوڑھی عورت نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے جنت میں داخل فرمادے؟ آپ نے فرمایا اِنَّ الْجَنَّةَ لَا يَدْخُلُهَا عَجُوْذٌ کہ جنت میں کوئی بوڑھی عورت داخل نہ ہوگی۔ وہ روتی ہوئی واپس چلی۔ آپ نے صحابہ سے فرمایا ان سے کہہ دو کہ وہ بوڑھی ہونے کی حالت میں جنت میں نہ جائے گی بلکہ جوان ہونے کی حالت میں جائے گی۔ (جمع الوسائل، ج ۲، ص ۳۱، سبل الہدی، ج ۷، ص ۱۱۶)

اسی طرح ایک بدوی صحابی تھے جن کا نام ”زاہر“ تھا وہ جب خدمت اقدس میں حاضر ہوتے تو گاؤں کی چیزیں سبزی ترکاری اور پھل پھول وغیرہ لاتے اور بطور ہدیہ پیش کرتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کو کھانے پینے کا سامان اور شہر کے تحفے وغیرہ عطا فرماتے۔ آپ فرماتے کہ زاہر ہمارے لیے جنگل (دیہات) ہے اور ہم اس کے لیے شہر ہیں۔ یعنی ہم اس سے جنگل کی چیزیں پا کر مستفید ہوتے ہیں اور وہ ہم سے شہر کی اشیاء پا کر مستفید ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے خاص محبت رکھتے اور وہ ظاہری صورت کے لحاظ سے خوش شکل نہ تھے۔ ایک مرتبہ کسی جگہ کھڑے ہوئے وہ سامان جو گاؤں سے لاتے تھے فروخت کر رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اتفاق سے وہیں تشریف لے آئے اور اچانک پیچھے سے دونوں ہاتھ ان کی آنکھوں پر رکھ کر ان کو آغوش میں لے لیا۔ انہوں نے کہا ارے یہ کون ہے چھوڑو مجھے؟ لیکن ہاتھوں کی ٹھنڈک اور مہک کو پہچان لیا کہ پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو اپنی پشت کو ذرا پیچھے کر کے آپ کے سینہ انور سے لگا دیا اور (تبرکا) زور زور سے ملنے لگے اور رحمت کے خزینے سے فیض و سرور حاصل کرنے لگے آپ نے فرمایا کون ہے جو اس بندے کو خریدے؟

حضرت زاہر نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر مجھے فروخت کریں تو گھٹیا اور بہت کم قیمت

پائیں گے۔

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تم اللہ کے

لَكِنَّ عِنْدَ اللَّهِ لَسْتُ بِكَاسِدٍ أَوْ قَالَ أَنْتَ
عِنْدَ اللَّهِ غَالٍ (جمع الوسائل، ج ۲، ص ۲۹،
سبل الہدی، ج ۷، ص ۱۱۴)

جس کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑیں اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام
(اعلیٰ حضرت)

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر انور میں رکھا
گیا تو میں نے آخری دیدار کی غرض سے آپ کے چہرہ انور کی زیارت کی۔

إِذَا رَأَيْتُ شَفَّتِيهِ يَتَحَرَّكَ فَأَدْبَيْتُ أُذُنِي
عِنْدَهَا فَسَبَعْتُ وَهُوَ يَقُولُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ
لِأُمَّتِي فَأَخْبَرْتُهُمْ بِهَذَا فَتَعَجَّبُوا
بِشَفَقَتِهِ عَلَى أُمَّتِهِ (کنز العمال، حۃ اللہ
علی العلمین، مدارج النبوت، ج ۲، ص ۴۲۲،
درۃ الناصحین، ص ۷۰، بیروت، فتاویٰ رضویہ،
ج ۳۰، ص ۱۲)

اس قدر ہم ان کو بھولے ہائے ہائے ہر گھڑی جن کو ہماری یاد ہے
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو بہت ہی ارفع و اعلیٰ ہے اور آپ بلاشبہ حقیقی جسمانی
دنیاوی حیات رکھتے ہیں جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے لہذا اگر قبر میں بخشش
امت کی دعا فرمائیں تو کیا تعجب ہے آپ کے غلاموں کو آپ کی غلامی اور اتباع کی برکت
سے یہ مرتبہ اور مقام حاصل ہے کہ وہ زندہ ہیں اور وفات کے بعد کلام کرتے ہیں، اس
بارے میں اس قدر صحیح اور مستند روایات ہیں کہ اگر سب قلمبند کی جائیں تو کئی ضخیم جلدیں بن
جائیں۔ چند روایات ہدیہ قارئین ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عبید اللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں سے ہوں
جنہوں نے حضرت ثابت بن قیس کو دفن کیا تھا، جب ان کو دفن کیا تو انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ کے رسول ہیں، ابو بکر صدیق ہیں، عمر شہید ہیں، عثمان نیک و رحیم ہیں (رضی اللہ عنہم) یہ سن کر ہم

نے ان کو دیکھا تو وہ مردہ تھے۔

(بخاری فی التاریخ: ۴۱۳، ابن عساکر: ج ۳، ص ۲۲۰، شرح الصدور، ص ۹۲)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ زید بن خارجه انصاری رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا جب غسل کے بعد کفن دیا گیا تو انہوں نے ایک آواز دی، جب ان کے چہرے سے کپڑا ہٹایا گیا تو وہ کہہ رہے تھے محمد رسول اللہ نبی امی، خاتم النبیین ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے، یہ پہلی کتابوں میں ہے، سچ فرمایا سچ فرمایا، پھر کہا یہ رسول اللہ ہیں۔ السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، پھر ویسے مردہ ہو گئے جیسے کہ پہلے تھے۔ (طبرانی: ۵۱۴، جمال الاولیاء، ص ۳۹)

امام بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت سعید بن مسیب تابعی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اس میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت زید بن خارجه نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی کی صداقت کی بھی گواہی دی۔ (دلائل النبوة للبیہقی، ج ۴، ص ۵۵، جمال الاولیاء، ص ۳۸، طبرانی کبیر: ۵۱۴)

ف: چونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت سے پہلے ان کی وفات ہوئی اس لیے ان کا ذکر نہیں کیا۔

حضرت منہال بن عمرو تابعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک دمشق میں پھرایا گیا تو سر کے آگے ایک شخص سورہ کہف پڑھتا جا رہا تھا، جب وہ اس آیت پر پہنچا اَنْ اَصْحَابُ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ ۚ كَانُوا مِنْ اٰیَتِنَا عَجَبًا یعنی بلاشبہ اصحاب کہف اور رقیم ہماری نشانیوں میں سے عجیب نشانی تھے تو سر مبارک نے بلند آواز سے فرمایا اَعْجَبُ مِنْ اَصْحَابِ الْكَهْفِ قَتْلُیْ وَحَبْلِی۔

کہ اصحاب کہف کے واقعے سے میرا قتل اور میرے سر کو لیے پھرنا عجیب تر ہے۔

(خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۱۳۷، شرح الصدور، ص ۸۸)

حضرت ابو معشر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ہمارے قریب ہی ایک صاحب

انتقال کر گئے۔ جب ان کو نہلانے کے لیے لٹایا گیا تو وہ اچانک اٹھ بیٹھے اور اپنی انگلیاں آنکھوں پر رکھ کر فرمایا واللہ میری آنکھوں نے دیکھا، میری آنکھوں نے دیکھا، میری آنکھوں نے دیکھا کہ عبدالملک بن مروان اور حجاج بن یوسف اپنی آنتیں آگ میں چکی کی طرح گماتے پھرتے ہیں، پھر وہ بدستور مردہ ہو کر لیٹ گئے۔ (شرح الصدور، ص ۳۰، تفسیر مواہب الرحمن، زیر آیت یا ایہا النفس البطیئہ، ابن عساکر، ج ۱۲، ص ۲۰۰)

حضرت ابو محمد رضی اللہ عنہ جو کہ مروزی کے شاگردوں میں سے ہیں جن کو ”خلال“ اپنے اوپر فضیلت دیا کرتے تھے، فرماتے ہیں کہ میں ایک میت کو نہلا رہا تھا کہ اچانک اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور آنکھ کھول کر فرمایا ”اے ابو محمد ہوشیاری کے ساتھ اس موقع کے لیے سامان تیار کرو“۔ (تاریخ ابن النجار، تفسیر مواہب الرحمن)

علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خلیفہ واثق باللہ عباسی نے حضرت امام احمد بن نصر الخزامی محدث کو کہا کہ قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار کرو۔ انہوں نے انکار کیا، تو اس نے آپ کو قتل کر دیا اور سر مبارک لٹکا دیا اور ایک آدمی کی ڈیوٹی لگا دی کہ وہ سر کے پاس رہے۔ وہ آدمی کہتا ہے کہ میں ہر روز رات کو دیکھتا تھا کہ امام صاحب کا سر مبارک قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر سورہ یس کی تلاوت کرتا تھا۔

(شرح الصدور، ص ۸۸، تاریخ الخلفاء، ج ۱، ص ۲۴۸، سیر اعلام النبلاء، ج ۱۱، ص ۱۶۸)

حضرت ابراہیم بن اسمعیل فرماتے ہیں۔

کہ جب میرے ماموں احمد بن نصر کو قتل کیا گیا تھا تو مجھے خبر پہنچی کہ رات کے وقت ان کا سر قرآن پڑھتا ہے، ایک رات جب کہ لوگ سو رہے تھے میں وہاں گیا تو میں نے سنا کہ آپ کے سر مبارک نے پڑھا۔

أَحْسَبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكَ كَذَٰلِكَ أَنْ يَقُولُوا أَمْنًا وَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ ① (العنکبوت) یہ سن

کر میرے بدن کے روگئے کھڑے ہو گئے۔ (شرح الصدور، ص ۸۸)

حضرت ابراہیم بن شیبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں میرے پاس ایک مرید آیا اور اس نے کہا اے استاد میں کل ظہر کے وقت مرجاؤں گا۔ یہ لو ایک دینار آدھے سے

فَلَمَّا وَضَعَتْهُ فِي اللَّحْدِ فَتَحَ عَلَيْهِ نَبِيُّهُ
فَقُلْتُ أَحْيَاكَ بَعْدَ الْمَوْتِ فَقَالَ أَنَا
مُحِبٌّ وَكُلُّ مُحِبٍّ لِلَّهِ حَيٌّ

تو جب میں نے اس کو قبر میں رکھا تو اس
نے اپنی دونوں آنکھیں کھول دیں تو میں
نے کہا، کیا مرنے کے بعد بھی زندگی ہے تو

(شرح الصدور، ص ۸۶) اس نے کہا، میں محب ہوں اور ہر محب خدا

زندہ ہے۔

حضرت شیخ نجم الدین اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک شخص کے دفن میں حاضر ہوئے تو جب تلقین کرنے والے نے تلقین شروع کی۔

فَسَبَّحَ بُحْبُوحَاتِ الْبَيْتِ وَهُوَ يَقُولُ لَا تَعْجَبُونَ
مَنْ مَيِّتٌ يُلْقَىٰ حَيًّا

(شرح الصدور، ص ۸۶)

تو اس میت سے سنا کہ وہ کہتا ہے کہ کیا تم
تعجب نہیں کرتے ہو کہ مردہ زندہ کو تلقین
کرتا ہے۔

حضرت ربیع بن حراش اور ربیع بن حراش رضی اللہ عنہما دونوں بھائی بڑے عابد و زاہد اور تابعی ہیں، انہوں نے قسم کھائی کہ جب تک ہمیں اپنا جنتی ہونا معلوم نہ ہو جائے گا ہم نہیں گے نہیں، چنانچہ وہ زندگی بھر نہ ہنسے، لیکن جب ان کی وفات ہونے پر ان کو تختہ پر لٹایا گیا تو وہ ہنسنے لگے۔ جس کو سب لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

(شرح الصدور، ص ۳۰، نووی شرح مسلم، الحاوی للفتاوی، دلائل النیوة بیهقی، ج ۶، ص ۵۵، خصائص کبری، ج ۲، ص ۱۳۹، سیر اعلام النبلاء، ج ۴، ص ۳۶۱)

اور ان کے متعلق حضور ﷺ نے خبر دی تھی چنانچہ حضرت حدیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا

يَكُونُ فِي أُمَّتِي رَجُلٌ يَتَكَلَّمُ بَعْدَ النُّبُوتِ
(خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۱۴۹، سبل الہدیٰ،
کہ میری امت میں ایک مرد ہوگا جو موت
کے بعد کلام کرے گا۔

ج ۱۰، ص ۱۱۴، شرح الصدور، ج ۱، ص ۷۷)

چنانچہ جب ربیع بن حراش نے موت کے بعد اچانک اپنے منہ سے کپڑا ہٹایا اور کہا السلام علیکم اور ہنستو ان کے بھائی ربیع بن حراش نے کہا اے بھائی کیا تم زندہ ہو؟ انہوں نے کہا نہیں لیکن میں اپنے رب سے ملاتا تو میرا رب مجھ سے روح و روحان اور خوشی کو مہربانی سے پیش آیا اس لیے میں ہنسا ہوں اب تم لوگ جلدی کرو کیونکہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر نماز پڑھنے کے لیے منتظر ہیں۔ (شرح الصدور، ج ۱، ص ۷۷، سبل الہدی، ج ۱۰، ص ۱۱۴)

یہ واقعہ امام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے جب ذکر کیا گیا تو انہوں نے اس کی تصدیق کی اور فرمایا بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میرا ایک امتی مرنے کے بعد کلام کرے گا۔ (خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۱۴۹، حلیۃ الاولیاء، ج ۴، ص ۳۶۷، سبل الہدی، ج ۱۰، ص ۱۱۴، سیر اعلام النبلاء، ج ۴، ص ۳۶۱، بیہقی دلائل النبوة، ج ۶، ص ۵۵۴)

حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے زمانے میں مدینہ منورہ میں ایک نیک بی بی کا انتقال ہوا۔ غسل دینے والی غسل دیتے ہوئے جب مقام خاص پر پہنچی تو شرمگاہ پر ہاتھ رکھ کر بولی یہ کس قدر زنا کار تھی، اسی وقت اس کا ہاتھ وہیں چٹ گیا، اور ایسا چمٹا کہ اس کے جدا کرنے کی سب نے بہت ہی کوشش کی مگر ہاتھ جدا نہ ہوا، آخر اس کا ذکر علماء، وفقہاء کی خدمت میں کیا گیا کہ کوئی علاج و تدبیر بتائیں، سب کے سب عاجز ہوئے لیکن امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ غسل دینے والی کو حد قذف (یعنی وہ سزا جو شریعت نے زنا کی تہمت لگانے والے کے لیے مقرر کی ہے) لگائی جائے، آپ کے اس ارشاد کے مطابق جب اس عورت کو اسی درے مارے گئے تب ہاتھ جدا ہوا۔ (بستان الحدیث، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، ص ۱۵)

مولانا عبدالحی فرنگی محلی فرماتے ہیں کہ میرے بزرگوں میں مولانا اظہار الحق لکھنؤی کی وفات ہوئی تو مرتے وقت ان کی زبان پر کلمہ جاری نہ ہوا۔ تجہیز و تکفین کے وقت عزیز و اقارب میت کے پاس سے ہٹ گئے تو بعض نے طعن دیتے ہوئے کہا کہ تھے تو بڑے متقی لیکن مرنے کے وقت کلمہ کی توفیق نہ ہوئی، پس ان کا یہ کہنا تھا کہ مولانا مرحوم نے اپنے دونوں پاؤں کو سمیٹا اور بلند آواز کے ساتھ اللہ کا نام ان کی زبان پر جاری ہوا۔

(رسالہ دارالعلوم دیوبند ماہ ستمبر ۱۹۵۸ء)

یہ چند روایات ان لوگوں کے متعلق ہیں جنہوں نے وفات کے بعد قبل از دفن کلام کیا ہے اور دفن کے بعد کلام کرنا تو بہت ہی کثرت سے آیا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے وصال سے پہلے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا اے علی جب میری وفات ہو جائے تو مجھے تم اپنے انہی ہاتھوں سے غسل دینا جن ہاتھوں سے تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا تھا اور پھر میرا جنازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارک کے سامنے رکھ دینا۔ اگر دروازہ کھل جائے اور قبر انور سے آواز آئے کہ ابو بکر کو اندر لے آؤ تب تو مجھے حجرہ مبارکہ میں دفن کرنا، ورنہ جنت البقیع، مومنین کے قبرستان میں دفن کر دینا۔ چنانچہ صحابہ کرام آپ کو حجرہ مبارکہ کے سامنے لے گئے اور سلام عرض کرنے کے بعد کہا یا رسول اللہ! یہ ابو بکر ہیں؟ پس اسی وقت حجرہ مبارکہ کا دروازہ کھل گیا اور قبر انور سے آواز آئی

أَدْخِلُوا الْحَبِيبَ إِلَى الْحَبِيبِ فَإِنَّ الْحَبِيبَ إِلَى الْحَبِيبِ مُشْتَاتٌ

(تفسیر کبیر للرازی، ج ۵، ص ۷۸، ۴، خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۲۸۹، کنز العمال: ۳۵۷۹۲)

اور زمانہ واقعہ حرہ میں حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور سے برابر تین روز تک اذان و اقامت کا سننا اور اس کے مطابق نماز ادا کرنا، حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں گزر چکا ہے اور اس کے علاوہ اتنے واقعات ہیں کہ بیان نہیں ہو سکتے۔

کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ حقیقی و جسمانی حیات کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ کا درجہ و مرتبہ بہت ہی بلند و بالا ہے آپ کے چند غلاموں کے صحیح واقعات ہدیہ ناظرین ہیں جن سے اہل روحانیت کے مقام کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

الْمُؤْمِنُ يُعْطَى مُصْحَفًا فِي قَبْرِهِ يَقْرَأُ کہ مومن کو اس کی قبر میں قرآن شریف دیا
فِيهِ (شرح الصدور، ص ۷۹) جاتا ہے تو وہ اس میں پڑھتا ہے۔

۱۔ اس قسم کے واقعات کی کچھ جھلک دیکھنی ہو تو حضرت والد صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی کتاب ”راہ عقیدت“ دیکھئے۔ (کوکب غفرلہ)

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنا مال لانے کا قصد کیا جو غابہ میں تھا تو مجھ کو راستہ میں رات ہو گئی۔

فَاوَيْتُ إِلَى قَبْرِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حِزَامٍ فَسَبَعْتُ قِرَاءَةً مِّنَ الْقَبْرِ مَا سَبَعْتُ أَحْسَنَ مِنْهَا فَجِئْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ ذَلِكَ عَبْدُ اللَّهِ

(شرح الصدور، ص ۷۹)

وہ عبد اللہ ہے (پڑھنے والا)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب نے ایک قبر پر اپنا خیمہ لگایا اور ان کو یہ گمان نہ تھا کہ وہ قبر ہے۔

وَإِذَا فِيهِ إِنْسَانٌ يَقْرَأُ سُورَةَ الْمَلِكِ حَتَّى خَتَمَهَا فَآتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ الْمُنْجِيَةُ هِيَ الْمَانِعَةُ تُنَجِّيه مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ

(ترمذی: ۲۸۹۰، حاکم: ۳۸۳۹، بیہقی، ج ۷،

ص ۴۱، شرح الصدور، ص ۷۹)

حضرت ابراہیم بن صممہ لحمہلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ان لوگوں نے بیان کیا جو صبح کے وقت مقام حصن سے گزرتے تھے۔

قَالُوا كُنَّا إِذَا مَرَرْنَا بِجَنَابَاتِ قَبْرِ ثَابِتِ بْنِ الْبَنَانِ سَمِعْنَا قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ

(شرح الصدور، ص ۷۹)

انہوں نے کہا کہ جب ہم حضرت ثابت بنانی کی قبر کے پاس سے گزرتے تھے تو ہم قرأت قرآن سنتے تھے۔

حضرت عاصم السقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے بلخ میں ایک قبر کھودی تو وہ دوسری قبر میں کھل گئی میں نے اس میں نظر کی

فَإِذَا شَيْخٌ فِي الْقَبْرِ مُتَوَجِّهٌ إِلَى الْقِبْلَةِ وَ
عَلَيْهِ إِذَا أَخْضَرُ وَ أَخْضَرُ مَا حَوْلَهُ وَ فِي
حُجْرَةٍ مُصْحَفٌ وَهُوَ يَقْرَأُ
(شرح الصدور، ص ۸۰) میں قرآن شریف ہے اور وہ پڑھ رہا ہے۔

حضرت ابو النصر نیشاپوری گورکن ایک نہایت صالح اور پرہیزگار بزرگ تھے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک قبر کھودی تو وہ دوسری قبر میں کھل گئی۔

فَنَظَرْتُ فِيهِ فَإِذَا أَنَا بِشَابٍ حَسَنٍ
الْوَجْهَ حَسَنُ الشَّيْبِ طَيِّبُ الرِّيحِ
جَالِسًا مُرَبِّعًا وَفِي حُجْرَةٍ كِتَابٌ مَكْتُوبٌ
بِخِصْرَةٍ أَحْسَنَ مَا رَأَيْتُ مِنَ الْخَطِّ وَ
هُوَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَظَنَرُ الشَّابُّ إِلَيَّ فَقَالَ
أَقَامَتِ الْقِيَامَةُ؟ قُلْتُ لَا فَقَالَ أَعِدِ
الْمُدْرَكَةَ إِلَى مَوْضِعِهَا فَأَعِدْتُهَا إِلَى
مَوْضِعِهَا (شرح الصدور، ص ۸۰)

تو میں نے اس میں نظر کی تو اچانک میں نے دیکھا کہ ایک جوان خوب رو، خوش پوش، خوشبودار، چارزانو بیٹھا ہے اور اس کی گود میں ایک کتاب ہے جو خط سبز سے نہایت خوش خط لکھی ہوئی ہے اور وہ قرآن پڑھ رہا ہے تو اس جوان نے میری طرف دیکھا اور کہا کیا قیامت قائم ہو گئی ہے؟ میں نے کہا نہیں! تو اس نے کہا اینٹ کو اپنی جگہ برابر کر کے بند کر دے تو میں نے برابر کر کے بند کر دیا۔

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَمِنَ الْمَشْهُورِ أَنَّ الْفَقِيهَ الْكَبِيرَ الْوَلِيَّ
الشَّهِيدَ أَحْمَدَ بْنَ مُوسَى بْنِ عَجِيلٍ
سَمِعَهُ بَعْضُ الْفُقَهَاءِ الصَّالِحِينَ مِنْ
أُورِيه مشہور باتوں میں سے ہے کہ فقیہ کبیر، ولی شہید احمد بن موسیٰ بن عجیل کو بعض فقہاء صالحین نے ان کی قبر میں سورہ نور پڑھتے

سنا ہے۔

قِرَاءَتِهِ يَغْفِرُ سُورَةَ التَّوْرَةِ فِي قَبْرِهٖ

(شرح الصدور، ص ۸۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد کے پاس کھڑے

ہو کر فرمایا۔

میں شہادت دیتا ہوں کہ بلاشبہ تم اللہ کے
نزدیک زندہ ہو (پھر لوگوں سے فرمایا) اور تم
ان کی زیارت کرو اور ان پر سلام بھیجو۔ مجھے
قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت
میں میری جان ہے جو بھی قیامت تک ان کو
سلام کہے گا یہ اس کا جواب دیں گے۔

أَشْهَدُ أَنْكُمْ أَحْيَاءُ عِنْدَ اللَّهِ وَزُورُوهُمْ
وَسَلِّمُوا عَلَيْهِمْ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا
يُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ أَحَدٌ إِلَّا رَدُّوا عَلَيْهِ إِلَى يَوْمِ
الْقِيَامَةِ

(حاکم: ۲۹۷۷، بیہقی، ج ۳، ص ۲۸۲، شرح
الصدور، ص ۸۲، کنز العمال: ۲۹۸۹۲، سبل
الہدی، ج ۴، ج ۲۵۳)

چنانچہ بہت سے بزرگوں نے شہدائے احد خصوصاً سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے

علانیہ سلام کا جواب سنا ہے۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جنت البقیع میں سے گزرے تو فرمایا۔

اے قبروں والو تم پر سلام ہو ہمارے پاس
یہ خبریں ہیں کہ تمہاری عورتوں نے نکاح
کر لیے۔ تمہارے گھروں میں اور لوگ
بس گئے اور تمہارا مال تقسیم ہو گیا تو ایک
نے ان کو جواب دیا کہ اے عمر بن خطاب
ہمارے پاس یہ خبر ہے کہ ہم نے جو آگے
بھیجا تھا اس کو ہم نے پالیا ہے اور جس کو ہم
نے خرچ کیا تھا اسی کا ہم نے نفع اٹھایا ہے
اور جس کو ہم نے پیچھے چھوڑا تھا اس کا ہم

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُورِ أَخْبَارُ مَا
عِنْدَنَا أَنَّ نِسَاءَكُمْ قَدْ تَزَوَّجْنَ وَ
دِيَارُكُمْ قَدْ سَكَنْتْ وَ أَمْوَالُكُمْ قَدْ
فُرِّقَتْ فَأَجَابَهُ هَاتِفٌ يَا عُمَرُ بْنُ
الْخَطَّابِ أَخْبَارُ مَا عِنْدَنَا إِنَّ مَا
قَدِمْنَاكَ فَقَدْ وَجَدْنَاكَ وَمَا أَنْفَقْنَاكَ
فَقَدْ رَبَحْنَاكَ وَمَا خَلَفْنَاكَ فَقَدْ خَسَرْنَاكَ
(شرح الصدور، ص ۸۷، کنز العمال: ۴۲۹۷۷)

نے نقصان اٹھایا ہے۔

اسی قسم کی ایک روایت امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی منقول ہے۔

(شرح الصدور، ص ۸۷)

حضرت یحییٰ بن ابی ایوب الخزاعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق کے عہد خلافت میں ایک نوجوان عابد و زاہد تھا۔ امیر المؤمنین اس کو بہت پسند فرماتے۔ اس کا باپ بوڑھا تھا۔ تو جب وہ نماز عشاء سے فارغ ہو کر اپنے باپ کی طرف لوٹا تو اس کے راستہ میں ایک عورت رہتی تھی جو اس پر فریفتہ تھی چنانچہ وہ اپنے دروازے پر اس کے گزرنے کے وقت کھڑی ہوتی اور اس کو دیکھتی۔ ایک رات اس عورت نے اس نوجوان کو بہکانا شروع کیا یہاں تک کہ وہ نوجوان اس کے بہکانے میں آ کر اس کے گھر میں داخل ہو گیا تو ایک دم اس کو خدا یاد آیا اور وہ اس برائی سے بیزار ہو گیا اور اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہوئی۔ **إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَلِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ** (☆) اور ایسا خوف خدا اس پر طاری ہوا کہ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ عورت مذکورہ نے اپنی ایک باندی کو بلایا اور دونوں نے اس نوجوان کو اٹھا کر اس کے دروازے پر ڈال دیا۔ جب وہ اپنے باپ کے پاس نہ پہنچا تو اس کا باپ اس کی تلاش میں نکلا۔ جونہی اس کے باپ نے دیکھا تو اس کو دروازے کے پاس بیہوش پڑا پایا۔ اس نے اپنے بعض گھر والوں کو بلایا اور انہوں نے اس نوجوان کو اٹھا کر گھر میں داخل کیا۔ جب اس کو افاقہ ہوا تو باپ نے کہا بیٹا تجھے کیا ہوا؟ بیٹے نے کہا خیر ہے! باپ نے کہا خدا کے واسطے مجھے بتادے؟ تو بیٹے نے باپ کو واقعہ بتا دیا۔ باپ نے کہا بیٹا تو نے کون سی آیت پڑھی تھی؟ بیٹے نے وہی آیت جو پھر پڑھی تو پھر اس پر خوف خدا طاری ہوا اور پھر وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ باپ نے اس کو ہلایا مگر وہ مرچکا تھا۔ گھر والوں نے رات ہی رات میں اس کا کفن دفن کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو یہ خبر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی تو آپ اس نوجوان کے باپ کے

☆ ترجمہ: بے شک جو لوگ پرہیزگار ہیں جب ان کو شیطان کا طائفہ مس کرتا ہے تو وہ (خدا کو) یاد کرنے لگتے ہیں تو فوراً ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ (الاعراف: ۲۰۱)

پاس تشریف لائے اور تعزیت کی اور فرمایا مجھے کیوں نہ بلایا؟ اس نے کہا اے امیر المومنین رات کی وجہ سے آپ کو تکلیف نہیں دی تو فرمایا اچھا مجھے اس کی قبر پر لے چلو۔

فَأَتَى عُمَرُو مَن مَّعَهُ الْقَبْرَ فَقَالَ عُمَرُ يَا
فُلَانُ وَلَيْسَ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَنِ
فَأَجَابَهُ الْفَتَى مِنْ دَاخِلِ الْقَبْرِ يَا عُمَرُ
قَدْ أَعْطَانِيهِمَا رَبِّي فِي الْجَنَّةِ مَرَّتَيْنِ

اپنے رب کے دربار میں اپنے اعمال کے
جواب دہی سے ڈرتا ہے اس کے لیے دو
جنتیں ہیں؟ تو اس نوجوان نے قبر کے
اندر سے جواب دیا اے عمر مجھ کو میرے
رب نے دو جنتیں عطا فرمادی ہیں۔

امام قشیری رحمہ اللہ نے ایک بزرگ سے روایت کیا ہے جو پہلے کفن چور تھے۔ فرماتے
ہیں کہ:

ایک عورت فوت ہو گئی تو لوگوں نے اس پر نماز جنازہ پڑھی اور اس کفن چور نے بھی
پڑھی اور بوقت دفن بھی ساتھ رہا تا کہ قبر کو پہچان لے۔ جب رات کی تاریکی ہوئی تو اس نے
اس عورت کی قبر کو کھودا تو عورت نے قبر کے اندر سے کہا

سُبْحَانَ اللَّهِ رَجُلٌ مَّغْفُورٌ يَأْخُذُ كَفْنَ
مَغْفُورَةٍ قَالَتْ قُلْتُ هَبْ إِنَّهُ غَفَرَ لَكَ
فَأَنَا مَغْفُورَةٌ فَقَالَتْ إِنَّ اللَّهَ غَفَرَ لِي
وَلِجَبِينِ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَ أَنْتَ قَدْ
صَلَّيْتَ عَلَيَّ فَتَرَكَهَا وَرَدَّ التُّرَابَ ثُمَّ
تَابَ وَحَسَنَتْ تَوْبَتُهُ

(شرح الصدور، ص ۸۶، الرسالة القشيرية، ج ۲،
ص ۵۵۶)

سبحان اللہ! ایک بخشا ہوا آدمی ایک بخشی
ہوئی عورت کا کفن لیتا ہے؟ اس نے کہا مانا
کہ اللہ نے تجھے بخش دیا مگر میں کیونکر بخشا
گیا! تو اس عورت نے کہا بے شک اللہ
تعالیٰ نے مجھ کو اور ان تمام لوگوں کو جنہوں
نے مجھ پر نماز پڑھی ہے بخش دیا ہے اور
بلاشبہ تو نے بھی مجھ پر نماز پڑھی ہے تو اس
نے چھوڑ دیا اور مٹی کو برابر کر دیا۔ پھر اس

نے توبہ کی اور اس کی توبہ بہت اچھی ہوئی۔

امام عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بزرگ سے روایت کی ہے۔

إِنَّهُ كَانَ يَأْتِي قَبْرَ وَالِدِهِ فِي بَعْضِ الْأَوْقَاتِ وَيَتَحَدَّثُ مَعَهُ
تشریف لاتے اور ان کے ساتھ باتیں کرتے۔
(شرح الصدور، ص ۸۷)

حضرت سلیمان بن یسار الحضرمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز چند سوار قبرستان میں سے گزرے تو اچانک انہوں نے سنا کہ ایک قبر سے کوئی کہنے والا کہتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الرُّكْبُ سِيرُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ لَا تَسِيرُوا
فَهَذِهِ الدَّارُ حَقًّا فِيهَا إِلَيْنَا الْبَصِيرُ
كَمْ مُنْعَمٌ فِي نَعِيمٍ وَ تَسْلِينُهُ الدُّهُورُ
وَآخِرُ فِي عَذَابٍ لَبِئْسَ ذَاكَ الْبَصِيرُ
فَكَمَا كُنْتُمْ كُنَّا فَغَيَّرْنَا رَيْبُ الْمُنُونِ وَ سَوْفَ كَمَا كُنَّا تَكُونُونَ

(شرح الصدور، ص ۹۱)

اے سوارو! چلو قبل اس کے نہ چل سکو یہ گھر حق ہے اس میں (تم نے بھی) ہماری طرح لوٹنا ہے۔

کتنے انعام پانے والے نعمتوں میں تھے مگر حوادثِ زمانہ نے ان سے وہ سب نعمتیں سلب کر لی ہیں۔

اور آخر وہ عذاب میں ہیں یہ کتنا برا انجام ہے۔ کبھی ہم بھی تمہاری طرح تھے۔ مگر ہم کو گردشِ زمانہ نے متغیر کر دیا اور عنقریب تم بھی ہماری طرح ہو جاؤ گے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ کے مزار شریف پر برائے زیارت حاضر ہوا۔ یہ خیال کر کے کہ میں گنہگار اس قابل نہیں کہ اپنے وجود

سے اس پاک مقام کو ملوث کروں دور ہی کھڑا رہا۔

در آں محل روح ایشان ظاہر شد فرمود پیشتر
اس وقت ان کی روح مبارک ظاہر ہوئی
بیا دوسہ قدم پیشتر رفتم و در ان وقت دیدم
اور فرمایا آگے آ جاؤ۔ میں دو تین قدم
کہ چہار فرشتہ تختے از آسمان نزدیک قبر
آگے ہو گیا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ
ایشان فرود آوردند معلوم شد کہ براں تخت
خواجہ نقشبند بودند ہر دو شیخ با ہم راز ہا
در میان آوردند کہ مسموع نگشت بعد ازاں
تخت را فرشتگان برداشتہ بردند خواجہ قطب
الدین بمن متوجہ شدند کہ پیشتر بیا دوسہ
قدم دیگر پیش رفتم وہم چنین می گفتند و
قدری می رفتم تا آنکہ نہایت قرب متحقق
شد آں گاہ فرمودند چہ می گوید در حق شعر؟
گفتم کلام حسنہ حسن و قبیحہ
قبیح! فرمودند باریک اللہ۔ چہ می گوئید در
حق صوت حسن؟ گفتم ذلک فضل اللہ
یؤتیہ من یشاء گفتند باریک اللہ۔ چوں
ہر دو جمع شوند در اں چہ می گوئید؟ گفتم نُوْرُ
عَلٰی نُوْرٍ یَّهْدِی اللہ لِنُوْرٍ مِّنْ یَّشَاءُ!
فرمودند باریک اللہ۔ آنچہ ما میکردیم پیش
ازیں نبودہ است شما ہم گاہ گاہ یکدو بیتے
می شنیدہ باشید؟ گفتم در حضور خواجہ نقشبند
حضرت ایں چرا نفرمودہ اند یکے ازیں دو

اس وقت ان کی روح مبارک ظاہر ہوئی
اور فرمایا آگے آ جاؤ۔ میں دو تین قدم
آگے ہو گیا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ
چار فرشتے آسمان کی طرف سے ایک تخت
ان کی قبر کے پاس لائے معلوم ہوا کہ اس
تخت پر حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند
تھے۔ دونوں شیخ آپس میں راز و نیاز کی
باتیں کرتے رہے جو سنی نہیں گئیں۔ پھر
تخت کو فرشتوں نے اٹھایا اور لے گئے۔
خواجہ قطب الدین پھر میری طرف متوجہ
ہوئے کہ آگے آ جاؤ میں دو تین قدم اور
آگے ہو گیا اسی طرح وہ فرماتے رہے اور
میں تھوڑا تھوڑا آگے ہوتا گیا یہاں تک کہ
بالکل ان کے قریب ہو گیا اس وقت
انہوں نے فرمایا کہ شعر کے بارے میں تم
کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا شعر ایک کلام
ہے جو اچھا ہے وہ اچھا ہے جو برا ہے وہ برا
ہے، فرمایا باریک اللہ اچھی آواز کے متعلق تم
کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا یہ اللہ کا فضل ہے
وہ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ فرمایا
بارک اللہ۔ جہاں یہ دونوں جمع ہو جائیں

لفظ فرمودند ادب نبود یا مصلحت نبود

(انفاس العارفين، ص ۴۴)

یعنی شعر بھی اچھا اور آواز بھی اچھی ہو۔ پھر کیا کہتے ہو؟ میں نے عرض کیا۔ نور علی نور، یہ کمال پر کمال تو اللہ جس کو چاہے عطا فرما دے! فرمایا بارک اللہ! یہ جو کچھ ہم کرتے ہیں اس سے پہلے نہ تھا۔ تم بھی گاہے گاہے ایک دو بیت سن لیا کرو؟ میں نے عرض کیا آپ حضرت نے یہ بات حضرت خواجہ نقشبند کی حضور میں کیوں نہ فرمائی؟ آپ نے ان دو میں سے ایک بات فرمائی کہ ادب نہیں تھا یا مصلحت نہ تھی۔

حضرت فرماتے تھے کہ میں ایک بار پھر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مزار پر ان کی زیارت کے لیے گیا۔ ان کی روح ظاہر ہوئی اور فرمایا تمہارے ہاں فرزند پیدا ہوگا اس کا نام قطب الدین احمد رکھنا۔ چونکہ بیوی بڑھاپے کو پہنچ چکی تھی اس لیے میں نے خیال کیا کہ مراد بیٹے کا بیٹا یعنی پوتا ہوگا۔ اس خیال پر مطلع ہوئے اور فرمایا میری یہ مراد نہیں ہے بلکہ وہ فرزند تمہارے صلب سے ہوگا۔ ایک مدت کے بعد دوسری بیوی سے عقد فرمایا تو یہ کاتب الحروف فقیر ولی اللہ پیدا ہوا۔

می فرمودند دیگر بار زیارت مرقد منور ایشان رفتم روح ایشان ظاہر شد فرمودند ترا پسرے پیدا خواهد شد اور قطب الدین احمد نام کن چوں زوجه بسن ایاس رسیده بود گمان کردم کہ مراد پسر پرست بریں خطرہ مشرف شدند فرمودند ایں مراد من نیست ایں پسرا صلب تو خواهد بود بعد از زمانے داعیہ تزوج دیگر پیدا شد و کاتب الحروف فقیر ولی اللہ متولد گشتہ در اول ایں واقعہ فراموش کردند بولی اللہ مسمی کردند و بعد از مدتے بیاد آمد نام دیگر قطب الدین احمد مقرر کردند (انفاس العارفين، ص ۴۴)

۴۵، مطبوعہ مجتہائی، دہلی) شروع میں یہ واقعہ یاد نہ رہا تو ولی اللہ نام رکھ دیا اور کچھ عرصہ کے بعد یاد آیا تو دوسرا نام قطب الدین احمد رکھا۔

یہی شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت والد ماجد فرماتے تھے کہ میں اکبر آباد میں مزار محمد زاہد کے درس سے واپس آتے ہوئے ایک لمبی گلی میں شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار ذوق و شوق سے پڑھتا ہوا آ رہا تھا۔

جز یاد دوست ہر چہ کنی عمر ضائع ست جز سر عشق ہر چہ بخوانی بطالت ست
سعدی بشو لوح دل از نقش غیر حق علمے کہ رہ بحق تمناید جہالت ست
چوتھا مصرع میرے ذہن سے نکل گیا۔ اس وجہ سے مجھ میں ایک قلق اور اضطراب سا پیدا ہو گیا کہ

ناگاہ مردے دو مومے فقیر وضع ملیح روئے از جانب یمین من برآمد و گفت ع
علمے کہ رہ بحق تمناید جہالت است گفتم جَزَاكَ اللهُ خَيْرُ الْجَزَاءِ چہ قدر قلق و
اضطراب از دل من زائل نمودے آنگاہ دو دستہ تنبول را بر آورده پیش آں عزیز بردم
تبسم کرد و گفت ایں اجر یاد دہانیدن است گفتم نہ ولیکن شکرانہ است! گفتم من نمی
خورم..... گفت مرا زودی باید رفت گفتم من ہم بشتاب میروم گفت شتاب تری خواہم

اچانک ایک مرد فقیری وضع رکھنے والا نہایت خوبصورت دونوں طرف کندھوں تک لٹکے ہوئے بالوں والا میری دائیں طرف سے آ گیا اور آتے ہی وہ چوتھا مصرع جو مجھے بھول گیا تھا علمے کہ رہ بحق تمناید جہالت است بتا دیا۔ میں نے کہا جزاک اللہ خیر الجزاء اور میرے دل میں اس مصرع کے بھولنے کے سبب جس قدر بے چینی و اضطراب تھا سب دور ہو گیا۔ میں نے فوراً پان کے دو

۱۔ دوست کی یاد کے سوا جو کچھ تو نے کیا ہے عمر کو ضائع کیا ہے۔ عشق کے بھید کے سوا جو کچھ تو نے پڑھا ہے باطل ہے۔ اے سعدی اپنے دل کی تختی سے باطل نقوش دھو ڈال۔ وہ علم جو حق کا راستہ نہ دکھائے وہ جہالت ہے۔

پس قدم برداشت و آخر کو چہ نہاد استم کہ
روح مجسم است ندا کردم کہ برنام خود ہم
اطلاع دہید تا فاتحہ میخواندہ باشم گفت
سعدی ہمیں فقیر است
(انفاس العارفین، ص ۴۵، مطبع مجتہائی، دہلی)

پتے پیش کیے؟ مسکرائے اور فرمایا کہ یہ
مصرع یاد کرانے کا اجر ہے؟ میں نے کہا
نہیں بلکہ ہدیہ تشکر! فرمایا میں نہیں کھاؤں
گا۔ پھر فرمایا مجھے جلدی جانا ہے۔ میں
نے کہا مجھے بھی جلدی ہے۔ فرمانے لگے
میں تو بہت ہی جلدی جانا چاہتا ہوں۔ پھر
جو قدم اٹھایا تو گلی کے آخر میں جا رکھا۔
میں سمجھ گیا کہ کسی بزرگ کی روح ہے جو
مجسم ہو کر آئی ہے۔ میں نے ندا کی اپنا
نام تو بتاتے جاؤ تا کہ فاتحہ پڑھا کروں۔
فرمایا وہ سعدی فقیر میں ہی ہوں۔

اس قسم کے بے شمار واقعات کتب معتبرہ میں مذکور موجود ہیں جن سے اہل قبور صالحین
کا کلام کرنا، تلاوت کلام پاک کرنا، نماز پڑھنا اور تصرف کرنا وغیرہ ثابت ہوتا ہے۔

۱۔ علمائے دیوبند کی کتب سے اقتباسات پر مشتمل اس موضوع پر میری تحقیقی کتاب ”مزارات و تبرکات اور ان کے
فیوضات“ ملاحظہ فرمائیں۔ (کوکب نورانی اوکاڑوی غفرلہ)

دہن مبارک

وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا
چشمہ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام
جس کے پانی سے شاداب جان و جنان
اس دہن کی تراوٹ پہ لاکھوں سلام
جس سے کھارے کنویں شیرۂ جاں بنے
اس زلال حلاوت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت)



حضور اکرم ﷺ کا مونہ مبارک فراخ، رخسارے مبارک ہموار، سب سے زیادہ خوبرو اور خوش آواز تھے، خوش آواز ہونے کے علاوہ آپ بلند آواز اتنے تھے کہ جہاں تک آپ کی آواز پہنچتی، کسی اور کی آواز نہ پہنچتی تھی، بالخصوص خطبوں میں آپ کی آواز گھروں میں پردہ نشین عورتوں تک پہنچ جاتی تھی اور ہزاروں کے اجتماع میں جس طرح آپ کی آواز مبارک کو وہ شخص سنتا جو سب سے آگے ہوتا اسی طرح وہ شخص بھی سنتا جو سب سے پیچھے ہوتا۔ وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی عرب کی زمین جس نے ساری ہلا دی جس میں نہریں ہیں شیر و شکر کی رواں اس گلے کی نصارت پہ لاکھوں سلام حضور ﷺ کا دہن مبارک وہ دہن ہے جس سے ایک حرف بھی ایسا نہیں نکلتا جو خواہش نفس پر مبنی ہو بلکہ آپ جو کچھ بھی فرماتے ہیں وہ اللہ کی وحی اور اس کے حکم کے مطابق ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

وَمَا يُطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا
وَحْيٌ يُوحَىٰ ۖ (النجم)

اور وہ تو کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

مَا أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ اللَّهَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ فَهُوَ الَّذِي لَا شَكَّ فِيهِ (درمنثور، ج ۶، ص ۱۲۲)

جو خبر بھی میں تمہیں دیتا ہوں وہ بلاشبہ اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہوتا۔

انہی سے روایت ہے کہ فرمایا حضور ﷺ نے

لَا أَقُولُ إِلَّا حَقًّا قَالَ بَعْضُ أَصْحَابِهِ
فَإِنَّكَ تَدْعِبُنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ إِنْ لَا
أَقُولُ إِلَّا حَقًّا (درمنثور، ج ۶، ص ۱۲۲)

میں سوائے حق کے اور کچھ نہیں کہتا اس پر بعض صحابہ نے کہا یا رسول اللہ کبھی کبھی آپ ہم سے خوش طبعی بھی تو فرماتے ہیں

فرمایا اس وقت بھی میرے منہ سے حق
کے سوا نہیں نکلتا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا اسے لکھ لیا کرتا، قریش نے مجھے منع کیا کہ ہر بات نہیں لکھنی چاہیے، کیونکہ بتقاضائے بشریت ممکن ہے کہ غصہ و غضب کی حالت میں کبھی کوئی ایسی بات بھی نکل جائے جو لکھنے کے قابل نہ ہو۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں:

فَأَمْسَكْتُ عَنِ الْكِتَابِ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَوْمَأَ إَصْبَعَهُ إِلَى فِيهِ فَقَالَ أَكْتُبْ فَوَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا حَقٌّ (ابو داؤد، کتاب العلم: ۳۶۴۶)

پس میں لکھنے سے رک گیا اور اس بات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک لکھو، اور انگلی سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا خدا کی قسم اس منہ سے ہر حالت

میں سوائے حق کے اور کچھ نہیں نکلتا۔

وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا
حضرت عمیرہ بنت مسعود انصاریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور میری پانچ بہنیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔

فَوَجَدْنَاهُ يَأْكُلُ قَدِيدًا فَبَضَعْنَا لَهُنَّ قَدِيدَةً ثُمَّ نَاوَلْنَهُنَّ الْقَدِيدَ فَبَضَعَتْهَا كُلُّ وَاحِدَةٍ قِطْعَةً قِطْعَةً فَلَقَيْنَا اللَّهَ وَمَا وَجَدَ لَأَقْوَاهِنَّ خُلُوفٌ

آپ اس وقت قدید (خشک کیا ہوا گوشت) کھا رہے تھے۔ آپ نے ایک پارہ قدید کو چبا کر نرم کیا اور ان کو دیا تو انہوں نے تھوڑا تھوڑا کر کے کھا لیا (آپ

کے دہن مبارک کی برکت سے) مرتے دم تک ان کے مونہوں سے بد بو نہیں پائی گئی ہمیشہ خوشبو آئی۔

(طبرانی: ۸۵۲، خصائص، ج ۱، ص ۶۲، زرقانی، علی المواہب، ج ۴، ص ۹۷، سبل الہدی، ج ۲، ص ۳۱)

حضرت حارث بن سراقہ رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں شہید ہو گئے تو جب ان کی شہادت کی خبر مدینہ منورہ میں ان کی والدہ اور بہن کو پہنچی، ان کو بہت صدمہ ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے واپس تشریف لائے تو حارث کی والدہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا اگر میرا بیٹا جنت میں ہے تو خوشی کا مقام ہے، رونے کی ضرورت نہیں، اگر دوزخ میں ہے تو خدا کی قسم میں چلا چلا کر روؤں گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم! تمہارا بیٹا حارث جنت الفردوس میں ہے۔ (ابن ابی شیبہ: ۳۶۷۱۳، کنز العمال: ۳۰۰۲۴، مدارج النبوة، ج ۲، ص ۱۰۰) وہ بولی اب میں اس کو ہرگز نہ روؤں گی اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ پانی کا طلب فرمایا۔ پھر اس میں اپنے ہاتھ مبارک دھوئے اور کلی کر کے اس میں ڈال دی اور حارث کی والدہ اور اس کی بہن کو پلایا، اور فرمایا اس میں سے تھوڑا سا پانی اپنے گریبانوں پر چھڑک لو! ان دونوں نے ایسا ہی کیا اور اپنے گھر چلی گئیں۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد مدینہ بھر میں کوئی عورت ان سے زیادہ خوش و خرم نہیں تھی۔ (شمس التواریخ، مقاصد الاسلام، ص ۲۵۵) خوشی اور غم آدمی کی اختیاری چیزیں نہیں ہیں، جب خوشی اور غم کے اسباب قائم ہو جائیں تو خوشی اور غم کا ہونا لازمی امر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اس عورت کے دل پر بیٹے کی جدائی کا سخت صدمہ ہے جس سے ضرر کا اندیشہ ہے تو آپ نے اس کی تسکین کے لیے لعاب دہن استعمال فرمایا جس کی تاثیر یہ ہوئی کہ بجائے غمی کے اس کے دل میں ایسی مسرت و شادمانی پیدا ہو گئی کہ مدینہ طیبہ میں ان سے بڑھ کر کوئی شادمان نہ تھا۔

جلتی جانیں بجھاتے یہ ہیں روتی آنکھیں ہنساتے یہ ہیں
(اعلیٰ حضرت)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک بے شرم اور بد زبان عورت تھی

ایک دفعہ وہ

فَمَرَّتْ بِالْبَيْتِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ
يَأْكُلُ تَرِيدًا فَطَلَبَتْ مِنْهُ فَنَأَوَّلَهَا مِنْ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزری آپ
اس وقت شریک کھا رہے تھے، اس نے بھی

بَيِّنْ يَدَيْهِ فَقَالَتْ إِنِّمَا أُرِيدُ مِنَ الَّذِي فِي قَبْلِكَ فَنَأْ وَلَهَا مَا فِي قَبْلِهَا وَلَمْ يَكُنْ يَسْأَلُ شَيْئًا فَيَبْنَعُهُ فَلَمَّا اسْتَقَرَّ فِي جَوْفِهَا أَلْقَى عَلَيْهَا مِنَ الْحَيَاءِ مَا لَمْ تَكُنِ امْرَأَةً بِالنَّبَذَةِ أَشَدَّ حَيَاءً مِنْهَا (شفا شریف، ج ۱، ص ۲۱۴، طبرانی: ۸۱۲، خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۶۲، زرقانی علی المواعظ، ج ۴، ص ۹۷، سبل الہدی، ج ۱۰، ص ۲۶)

اس میں سے مانگا آپ نے اس کو اس میں سے کچھ دے دیا جو آپ کے آگے رکھا تھا، وہ بولی میں یہ نہیں چاہتی بلکہ وہ جو آپ کے منہ میں ہے، آپ نے وہی جو آپ کے دہن مبارک میں تھا نکال کر اس کو دے دیا، کیونکہ آپ سائل کے سوال کو رد نہیں کرتے تھے، وہ کھا گئی جب وہ لقمہ اس کے پیٹ میں گیا تو اس پر ایسی حیاطاری ہوئی کہ وہ حیا میں تمام عورتوں سے بڑھ گئی۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حج کو جا رہے تھے۔ جب ہم بطن روجاء میں پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو دیکھا جو آپ کی طرف آرہی تھی۔ آپ نے اپنی سواری کو روک لیا، وہ حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ میرا یہ بچہ ہے جس روز سے پیدا ہوا ہے اس روز سے آج تک اسے ہوش نہیں آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچہ کو پکڑا اور اس کے منہ میں تھوکا۔

وَقَالَ اخْرُجْ يَا عَدُوَّ اللَّهِ فَإِنِّي رَسُولُ اللَّهِ ثُمَّ نَاولَهَا إِيَّاهُ وَقَالَ خُذِيهِ فَلَا بَأْسَ عَلَيْهِ قَالَ أُسَامَةُ فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّةَ انْصَرَفَ حَتَّى إِذَا نَزَلَ بِبَطْنِ الرُّوحَاءِ أَتَتْهُ تِلْكَ الْمَرْأَةُ بِشَاةٍ قَدْ شَوَّهَتْهَا ثُمَّ قَالَ نَاولْنِي ذِرَاعًا فَنَاولْتُهُ ثُمَّ قَالَ نَاولْنِي ذِرَاعًا فَنَاولْتُهُ ثُمَّ قَالَ نَاولْنِي ذِرَاعًا فَقُلْتُ يَا

اور فرمایا نکل او دشمن خدا بے شک میں رسول اللہ ہوں، پھر اس لڑکے کو اس عورت کے حوالے کر کے فرمایا اب اس پر کوئی اثر نہیں ہے۔ حضرت اسامہ کہتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حج سے فارغ ہو کر اسی مقام پر واپس پہنچے تو وہی عورت ایک بھنی ہوئی بکری لے کر حاضر خدمت ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

رَسُولَ اللَّهِ إِنَّمَا ذَرَاعَانِ وَقَدْ
 نَاوَلْتُكَ فَقَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ
 سَكَتَتْ مَا زِلْتُ تَنَاوِلُنِي ذَرَاعَا مَا
 قُلْتُ لَكَ وَنَاوِلْنِي ذَرَاعَا

(ابو یعلیٰ، بیہقی، ج ۶، ص ۲۵، خصائص کبریٰ،
 ج ۲، ص ۳۶، کنز العمال: ۳۱۸۱۶)
 آپ کو دے چکا۔ فرمایا قسم ہے اس ذات
 کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان
 ہے اگر تم چپ رہتے تو جب تک میں
 دست مانگتا رہتا تم دیتے رہتے۔

حضور ﷺ کو دست کا گوشت بہت مرغوب تھا، اس لیے صحابہ کرام اکثر دست ہی
 پیش کیا کرتے تھے۔ حضور ﷺ مکرر طلب فرمایا کرتے تھے۔ جب تیسرے دست کی
 طلب کی نوبت پہنچتی تو بمقتضائے بشریت وعادت صحابہ بھی اسی طرح عرض کرتے کہ جانور
 کے دوہی دست ہوتے ہیں مگر حضور ﷺ ان سے فرماتے کہ اگر دینے کا قصد کرتے تو
 میں جتنی بار طلب کرتا تم دیتے ہی رہتے۔ (احمد: ۵۰۸۹، داری: ۴۵، مشکوٰۃ: ۳۲۷)

اسی طرح حضرت اسامہ سے بھی تیسری بار بکری کا دست طلب فرمایا اور انہوں نے
 برسبیل تعجب یہ کہا کہ دست تو دوہی ہوتے ہیں اور وہ میں آپ کو دے چکا ہوں جس کا ظاہر
 مطلب یہی ہوا کہ یا تو آپ بھول گئے ہیں اور یا جانتے ہی نہیں کہ جانور کے دو سے زیادہ
 دست نہیں ہوتے۔

اب یہاں خاص طور پر توجہ کی ضرورت ہے کہ یہ کلام کوئی معمولی کلام نہیں ہے۔ بلکہ مخبر
 صادق ﷺ کا کلام ہے اور آپ اس امر کی خبر دے رہے ہیں کہ تم اگر تیسری بار بھی دست
 دینے کا قصد کرتے تو ضرور دیتے اور پھر اس خبر کو بھی قسم کے ساتھ مؤکد فرمایا اور ممکن نہیں کہ
 حضور ﷺ کی کوئی خبر معاذ اللہ جھوٹی ہو سکے ویسے یہ بات حیرت انگیز ہے کہ تیسرا دست
 جو یقیناً معدوم تھا، اگر اس کا وجود ہوتا، تو کس طرح ہوتا؟

ظاہری اسباب تخلیق تو بالکل مفقود ہیں، اور پھر جس سے طلب فرمایا اس میں یہ صلاحیت و قدرت نہیں کہ پیدا کر کے دے مگر دیتا ضرور، معلوم ہوا کہ حضور سید المرسلین محبوب رب العالمین ﷺ کا تصور فرمانا ہی اس کے وجود کے لیے کافی تھا ادھر تصور ہوتا۔ ادھر حق تعالیٰ پیدا فرما دیتا جس طرح جنت میں وجود اشیاء کے لیے صرف تصور کافی ہوگا۔ کَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى۔

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهُیْ اَنْفُسُكُمْ وَ لَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُوْنَ ﴿۳۱﴾ (حم السجدہ)
اور تمہارے لیے جنت میں ہوگا جو بھی تمہارے جی چاہیں گے اور جو بھی تم طلب کرو گے۔

اولیاء اللہ نے یہیں سے یہ بات سلوک میں داخل کر دی کہ مرشد کامل جو کچھ ارشاد اور امر کرے اس پر بغیر چون و چرا کے عمل کرنا اور نہ ہو سکے تو کم از کم اس پر آمادگی ظاہر کرنا ضروری ہے۔

بے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا کیونکہ مرشد کامل جو حکم کرے گا خالی از مصلحت و حکمت نہ ہوگا اور جب تک یہ عقیدہ نہ ہو، شیخ کامل سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ دیکھیے حضور ﷺ نے ایک محال چیز کی فرمائش کی اور جب انہوں نے اس کو پورا نہیں کیا تو آپ نے ان کا نقص عقیدہ بیان فرمایا، اسی لیے شہنشاہ عارفان مولانا روم علیہ رحمۃ القیوم فرماتے ہیں۔

پیر را بگزیر کہ بے پیرایں سفر ہست بس پر آفت و خوف و خطر
پیر کا توسل اختیار کرو کیونکہ پیر کے بغیر سلوک و طریقت کا سفر شر و نفس و شیطان کی بڑی آفات اور خوف و خطر سے پر ہے۔

چون گرفتگی پیرہین تسلیم شو ہم چو موسیٰ زیر حکم خضر رو
جب تم کسی کامل کے مرید ہو جاؤ تو خبردار ہمہ تن تسلیم بن جاؤ۔ موسیٰ کی طرح حضرت خضر کے حکم پر چلو۔

صبر کن بر کار خضر اے بے نفاق تا نگوید خضر رو ہذا فراق
اے بے نفاق تم خضر (مرشد) کے کام پر صبر و سکونت کرو تا کہ وہ یوں نہ کہہ دے کہ جاؤ
ہماری تمہاری جدائی ۔

گرچہ کشتی بشکند تو دم مزین گرچہ طفلے راکشد تو موکلن
اگرچہ وہ کشتی توڑ ڈالے تو تم دم نہ مارو۔ اور اگر وہ کسی بچہ کو مار ڈالے تو تم بے صبری نہ کرو۔
گر خضر در بحر کشتی را شکست صد درستی در شکست خضر ہست
کیونکہ اگر حضرت خضر نے دریا میں کشتی کو توڑ ڈالا تھا تو آپ کے توڑ ڈالنے میں بھی
سیکڑوں مرتیں مخفی تھیں۔

دست اورا حق چودست خویش خواند تا ید اللہ فوق ایدہم براند
وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمایا یہاں تک کہ اللہ کا ہاتھ ان کے
ہاتھوں پر ہونے کا حکم جاری کیا ہے۔

لیکن یہ بات یاد رہے کہ یہ بات پیر کامل کے ساتھ متعلق ہے، ناقص خصوصاً آج کل
کے بعض نام نہاد پیروں کا یہ مقام نہیں ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یوم حدیبیہ میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہ
حدیبیہ پر نزول فرمایا، آپ کے ہمراہ چودہ صحابہ کرام تھے۔ لشکر اسلام نے چاہ حدیبیہ کا
تمام پانی نکال لیا۔ یہاں تک کہ اس میں ایک قطرہ بھی نہ تھا۔

فَبَدَغَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاتَاهَا فَجَلَسَ عَلَى شَفِيرِهَا ثُمَّ دَعَا
بِإِنَاءٍ فَتَوَضَّأُ ثُمَّ مَضَى وَدَعَا ثُمَّ صَبَّ
فِيهَا ثُمَّ قَالَ دَعُوهَا سَاعَةً فَأَدَّوْا
أَنفُسَهُمْ وَرَكَابَهُمْ حَتَّى ارْتَحَلُوا

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر پہنچی، پس
آپ اس کنوئیں پر تشریف لائے اور اس
کے کنارے پر بیٹھ کر پانی کا ایک برتن
طلب فرمایا پھر وضو کیا اور اس میں سے منہ
میں لے کر پانی کی ایک کلی کنوئیں میں
ڈال دی اور دعا فرمائی اور فرمایا تھوڑی دیر

(بخاری: ۴۱۵۱، مشکوٰۃ: ۵۸۸۳)

اس کو چھوڑ دو پس اس کنوئیں میں اس قدر
پانی جمع ہو گیا کہ (حدیبیہ میں قریباً بیس
روز قیام رہا) فوج اور ان کے اونٹ بھی
اسی سے سیراب ہوتے رہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ قبا کی طرف تشریف لے گئے
اور ایک کنوئیں پر پہنچے جس سے کھیتوں کو پانی دیا جاتا تھا۔ اس کنوئیں کی یہ حالت تھی کہ ہر
روز اس کا پانی تھوڑی دیر میں ختم ہو جاتا اور پھر دن بھر خشک رہتا۔

فَبَضْضَ فِي الدَّلْوِ وَرَدَّكَ فِيهَا فَجَاشَتْ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈول میں کلی کر
بالرِوَاعِ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۹۱، کے وہ پانی اس کنوئیں میں ڈال دیا،
خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۴۱، سبل الہدی چنانچہ اس کی یہ حالت ہوئی کہ اس سے
والرشاد، ج ۹، ص ۲۶۰) وہاں کی پوری زمین سیراب ہوتی اور
خوب پیداوار ہوتی۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی کی درخواست کے صرف
رفاہ عام کے پیش نظر لعاب مبارک کی تاثیر سے اس کنوئیں کا پانی زیادہ فرمایا یہاں مخالفین کو
معجزہ دکھا کر قائل کرنا تو مقصود ہی نہ تھا۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق کی
حاجت روائی اور خوشحالی کی غرض سے ایسے امور ظاہر فرماتے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ
تھے۔ جب لوگ سخت پیاسے ہوئے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیاس کی
شکایت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ اور ایک اور شخص کو بلا کر فرمایا
کہ تم دونوں جاؤ تمہیں فلاں مقام پر ایک عورت پانی کی دو پکھالیں (بڑی مشکیں) لادے
ہوئے اونٹ پر سوار ملے گی، اس کو میرے پاس لے آنا! وہ دونوں حضرات گئے اور انہوں
نے اسے پالیا اور پوچھا کہ پانی کہاں سے لائی ہے۔ اس نے کہا کہ میں کل اس وقت وہاں

سے چلی تھی۔ انہوں نے کہا کہ تجھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بلاتے ہیں اس نے کہا کون رسول اللہ؟ وہی جنہوں نے نیا دین نکالا ہے؟ انہوں نے کہا وہ اللہ کے سچے رسول ہیں اور حق لے کر آئے ہیں، اور اس کو ساتھ لے کر آگئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن منگوایا اور انہیں پکھالوں سے پانی لے کر اس میں کلی کی اور اس کو انہیں پکھالوں میں ڈلوادیا، اور لوگوں میں اعلان کر دیا کہ آؤ خود بھی پیو اور جانوروں کو بھی پلاؤ! چنانچہ سب لشکر نے پیا اور پلایا، وہ عورت کھڑی سب کچھ دیکھتی رہی۔

حضرت عمران فرماتے ہیں جب ان پکھالوں کا منہ باندھ دیا گیا تو خدا کی قسم یوں معلوم ہوتا تھا کہ پہلے سے زیادہ بھری ہوئی ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس عورت کو کچھ جمع کر دو۔ چنانچہ کھجوریں، آٹا، ستوبہت کچھ اس کو جمع کر دیا۔

فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْلَبِينَ وَاللَّهِ مَا زَرَيْنَا مِنْ مَائِكَ شَيْئًا وَلَكِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ هُوَ اسْتَقَانَا قَالَ فَاتَتْ أَهْلَهَا وَقَدِ اخْتَبَسَتْ عَنْهُمْ فَقَالُوا مَا حَبَسَكَ يَا فُلَانَةُ قَالَتْ الْعَجَبُ لَقِينِي رَجُلَانِ وَذَهَبَانِ إِلَى هَذَا الَّذِي يُقَالُ لَهُ الصَّابِيُّ فَفَعَلَ بِمَا كَذَا وَكَذَا الَّذِي قَدْ كَانَ قَوْلُ اللَّهِ إِنَّهُ لَا سِحْرَ مِنْ بَيْنِ هَذِهِ وَهَذِهِ وَقَالَتْ بِاصْبِعَيْهَا الْوُسْطَى وَالسَّبَابِيَةَ فَرَفَعَتْهُمَا إِلَى السَّمَاءِ تَعْنِي السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ أَوْ أَنَّ رَسُولُ اللَّهِ حَقًّا قَالَ فَكَانَ الْمُسْلِمُونَ بَعْدُ يُغَيِّرُونَ عَلَى مَا حَوْلَهَا مِنْ

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ تو جانتی ہے کہ واللہ ہم نے تیرے پانی سے کچھ کم بھی نہیں کیا اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں بھی پلا دیا۔ راوی فرماتے ہیں کہ وہ عورت اپنے قبیلے میں پہنچی تو اس نے ان سب کو جمع کیا لوگوں نے کہا تجھے کس نے روک لیا تھا؟ وہ بولی عجیب واقعہ پیش آیا کہ مجھ کو دو شخص اس کے پاس لے گئے جس نے نیا دین نکالا ہے اور وہ واقعات جو وہاں گزرے تھے بیان کر کے کہا یا تو زمین و آسمان کے درمیان اس سے بڑا کوئی جادوگر نہیں، یا وہ بے شک اللہ کے سچے رسول ہیں! اس واقعہ کے بعد مسلمان

النَّبِيُّ لَا يُصِيبُكَ الصَّرَمُ الَّذِي
 هِيَ فِيهِ فَقَالَتْ يَوْمًا لِقَوْمِهَا مَا أَرَى أَنَّ
 هَؤُلَاءِ الْقَوْمَ يَدْعُونَكَ عَبْدًا فَهَلْ لَكُمْ فِي
 الْإِسْلَامِ فَاطَاعُوهَا فَدَخَلُوا فِي الْإِسْلَامِ
 (بخاری: ۳۴۴، مسلم: ۱۵۶۳، بیہقی، ج ۴، ص ۲۸۷،
 خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۴۳، زرقانی،
 ج ۵، ص ۱۶۵، بل الہدیٰ، ۹، ج ۶۱) ہو؟ لوگوں نے اس کی اطاعت کی اور وہ
 کل قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

اس حدیث مبارک میں غور کیجئے کہ حضور پر نور ﷺ نے تمام لشکر کو دو پکھالوں کے
 پانی سے سیراب فرمایا اور وہ بھری کی بھری رہیں۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ بھری ہوئی نظر
 آتی تھیں اگرچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو یہ قدرت بھی حاصل تھی کہ بغیر پکھالوں کے
 پانی موجود فرما دیتے، جیسا کہ بارہا آپ نے اپنی مبارک انگلیوں سے چشمے جاری کیے، لیکن
 وجلیل القدر صحابی بھیج کر اس عورت کو بلانے اور پکھالوں میں کلی کر کے ڈالنے میں بے شمار
 حکمتیں تھیں۔

ایک تو یہ کہ حضور ﷺ کو مقام عبودیت نہایت پسند تھا کیونکہ یہ مقام تمام مقامات
 سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ اگر حضور ﷺ وہیں پانی جاری فرما دیتے تو ممکن تھا کہ کسی کو خیال
 ہوتا کہ آپ پانی کے خالق ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کلمہ کن مقربین بارگاہ الہی کو عطا
 ہوتا ہے۔ اور جب وہ کسی چیز کو موجود کرنا چاہتے ہیں تو ان کا باذن پروردگار ”کن“ کہہ دینا
 کافی ہوتا ہے مگر حضور پر نور ﷺ باوجود قدرت کے کمال ادب سے اس کو گوارا نہیں
 فرماتے تھے تا کہ کسی کو خالقیت کا گمان نہ ہو۔ دیکھیے جنت میں ہر مومن کو یہ تصرف اور
 اقتدار حاصل ہو گا کہ وہ جس چیز کو چاہے گا موجود ہو جائے گی، چونکہ اس کا منشا تقرب
 خداوندی ہے تو اگر مقربان بارگاہ الہی کو یہ صفت دنیا میں بھی عطا ہو جائے تو فضل الہی سے

کون سی بڑی بات ہے، اس قسم کے خیالات کو مشرکانہ خیالات کہنا محرومی اور ناہنجی کے سوا اور کچھ نہیں۔

دوسرے یہ کہ نگاہ نبوت سے یہ بات پوشیدہ نہ تھی کہ یہی واقعہ ایک قبیلے کے مسلمان ہونے کا سبب بن جائے گا۔ اس وجہ سے صحابہ کرام قصداً اس قبیلے کو چھوڑ دیتے تھے اور پھر وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اس قبیلے کی عورت کے پانی سے ایک بار نفع اٹھایا ہے، اگرچہ اس عورت نے کوئی احسان نہیں کیا تھا، کیونکہ اس کے پانی سے تو ایک قطرہ بھی خرچ نہیں ہوا بلکہ اور زیادہ ہو گیا تھا، تاہم یہ تو ضرور ہوا کہ قدرتی پانی اس کی پکھالوں سے نکلتا رہا، ممکن ہے اس کا پانی اس میں شامل ہو گیا ہو۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَالَ اَبِي النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بَدَلُوا مِنْ مَاءٍ فَشَرِبَ مِنَ الدَّلْوِ ثُمَّ مَجَّ
فِي الْبَيْتِ فَنَفَّاحٌ مِنْهَا مِثْلُ رَائِحَةِ الْبُسْكِ
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ڈول میں
پانی لایا گیا۔ آپ نے اس میں سے پیا،
اور کلی کر کے ایک کنوئیں میں ڈال دیا تو
اس میں سے کستوری کی سی خوشبو آنے
لگی۔ (ابن ماجہ: ۶۵۹، احمد: ۱۸۸۳۸، بیہقی: ۶۳۵، ابو نعیم، خصائص، ج ۱، ص ۶۱، زرقانی، ج ۲، ص ۹۶)

حضور کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں ایک کنواں تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن اس میں ڈال دیا اس کا پانی ایسا شیریں ہو گیا کہ مدینہ منورہ میں اس سے بڑھ کر میٹھا کنواں کوئی نہ تھا۔ (خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۶۱، شفا شریف، ج ۱، ص ۲۱۸، سبل الہدی، ج ۲، ص ۳۱)

حضرت ام جندب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حجرۃ العقبیٰ کے پاس رمی فرماتے ہوئے دیکھا، پھر آپ منیٰ میں اپنے مقام پر واپس تشریف لے گئے۔ وہاں ایک عورت ایک لڑکے کو جو آسیب زدہ تھا لے کر حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے اس لڑکے پر کوئی بلا مسلط ہے کہ بات نہیں کرتا۔

فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَجَاءَتْ بِتَوْرٍ مِّنْ حِجَارَةٍ فِيهِ مَاءٌ
فَأَخَذَ بِيَدِهِ فَمَجَّ فِيهِ وَدَعَا فِيهِ وَأَعَادَهُ
فِيهِ ثُمَّ أَمَرَهَا فَقَالَ اسْقِيهِ وَاعْسِلِيهِ
فِيهِ قَالَتْ فَتَبِعْتُهَا فَقُلْتُ هَبِي لِي مِنْ
هَذَا الْمَاءِ قَالَتْ خُذِي مِنْهُ فَأَخَذْتُ
مِنْهُ حَفْنَةً فَسَقَيْتُهُ ابْنِي عَبْدَ اللَّهِ
فَعَاشَ فَكَانَ مِنْ بَرِّهِ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ
يَكُونَ قَالَتْ وَلَقِيتُ الْمَرَأَةَ فَرَعَمْتُ أَنَّ
ابْنَهَا بَرٌّ أَوْ أَنَّ غُلَامَهُ لَا غُلَامَ خَيْرٌ مِنْهُ
وَلَقُظْتُ ابْنِي نَعِيمٌ بَرٌّ أَوْ عَقْلٌ عَقْلًا لَيْسَ
كَعُقُولِ النَّاسِ (بيهقي: ۵۷، احمد: ۲۷۱۳۱،
خصائص کبری، ج ۲، ص ۳۸، سبل الہدی،
ج ۱۰، ص ۲۸)

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا کہ
پانی لاؤ، تو وہ ایک برتن میں پانی لے آئی،
آپ نے اس سے پانی لے کر اس برتن
میں کلی کی اور دعا فرمائی اور اس کو دے کر
فرمایا یہ پانی اس لڑکے کو پلاؤ اور اس میں
نہلاؤ، ام جندب کہتی ہیں کہ جب وہ چلی تو
میں بھی اس کے پیچھے ہو گئی اور اس سے کہا
کہ اس میں سے تھوڑا سا پانی مجھے بھی دے
دو! اس نے کہا لے لو! میں نے وہ لے کر
اپنے لڑکے عبد اللہ کو پلا دیا تو وہ ماشاء اللہ
زندہ رہا اور بہت نیک بخت ہوا۔ پھر میں
اس عورت سے ملی تو معلوم ہوا کہ اس کا لڑکا
اچھا ہو گیا تھا اور اپنے ہم عمر لڑکوں میں ایسا
ہو گیا کہ اس سے بہتر کوئی لڑکا نہ تھا اور عقل
فراست میں بھی اوروں سے بڑھ گیا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگر اس آسیب کو فرماتے کہ نکل جا! تو اسکی مجال نہ تھی کہ پھر ٹھہر سکتا۔
مگر پانی اس لیے منگوایا اور اس میں کلی فرمائی تاکہ صحابہ کرام کو میرے لعاب مبارک کی تاثیر کا
علم اور مشاہدہ ہو جائے، اسی لیے ام جندب نے بھی اس عورت سے پانی حاصل کیا اور اپنے
لڑکے کو پلایا کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب مبارک میں ہر قسم کی برکتیں ہیں۔
سبحان اللہ لعاب مبارک کی یہ تاثیر کہ جانور کو آدمی بنا دیا۔ کیونکہ وہ لڑکا جب بات ہی
نہیں کرتا تھا اور اس میں عقل بھی نہ تھی تو اس کو حیوان ناطق کہنے ہی میں کلام ہے۔ صرف
آدمی کی شکل و صورت اور قد و قامت کی بدولت کوئی آدمی نہیں ہو سکتا جب تک وہ ناطق و

عاقِل نہ ہوا ایسے کو عاقل و ناطق بنا دینا بعینہ حیوان کو آدمی بنا دینا ہے۔

حضرت عتبہ بن فرقد جنہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں موصل کو فتح کیا تھا ان کی بیوی حضرت ام عاصم فرماتی ہیں کہ عتبہ کے ہاں ہم چار عورتیں تھیں۔ ہم میں سے ہر ایک عتبہ کی خاطر ایک دوسری سے زیادہ خوشبودار رہنے کی کوشش کرتی پھر بھی جو خوشبو عتبہ کے وجود سے آتی وہ ہماری خوشبو سے بہت زیادہ اچھی ہوتی۔

وَكَانَ إِذَا خَرَجَ إِلَى النَّاسِ قَالُوا مَا شَبَّنا رِيحًا طَيِّبَةً مِنْ رِيحِ عُتْبَةَ فَقُلْنَا لَهُ فِي ذَلِكَ قَالَ أَخَذَنِ الشَّامِي عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَكَّوْتُ ذَلِكَ إِلَيْهِ فَأَمَرَنِي أَنْ أَتَجَرَّدَ فَتَجَرَّدْتُ عَنْ ثَوْبِي وَتَعَدْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَلْقَيْتُ ثَوْبِي عَلَى فَرْجِي فَانْفَثَ فِي يَدَيْهِ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ عَلَى ظَهْرِي وَبَطْنِي بِيَدِهِ فَعَبَّقَنِي هَذَا الطَّيِّبُ مِنْ يَوْمَئِذٍ

(خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۸۴، سبل الہدی والرشاد، ج ۱۰، ص ۳۶، طبرانی: ۳۲۹، اسد الغابہ، ج ۳، ص ۶۴)

اور جب وہ لوگوں میں جا بیٹھتا تو لوگ کہتے کہ ہم نے کوئی ایسی خوشبو نہیں سونگھی جو عتبہ کی خوشبو سے اچھی ہو۔ ایک دن ہم نے اس کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں میرے بدن پر آبلے پڑے (پھنسیاں نمودار ہوئیں) میں نے آپ کی خدمت میں اس بیماری کی شکایت کی آپ نے مجھ سے فرمایا کپڑے اتار دے۔ میں نے کپڑے اتار دیئے اور اپنا سر چھپا کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے اپنا مبارک لعاب دہن اپنے دست مبارک پر ڈال کر میری پشت اور میرے پیٹ پر مل دیا۔ اس دن سے مجھ میں یہ خوشبو پیدا ہو گئی اور میری بیماری جاتی رہی۔

یہاں مقصود ان کی پھنسیوں کا علاج تھا مگر لعاب مبارک نے ان کے جسم پر وہ اثر کیا کہ بیماری کو دور کر کے جسم کو پاکیزہ اور خوشبودار بنا دیا۔ اعلیٰ درجہ کی خوشبو بھی، اگر جسم پر لگا

دی جائے تو دو چار روز سے بڑھ کر اس کا اثر نہیں رہ سکتا مگر سبحان اللہ لعاب دہن کی تاثیر دیکھیے جسم میں سرایت کر گئی، مادہ جسم کی ماہیت کو بدل کر دائمی معطر کر دیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے غزوہ خندق کے دن کچھ تھوڑا سا کھانا پکانے کا انتظام کیا اور حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ تھوڑا سا کھانا ہے چند اصحاب کو اپنے ہمراہ لے چلیں۔ فرمایا جاؤ اور اپنی بیوی سے کہہ دو کہ جب تک میں نہ آؤں ہانڈی چولہے سے نہ اتارے اور روٹیاں نہ پکائے اور باواز بلند پکار کر فرما دیا کہ اے اہل خندق جابر نے ہماری دعوت کی ہے سب چلو! حضرت جابر فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میں جلدی سے گھر گیا اور بیوی سے کہا اے نیک بخت حضور ﷺ مع تمام مہاجرین اور انصار اور دیگر ہمراہیوں کے ہمراہ تشریف لارہے ہیں، اس نے کہا کیا تم نے یہ نہیں کہا تھا کہ کھانا بہت مختصر ہے؟ فرمایا ہاں! کہا تو پھر کوئی فکر کی بات نہیں۔ حضور ﷺ تشریف لے آئے۔

فَاخْرَجَتْ لَهُ عَجِينًا فَبَصَقَ فِيهِ وَبَارَكَ
ثُمَّ عَمَدَ إِلَى بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ وَبَارَكَ
فَأَقْسَمَ بِاللَّهِ لَقَدْ أَكَلُوا وَهُمْ أَلْفٌ حَتَّى
تَرَكَوْهُ وَانْحَرَفُوا وَإِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِظُّ كَمَا
هِيَ وَإِنَّ عَجِينَنَا لَيُخْبِرُ كَمَا هُوَ

(بخاری: ۴۱۰۲، مسلم: ۵۳۱۵، خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۲۷، سبل الہدی، ج ۴، ص ۳۶۹)

تو میں گندھا ہوا آٹا آپ کے روبرو لایا، آپ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور دعاء برکت فرمائی۔ پھر ہانڈی کی طرف بڑھے اور اس میں بھی اپنا لعاب مبارک ڈالا اور دعاء برکت فرمائی۔ جب کھانا تیار ہوا تو تقسیم شروع فرمائی۔ حضرت جابر قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ایک ہزار صحابہ تھے سب نے سیری سے کھایا مگر پھر بھی کھانا اسی طرح باقی رہا۔ گویا کسی نے کھایا ہی نہیں۔

غور کیجئے کہ حضرت جابر نے تو حضور ﷺ کو چند آدمیوں کے ساتھ دعوت دی اور آپ نے خود اپنی طرف سے تمام کو دعوت دے دی، یہ کیسی عجیب بات ہے؟ اس راز کو ہر شخص معلوم نہیں کر سکتا، البتہ اہل بصیرت جانتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو اس قسم

کے معاملات میں تصرف و اقتدار دیا تھا۔

ہر شخص جانتا ہے کہ بادشاہ اپنے وزراء اور امراء کو اقتدارات و اختیارات دیتا ہے اور وہ اس اقتدار و اختیار سے جو چاہتے ہیں کرتے ہیں، باوجود اس کے جب وہ بادشاہ کے روبرو ہوتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کو کسی قسم کی حکومت حاصل نہیں۔ اگر حکومت ہے تو بادشاہ ہی کو ہے۔ اسی طرح مقرران بارگاہ خداوندی کی بھی حالت ہے، ان کو اقتدارات و اختیارات سب کچھ حاصل ہوتے ہیں مگر چونکہ وہ ہمیشہ مشاہدہ اور حضوری میں ہوتے ہیں اس لیے عاجزی اور تضرع کا ان پر غلبہ ہوتا ہے۔ مگر جب کوئی وقت آ جاتا ہے تو پھر جو چاہتے ہیں کرتے ہیں، فی الحقیقت مقرران بارگاہ الہی کی ایسی ہی کچھ نرالی حالت ہوتی ہے جس کا سمجھنا معمولی عقول کا کام نہیں۔

حضور ﷺ کے پاس زمزم شریف کا ایک ڈول لایا گیا۔

فَبَجَّ فِيهِ فَصَارَ أَطْيَبُ مِنَ الْبُسْكِ آپ نے اس میں کلی کی تو وہ کستوری سے
(شفاء شریف، ج ۱، ص ۲۱۸) زیادہ خوشبودار ہو گیا۔

حضرت حبیب کے والد حضرت فدیہ یا فدیہ کی آنکھیں سانپ کے انڈوں پر پاؤں آ جانے کی وجہ سے سفید ہو گئیں۔

فَكَانَ لَا يُبْصِرُ بِيَهْمَا شَيْئًا فَتَنَفَّتْ رَسُولُ اور انہیں دونوں آنکھوں سے کچھ بھی نظر نہ
اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَيْنَيْهِ آتا تھا تو حضور ﷺ نے ان کی آنکھوں
فَأَبْصَرَ فَمَّا آيَتْهُ يُدْخِلُ الْخَيْطَ فِي الْإِبْرَةِ میں تھوک دیا تو وہ بینا ہو گئے اور سب کچھ
وَهُوَ ابْنُ ثُبَايْنِ (بیہقی، ج ۶، ص ۱۷۳، نظر آنے لگا۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں
طبرانی ۳۵۴۶، شفاء شریف، ج ۱، ص ۲۱۳، نے ان کو دیکھا کہ وہ اسی برس کی عمر میں
خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۶۹، زرقانی علی سوئی میں خود دھاگا ڈال کر تے تھے۔
المواہب، ج ۵، ص ۱۸۸، اسد الغابہ، ج ۱، ص ۴۲۸، بسل الہدی، ج ۱۰، ص ۱۷۷، البدایہ
والنہایہ، ج ۶، ص ۳۲۷)

سانپ کے انڈوں پر پاؤں آ جانے سے ان کی بینائی کا زائل ہو جانا ایک عجیب بات

ہے شاید ظاہر بینوں کو اس قسم کے اثر ماننے میں تاہل ہوگا۔ مگر اہل علم و عقل جانتے ہیں کہ اشیاء کی تاثیرات خاص خاص مقامات پر ہوتی ہیں، ادویہ کا حال دیکھیے کوئی دوا سر میں تاثیر کرتی ہے کوئی جگر میں کوئی گردہ اور مثانہ وغیرہ میں، ستاروں کی تاثیرات کا یہ حال ہے کہ اتنی دور سے کسی کی تاثیر سے غلہ میں دودھ پیدا ہوتا ہے اور کسی کی تاثیر سے غلہ پختہ ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس سانپ کے انڈے کی تاثیر خاص آنکھوں سے متعلق ہو تو کیا تعجب ہے؟ غرض کہ معنوی آثار کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کس چیز میں کس قسم کی تاثیرات رکھی ہیں۔ کسی بات کے سمجھ میں نہ آنے سے اس پر اعتراض کر دینا عقلمند کا کام نہیں جب عموماً اشیاء میں ایسی تاثیرات رکھی ہیں کہ ان کے سمجھنے میں عقل حیران ہوتی ہے۔ تو اگر حضور ﷺ کے لعاب دہن میں ہمہ اقسام کی تاثیرات رکھی گئی ہوں تو کیا تعجب ہے، وہ تو باعث ایجاد عالم ہیں، تمام عالم نے ضرور آپ کا مسخر امور ممنون ہونا تھا، اسی وجہ سے آپ کے تصرفات تمام عالم پر برابر جاری ہیں۔

ایک مبارک فضلہ میں ایسی تاثیرات ہوں تو جن پر خاص نظر مبارک تھی ان کے قوائے روحانی اور بصیرت کا کیا حال ہوگا؟ اسی وجہ سے کوئی ولی کسی صحابی کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔ ملاعب الاسنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے پیٹ میں سخت درد رہا کرتا تھا۔ میں نے ایک شخص کو نبی کریم ﷺ کے پاس بغرض شفا بھیجا۔

فَتَنَّاوَلِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَدَرَةً مِّنَ الْأَرْضِ فَتَفَلَّ فِيهَا ثُمَّ
نَاوَلَهَا إِيَّاهُ فَقَالَ دَفَعَهَا (اے خلطہا)
بِمَاءٍ ثُمَّ أَسْقَاهَا إِيَّاهُ فَفَعَلَ فَبَرَأَ
صحت یاب ہو گئے۔

(خصائص، ج ۲، ص ۷۱، سبل الہدی والرشاد،

ج ۱۰ ص ۲۱)

اس حدیث مبارک سے یہ ظاہر ہے کہ لعاب مبارک میں خاص قسم کی تاثیر تھی اسی وجہ سے حضور ﷺ نے اس کے پہنچانے کی یہ تدبیر کی کہ ڈھیلے پر ڈالا، وہ ڈھیلے میں جذب ہو گیا

اور وہ ڈھیلا ن پانی میں گھول کر پلایا گیا تو اس کی تاثیر یہ ہوئی کہ ایک مضر بیماری جاتی رہی۔
حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح خیبر کے دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی آنکھوں پر آشوب تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا۔

فَبَصَّقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهُ فَبَرَأَ حَتَّى كَانَ لَمْ يَكُنْ
اور اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں ڈال دیا، اور دعا فرمائی تو وہ فوراً تندرست ہو گئے گویا کبھی درد چشم ہوا ہی نہ تھا۔
(بخاری شریف: ۴۲۱۰)

امام المسلمین امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وَعَلَى مَنْ رَمَدَ بِهِ دَاوَيْتُهُ فِي خَيْبَرَ فَشَفَى بِطِبِّ لَمَّاكَ
(قصیدہ نعمان)

اور خیبر کی لڑائی میں جب کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آشوب ہوا تو آپ کے لعاب مبارک لگانے سے اسی وقت شفا ہو گئی تھی۔

حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

رُمِيتُ بِسَهْمِ يَوْمٍ بَدُرٍ فَفَقَعْتُ عَيْنِي
فَبَصَّقَ فِيهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدَعَا لِي فَبَا إِذْ إِنِّي مِنْهَا شَفِيٌّ
کہ بدر کے دن میری آنکھ میں تیر لگا تو وہ پھوٹ گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا تھوک مبارک ڈال دیا اور دعا فرمائی۔ پس مجھے اس تیر کے لگنے کی ذرا بھی تکلیف نہ رہی اور آنکھ بالکل درست ہو گئی۔
(خصائص کبری، ج ۱، ص ۲۰۵، سبل الہدی والرشاد، ج ۴، ص ۵۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں

وَانْكَفَاتِ الْقَدْرُ عَلَى ذِرَاعِ مُحَمَّدٍ بَنٍ حَاطِطٍ وَهُوَ طِفْلٌ فَمَسَحَ عَلَيْهِ وَدَعَا لَهُ وَتَقَلَّ فِيهِ فَبَرَأَ لِحَيْنِهِ (شفا شریف، ج ۱، ص ۲۱۴، بخاری فی التاريخ: ۸، بیہقی، ج ۶، ص ۱۷۵، خصائص کبری، ج ۲، ص ۶۹، زرقانی، ج ۵، ص ۱۹۲)

کہ محمد بن حاطب جو بچے تھے ان کے ہاتھ پر پکتی ہوئی ہنڈیا گر پڑی جس سے ان کا ہاتھ جل گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جلی ہوئی جگہ پر ہاتھ مبارک پھیرا اور دعا فرمائی اور اس پر تھوک دیا تو وہ ہاتھ اسی وقت اچھا ہو گیا۔

سبل الہدی، ج ۱۰، ص ۲۲، البدایہ النہایہ، ج ۶، ص ۱۸۰

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی نے میرے چہرے پر ایسا زخم مارا کہ سر کی ہڈیاں تک کھل گئیں۔

فَاتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَكَشَفَ عَنْهَا وَنَفَثَ فِيهَا فَمَا أَذِئ
مِنْهَا شَيْءٌ (طبرانی، ۳۳۴، خصائص، ج ۲، ص ۷۰، سبل الہدی، ج ۱۰، ص ۲۳)

میں اسی حال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پٹی کھول کر اس زخم میں تھوک دیا۔ پس اس کے بعد مجھے بالکل تکلیف نہ ہوئی اور وہ زخم اچھا ہو گیا۔

چہرے پر ایسا زخم جس سے سر کی ہڈیاں کھل گئیں وہ کیسا زخم ہوگا مگر لعاب مبارک کی تاثیر سے وہ فوراً اچھا ہو گیا۔

حضرت عمرو بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ کا پاؤں کٹ گیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تھوک دیا۔ وہ پاؤں اسی وقت اچھا ہو گیا۔ (اصابہ ترجمہ عمرو بن معاذ انصاری: ۵۹۸۰، سبل الہدی، ج ۱۰، ص ۴۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کہ غزوہ ذی قرد (محرم ۷ھ) میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر ایک تیر لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا۔

فَبَصَقَ عَلَى أَثَرِهِمْ فِي وَجْهِ أَبِي قَتَادَةَ
قَالَ فَمَا ضَرَبَ عَلَيَّ وَلَا قَامَ۔ (شفاء شریف، ج ۱، ص ۲۱۲، سبل الہدی، ج ۱۰، ص ۴۱)

اور زخم پر تھوک دیا، فرماتے ہیں کہ اس وقت سے نہ تو مجھے درد ہوا اور نہ زخم میں پیپ پڑی بلکہ اچھا ہو گیا۔

اس لعاب دہن کو جاں بخش کہنا چاہیے کہ وہ زخم کاری جس کی دوا نہ ہوتی تو ہلاکت کو پہنچا دیتا، اس کو فوراً اچھا کر دیا۔

غزوہ خیبر کے دن حضرت سلمہ بن اکوع کی پنڈلی پر ایسی ضرب شدید لگی کہ لوگوں کو گمان ہوا کہ شہید ہو گئے، فرماتے ہیں۔

فَاتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوا

فَنَقَثَ فِيهِ ثَلَاثَ نَفَثَاتٍ فَمَا اشْتَكَيْتُهَا آپ نے تین بار اس پر دم کر دیا پھر پنڈلی
حَتَّى السَّاعَةِ (بخاری شریف: ۴۲۰۶) میں کبھی درد نہ ہوا۔

جنگ احد میں حضرت کلثوم بن حصین کے سینے میں ایک تیر لگا، وہ حضور ﷺ کے
دربار میں حاضر ہوئے۔

فَبَصَّقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تو حضور ﷺ نے ان کے زخم پر تھوک
فِيهِ قَبْرَةً (شفاء شریف، ج ۱، ص ۲۱۳، سبل دیا۔ وہ فی الفور اچھے ہو گئے۔
الہدی، ج ۱۰، ص ۲۴)

جنگ بدر میں ابو جہل نے حضرت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کا ہاتھ کاٹ ڈالا۔

فَجَاءَ يَحْصِلُ يَدَهُ فَبَصَّقَ عَلَيْهَا رَسُولُ تو وہ اپنا ہاتھ اٹھائے ہوئے حاضر
اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْصَقَّهَا ہوئے۔ حضور ﷺ نے اس پر تھوک دیا
فَلِصَقَتْ (شفاء شریف، ج ۱، ص ۲۱۳، سبل اور اس کو ملا دیا وہ اسی وقت جڑ گیا اور ایسا
الہدی، ج ۱۰، ص ۲۴) معلوم ہوتا کہ کبھی کٹا ہی نہ تھا۔

کیا عقلی قاعدے سے ممکن ہے کہ ہاتھ کٹ کر الگ ہو جائے اور وہ پھر کسی تدبیر سے
اپنی اصلی حالت پر آجائے؟ ہرگز نہیں۔

مگر سبحان اللہ! لعاب دہن کی یہ تاثیر تھی کہ کٹا ہوا ہاتھ دوبارہ جڑ کر اپنی اصلی حالت
پر آ گیا۔

اب چاہے اسے روحانی اثر یا دوا، یا معجزہ کہیے۔ معجزہ کہنے میں اس وجہ سے تامل ہوتا
ہے کہ یہ تاثیر بتا کر کسی کافر کو عاجز کرنا مقصود نہ تھا۔ اگر دوا کہیں تو کوئی دوا ایسی نہیں سنی گئی کہ
کٹا ہوا ہاتھ فوراً جوڑ دے اور درد بھی نہ ہو۔ دراصل بات کچھ اور تھی جس کا سمجھنا معمولی
عقلوں کا کام نہیں ہے۔

آزمودم عقل دور اندیش را بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را
امام قاضی عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

فَبَصَّقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کہ غزوہ خندق کے دن حضرت علی بن حکم

عَلَى سَاقِ عَلِيٍّ ابْنِ الْحَكَمِ يَوْمَ الْخَنْدَقِ کی پنڈلی ٹوٹ گئی۔ حضور ﷺ نے اس
إِذْ انْكَسَرَتْ فَبَرَّءَ مَكَانَهُ وَمَا نَزَلَ عَنْ پر تھوک دیا تو وہ اسی وقت اسی جگہ اچھے ہو
فَرَسِهِ (شفاء شریف، ج ۱، ص ۲۱۳، سبل گئے حالانکہ وہ اپنے گھوڑے سے بھی نہ اتر
الہدی، ج ۱۰، ص ۲۳) سکتے تھے۔

سبحان اللہ! آب دہن مبارک عجیب نسخہ جامعہ تھا کہ ہر مرض کی دوا اور محتاج کا حاجت
روا تھا۔ غور کیجئے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لعاب مبارک کی تاثیرات کا مشاہدہ کرتے ہوں گے تو
ان کے نزدیک اس لعاب مبارک کی وقعت اور شان کیا ہوگی، اسی وجہ سے وہ ان برکات
کے حصول کے ہر وقت طالب رہتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے لعاب مبارک
میں رکھی تھیں۔

جنگ بدر میں حضرت خبیب بن یساف کے مونڈھے پر ایک ایسی ضرب لگی جس سے
مونڈھے کی ایک کروٹ لٹک پڑی۔

فَرَدَّكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ تو رسول اللہ ﷺ نے اس لٹکی ہوئی
نَفَثَ عَلَيْهِ حَتَّى صَحَّ کروٹ کو اس کی جگہ پر رکھ کر اوپر تھوک
(شفاء شریف، ج ۱، ص ۲۱۳) دیا۔ تو وہ مونڈھا بالکل صحیح ہو گیا۔

حضرت خبیب فرماتے ہیں میں نے اسی ہاتھ سے اس کو قتل کیا جس نے میرے مونڈھے
پر ضرب لگائی تھی۔ (بیہقی، ج ۶، ص ۱۷۸، خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۷۵، سبل الہدی، ج ۱۰، ص ۲۴)
ممکن ہے یہاں کسی کو یہ خدشہ پیدا ہو گیا کہ اگر حضور ﷺ کو یہ قدرت حاصل تھی تو
چاہیے تھا کہ لشکر اسلام میں کوئی شخص زخمی ہو کر نہ مرتا، حالانکہ صد ہا آدمی زخموں سے شہید ہو
گئے۔ فی الحقیقت یہ ایک عقدہ لانیل ہے۔ اس کا سمجھنا اور سمجھانا معمولی عقولوں کا کام نہیں
مگر غور و تامل سے اگر کام لیا جائے کہ کچھ نہ کچھ سمجھ میں آجائے۔

اس بات کا انکار نہیں ہو سکتا کہ اکثر آدمی بیماریوں سے مرتے ہیں اور ہر بیمار اپنی
بیماری کا حال طبیبوں اور ڈاکٹروں سے بیان کرتا ہے اور وہ بھی اپنے اصولوں کے مطابق

علاج کرتے ہیں جس سے بہت سے لوگوں کو صحت ہو جاتی ہے، اور جس طبیب کا تجربہ وسیع اور جس کے ہاتھ پر زیادہ لوگوں کو صحت ہو جاتی ہو، اکثر لوگ اس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور وہ بھی بہ قدر امکان علاج میں کوتاہی نہیں کرتا، باوجود اس کے جس کی قضا آ جاتی ہے اس کے علاج سے وہ طبیب بھی عاجز آ جاتا ہے اور وہ مریض مر جاتا ہے، اگر طبیبوں اور ڈاکٹروں کے علاج سے موت رک سکتی تو دنیا میں کوئی بادشاہ اور مالدار نہ مرتا، بادشاہوں کے علاج کے واسطے ہر ملک کے منتخب طبیب جمع کیے جاتے ہیں اور بڑی بڑی امیدیں ان کو دلائی جاتی ہیں مگر انہیں کے زیر علاج مرنے والا مر جاتا ہے، اس سے ظاہر ہے کہ موت کسی حال میں ٹل نہیں سکتی مگر باوجود اس کے ڈاکٹروں اور طبیبوں پر یہ الزام نہیں لگایا جاتا کہ تم نے اس کو مار ڈالا یا علاج میں غفلت کی کیونکہ سب جانتے ہیں کہ موت کا علاج نہیں۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

چوں قضا آید طبیب ابلہ شود واں دوا در نفع خود گمرہ شود
جب بیمار کی قضا آ جاتی ہے تو طبیب کی عقل ماری جاتی ہے وہ کچھ کا کچھ نسخہ تجویز کر بیٹھتا ہے اور اگر نسخہ درست و مفید بھی ہو تو وہ دوا اپنے مسلمہ فائدہ کے بجائے الٹی تاثیر کرتی ہے۔
از ہلیلہ قبض شد اطلاق رفت آب آتش را مدد شد ہنجو نفت
ہلیلہ جو قبض کشا ہے اس سے قبض ہو گئی اور کھل کے اجابت ہونا جاتا رہا، اسی طرح پانی جو ٹھنڈی چیز ہے مٹی کے تیل کی طرح آتش بخار کی مدد بن گیا۔

ایں قضا ابرے بود خورشید پوش شیر و اثر رہا بود زو ہنجو موش
غرض یہ قضا ایک بادل ہے سورج کو چھپا لینے والا، جس کے آگے شیر اور اژدھے چوہے کی طرح ضعیف و عاجز ہیں۔

اللہ تعالیٰ عالم پیدا کرنے سے پہلے ہر چیز کا اندازہ کر چکا ہے کہ فلاں چیز اتنی مدت تک باقی رہے گی اور اس میں فلاں فلاں قسم کے تغیرات واقع ہوں گے اسی کو تقدیر اور قضا کہتے ہیں اور یہ قضا دو قسم کی ہے ایک معلق اور دوسری مبرم۔

معلق وہ ہے کہ کسی وجہ یعنی دعا یا دوا یا صدقات وغیرہ سے ٹل جائے، اگر وہ دعا یا دوا یا صدقہ نہ کیا جائے تو ہلاکت کی نوبت آجائے اسی وجہ سے آدمی بیماری یا مصیبت کے وقت دعا یا دوا یا صدقہ کرتا ہے اور صحت ہو جاتی ہے جس سے طبیب یا دعا کرنے والا نیک نام ہو جاتا ہے اور قضاے مبرم وہ ہے کہ نہ دعا سے ٹلے نہ دوا وغیرہ سے۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی معاملے میں دیکھتے کہ قضاے معلق ہے تو دعا یا کسی اور قسم کا تصرف فرماتے اور جب دیکھتے کہ قضاے مبرم ہے تو کسی قسم کا تصرف نہ فرماتے بلکہ راضی برضاے الہی رہتے کیونکہ یہ تو منظور ہی نہ تھا کہ خدا تبارک و تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی کام کریں۔ یہی وجہ ہے کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو اطلاع دی کہ حضرت امام حسین حالت غربت میں انواع و اقسام کے مصائب اور سختیاں اٹھا کر شہید ہوں گے تو آپ نے اس کو قبول کرنے میں ذرا بھی تاثر نہ فرمایا۔ اسی طرح صحابہ کرام کی شہادت کے وقت آپ اپنے تصرفات ظاہر نہیں فرماتے تھے کیونکہ جانتے تھے کہ یہ قضاے مبرم ہے۔

بعض لوگوں نے قضا کی تین قسمیں فرمائی ہیں معلق، مبرم اور معلق شبیہ بالمبرم، تیسری قسم کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوح محفوظ میں تو مبرم لکھی ہوتی ہے مگر اللہ کے نزدیک معلق ہوتی ہے۔ خاص محبوبان خدا کی دعاؤں سے یہ بدل جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا ہے کہ میری دعا سے قضاے مبرم بھی ٹل جاتی ہے۔ اس سے یہی تیسری قسم ہی مراد ہے جیسا کہ حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ملا طاہر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (جو حضرت مجدد صاحب کے صاحبزادوں کے معلم خاص تھے) کی پیشانی کو نظر بصیرت و کشف سے دیکھا تو ان کی پیشانی پر شقی (بد بخت) لکھا ہوا تھا۔ حضرت نے اپنے صاحبزادوں سے یہ کیفیت بیان فرمائی۔ صاحبزادے ملتمس ہوئے کہ حضرت دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی شقاوت کو سعادت سے بدل دے۔

فَقَالَ الْمَجِدُّ نَظَرْتُ فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوظِ حضرت مجدد صاحب نے فرمایا ہم نے

لوح محفوظ میں نظر فرمائی تو وہاں بھی شقی ہی لکھا ہوا تھا اور یہ بھی تھا کہ یہ قضائے مبرم ہے جس کا بدلنا ممکن نہیں مگر صاحب زادوں نے دعا کے لیے پر زور التجا کی۔

حضرت مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت غوث الثقلین السید السند محمد الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول یاد کر کے کہ بے شک میری دعا سے قضائے مبرم بھی ٹل جاتی ہے اللہ پاک سے دعا کی اور عرض کیا کہ اے اللہ تیری رحمت وسیع ہے اور تیرا فضل کسی ایک پر ہی محدود نہیں، میں امیدوار ہوں اور تجھ سے تیرے فضل عیم کا سوال کرتا ہوں کہ میری دعا قبول فرما اور ملا طاہر کی پیشانی سے شقاوت مٹا دے۔ چنانچہ الحمد للہ کہ کلمہ شقی مٹ گیا اور سعید لکھا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ پر کچھ مشکل نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ و روف و رحیم علیہ التحیۃ والتسلیم نے

فرمایا

دعا زیادہ کرو بے شک دعا قضائے مبرم کو بھی ٹال دیتی ہے۔

فَإِذَا فِيهِ أَنَّهُ قَضَاءٌ مُّبَرَّمٌ لَا يُعْكَفُ رَدُّهُ
فَالْجَا وَكَدَاهُ الْكَرِيمَانِ فِي الدُّعَاءِ لَهَا
الْتِمَسَا مِنْهُ فَقَالَ الْهَجْدُ دُ قَدْ كَرِثُ
مَا قَالَ غَوْثُ الثَّقَلَيْنِ السَّيِّدُ السَّنْدُ
مُحْيِي الدِّينِ عَبْدُ الْقَادِرِ الْجِيلِيُّ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ الْقَضَاءَ الْمُبَرَّمُ أَيْضًا يُرَدُّ
بِدَعْوَتِي فَدَعَوْتُ اللَّهَ سُبْحَانَهُ وَقُلْتُ
اللَّهُمَّ رَحْمَتُكَ وَاسِعَةٌ وَفَضْلُكَ غَيْرُ
مُقْتَصَرٍّ عَلَى أَحَدٍ أَرْجُو وَأَسْأَلُكَ مِنْ
فَضْلِكَ الْعَلِيمِ أَنْ تُجِيبَ دَعْوَتِي فِي مَحْوِ
كِتَابِ الشَّقَاءِ مِنْ نَاصِيَةِ مُلَّا طَاهِرٍ أَنَّهُ
مَحَى مِنْهَا كَلِمَةً شَقِيًّا وَكُتِبَ مَكَانَهُ
سَعِيدٌ وَمَا ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ

(تفسیر مظہری، ج ۵، ص ۲۰۰، زیر آیت یسحو
اللہ ما یشاء وبیشیت)

أَكْثَرُ مِنَ الدُّعَاءِ فَإِنَّ الدُّعَاءَ يُرَدُّ
الْقَضَاءَ الْمُبَرَّمُ (ابن عساکر، ج ۶، ص ۲۰۸،

خطیب: ۶۹۹۲، کنز العمال: ۳۱۲۰)

ثابت ہوا کہ محبوب خدا کی دعا سے قضائے مبرم بھی ٹل جاتی ہے۔

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
اور یہ بھی ثابت ہوا کہ لوح محفوظ اولیاء کا ملین کا پیش نظر ہوتی ہے۔
لوح محفوظ است پیش اولیاء

(مثنوی)

فوائد

(۱) یہ کہ صحابہ کرام حضور ﷺ کے زمانہ مبارک میں بھی آپ کی احادیث لکھ لیا کرتے، اور آپ انہیں منع نہ فرماتے بلکہ فرماتے لکھو میرے منہ مبارک سے سوائے حق کے کچھ نہیں نکلتا۔

(۲) یہ کہ آپ کا دہن بے حد خوشبودار، بہت ہی بابرکت دافع الامراض اور دافع الالام ہے۔

(۳) یہ کہ صحابہ کرام تکلیف و بیماری میں طبیب دو جہاں رحمت عالمیاں ﷺ کے حضور حاضر ہوتے اور حضور خدا دافوت و برکت سے ان کی تکلیفوں و مصیبتوں اور بیماریوں کو دور فرماتے۔

(۴) یہ کہ لوح محفوظ اولیاء اللہ کے پیش نظر ہوتی ہے۔

(۵) یہ کہ اولیاء اللہ کی دعاؤں سے تقدیر بدل جاتی ہے۔

زبان مبارک

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں
 اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام
 اس کی پیاری فصاحت پہ بے حد درود
 اس کی دل کش بلاغت پہ لاکھوں سلام
 اس کی باتوں کی لذت پہ لاکھوں درود
 اس کے خطبے کی ہیبت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت)



حضور سید عالم ﷺ کی زبان اقدس نہایت پاکیزہ، علم و ادب، فصاحت و بلاغت، حق و صداقت اور لطف و محبت کا منبع و مظہر تھی۔ آپ کا کلام شیریں، حق و باطل میں فرق کرنے والا، واضح اور مبین اور ہر قسم کے عیوب یعنی افراط و تفریط، جھوٹ غیبت، بدگوئی اور فحش کلامی وغیرہ سے منزہ اور پاک تھا۔ گویا آپ کا کلام لڑی کے موتی ہیں جو گر رہے ہیں۔

(زر قانی علی المواہب، ج ۴، ص ۹۹)

اس کے علاوہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو اس قدر علوم عطا فرمائے تھے کہ آپ ہر ایک زبان میں با محاورہ کلام فرماتے تھے۔ جب آپ دوسری زبان میں گفتگو فرماتے تو اس زبان کے قواعد فصاحت و بلاغت کے مطابق فرماتے کہ زبان داں بھی حیران رہ جاتے۔ محدثین کرام نے تصریح فرمائی کہ جب کوئی آدمی خواہ وہ کسی ملک کا ہوتا آپ کے حضور حاضر ہو کر اپنی بولی میں کچھ بولتا تو آپ اسی بولی میں اس سے باتیں کرتے، یہ آپ کی زبان میں خدا داد قدرت و قوت تھی۔ (شفاء شریف، ج ۱، ص ۴۴)

آپ کو ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ کیونکہ آپ تمام مخلوق کی طرف بھیجے گئے تھے، لہذا ضروری تھا کہ آپ کو تمام مخلوق کا علم دیا جاتا اور آپ تمام مخلوق کی زبانوں کے عالم ہوئے۔ علامہ شہاب الدین خفاجی مصری رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک وفد کی صورت میں چند لوگ کسی ملک سے آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے آپ اس وقت مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ جب وہ لوگ مسجد میں آئے تو آپ کو پہچان نہ سکے (کیونکہ آپ بادشاہوں کی طرح امتیازی شان سے نہیں بلکہ صحابہ میں مل جل کر بیٹھا کرتے تھے) تو ان میں سے ایک شخص نے اپنی بولی میں کہا۔ ”من ابوان اسیران“، یعنی تم میں سے رسول اللہ کون ہیں، حاضرین میں سے کوئی نہ سمجھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ”اشکد اور“، یعنی ”آگے آؤ“ یہ سن کر وہ آگے آئے اور اپنی بولی میں جو جو پوچھتے رہے آپ اس کا جواب ان کی بولی ہی میں دیتے رہے جس کو سوائے ان کے صحابہ کرام میں سے کوئی نہ سمجھا، آخر انہوں

نے آپ کو اللہ کا رسول برحق تسلیم کر لیا، اور بعد از قبول اسلام اپنے ملک کو واپس چلے گئے۔
(حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۲۷۲، نسیم الریاض، ج ۲، ص ۱۳۴، مواہب لدنیہ)
محمد بن عبد الرحمن زہری اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن کسی شخص نے غیر
عربی میں بایں الفاظ یا رسول اللہ ایدالک الرجل امراتہ سوال کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
جواب میں فرمایا۔ نعم اذا کان ملقحاً۔

فَقَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا قَالَ
لَكَ وَمَا قُلْتَ لَهُ قَالَ إِنَّهُ قَالَ أَيَسَاطِلُ
الرَّجُلُ أَهْلَهُ قُلْتُ لَهُ نَعَمْ إِذَا كَانَ
مُفْلِسًا قَالَ أَبُو بَكْرٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَقَدْ
طُفْتُ فِي الْعَرَبِ وَاسْتَعْتُ فَصَحَاءَهُمْ فَمَا
سَمِعْتُ أَفْصَحَ مِنْكَ قَالَ أَدْبَنِي رِبِّي
(خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۶۳، زرقانی علی
المواہب، ج ۴، ص ۱۰۱، سبل الہدی والرشاد،
ج ۲، ص ۹۹)

حضرت ابو بکر صدیق نے عرض کی یا رسول
اللہ! اس نے آپ سے کیا کہا اور آپ نے
اس سے کیا فرمایا؟ فرمایا اس نے مجھ سے
پوچھا کہ آدمی اپنی بیوی سے قرض لے کر
ادائے قرض میں دیر لگا دے تو جائز
ہے۔ میں نے کہا ہاں جب کہ وہ مفلس
اور نادار ہو۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ
بولے کہ میں عرب کے شہروں میں پھرا
ہوں، میں نے عرب کے بڑے بڑے
فصحاء کو سنا ہے لیکن میں نے آپ سے
زیادہ کوئی فصیح نہیں سنا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا مجھے میرے رب نے سکھایا ہے۔

امام حلبی رحمہ اللہ نے شواہد النبوت سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچے اور اپنا کلام سنانا شروع کیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
ایک یہودی کو بطور ترجمان طلب کیا۔ (جو تاجر اور فارسی زبان کا عالم تھا) اس نے حضرت
سلمان کا کلام سنا حضرت سلمان نے اپنے کلام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اور ان لوگوں کی
برائی کی تھی جو لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے سے روکتے تھے۔ مگر ترجمان یہودی
نے یہ سمجھ کر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو فارسی جانتے نہیں، کہا اے محمد! یہ سلمان تو آپ کو برا کہہ رہا

ہے آپ نے فرمایا یہ تو ہماری تعریف اور ان کافروں کی برائی کر رہا ہے جو لوگوں کو ہمارے پاس آنے سے روکتے ہیں۔ یسن کر

فَقَالَ الْيَهُودِيُّ يَا مُحَمَّدٌ قَدْ كُنْتُ قَبْلَ
هَذَا أَتَيْتُكَ وَالْآنَ تَحَقَّقُ عِنْدِي أَنَّكَ
رَسُولُ اللَّهِ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَأَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ (سيرة الحلبي،
ج ۱، ص ۱۸۲)

اس یہودی نے کہا اے محمد! بے شک اس
سے پہلے تو میں آپ کو برا جانتا تھا مگر اب
میرے نزدیک ثابت ہو گیا ہے کہ بلاشبہ
آپ اللہ کے سچے رسول ہیں پس میں
گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی
عبادت کے لائق نہیں اور بے شک آپ
اللہ کے رسول ہیں۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے جبریل امین سے فرمایا کہ سلمان کو عربی سکھا دو۔
فَقَالَ قُلْ لَّهِ لِيْغِيْضَ عَيْنَيْهِ وَيَفْتَحْ فَاةً
فَفَعَلَ سَلْمَانٌ فَتَقَالَ جَبْرِيلُ فِيْهِ
فَشَمِعَ سَلْمَانٌ يَتَكَلَّمُ بِالْعَرَبِيِّ الْقَصِيْحِ
(سيرة الحلبي، ج ۱، ص ۱۸۲، حجة الله على
العالمين، ص ۱۱۲)

حضرت زید بن ارقم اور حضرت انس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ
مدینہ طیبہ کے ایک راستے سے گزرے تو وہاں ایک اعرابی کا خیمہ نصب تھا خیمہ کے باہر ایک
ہرنی بندھی ہوئی تھی اور قریب ہی وہ اعرابی زمین پر دھوپ میں سویا ہوا تھا۔ اس ہرنی نے
تین مرتبہ حضور ﷺ کو یا رسول اللہ کہہ کر پکارا۔ آپ نے فرمایا تجھے کیا مشکل پیش آگئی؟
ہرنی نے کہا کہ اس اعرابی نے مجھے پکڑ کر باندھ دیا ہے اور میرے بہت چھوٹے دو بچے اس
جنگل کے فلاں پہاڑ میں ہیں آپ مجھے آزاد کرادیں تاکہ میں ان کو دودھ پلا کے آ جاؤں؟
فرمایا کیا واقعی واپس آ جائے گی؟ اس نے کہا اگر میں واپس نہ آؤ تو اللہ مجھے دردناک عذاب

دے۔ آپ نے اسے چھوڑ دیا۔ چنانچہ وہ گئی اور بچوں کو دودھ پلا کر واپس آ گئی۔ آپ نے اسی طرح اس کو باندھ دیا۔ اتنے میں وہ اعرابی جاگ پڑا۔ تو اس نے آپ کو دیکھ کر کہا آپ کیسے تشریف لائے ہیں؟

قَالَ تَطْلُقُ هَذِهِ الطَّبِيبَةُ فَأَطْلَقَهَا
فَخَرَجَتْ تَعْدُو فِي الصَّخَرَاءِ تَجْرِي جَرِيًّا
شَدِيدًا فَرَحًا وَهِيَ تَضْرِبُ بِرِجْلَيْهَا
الْأَرْضَ وَتَقُولُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَأَنَّكَ لِرَسُولِ اللَّهِ (زرقانی علی المواہب،
ج ۵، ص ۱۵۰، دلائل النبوت ابو نعیم ص ۳۲۰،
(صلی اللہ علیہ وسلم)

سبل الہدی، ج ۹، ص ۵۱۹)

اور اونٹ نے آپ کے حضور فریاد کی کہ میرا مالک کھانا کم دیتا ہے اور کام زیادہ لیتا ہے۔ (ابوداؤد: ۲۵۴۹) حضور نے فرمایا ہم اس پتھر کو پہچانتے ہیں جو قبل از اعلان نبوت ہم کو سلام کرتا تھا۔ (مشکوٰۃ: ۵۸۵۳) ستون حنانہ نے آپ کے فراق میں گریہ فرمایا تو آپ نے اس کو سینے سے لگالیا اور فرمایا اگر ہم اس کو سینے سے نہ لگاتے تو وہ قیامت تک روتا ہی رہتا۔

(شفاء شریف، ج ۱، ص ۵۸۳، سبل الہدی، ج ۸، ص ۲۱۴)

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَالِدَيْدُ بَجَاءِكَ وَالْغَزَالَةُ قَدْ أَتَتْ بِكَ تَسْتَحْيِي وَتَحْتَمِي بِحَاكٍ
اور بھیڑیے نے آپ کے پاس آ کر آپ کی تصدیق کی اور ہرنی نے بحالت قید آپ کی پناہ مانگی اور وہ اظہارِ رشادمانی کرتی تھی۔

وَكَذَا الْوَحُوشُ أَتَتْ إِلَيْكَ وَسَلَّمَتْ وَ شَكَا الْبَعِيرُ إِلَيْكَ حِينَ رَاكَ
اور اسی طرح وحشی جانوروں نے آ کر آپ کو سلام کیا اور اونٹ نے جب آپ کو دیکھا تو آپ کے حضور اپنے حال کی شکایت کی۔

وَدَعَوْتَ أَشْجَارًا أَتَتْكَ مُطِيعَةً وَسَعَتْ إِلَيْكَ مُجِيبَةً لِنِدَاكَ

اور آپ نے درختوں کو بلایا تو وہ تعمیل ارشاد کرتے ہوئے آپ کے حضور دوڑ کر حاضر ہو گئے (اور آپ کی صداقت کی گواہی دی)

وَ عَلَيْكَ ظَلَلَتِ الْغَمَامَةُ فِي الْوُدَىٰ وَ الْجِزْعُ عَنْ إِلَىٰ كَرِيمٍ لَقَاكَ
اور بادلوں نے آپ پر سایہ کیا اور ستونِ حنّانہ آپ کے فراق میں رو دیا۔ (قصیدۃ النعمان)
امام سیوطی اور امام قاضی عیاض رحمہما علیہما روایت نقل فرماتے ہیں۔

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا وَجَّهَ
رُسُلَهُ إِلَى الْهَلُوكِ فَخَرَجَ سِتْنَةُ نَفَرٍ
مِنْهُمْ فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ فَأَصْبَحَ كُلُّ رَجُلٍ
مِنْهُمْ يَتَكَلَّمُ بِلِسَانِ الْقَوْمِ الَّذِينَ
بَعَثَهُ إِلَيْهِمْ (شفاء شریف، ج ۱، ص ۲۰۸،
خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۲، سبل الہدیٰ، ج ۱۱،
فرمایا تھا۔

ص ۳۴۴، طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۱۹۸)

جب غلاموں کو تصرف سے مختلف زبانوں کا عالم بنادیا تو کیا خود مختلف زبانوں کے عالم نہیں ہیں؟ ہیں اور ضرور ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

معلوم ہوا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جانوروں، پتھروں، لکڑیوں اور دیگر سب مخلوق کی بولیاں جانتے ہیں۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے بھائی انیس نے مجھ سے کہا کہ مجھ کو مکہ مکرمہ میں ایک کام ہے۔ تم بکریوں کی حفاظت رکھنا، یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ دیر کے بعد واپس آیا تو بولا کہ میں مکہ میں ایک شخص سے ملا ہوں جو کہتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں، میں نے پوچھا لوگ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ اس نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں شاعر ہے، کاہن ہے، جادوگر ہے، پھر خود ہی کہنے لگا خدا کی قسم!

لَقَدْ سَبَعْتُ قَوْلَ الْكَهَنَةِ فَمَا هُوَ بِقَوْلِهِمْ
وَلَقَدْ وَضَعْتُ قَوْلَهُ عَلَىٰ أَقْرَاءِ الشُّعْرِ فَمَا
میں نے کاہنوں کا کلام سنا ہے، اس کا کلام
کاہنوں کا کلام نہیں، اللہ کی قسم میں نے

يَنْتَبِهُ عَلَى لِسَانٍ أَحَدٍ بَعْدِي أَنَّهُ شِعْرٌ
 اللَّهُ أَنَّهُ لَصَادِقٌ وَأَنَّهُمْ لَكَذِبُونَ (مسلم)
 شریف کتاب الفضائل: ۶۳۵۹، دلائل
 النبوت، ص ۲۰۸، سبل الہدی، ج ۲،
 اس کے کلام کو شعر کی تمام قسموں کے ساتھ
 ملا کر دیکھا ہے میرے بعد بھی کوئی یہ نہ
 کہے گا کہ اس کا کلام شعر ہے۔ خدا کی قسم!
 وہ سچا ہے اور وہ لوگ جو اسے شاعر وغیرہ
 کہتے ہیں، جھوٹے ہیں۔ (ص ۳۱۴)

یہ سن کر حضرت ابوذر غفاری مکہ مکرمہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور
 اسلام لائے اور جب اپنے بھائی انیس کے پاس واپس آئے تو ان کے اسلام کی خبر سن کر
 حضرت انیس اور ان کی والدہ بھی ایمان لے آئے۔ پھر تینوں اپنی قوم غفار میں آئے ان کو
 دیکھ کر ان کی آدمی قوم ایمان لے آئی۔ جب حضور ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف
 لائے تو باقی قوم بھی ایمان لے آئی۔ اسی طرح قبیلہ اسلم بھی مسلمان ہو گیا اس پر حضور
 ﷺ نے فرمایا تھا۔ غَفَارُ غَفَرَ اللَّهُ لَهَا وَأَسْلَمُ سَأَلَهَا اللَّهُ۔ یعنی اللہ تعالیٰ قبیلہ غفار کو
 بخش دے اور قبیلہ اسلم کو سلامت رکھے۔ (بخاری: ۳۵۱۳)

حضرت یزید بن رومان اور حضرت محمد بن کعب فرماتے ہیں کہ بنی سلیم میں سے ایک
 شخص جس کا نام قیس بن نسیبہ تھا۔ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ کا
 کلام سنا اور آپ سے کئی باتیں دریافت کیں، آپ نے ان کا جواب دیا، اس نے وہ سب
 کچھ یاد کر لیا اور حضور ﷺ کے رسول برحق ہونے کو تسلیم کر لیا اور مسلمان ہو گیا۔ پھر اپنی
 قوم میں جا کر کہنے لگا اے لوگو! بے شک میں نے روم کا فلسفہ، فارس کا زمرہ، عرب کے
 اشعار، کاہن کی کہانت اور ملوک حمیر کا کلام سنا ہے، مگر محمد ﷺ کا کلام، ان کے کلام میں
 سے کسی سے نہیں ملتا، وہ سچے نبی ہیں اس لیے تم میرا کہا مانو اور اس سے بہرہ ور ہو جاؤ۔

(سبل الہدی، ج ۶، ص ۳۴۶، طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۲۳۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص ضناد نامی (یمن کے قبیلہ) ازد
 شنیوۃ سے مکہ میں آیا تو اس نے بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ محمد کو جن ہے یا جنون تو

اس نے کہا کہ میں ایسے بیماروں کا علاج اور منتر جانتا ہوں، میرے ہاتھ سے بہت لوگ شفا یاب ہوئے ہیں مجھے دکھاؤ وہ کہاں ہے، لوگ اس کو حضور ﷺ کے پاس لے آئے۔

جب وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں آکر بیٹھا۔ آپ نے اس وقت یہ پڑھا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُكَ وَنُسْتَعِيْنُكَ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَتَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِي اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُضِلِّهٖ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنْنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

ہم اللہ ہی کی تعریف کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں اور اسی پر ایمان لاتے ہیں اور اسی پر توکل کرتے ہیں، نفس کی شرارتوں اور برے اعمال سے اسی کی پناہ مانگتے ہیں جس کو وہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہ کر دے اس کا کوئی ہادی نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں اس کا رسول برحق ہوں۔

ضمانے سن کر کہا پھر پڑھیے! حضور ﷺ نے دوبارہ پڑھا، ضماندے کہا

وَاللّٰهُ لَقَدْ سَبِعْتُ قَوْلَ الْكُفَّةِ وَ قَوْلَ السَّحَرَةِ وَ قَوْلَ السُّعْرَاءِ فَمَا سَبِعْتُ مِثْلَ هَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ وَلَقَدْ بَلَغَنَ قَامُوسُ الْبَحْرِ فَهَلُمَّ يَدَكَ اُبَايَعُكَ عَلَى الْاِسْلَامِ فَبَايَعَهُ (مسلم: ۲۰۰۸، احمد: ۲۷۴۹، بیہقی، ج ۲، ص ۲۲۳، خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۱۳۴، سبل الہدی، ج ۹، ص ۴۰۴، البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص ۴۹)

خدا کی قسم میں بہت سے کافروں، ساحروں اور شاعروں کا کلام سن چکا ہوں۔ لیکن ان کلمات کی مثل میں نے نہیں سنا۔ یہ تو معنی ایک بحر زخار اور دریائے بے کنار ہیں، اپنا ہاتھ بڑھائیے میں دین اسلام کو قبول کرتے ہوئے آپ کی بیعت کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ مسلمان ہو گیا (اور جو اس کو لائے تھے حیران و نادام ہو کر پھر گئے)

حضرت زبیر بن بکر حضرت ابراہیم بن حارث سے روایت کرتے ہیں کہ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ ذی قرد ۷ھ میں ایک چشمہ پر نزول فرمایا۔

فَقِيلَ لَهُ اِسْبْهُ بَيِّنَاتٍ وَمَاءٌ مِدْحٌ
فَقَالَ بَلْ هُوَ نَعْبَانٌ وَمَاءٌ طَيِّبٌ فَطَابَ
(شفاء شریف، ج ۱، ص ۲۱۸، سبل الہدی، ج ۵،
ص ۱۰۳)
پانی میٹھا ہے تو وہ میٹھا ہو گیا۔

در اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی پر مہربان ہوتا ہے تو اس کو ایک خصوصیت عطا فرماتا ہے کہ جو چیز وہ چاہے موجود ہو جائے۔ چنانچہ کل جنتیوں کو یہ خصوصیت عطا ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيْ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُوْنَ ۝ (حم سجدہ) اور تمہارے لیے وہاں وہی کچھ ہے جو تمہارا جی چاہے گا۔ اور جو تم مانگو گے۔ معلوم ہوا کہ جنتی کا دل جو چاہے گا اس کی خواہش کے مطابق اس چیز کا وجود قائم ہو جائے گا۔ دوسرے الفاظ میں کہا جاسکتا ہے کہ ”کن“ عطا ہوگا یعنی جس چیز کو موجود کرنے کا تصور ہوا، کن کہا، فوراً وہ چیز موجود ہو گئی۔

چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حکم بن عاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آجاتا اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کلام فرماتے تو وہ مونہہ مار مار کر آپ کا سانگ لگایا کرتا تھا۔

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْ
كَذَلِكَ فَلَمْ يَزَلْ يَخْتَدِجُ حَتَّى مَاتَ
(طبرانی: ۳۱۶۷، مستدرک: ۴۲۴۱، بیہقی،
ج ۶، ص ۲۳۹، خصائص، ج ۲، ص ۷۹، سبل
الہدی، ج ۱۰، ص ۲۲۱)
ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرما دیا
ایسا ہی ہو جا (بس آپ کی زبان مبارک
سے کلمہ کن کا نکلنا تھا کہ وہ ایسا ہی ہو گیا)
اور مرتے دم تک مونہہ مارتا رہا۔

دیکھیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کام کے لیے صاف طور پر ”کن“ فرمادیا فوراً اس کا وجود ہو گیا۔ وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام (اعلیٰ حضرت)

حضرت سلمہ بن اکوع فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور ﷺ کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا۔

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلْ بَيْسِنِكَ فَقَالَ لَا أَسْتَطِيعُ قَالَ لَا اسْتَطَعْتُ مَا مَنَعَهُ إِلَّا الْكِبَرُ قَالَ فَمَا رَفَعَهَا إِلَيَّ فِيهِ (مسلم: ۵۲۶۸، مشکوٰۃ: ۵۹۰۴)

تو حضور ﷺ نے اس کو فرمایا دائیں ہاتھ سے کھا۔ اس نے کہا دائیں ہاتھ سے نہیں کھا سکتا۔ یعنی بے کار ہے آپ نے فرمایا۔ جا آج سے بے کار ہی ہے اس نے یہ جھوٹا عذر صرف تکبر سے کیا تھا،

چنانچہ اس دن سے وہ ہاتھ ایسا بیکار ہوا کہ پھر کبھی مونہ تک نہ آسکا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص وحی لکھتا تھا تو وہ مرتد ہو گیا، اور مشرکوں سے مل گیا۔

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْأَرْضَ لَا تَقْبَلُهُ (بخاری: ۳۶۱۷، مسلم: ۵۸۹۸، مشکوٰۃ: ۲۷۸۱-۱۴)

تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اس کو زمین قبول نہیں کرے گی (یعنی اپنے اندر نہ رکھے گی)

لہذا جب وہ مر گیا اور مشرکوں نے اسے دفن کیا تو زمین نے باہر پھینک دیا، کئی مرتبہ قبر کو گہرا کر کے دفن کیا گیا مگر وہ جب بھی دفن کر کے واپس لوٹے، قبر باہر پھینک دیتی۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ شخص قبر کے باہر ہی پڑا ہوا۔ یہاں تک کہ اس کا جسم نیست و نابود ہو گیا مگر قبر یعنی زمین نے قبول نہ کیا ع

تمہارے مونہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی

امیر المومنین حضرت مولا علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی نے سوال کیا یا رسول اللہ! کیا حج ہر سال فرض ہے۔

قَالَ لَا وَلَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوْ جَبَّتْ فرمایا نہیں، اور اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر

(ترمذی: ۳۰۵۵، نسائی: ۳۵۸۵، ابن ماجہ: سال ہی فرض ہو جاتا۔

۲۸۸۴، دارمی: ۱۸۲۹، احمد: ۳۵۱۰)

ابن ماجہ میں فرمایا اگر میں ہاں کہہ دوں تو ہر سال فرض ہو جائے اور پھر تم ہر سال نہ کرتے تو عذاب کیے جاتے

ہے جنبش لب قانون خدا قرآن و خبر کی گواہی ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ

فَرَسًا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَرَسًا لِابْنِ طَلْحَةَ بَطِينًا وَكَانَ يَقْطِفُ
فَلَبًا رَجَعَ قَالَ وَجَدْنَا فَرَسَكَ هَذَا
بَحْرًا فَكَانَ بَعْدُ ذَلِكَ لَا يُجَارَى وَفِي
رَوَايَةٍ فَمَا سَبَقَ بَعْدُ ذَلِكَ الْيَوْمِ
(بخاری: ۲۸۶۷، مشکوٰۃ: ۵۹۰۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو طلحہ کے گھوڑے
کی ننگی پیٹھ پر سوار ہوئے اور وہ گھوڑا بہت
سست رفتار تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس
تشریف لائے تو فرمایا ہم نے تمہارے
گھوڑے کو دریا پایا یعنی خوب تیز پایا۔
اس کے بعد وہ ایسا تیز رفتار ہو گیا کہ کوئی
گھوڑا اس کے ساتھ نہیں چل سکتا تھا اور
ایک روایت میں ہے کہ اس دن کے بعد
کوئی گھوڑا اس سے آگے نہ بڑھ سکتا تھا۔

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اولیاء و ابدال جب کمال فنا نیت حاصل کر کے فنا
فی اللہ باقی باللہ ہو جاتے ہیں تو اس وقت ان کو کن عطا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں

وَهِيَ حَالَةُ الْفَنَاءِ الَّتِي هِيَ غَايَةُ أَحْوَالِ
الْأَوْلِيَاءِ وَالْأَبْدَالِ ثُمَّ قَدْ يُرَدُّ إِلَيْهِ
الشُّكُوكُ فَيَكُونُ جَبِيحٌ مَّا يَحْتَاجُ إِلَيْهِ
بِإِذْنِ اللَّهِ وَهُوَ قَوْلُهُ جَلَّ وَعَلَا فِي بَعْضِ
كُتُبِهِ يَا ابْنَ آدَمَ أَنَا اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا

اور یہی حالت فنا ہے جو اولیاء و ابدال کے
احوال کی انتہا ہے۔ پھر ان کو ”شکوکین“
(کن کہنا) عطا ہو جاتا ہے تو پھر ان کو جس
چیز کی بھی حاجت ہوتی ہے وہ سب کچھ
بإذن اللہ ہو جاتا ہے چنانچہ حق سبحانہ جل و

أَنَا أَقُولُ لِلشَّيْءِ كُنْ فَيَكُونُ أَطْعَمَنِي
أَجْعَلَكَ تَقُولُ لِلشَّيْءِ كُنْ فَيَكُونُ (فتوح
الغيب علی ہجۃ الاسرار، ص ۱۰۹)

علا کا ارشاد اس کی بعض کتب میں ہے کہ
اے ابن آدم میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی
معبود نہیں ہے میں وہ ہوں کہ کسی چیز کو کہتا
ہوں ہو جاتا تو وہ ہو جاتی ہے تو بھی میری
اطاعت کر میں تجھے بھی ایسا کر دوں گا تو بھی
کسی چیز کو کہے گا ہو جاتا تو وہ ہو جائے گی۔

جب اولیاء و ابدال کی یہ شان ہے کہ ان کو کن عطا ہو جاتا ہے تو سید الاولیاء و الابدال
بلکہ سید الانبیاء والمرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی کیا شان ہے۔ بلاشبہ سچ فرمایا اعلیٰ
حضرت فاضل بریلوی نے ع

وہ زبان جس کو سب کن کی کنجی کہیں اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم حضور ﷺ کے ہمراہ تھے،
چلتے ہوئے آپ نے حضرت حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) کے رونے کی آواز سنی تو سیدہ فاطمہ
رضی اللہ عنہا سے فرمایا بچے کیوں روتے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا پیاس کی وجہ سے، آپ نے سب
کو آواز دے کر فرمایا کسی کے پاس پانی ہے؟ مگر پانی کسی کے پاس نہ تھا آپ نے سیدہ سے
فرمایا کہ ایک کو مجھے دو۔ انہوں نے دے دیا۔

فَاخَذَهُ فَضَّلَهُ إِلَى صَدْرِهِ وَهُوَ يَطْغُمُ مَا
يَسْكُتُ فَادْلَعْ لَهُ لِسَانَهُ فَجَعَلَ يَبْصُهُ
حَتَّى هَدَأَ وَ سَكَنَ فَلَمْ أَسْمَعْ لَهُ بُكَاءً وَ
الْآخَرُ يَبْكِي كَمَا هُوَ مَا يَسْكُتُ فَقَالَ
نَاوِلْنِي الْآخَرَ فَنَأَتْهُ وَلَتَتْهُ إِيَّاهُ فَفَعَلَ بِهِ
كَذَلِكَ فَسَكَنَّا فَمَا أَسْمَعُ لَهَا صَوْتًا
(طبرانی: ۲۶۵۶، ابن عساکر، ج ۱۳، ص

آپ نے ان کو لے کر اپنے سینہ سے لگایا،
وہ اس وقت بہت رورہے تھے تو آپ نے
ان کے مونہ میں اپنی زبان ڈال دی، وہ
چوسنے لگے یہاں تک کہ ان کو تسکین ہو
گئی اس کے بعد وہ نہیں روئے اور
دوسرے بدستور رورہے تھے فرمایا اس کو
بھی مجھے دو؟ انہوں نے دے دیا تو آپ

۲۲۲، خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۶۲، سبل الہدی، نے ان کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا چنانچہ وہ
 ج ۱۰، ص ۴۲) دونوں تسکین پا کر چپ ہو گئے اس کے
 بعد ان کے رونے کی آواز نہیں سنی۔

فوائد

- (۱) یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کی بولیاں جانتے ہیں اور تمام مخلوق سے زیادہ فصیح و بلیغ ہیں۔
- (۲) یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جو نکلتا تھا، وہی ہو جاتا تھا۔ یعنی آپ صاحب کن تھے۔
- (۳) یہ کہ آپ کی زبان مبارک سے جو نکل جاتا وہی قانون الہی بن جاتا۔
- (۴) یہ کہ اولیاء و ابدال کو بھی کن عطا ہوتا ہے۔

ریش مبارک

ریش خوش معتدل مرہم ریش دل
ہالہ ماہ ندرت پہ لاکھوں سلام
خط کی گرد دہن وہ دل آرا پھبن
سبزہ نہر رحمت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت)



حضور اکرم ﷺ کی داڑھی مبارک گھنی اور بہت ہی زیادہ خوش نما تھی، آپ داڑھی مبارک کوتیل لگایا کرتے اور شانہ (کنگھی) بھی کیا کرتے تھے اور اس کی لمبائی و چوڑائی سے کچھ لے لیا کرتے تھے اور مونچھیں مبارک کٹوایا کرتے تھے۔
 آپ نے کبھی خضاب وغیرہ نہیں کیا کیوں کہ آپ کی داڑھی اور سر مبارک میں بیس سے زیادہ سفید بال نہ تھے۔

حضرت ابن سیرین تابعی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔
 هَلْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ خَصَبَ فَقَالَ لَمْ يَبْدُغِ الْخَضَابَ
 فَرَمَايَا أَفْ كَوِ خَضَابِ كِي حَاجَتِ هِي بِشِ
 كَانَتْ فِي لِحْيَتِهِ شَعْرَاتٌ بِيضٌ
 نِهِيَسْ آتِي كِيُونَكِهْ أَفْ كِي دَاڑْهِ مِي
 (مسلم شریف: ۶۰۷۴) (تقریباً) دس بال سفید تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
 لَيْسَ فِي رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ عَشْمُونَ شَعْرَةً
 أَفْ كِي سِرْ اَوْر دَاڑْهِ مِي بِيَسْ بَالِ بِي
 بِيَضَاءَ (ترمذی: ۳۶۲۳) سفید نہ تھے۔

چنانچہ بعض روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے سر اور داڑھی مبارک میں کل سفید بال سترہ یا اٹھارہ تھے۔ (زرقانی علی المواہب، ص ۲۰۷، سبل الہدی، ج ۲، ص ۳۶)
 حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی نے حضور ﷺ کی ریش مبارک کی اصلاح کی یعنی کم اور زائد بالوں کو درست کیا تو آپ نے اس کے لیے دعا فرمائی کہ

اَللّٰهُمَّ جَبِّلْهُ فَاسْوَدَّتْ لِحْيَتُهُ بَعْدَ مَا
 اَعَاكَ اَسْ كُو زِيْنَتِ دَعَا، رَاوِي كِهْتِ
 ہيں كِهْ اَسْ يَهُودِي كِي دَاڑْهِ كِي بَالِ سَفِيْدِ
 كَانَتْ بِيَضَاءَ

(بیہقی، ج ۶، ص ۲۱۰، خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۲۳)
 ہو گئے تھے مگر اس دعا کی برکت سے پھر
 ۲۳، سبل الہدی، ج ۱۰، ص ۲۰۷) سیاہ ہو گئے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

حَبَّ يَهُودِيٍّ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاقَةٌ فَقَالَ اللَّهُمَّ جَبِلْهُ فَاسْوَدَّ شَعْرُهُ حَتَّى صَارَ أَشَدَّ سَوَادٍ مِنْ كَذَا وَ كَذَا قَالَ مَعْبُورٌ وَسَبَعْتُ غَيْرَ قَتَادَةَ يَذْكُرُ أَنَّكَ عَاشَ تِسْعِينَ سَنَةً فَلَمْ يَشَبْ (خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۸۳، المصنف: ۱۹۴۶۲، سبل الہدی، ج ۱۰، ص ۳۳)

کہ ایک یہودی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اونٹنی کا دودھ دوا۔ آپ نے اس کے حق میں دعا فرمائی اے اللہ اس کو حسن و جمال عطا فرما۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کی داڑھی کے بال نہایت درجہ کے سیاہ ہو گئے اور وہ نوے سال زندہ رہا مگر داڑھی اس کی سفید نہ ہوئی۔

بال سفید ہو جانے کے بعد عادۃً سیاہ نہیں ہو سکتے، اگرچہ ممکن ہے کہ کسی دوائی وغیرہ کے استعمال سے بغیر خضاب کے سیاہ ہو جائیں مگر اب تک ایسا بوڑھا شخص دیکھا نہیں گیا جس کی داڑھی سفید ہونے کے بعد پھر سیاہ ہو گئی ہو۔

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہے کہ بغیر کسی دوا وغیرہ کے صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ان دونوں یہودیوں کی داڑھی سفید ہونے کے بعد سیاہ ہو گئی۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھتے ہیں کہ

حضرت ایشاں می فرمودند کہ یکبارگی مرا تپ گرفت وآں مرض امتداد یافت و امید حیات بسر آمد در آن ساعت نعرہ (غنودگی) واقع شد در آن نعرہ حضرت شیخ عبدالعزیز ظاہر شدن می فرمایند اے فرزند حضرت پیغامبر علیہ وآلہ الصلوٰۃ والتسلیمات بیاد تو می آیند و شاید ازیں جہت

حضرت ایشاں فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے بخار ہوا اور مرض نے طول پکڑا کہ زندگی کی امید نہ رہی۔ اس وقت ایک اونگھ سی آئی اور حضرت شیخ عبدالعزیز صاحب ظاہر ہوئے اور فرمایا اے فرزند، حضرت پیغمبر علیہ وآلہ الصلوٰۃ والتسلیمات تیری بیمار پرسی کو تشریف لا رہے ہیں اور

شاید کہ اس طرف سے تشریف لائیں اور اسی طرف تیرے پاؤں ہیں۔ چار پائی کو ایسے طریق پر بچھانا چاہیے کہ تیرے پاؤں اس طرف نہ ہوں۔ میں بیدار ہوا مگر کلام کرنے کی طاقت نہیں تھی حاضرین کو اشارہ کیا کہ میری چار پائی کو اس طرف سے پھیر دیں۔ اسی وقت حضرت رسالت پناہ تشریف لائے۔ اور فرمایا اے بیٹے تیرا کیا حال ہے؟ اس کلام کی شیرینی مجھ پر ایسی غالب آئی کہ ایک عجیب قسم کا وجد اور بکا اور اضطراب مجھ پر ظاہر ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے مجھ کو اس طریق سے آغوشِ رحمت میں لیا کہ آپ کی ریش مبارک میرے سر پر تھی۔ آپ کی قمیص مبارک میرے اشکوں سے تر ہو گئی اور آہستہ آہستہ اس وجد نے تسکین پائی۔ اس وقت میرے دل میں آیا کہ مدتیں گزر گئیں کہ موئے مبارک کی آرزو رکھتا ہوں کتنا ہی کرم ہو اگر اس وقت کوئی چیز اس قبیل سے مرحمت فرمائیں اس خیال پر حضور مطلع ہوئے اور ریش مبارک پر ہاتھ پھیرا اور دو بال مبارک میرے ہاتھ میں

تشریف آورند و پائے تو آں سوست سریر ترا بوجہ باید گزاشت کہ پائے تو بایں جہت نہ باشد بافت آدم قوت تکلم نبود حاضران را اشارت کردم تا سریر مرا از آں جا گردانیدند آں گاہ حضرت رسالت پناہ تشریف آوردند و فرمودند کیف حالک یا بنی! حلاوت ایں گفتار بر من مستولی شد و جدے و بکائے و اضطرابے عجیب بر من ظاہر گشت آں حضرت مرادر برگرفتند بوجہ کہ لحنیہ تشریف بالائے سر من بود قمیص مبارک از اشک من تر شد و آہستہ آہستہ آں وجد تسکین یافت آن گاہ بخاطر م آمد کہ مدتہاست کہ آرزوئے موئے شریف دارم چہ قدر کرم باشد اگر دریں ساعت چیزے ازیں قبیل مرحمت فرمایند بریں خطرہ مشرف شدند و بر لحنیہ مبارک دست فرود آورند و دو موئے در دست من دادند بخاطر م آمد کہ ایں دو موئے در عالم شہادت باقی خواہند ماند یا نہ، بریں خطرہ نیز مشرف شدند و فرمود ایں دو موئے در آن عالم باقی خواہند ماند بعد ازاں بشارت صحت کلی و امتداد عمر دادند آن گاہ

افاقت واقع شد چراغ طلبیدم آں دو
 موئے در دست نیافتم اندوہ ناک شدم و
 بداں جناب توجہ نمودم غیبیۃ واقع شد و
 آنحضرت ممثل گشتند و فرمودند دانا و آگاہ
 باش اے فرزند آں دو موئے رازی و سادہ
 تو برائے احتیاط نگاہ داشتہ ام از آنجا
 خواہی یافت بافاقت افتادم و از آنجا یافتم
 در جائے بہ تعظیم مضبوط کردم بعد ازاں
 فرمود از خواص ایں دو موئے یکے آنست
 کہ اولاً باہم پیچیدہ می باشند چوں درود
 خواندہ می شود ہر یکے جدائی ایستد و دیگر
 آنکہ یک مرتبہ سہ کس از منکراں امتحان
 خواستند من بایں بے ادبی رضائی دادم
 چوں مناظرہ بامتداد انجام مید آں عزیزاں
 آں ہر دو موئے را در آفتاب بردند ہماں
 ساعت ابر پارہ ظاہر شد حال آنکہ آفتاب
 بسیار گرم بود و موسم ابر ہرگز نہ یکے توبہ کرد و
 دیگر اں گفتند قضیۃ اتفاقیہ است، دیگر بار
 بر آوردند دیگر بار ابر پارہ ظاہر شد دیگرے
 توبہ کرد سوئے گفت این نیز قضیۃ اتفاقیہ
 است سوم بار بافتاب بردند دیگر بار ابر
 پارہ ظاہر شد سیمی در سلک تابان منسلک

دیئے میرے دل میں گزرا کہ یہ دو بال
 عالم شہادت میں بھی باقی رہیں گے یا
 نہیں، حضور اس خیال پر بھی مطلع ہوئے
 اور فرمایا کہ یہ دو بال اس عالم میں بھی باقی
 رہیں گے۔ بعد ازاں آپ نے صحت کلی
 اور عمر کے لمبا ہونے کی بشارت دی، اس
 وقت میں بیدار ہو گیا اور میں نے چراغ
 طلب کیا مگر ان بالوں کو اپنے ہاتھ میں نہ
 پایا۔ غمناک ہوا اور حضور کی طرف توجہ کی
 ایک غیبت سی واقع ہوئی اور آنحضرت
 ﷺ ممثل ہوئے اور فرمایا اے فرزند
 دانا آگاہ ہو جا کہ ان دو بالوں کو ہم نے
 احتیاطاً تکیہ کے نیچے رکھا ہے وہاں سے تو پا
 لے گا۔ میں بیدار ہوا اور بالوں کو وہاں
 سے پالیا اور تعظیم کے ساتھ ایک جگہ محفوظ
 کر دیئے بعد ازاں فرمایا ان دو بالوں کے
 خواص میں سے ایک یہ ہے کہ اولاً آپس
 میں ملے ہوتے ہیں جب درود شریف
 پڑھا جائے تو یہ دونوں الگ الگ سیدھے
 کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ ایک
 مرتبہ تین منکروں نے امتحان چاہا، میں
 اس بے ادبی سے راضی نہ تھا۔ جب

مناظرہ نے طول پکڑا تو وہ عزیز (بغرض امتحان) ان دو بالوں کو دھوپ میں لے گئے فوراً بادل کا ایک ٹکڑا ظاہر ہوا اور اس نے بالوں پر سایہ کر دیا حالانکہ آفتاب بہت گرم تھا اور ابر کا موسم ہرگز نہ تھا ایک نے توبہ کی دوسرے نے کہا یہ اتفاقی واقعہ ہے، دوبارہ پھر بالوں کو نکالا پھر بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا دوسرے نے بھی توبہ کی، تیسرے نے کہا یہ اتفاقیہ قضیہ ہے۔ تیسری دفعہ پھر دھوپ میں نکالا پھر بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا۔ تیسرا بھی تائبین کی لڑی میں منسلک ہو گیا۔ تیسرا یہ کہ ایک مرتبہ بہت لوگ برائے زیارت جمع تھے۔ میں نے آکر ہر چند کوشش کی چابی لگ جائے اور تالا کھل جائے تاکہ ہم سب لوگ زیارت کر لیں مگر تالا نہیں کھلتا تھا۔ میں اپنے دل کی طرف متوجہ ہوا، معلوم ہوا کہ فلاں آدمی جنبی ہے اس کی شامت جنبت کی وجہ سے قفل نہیں کھلتا۔ میں نے عیب پوشی کی اور سب کو تجدید طہارت کا حکم دیا جب جنبی اس مجمع سے باہر چلا گیا، قفل آسانی سے کھل گیا اور ہم سب نے زیارت کی۔

گشت۔ دیگر آنکہ برائے زیارت برآور دمِ مجمعِ عظیم بود ہر چند کلید بر قفل می نہادم و سعی می کردم مفتوح نمی شد۔ بدل خود متوجہ شدم معلوم شد کہ فلاں جب است بشامت جنبت او میسر نمی آید عیب پوشی کردم و ہمہ را بتجدید طہارت فرمودم جنب ازاں مجمع بیروں رفت آں گاہ بسہولت مفتوح گشت، زیارت کردیم، حضرت ایشان در آخر عمر تبرکات قسمت می فرمودند یکے ازاں دو موئے بکاتب حروف عنایت فرمودند۔ والحمد للہ رب العالمین (انفاس العارفين، ص ۴۰ تا ۴۲)

حضرت والا نے آخر عمر میں تبرکات کو تقسیم فرمایا تو ان دو مبارک بالوں میں سے ایک کاتب حروف (شاہ ولی اللہ) کو بھی عنایت فرمایا۔ والحمد للہ رب العالمین

یہاں سے حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق اور آپ کا موئے مبارک سے عقیدت و محبت کا بخوبی پتا چلتا ہے اور اس کے علاوہ ایک بہت بڑا مسئلہ بھی سمجھ میں آ گیا کہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب نے فقط خیالی صورت نہیں دیکھی تھی بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جسم اقدس کے ساتھ تشریف فرما ہوئے تھے۔ کیوں کہ بال مبارک جو عطا فرمائے جزو جسم تھے اور شاہ صاحب نے بہ چشم خود دیکھا کہ آپ نے اپنی مجسم ریش مبارک سے الگ کر کے عطا فرمائے اور پھر ریش مبارک کا حسی تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے تھا جس سے ثابت ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جسم مقدس کے ساتھ وہاں تشریف فرما ہوئے تھے۔ گو دوسروں نے نہیں دیکھا جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام مجلس اقدس میں بذات خود تشریف لاتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ان کو کوئی نہ دیکھتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لیے ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ رَأَى فِي النَّامِ فَقَدْ رَأَى فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ فِي صُورَتِي

”یعنی جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا تو بے شک اس نے مجھ ہی کو دیکھا، کیونکہ

شیطان میری صورت میں متمثل نہیں ہو سکتا“۔ (بخاری: ۱۱۰)

داڑھی

داڑھی رکھنا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور جمیع انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی سنت قدیمہ متواترہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین، جمیع صحابہ کرام ائمہ عظام، علماء کرام اور اولیاء کرام کا اس پر دوامی و استمراری عمل رہا ہے اور کسی سے اس کے خلاف منقول نہیں ہے۔ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے داڑھی رکھنا سنت مؤکدہ ہے، داڑھی منڈانا یا ایک مشت

سے کم کرنا حرام و گناہ ہے اور اس کو ہلکا و حقیر جاننے والا کافر و ملعون ہے۔
 آج کل بعض لوگ فریج کٹ یا قرزن فیشن یا صرف ٹھوڑی پر رکھتے ہیں اور بعض بالکل ہی صفایا کر دیتے ہیں یہ سب یہود و نصاریٰ کی اتباع ہے۔
 اور بعض نادان تو اس کی مشروعیت کا انکار کرتے اور اس کا مذاق اڑاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ قرآن میں کہیں داڑھی رکھنے کا حکم اور ثبوت نہیں ہے چوں کہ وہ احادیث مبارکہ کے منکر ہیں اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند آیات قرآنی پیش کی جائیں جن سے داڑھی رکھنا ضروری ثابت ہو۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

(۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ (النساء: ۵۹) اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا۔

(۲) مَا أَسْكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا (الحشر: ۷) جو کچھ رسول تمہیں عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ ہر امر و نہی میں حضور ﷺ کی اطاعت مسلمانوں پر واجب ہے۔ داڑھی رکھنا اور بڑھانا حضور ﷺ کے قول و فعل اور امر سے ثابت ہے اور منڈوانے اور ترشوانے کی ممانعت میں صریح نہی وارد ہے۔

لہذا ثابت ہوا کہ داڑھی رکھنے اور بڑھانے والے قرآن کی ان آیات پر عامل ہیں اور اطاعت رسول اللہ ﷺ میں شامل ہیں اور داڑھی منڈوانے والے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے مخالف ہیں۔

(۳) مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (النساء: ۸۰) جس نے حکم مانا رسول کا تو بے شک اس نے حکم مانا اللہ کا۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ جو شخص حضور ﷺ کا مطیع و فرمان بردار ہے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا مطیع و فرمان بردار ہے اور جو حضور ﷺ کا فرمان بردار نہیں وہ اللہ تعالیٰ کا

نافرمان ہے۔ ثابت ہوا کہ داڑھی رکھنے والے اللہ و رسول کے مطیع و فرمان بردار ہیں اور منڈوانے والے اللہ و رسول کے نافرمان ہیں۔

(۴) فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝ (النساء)

اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپس کے اختلافات میں تمہیں حاکم نہ مانیں اور پھر جو فیصلہ آپ فرمادیں اس سے اپنے دلوں میں رکاوٹ نہ پائیں بلکہ دل و جان سے مان لیں۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ جو شخص حضور ﷺ کے فیصلہ کو نہ مانے یا آپ کے حکم سے دل میں رکاوٹ و تنگی محسوس کرے وہ مومن نہیں ہے۔ داڑھی رکھنا اور بڑھانا حضور ﷺ کا حکم ہے، اس کو نہ ماننے والے، دل تنگ ہونے والے بمصادیق اس آیت کے مومن نہیں ہو سکتے۔

(۵) فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ (النور)

پس ان لوگوں کو ڈرنا چاہیے جو رسول اللہ کے حکم کے خلاف کرتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ یا دردناک عذاب پہنچے۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کے حکم کے خلاف کرنے والے دنیا میں فتنہ و بلا کے سزاوار اور آخرت میں عذاب الیم کے مستحق ہو سکتے ہیں۔

(۶) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝ (البقرہ)

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھی جو پہلے یہودی تھے وہ مشرف باسلام ہو کر بھی اونٹ کے گوشت سے نفرت کرتے تھے کیونکہ ان

کے سابقہ دین میں اونٹ کا گوشت کھانا حرام تھا۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ جو چیزیں بچپن سے استعمال میں آتی ہیں ان سے رغبت ہوتی ہے اور جن چیزوں سے طبیعت بچپن سے متنفر ہو، ان کے استعمال سے طبیعت میں ضرور کاوٹ پیدا ہوتی ہے اور پھر اونٹ کا گوشت کھانا فرض و واجب اور سنت مؤکدہ تو ہے ہی نہیں جس کے ترک سے اسلام کی مخالفت لازم آتی صرف جائز اور مباح ہے تو حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی اس خیال سے کہ اس کے ترک سے اسلام کی مخالفت بھی نہیں ہوتی اور اپنی سابقہ شریعت پر عمل بھی ہوتا ہے اونٹ کا گوشت نہیں کھاتے تھے، اور مسلمان بے تکلفی سے اونٹ کا گوشت کھاتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ اور ان کے ساتھیوں نے مسلمانوں کے ساتھ اونٹ کا گوشت کھانے میں تامل کیا اور کراہت کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ کو یہ بات ناپسند ہوئی اور آیت نازل فرمائی کہ اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور جو چیزیں اسلام میں جائز اور حلال ہیں ان سے کراہیت نہ کرو اور جو احکام منسوخ ہو گئے ہیں ان سے تمسک نہ کرو۔

غور فرمائیے کہ ایک جائز اور مباح امر کا ترک موجب نقصان اسلام ہو تو جو امر واجب اور سنت مؤکدہ ہو اس کا ترک اور اس سے تنفر کس قدر موجب نقصان اسلام ہوگا۔ اس سے واضح ہوا کہ داڑھی منڈانے والوں کے اسلام میں نقصان ہے وہ پورے پورے اسلام میں داخل نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

(۷) وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴿٧﴾ (النساء)

اور جو رسول (ﷺ) کے خلاف کرے بعد اس کے کہ روشن ہو گئی اس کے لیے ہدایت کی راہ اور چلے اس راہ پر جو الگ ہے مسلمانوں کی راہ سے تو ہم پھر نہ دیں گے اسے جدھر وہ خود پھرا ہے اور ڈالیں گے اسے جہنم میں اور وہ بہت بری

جگہ ہے پلٹنے کی۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ حق بات واضح ہونے کے بعد جو شخص رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کے طریقے کو چھوڑ کر اپنی جدا راہ اختیار کرے، اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

بلاشبہ تمام انبیاء و مرسلین، حضور سید عالم علیہم الصلوٰۃ والسلام، جمیع صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، محدثین و مفسرین، اولیاء کرام اور تمام مومنین، صالحین، سلف سے خلف تک سب کا داڑھی پر تولی فعلی اتفاق ہے سب نے داڑھی رکھی اور رکھنے کا حکم دیا لہذا جو شخص ایسی عظیم الشان سنت کی مخالفت کرے وہ لائق جہنم اور سزاوار غضب الہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بیزار، اور رسول اللہ ﷺ اس سے ناراض ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ بہ طفیل اپنے حبیب پاک ﷺ تمام مسلمانوں کو اپنے محبوب کی محبت اور اسلامی روایات و احکام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین
اے کاش مسلمان قوم کا ہر فرد اسلامی تعلیمات کا آئینہ اور سلف صالحین کے اخلاق و اعمال کا نمونہ ہوتا اور اسلامی شعار کی حفاظت کرتا تا کہ دوسری اقوام پر اس کے دین و مذہب علم و عمل اور تقویٰ و پرہیزگاری کا اثر پڑتا لیکن

اس کی نظر میں دل فریب رنگ تمدن فرنگ کردیئے محسوس ہوا اپنے سلف کے واقعات مغربی علم ہو گیا باعث فخر اب اسے مصحف پاک اور حدیث ہو گئے کہنہ واقعات فعل نکو سے منحرف اور نہ شوق بندگی تھپڑ و سنیم ہیں اب اس کے رہین التفات اس پر فتن دور میں جب کہ چاروں طرف سے انواع و اقسام کے فتنے درپے تخریب دین و شعار دین ہیں اور نفوس پر شہوات نفسانی کا اس قدر غلبہ ہو گیا ہے کہ سنت نبوی ﷺ پر چلنا دشوار اور شرم و عار کا باعث ہوتا جا رہا ہے ایسے دور میں حضور ﷺ کے طریق ہدایت پر چلنے اور سنت پر عمل کرنے سے بے شمار اجر و ثواب ملتا ہے، چنانچہ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

مَنْ تَسَلَّكَ بِسُنَّتِي عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِي جو شخص میری سنت پر مضبوطی سے قائم رہے، جب کہ میری امت میں فتنہ و فساد پھیل جائے تو اس کے لیے سوشہیدوں کا اجر و ثواب ہے۔

داڑھی کی مقدار

داڑھی کا ایک مشت ہونا سنت کی آخری حد ہے۔ اس سے کم کرنا جائز نہیں اور اس سے اگر کچھ زیادہ ہو جائے تو جائز بلکہ اولیٰ ہے اور اس قدر لمبی چوڑی رکھنا کہ حد شہرت تک پہنچ جائے اور تمسخر کا سبب بن جائے مکروہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جُرُّو السَّوَارِبَ وَارْزُخُوا الدِّلْحَى خَالِفُوا موچھیں کاٹو اور داڑھیاں بڑھاؤ اور مجوس کی مخالفت کرو۔ (مسلم شریف: ۶۰۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
خَالِفُوا الْمَشْرِكِينَ وَارْزُخُوا الدِّلْحَى وَاحْفُوا مشرکین کی مخالفت کرو، داڑھیاں بڑھاؤ اور موچھیں کٹاؤ۔ (بخاری شریف: ۵۸۹۲)

ان دونوں حدیثوں میں داڑھیاں بڑھانے، موچھیں کٹوانے اور مشرکین و مجوس کی مخالفت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ائمہ حدیث نے تصریح فرمائی ہے کہ عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں مجوس و مشرکین میں سے بعض داڑھی چھوٹی رکھتے اور بعض منڈا دیتے اور موچھیں بڑی بڑی رکھتے تھے۔ لہذا ان کی مخالفت کرنے کا حکم دیا گیا کہ داڑھی نہ تو چھوٹی رکھو اور نہ منڈاؤ بلکہ بڑھاؤ اور موچھیں کٹاؤ۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ داڑھی کی وہ کم سے کم مقدار کیا ہو جو مشرکین و مجوس کی داڑھیوں سے مختلف بھی ہو اور حکم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کہ ”داڑھیاں بڑھاؤ“ کے موافق بھی ہو۔ تو اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ بخاری و مسلم کی مذکورہ بالا حدیثوں کی روایت کرنے

والے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق صراحتہً موجود ہے کہ وہ داڑھی کا وہ حصہ جو قبضہ سے زیادہ ہوتا کٹوا دیتے۔

چنانچہ بخاری (۵۸۹۲) میں ہے۔

كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا حَجَّ أَوْ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلَى لِحْيَتِهِ فَمَا فَضَلَ أَخَذَهُ - وَرُويَ مِثْلُ ذَلِكَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَفَعَلَهُ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِرَجُلٍ وَعَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ يُؤْخَذُ مِنْ طُولِهَا وَعَرَضُهَا (ارشاد الساری شرح البخاری، ج ۸، ص ۴۵۰)

کہ ابن عمر جب حج یا عمرہ کرتے تو داڑھی کا وہ حصہ جو ایک قبضہ سے زیادہ ہوتا اسے کٹوا دیتے اور اسی کی مثل حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا گیا ہے (کہ وہ بھی زائد حصہ کٹوا دیتے) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے ساتھ یہ معاملہ کیا کہ اس کی ایک مشمت سے زائد داڑھی کو کٹوا دیا اور حسن بصری سے مروی ہے کہ وہ بھی داڑھی کے طول و عرض سے لیتے تھے۔

کیا ان جلیل القدر حضرات کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ خلاف سنت کے مرتکب ہوئے؟ اور کیا ان کے اس عمل پر صحابہ میں سے کسی نے اعتراض کیا؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ ثابت ہوا کہ مقدار مسنون یک مشمت ہے۔ چنانچہ

حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت فرماتے ہیں۔

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهِ مِنْ عَرَضِهَا وَطُولِهَا - کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی مبارک کو طول و عرض سے لیتے تھے۔

(ترمذی: ۲۷۶۲)

امام اہلسنت حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت عبداللہ بن عمر و حضرت ابو ہریرہ وغیرہما صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کے افعال و اقوال اور ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ و محرر مذہب امام محمد رضی اللہ عنہما و عامہ کتب فقہ و حدیث کی

تصریح سے داڑھی کی حد یک مشت ہے۔ ابھی نصوص علماء سے گزرا کہ اس سے کم کرنا کسی نے حلال نہ جانا، قبضہ سے زائد کا قطع ہمارے نزدیک مسنون ہے۔ بلکہ نہایہ میں بلفظ وجوب تعبیر کیا۔ تفصیل اس کی بحر و نہر و در مختار اور اس کے حواشی وغیرہا کتب فقہ اور مرقات و لمعات و منہاج وغیرہا کتب حدیث اور قوت القلوب و احیاء العلوم وغیرہا کتب سلوک میں دیکھیے۔

اور ہر عاقل جانتا ہے۔ خَيْرُ الْأُمُورِ أَوْسَطُ۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا
وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَابْتَغِ بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا (لمعة الضحیٰ فی اعفاء اللہ ص ۳۳)

فوائد

(۱) یہ کہ حضور ﷺ اپنے غلاموں کی ہر وقت خبر رکھتے ہیں، اور جب چاہیں جہاں چاہیں تشریف لا سکتے ہیں اور غلاموں کے درد و رفرما کران پر رحم و کرم کرتے ہیں۔

(۲) یہ کہ حضور ﷺ کے موئے مبارک بے مثل اور بے نظیر ہیں کہ بادل ان پر سایہ کرتے ہیں۔ اور ان کو درد و تشریف پڑھنے کا علم ہو جاتا ہے جیسی وہ سیدھے اور الگ ہو جاتے ہیں۔

(۳) یہ کہ حضور ﷺ کے موئے مبارک ایسے مقدس اور پاک ہیں کہ ناپاک آدمی ان کی زیارت نہیں کر سکتا۔

(۴) یہ کہ بزرگان دین اپنے تصرف اور نور فراسات سے ظاہری اور باطنی حالات معلوم کر سکتے ہیں جیسے کہ حضرت شیخ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تشریف لا کر چار پائی کا رخ بدلنے کا حکم دیا۔

(۵) یہ کہ داڑھی رکھنا سنت موکدہ ہے جس کا تارک مرتکب کبیرہ گناہ ہے اور منکر و مخالف جہنمی ہے۔



گردن، کندھے، پشت مبارک

جس میں نہریں ہیں شیر و شکر کی رواں
 اس گلے کی نصارت پہ لاکھوں سلام
 دوش بردوش ہے جن سے شان شرف
 ایسے شانوں کی شوکت پہ لاکھوں سلام
 حجرِ اسودِ کعبہٗ جان و دل
 یعنی مہرِ نبوت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت)



حضور پر نور سید عالم ﷺ کی گردن مبارک نہایت خوبصورت اعتدال کے ساتھ طویل اور چاندی کی طرح چمک والی سفید تھی اور حسین ایسی کہ کَانَ عُنُقُهُ اَبْرِيقَ فِصَّةٍ (شمال ترمذی، ج ۱، ص ۲۲، خصائص، ج ۱، ص ۷۵، بیہقی، ج ۱، ص ۷۴، ابن عساکر، ج ۳، ص ۳۹۸) گویا آپ کی گردن چاندی کی صراحی تھی۔ اور آپ کے کندھے مبارک بھی عجیب شان کے تھے نہایت خوب صورت کہ کسی انسان کے ایسے نہ تھے۔

ابن سبع اور زین نے آپ کے خصائص میں ذکر کیا ہے۔

اَنَّهُ كَانَ اِذَا جَلَسَ يَكُونُ كَتِفُهُ اَعْلٰى مِنْ
جَمِيعِ الْجَالِسِيْنَ
آپ کا کندھا مبارک سب سے اونچا
(زرقاتی علی المواہب، ج ۴، ص ۲۰۰) ہوتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پر نور ﷺ کے کندھے جب کبھی ننگے ہو جاتے۔

فَكَانَتْ سَبِيكَةً فِصَّةٍ (بیہقی، ج ۲، ص ۲۵۵) تو یوں معلوم ہوتا جیسے چاندی کے ڈھلے
۲۷۵، بزار، ترمذی، شمال، ج ۱، ص ۲۵ و ہوئے ہیں۔
خصائص کبریٰ، سبل الہدی، ج ۲، ص ۴۳)

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابو جہل حضور ﷺ کو پتھر مارنے کے ارادہ سے آیا تو

رَأَى عَلَى كَتِفَيْهِ ثُغْبَانَيْنِ فَاَنْصَرَفَ اس نے دوش اقدس پر دو بڑے بڑے
مَرْعُوبًا (تفسیر کبیر، زرقانی، ج ۵، ص ۱۹۵) اڑدھے دیکھے تو ڈر کر بھاگ گیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضور ﷺ نے بت کو توڑنے کے لیے مجھ کو کندھوں پر چڑھایا تو ان کندھوں کی قوت کا یہ عالم تھا کہ

اِنِّي لَوُشِيتُ نِلْتَ اَفْقَ السَّمَاءِ اگر میں چاہتا تو میں آسمان کے کنارے
(المستدرک: ۳۳۸، خصائص کبریٰ: ۲۶۴) تک پہنچ جاتا۔

سبل الہدی، ج ۵، ص ۲۳۶)

حضرت محرش لعبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے وقت جعرانہ سے عمرہ کے ارادہ سے احرام باندھا۔

فَنَظَرْتُ إِلَى ظَهْرِهِ كَأَنَّهُ سَبِيكَةُ فَضَّةٍ (احمد):
تو میری نظر آپ کی پشت مبارک پر پڑی
تو وہ ایسی تھی کہ گویا وہ چاندی کی ڈھالی
ہوئی تھی۔
ج ۱، ص ۷۳، زر قانی علی المواہب، ج ۴، ص ۱۸۸
سبل الہدی، ج ۲، ص ۴۵)

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

لَمْ يَبْعَثِ اللَّهُ نَبِيًّا إِلَّا وَقَدْ كَانَتْ عَلَيْهِ
شَامَةٌ التُّبُوَّةِ فِي يَدِهِ الْيُمْنَى إِلَّا نَبِيَّنَا
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ شَامَةَ التُّبُوَّةِ
كَانَتْ بَيْنَ كَتِفَيْهِ
(حاکم: ۴۱۰۵، خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۶۱،
سبل الہدی، ج ۲، ص ۵۰)

حضرت عباد بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كَانَ خَاتَمُ التُّبُوَّةِ عَلَى طَرَفِ كَتِفِهِ
الْأَيْسَرِ كَأَنَّهُ رُكْبَةٌ عَنَرٌ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ أَنْ يُرَى
الْخَاتَمُ (طبرانی، البوئیم، خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۶۰،
سبل الہدی، ج ۲، ص ۴۶)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَنَظَرْتُ إِلَى خَاتَمِهِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ
کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑا ہوا اور
میں نے آپ کی مہر نبوت کو دونوں شانوں

مِثْلُ ذِرَّةِ الْحَبْلَةِ (بخاری، مسلم: ۶۰۸۷، ترمذی: ۳۶۴۳، طبرانی کبیر: ۶۱۸۰، سبل الہدی، ج ۲، ص ۴۵)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
رَأَيْتُ الْخَاتَمَ عِنْدَ كَتِفِهِ مِثْلَ بَيْضَةِ
الْحَمَامَةِ يُشَبِّهُ جَسَدَهُ
(مسلم شریف: ۶۰۸۴، بیہقی، ج ۱، ص ۲۳۵،
طبرانی کبیر: ۱۹۱۸، حاکم: ۴۱۹۷، ابن حبان:
۳۶۰۱، سبل الہدی، ج ۲، ص ۴۵)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَأَلْقَيْتُ إِلَيْهِ رِدَاعًا وَقَالَ انْظُرْ إِلَى مَا أَمَرْتُ
بِهِ فَرَأَيْتُ الْخَاتَمَ بَيْنَ كَتِفَيْهِ مِثْلَ
بَيْضَةِ الْحَمَامَةِ (بیہقی، ج ۱، ص ۲۶۶، خصائص
کبری، ج ۱، ص ۵۹، المستدرک: ۴۱۹۷، ابن
عساکر، ج ۱، ص ۳۹۱، سبل الہدی، ج ۲، ص ۴۵،
کنز العمال: ۱۷۸۲۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔
كَانَ خَاتَمُ النَّبَوَةِ عَلَى ظَهْرِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ الْبُنْدُقَةِ مِنْ
لَحْمٍ مَكْنُوبٍ فِيهَا بِاللَّحْمِ مُحَبَّدٌ
رَسُولُ اللَّهِ (ابن حبان: ۶۳۰۲، ابن عساکر،
حاکم، خصائص کبری، ج ۱، ص ۶۰، سبل الہدی،

کے درمیان پاکی کے بٹن کی مانند دیکھا۔
کہ میں نے آپ کی مہر نبوت کو آپ کے
شانے کے پاس کبوتری کے انڈے کی
مثلاً دیکھا، رنگ کے اعتبار سے وہ آپ
کے جسم کے مشابہ تھی۔

کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر
ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مجھ پر ڈالی
اور فرمایا جس کا تجھے حکم دیا گیا ہے وہ دیکھ تو
میں نے آپ کی مہر نبوت کو دونوں شانوں کے
درمیان کبوتری کے انڈے کی مثلاً دیکھا۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت اقدس پر مہر
نبوت گوشت کے ٹکڑے کی مانند تھی جس
میں گوشت کے ساتھ یعنی قدرتی طور پر
لکھا ہوا تھا ”محمد رسول اللہ“ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

ج ۲، ص ۴۶، فتح الباری، ج ۶، ص ۵۶۳)

مہر نبوت کے متعلق جو مختلف روایتیں ہیں ان میں تطبیق اس طرح کی جائے کہ جس کسی نے اس کو جس چیز کے ساتھ تشبیہ دی ہے وہ اپنے ذہن کے مطابق دی ہے اور تشبیہ ہر شخص کی اس کے ذہن کے موافق ہوتی ہے۔

حضرت جلیلم بن عرفطہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مکہ میں آیا۔ اس وقت ساکنان مکہ قحط کی سخت مصیبت میں گرفتار تھے۔ قریش مل کر حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور کہا اے ابوطالب لوگ سخت مصیبت میں مبتلا ہیں نکلو اور خدا سے مینہ مانگو۔

فَخَرَجَ أَبُو طَالِبٍ وَ مَعَهُ غُلَامٌ كَاغَّةٌ
شَسُوسٌ دَجِنَ تَجَلَّتْ عَنْهُ سَحَابَةٌ قَتَبَاءُ
وَ حَوْلَهُ أُغْيَلٌ كَبُتٌ فَأَخَذَهُ أَبُو طَالِبٍ
فَالصَّقَ ظَهْرَهُ بِالْكَعْبَةِ وَلَا ذَا الْغُلَامِ
بِأَصْبَعِهِ وَمَا فِي السَّمَاءِ قَرَعَةٌ فَأَقْبَلَ
السَّحَابُ مِنْ هَاهُنَا وَ هَاهُنَا وَاعْدَدَ
وَاعْدَدَ وَدَقَّ وَانْفَجَرَتْهُ الْوَادِي وَ اخْصَبَ
النَّادِي وَ النَّبَادِي وَفِي هَذَا يَقُولُ أَبُو
طَالِبٍ (زر قانی علی المواہب، ج ۱، ص ۱۹۰،
خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۸۶، سبل الہدیٰ، ج ۲،
ص ۱۳، سیر اعلام النبلاء، ج ۱، ص ۵۵)

اس کے اشارے سے چاروں طرف سے
بادل آگیا اور اتنا برساکہ جنگل بہہ نکلے اور
اہل شہر اور دیہات خوب سیراب ہو گئے
(اور قحط کی مصیبت دور ہو گئی) ابوطالب نے
اپنے اشعار میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

وَ ابْيَضَّ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ
ثَمَالَ الْيَثْلَى عِصَّةً لِّلْأَرَامِلِ
وہ گورے رنگ والے کہ ان کے چہرہ انور کے صدقے میں ابر کا پانی مانگا جاتا ہے
یتیموں کی جائے پناہ اور بیواؤں کے نگہبان ہیں۔

يَلْذُوبِهِ الْهَلَاكُ مِنْ آلِ هَاشِمٍ فَهُمْ عِنْدَكَ فِي نِعْمَةٍ وَ فَوَاضِلُ
بنی ہاشم جیسے غیور لوگ ہلاکت و تباہی کے وقت ان سے التجا و فریاد کرتے ہیں اور وہ
آپ کے پاس آ کر عظیم نعمتیں اور برکتیں پاتے ہیں۔

(زرقانی علی المواہب، ج ۱، ص ۱۹۰، خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۸۶، سبل الہدی، ج ۲، ص ۱۳۷)
منبر شریف بننے سے پہلے مسجد نبوی شریف میں کھجور کا ایک ستون تھا جس سے پشت
انور لگا کر حضور ﷺ وعظ فرمایا کرتے تھے۔ منبر بننے کے بعد جب آپ منبر پر تشریف
فرما ہوئے تو اس ستون سے بڑے دردناک لہجے میں رونے کی آواز آئی۔

استن حنانہ از ہجر رسول نالہ می زد ہم چو ارباب عقول
(رومی)

حضور ﷺ نے منبر سے نیچے تشریف لا کر اس کو اپنے سینے سے لگا لیا تو اس کو سکون
حاصل ہوا اور وہ چپ ہو گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم اگر میں اس کو سینے سے نہ
لگا تا تو یہ قیامت تک روتا ہی رہتا پھر آپ نے اس کو کٹوا کر منبر شریف کے نیچے دفن کر دیا۔

(سبل الہدی، ج ۸، ص ۲۱۴۔ زرقانی علی المواہب، ج ۴، ص ۱۳۸، البدایہ والنہایہ، ج ۶، ص ۱۴۲)
بعض نادانوں نے اس حدیث کو ماننے سے انکار کر دیا چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ رونے
کے لیے احساس، دل و دماغ، پھیپھڑوں، گلے اور دقیق نظام جسمانی کی ضرورت ہے یہ
سب کچھ اس درخت میں کہاں سے آ گیا تھا اگر آپ یہ کہیں کہ یہ معجزہ تھا تو پھر رسول اللہ
ﷺ نے کفار کو معجزہ دکھانے سے کیوں انکار کر دیا اور صاف صاف کہہ دیا تھا هَلْ كُنْتُ
إِلَّا بَشَرًا دَسُوْلًا۔ میں تو ایک انسان ہوں جس کا کام اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا ہے نہ کہ
معجزے دکھانا، اور مسلمانوں کے سامنے معجزہ دکھانے کی کیا ضرورت تھی وہ تو پہلے ہی ایمان
لا چکے تھے۔ (بلفظہ دو اسلام مصنفہ ڈاکٹر غلام جیلانی برق، ص ۳۳۷)

اے کاش ان لوگوں نے حضور ﷺ کی مقدس احادیث کا انکار کرنے سے پہلے کسی
قابل محدث استاد سے اس کو سمجھ لیا ہوتا؟ ان لوگوں کی حالت بالکل اس شخص کی سی ہے جو خود
بہ خود ڈاکٹری اور طب کی کتابیں پڑھ کر ڈاکٹر اور حکیم بن بیٹھے اور پھر لوگوں کا علاج بھی

شروع کر دے تو خدا ایسے ڈاکٹر اور حکیم سے لوگوں کو بچائے کیونکہ ایسے ڈاکٹر اور حکیم کے علاج کا نتیجہ سوائے اس کے اور کیا ہوگا کہ ”نہ مرض رہے نہ مریض“۔

یاد رکھیے جس طرح خود بخود ڈاکٹری یا حکمت کی کتابیں پڑھ لینے والے کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ ڈاکٹر یا حکیم ہونے کا دعویٰ کرے اور لوگوں کا علاج کرے، جب تک کہ کسی قابل ڈاکٹر اور حکیم سے تجربہ کے ساتھ ان کو نہ پڑھے۔ بالکل اسی طرح ان لوگوں کو بھی ہرگز یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ حدیث دانی کا دعویٰ کریں اور حدیث میں کلام کریں جب تک کہ کسی قابل استاد سے حدیث نہ پڑھیں۔

سخت حیرت ہے یہ لوگ بزعم خود قرآن پر ایمان رکھنے اور اس کو سمجھنے کے دعویدار ہو کر اس حدیث کو کیسے نہیں سمجھتے اور اس کی صحت کے کیسے منکر ہو گئے؟ حالانکہ قرآن حکیم سے اس کے صحیح ہونے کا روشن ثبوت ملتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کی ہلاکت و تباہی کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ
تو ان پر آسمان و زمین نہیں روئے۔

(الدخان: ۲۹)

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ آسمان اور زمین روتے تو ہیں مگر فرعون اور اس کی قوم کی ہلاکت پر نہیں روئے، اسی طرح دیگر کفار کی موت پر بھی نہیں روتے۔ ہاں مومنین و صالحین کی موت پر روتے ہیں جیسا کہ صحیح احادیث میں آیا ہے۔ تو منکرین حدیث کو چاہیے کہ اس آیت قرآنی کا بھی انکار کر دیں جس سے آسمان و زمین کا رونا ثابت ہو رہا ہے ورنہ وہ جیسا احساس دل و دماغ، گلے و بھیڑوں اور دقیق نظام جسمانی کا ہونا رونے کے لیے ضروری مانتے ہیں وہ آسمان زمین کے اندر ثابت کر دیں۔

وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ
اور ان (پتھروں) میں ایسے بھی ہیں جو

اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔ (البقرہ: ۷۴)

لَوْ أَنزَلْنَاهُذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ
خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ
اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل فرماتے تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف

(الحشر: ۲۱) سے جھکا ہوا پاش پاش ہوتا۔

ان دونوں آیتوں سے پہاڑوں اور پتھروں میں اللہ کا خوف پایا جانا صراحۃً ثابت ہے اور خوف و حزن دونوں دل کی کیفیتیں ہیں، تو منکرین حدیث کو چاہیے کہ یا تو گوشت و پوست کا دل و دماغ جیسا کہ وہ ستونِ حنّانہ میں چاہتے ہیں پتھروں اور پہاڑوں میں ثابت کریں یا اس صحیح حدیث کی طرح قرآن کی ان دونوں آیتوں کا بھی انکار کر دیں۔

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلَهَا
وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا (الاحزاب: ۷۲)

اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے۔

اس آیت کریمہ سے بھی صراحۃً ثابت ہوا کہ آسمانوں زمینوں اور پہاڑوں نے بارامانت کے اٹھانے سے معذرت کی اور اس سے ڈرے، تو کیا ان کا ڈرنا اور معذرت کرنا دل و دماغ کے ذریعے سے تھا یا بغیر دل و دماغ کے؟

اسی طرح قرآن کریم کی متعدد آیتوں سے بہت سی اشیاء کا اس گوشت و پوست کے دل و دماغ، گوش و زبان، گلے و پھیپھڑے اور دقیق نظامِ جسمانی کے بغیر سننا دیکھنا نیکی و بدی کی تمیز رکھنا، اللہ کی تسبیح پڑھنا اور ہنسنا اور رونا ثابت ہے۔

تو اس حدیث کے انکار کے ساتھ ساتھ ان تمام حقائق کا بھی انکار کرنا پڑے گا، ورنہ ان حقائق کے ساتھ اس حقیقت کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ بلاشبہ وہ ستونِ حنّانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں رویا تھا۔

فلسفی کہ منکر حنّانہ است از حواس اولیاء بیگانہ است
(رومی)

اور منکرین حدیث کا یہ کہنا کہ اگر یہ معجزہ تھا تو پھر کفار کے معجزہ طلب کرنے پر آپ نے ہَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا کہہ کر انکار کیوں کر دیا تھا اور معجزہ مسلمانوں کو دکھانے کی کیا ضرورت تھی؟ وہ تو پہلے ہی ایمان لا چکے تھے۔

یہ ان کی علمی استعداد اور قرآنِ مہی کی وہ دلیل ہے جس نے ان کے ڈھول کا پول کھول

کر رکھ دیا ہے۔

اصل بات یہ ہے جس کو منکر حدیث نہیں سمجھا کہ ایک مرتبہ کفار مکہ نے جمع ہو کر حضور ﷺ سے کہا کہ اگر آپ مال و دولت، عزت و شہرت اور سلطنت وغیرہ کے خواہش مند ہیں تو آپ کی یہ خواہش پوری کی جاسکتی ہے اور اگر آپ کسی دماغی مرض میں مبتلا ہیں تو آپ کا علاج وغیرہ کرایا جائے۔ آپ نے فرمایا۔ میں مال و سلطنت کا طلب گار نہیں بات صرف اتنی ہے کہ اللہ نے مجھے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر اپنی کتاب اتاری اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اس کے ماننے پر اللہ کی رضا و نعمت اور آخرت میں مغفرت کی بشارت دوں اور انکار کرنے پر عذاب الہی کا خوف دلاؤں۔ میں نے اپنے رب کا پیغام تمہیں پہنچا دیا ہے۔

انہوں نے کہا ہم ہرگز تم پر ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ تم ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ جاری نہ کر دو خاص تمہارے لیے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ نہ ہو جائے پھر اس میں تم بہت سی نہریں جاری کر دو یا آسمان ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہم پر نہ گرا دیا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کر کھڑا نہ کر دو یا تمہارا گھر سونے کا نہ ہو جائے یا تم ہمارے سامنے آسمان پر نہ چڑھ جاؤ۔ اور ہم تو تمہارے آسمان پر چڑھ جانے پر بھی ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ تم ہم پر بھی ایک کتاب نہ اتار دو جسے ہم خود پڑھ لیں وغیرہ وغیرہ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ سُبْحٰنَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَ سُوْلًا۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ آپ کے ہاتھ پر کوئی معجزہ بھی ظاہر نہیں ہو سکتا۔ ایسا سمجھنا جہالت و گمراہی ہے۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر عجز و نقصان اور عیب سے پاک اور ہر چاہے پر قادر ہے ایسے نشانات دکھانا اسے کوئی مشکل نہیں تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ یہ لوگ فراموشی نشانات دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائیں گے اور جو فراموشی نشانات و معجزات دیکھ کر ایمان نہیں لاتے وہ تباہ و برباد کر دیئے جاتے ہیں کہ جیسا کہ فرمایا۔

وَمَا مَنَعًا اَنْ تُرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا اَنْ كَذَّبَ بِهَا اِلَّا وُلُوْنَ (الاسراء: ۵۹)

اور ہم نے اسی لیے نشانیاں بھیجی موقوف کر دیں کہ پہلے لوگوں نے انہیں جھٹلایا۔

اور اگر یہ بھی جھٹلاتے تو ان کا حشر بھی وہی ہوتا جو پہلوں کا ہوا تھا اور انہوں نے اس وقت

یقیناً جھٹلانا تھا اور حکمت یہ نہیں چاہتی تھی کہ ان کو اسی طرح تباہ کیا جائے لہذا فراموشی نشانات کا بھیجنا موقوف کر دیا گیا کہ اے محبوب آپ ان سے فرما دیجئے کہ میرا پروردگار پاک ہے اور میں اسی کا بھیجا ہوا ہوں۔ محض ذاتی طور پر معجزے دکھانے کا اختیار نہیں رکھتا، اور تمہارے جائز و ناجائز مطالبوں کا پابند بھی نہیں ہوں کہ جب بھی تم چاہو اور جو بھی تم چاہو تمہیں دکھاتا رہوں۔ میرا معجزے دکھانا میرے رب کی مشیت و مرضی کے تابع ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ لِكُلِّ آيَةٍ كِتَابٌ ۝ ٣٦
(الرعد)

اور کسی رسول کا کام نہیں کہ کوئی نشانی و معجزہ لے آئے مگر اللہ کے اذن سے اور ہر چیز کا ایک وقت ہے لکھا ہوا۔

چنانچہ بلاشبہ حضور ﷺ نے بارادۃ الہی بکثرت معجزے دکھائے جن میں سے ایک عظیم الشان معجزہ ستون حنّانہ کا آب کے فراق میں رونا ہے۔

اور مسلمانوں کو بھی معجزے دکھانے کی ضرورت تھی تاکہ علم الیقین کے ساتھ عین الیقین بھی حاصل ہو جائے اور ان کا ایمان بہت ہی زیادہ مضبوط و مستحکم ہو کر کامل سے اکمل ہو جائے اور وہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چاہے پر قادر ہے اور جس کے ہاتھ مبارک پر اس کی قدرتوں کا ظہور ہو رہا ہے وہ اس کی قدرتوں کا مظہر کامل اور اس کے دعوے کی صداقت کی روشن دلیل ہے۔ (اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ معجزہ و کرامت دراصل فعل الہی ہے۔ جس کا ظہور اللہ کے پیاروں سے ہوتا ہے اور یوں حق و صداقت پر حجت قائم ہوتی ہے اور باطل کا بطلان ہوتا ہے) حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا تھا رب ادنیٰ کیف تحیی السوق؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا ولم تومن؟ جس کے جواب میں انہوں نے عرض کیا تھا ولكن لیطمئن قلبی! جس سے ثابت ہوا کہ دیکھی ہوئی بات کا یقین سنی ہوئی بات سے اعلیٰ ہوتا ہے۔

بہر صورت واضح ہو گیا کہ حضور ﷺ کے فراق میں ستونِ حنا نہ کار و نابلکل صحیح ہے اور اس پر اعتراض کرنا عدمِ تفقہ کی دلیل ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ کے پیارے محبوب کی گردن مبارک، کندھے اور پشت اقدس بھی نرالے اور بے مثل ہیں۔



بغل مبارک

بے سہیم و قسیم و عدیل و مثیل
جوہر فرد عزت پہ لاکھوں سلام
(اعلیٰ حضرت)



حضور ﷺ کی مبارک بغلیں نہایت پاکیزہ صاف اور خوشبودار تھیں۔ آپ کی بغلوں کا رنگ متغیر نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی آپ کی بغلوں میں بال تھے۔

(خصائص کبریٰ، جلد ۱، ص ۶۳، زرقانی علی المواہب، ج ۴، ص ۱۸۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يُزَفُّ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ حَتَّى يُرَى بَيَاضُ
إِبْطِيئِهِ (بخاری: ۳۵۶۵، مسلم: ۲۰۷۴)

کہ میں نے حضور ﷺ کو دعا استسقاء میں اس قدر بلند ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا ہے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آرہی تھی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا
سَجَدَ يُرَى بَيَاضُ إِبْطِيئِهِ (طبقات ابن
سعد، ج ۱، ص ۳۲۲، خصائص کبریٰ، ج ۱۱، ص ۶۳،
مسند احمد: ۲۰۷۳، بل الہدی، ج ۲، ص ۷۵)

حضور ﷺ جب سجدہ کرتے تو آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آ جاتا کرتی۔

گاہے گاہے حضور ﷺ صرف ایک کپڑے سے یا چادر اوڑھ کر بغیر قمیص کے بھی نماز ادا فرماتے تھے اس لیے آپ کی مبارک بغلیں نظر آ جاتا کرتی تھیں۔

دارمی نے بنی حریش کے ثقہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور ﷺ نے حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو اس کے اقرار بالزنا پر سنگسار کرنے کا حکم دیا تو اس کے بدن پر پتھر برستے دیکھ کر مجھ میں کھڑارہنے کی طاقت نہ رہی۔ قریب تھا کہ میں گر پڑتا۔

فَصَبَّنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَسَالَ عَمَّيْ مِنْ عَرَقِ إِبْطِيئِهِ
مِثْلَ رِيحِ الْمَسْكِ (دارمی: ۶۲، خصائص
کبریٰ، ج ۱، ص ۶۷، زرقانی علی المواہب ج ۴،

تو حضور ﷺ نے مجھے اپنے ساتھ لگا لیا۔ وہ ایسا وقت تھا کہ آپ کی بغلوں کا پسینہ مجھ پر ٹپک رہا تھا جس سے کستوری کی سی خوشبو آتی تھی۔

ص ۱۸۷، سہل الہدی، ج ۲، ص ۷۵)

حضرت ماعز بن مالک سلمیؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی ہیں ان سے ایک مرتبہ ایسا مکروہ ترین فعل سرزد ہو گیا جو ایک صحابی کی شان رفیع کے ہرگز شایاں نہ تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بظاہر یہ واقعہ نہایت فنیج ہے لیکن غور و فکر کرنے والوں کے لیے اس میں درس بصیرت اور خطا کاروں کے لیے ایک بہترین اسوہ و نمونہ موجود ہے۔ اس سے بہتر اور اس سے بڑھ کر توبہ النصوح کی مثال نہیں مل سکتی۔

چنانچہ ایک مرتبہ جذبات نفس سے مغلوب ہو کر زنا کا ارتکاب کر بیٹھے۔ اس وقت تو جذبات کے طوفان میں کچھ نہ سوچا بعد میں جب ہوش آیا تو آنکھیں کھلیں اور شدت سے احساس ہوا کہ کیا کر بیٹھے۔ اسی بے تابی کے عالم میں دوڑتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے پاک کیجئے؟ آپ سمجھ گئے لیکن پردہ پوشی فرماتے ہوئے فرمایا، جاؤ خدا سے مغفرت چاہو اور اس کے حضور توبہ کرو۔ یہ جواب سن کر واپس چلے گئے۔ تھوڑی دور جا کر پھر لوٹ آئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ مجھے پاک کیجئے؟ آپ نے پھر وہی فرمایا جاؤ اللہ سے توبہ و استغفار کرو! پھر چلے گئے۔ تھوڑی دور جا کر پھر لوٹ آئے اور کہا یا رسول اللہ مجھے پاک کیجئے؟ آپ نے پھر وہی فرمایا۔ پھر لوٹ گئے چوتھی مرتبہ پھر آ کر عرض کیا۔ مجھے پاک کیجئے؟ اب آپ نے صراحۃً پوچھا، کس چیز سے پاک کروں؟ عرض کیا زنا کی گندگی سے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم جرم کے ایسے صریح اعتراف سے بہت متعجب ہوئے کیوں کہ اس کی سزا بھی بڑی دردناک تھی یعنی سنگ ساری، اس لیے آپ نے صحابہ سے فرمایا ان کو جنون تو نہیں؟ عرض کیا گیا۔ نہیں! پھر فرمایا، شراب تو نہیں پی ہے؟ ایک صاحب نے اٹھ کر منہ سوٹکھا تو شراب کا بھی کوئی اثر نہ تھا۔ آپ نے پھر دریافت فرمایا کیا تم نے واقعی زنا کیا ہے؟ حضرت ماعز نے عرض کیا ہاں! اس اقرار کے بعد آپ نے ان کو سنگ سار کرنے کا حکم دیا۔ حکم صادر ہوتے ہی ان کو لے جا کر سنگ سار کر دیا گیا۔ اس کے بعد ان کے متعلق صحابہ کرام کی رائیں مختلف تھیں۔ بعض کا خیال تھا کہ وہ اپنی خطاؤں کی وجہ سے ہلاک ہو گئے اور بعض کہتے تھے کہ ان کی توبہ سے افضل کسی کی توبہ نہیں۔ دو تین دن

تک اسی قسم کی رائے زنی ہوتی رہی۔ پھر حضور ﷺ صحابہ کے مجمع میں تشریف لائے اور سلام کر کے بیٹھ گئے اور فرمایا ماعز بن مالک کے لیے سب مغفرت کی دعا کرو۔ سب نے مل کر مغفرت کی دعا کی۔ دعا کے بعد

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ أُمَّةٍ لَوْ سَعَتْهُمْ (مسلم شریف: ۴۴۳۱)

آپ ﷺ نے فرمایا بے شک ماعز نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس کو تمام امت پر تقسیم کر دیا جائے تو تمام امت کے لیے یہی ایک توبہ کافی ہے۔

اللہ اللہ کتنا عجیب و غریب، پردرد و پرسوز، سبق آموز اور بصیرت افروز واقعہ ہے۔ غور فرمائیے یہ گناہ انہوں نے علانیہ نہیں بلکہ چھپ کر کیا تھا اور کسی کو اس کا علم بھی نہ تھا۔ اور اگر وہ چاہتے تو کسی کو علم ہونے بھی نہ دیتے۔ مگر ان کی روح کی پاکیزگی اور قلب کی صفائی کا عالم دیکھیے کہ وہ اپنے کردار کی سفید چادر پر معصیت کے اس دھبے کو برداشت نہیں کرتے اور بار بار آ کر عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ اس دھبے کو دور کر دیجئے۔ اور پھر حضور ﷺ بھی اس خیال سے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ پر پردہ ڈالا ہے تو اس کو دنیا میں کیوں رسوا کیا جائے پردہ پوشی فرماتے ہوئے بار بار فرماتے ہیں جاؤ توبہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہو۔ لیکن ان کے دل کو تسکین نہیں ہوتی حالانکہ ان کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ اس گناہ کی سزا بڑی سخت ہے۔ اگر اعتراف کیا تو رسوائی بھی ہوگی اور پتھر مار مار کر ہلاک بھی کر دیا جاؤں گا مگر وہ کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے اور دنیا سے پاک و صاف اٹھنے کا تہیہ کرتے ہیں، تاکہ آخرت کا کوئی مواخذہ باقی نہ رہے۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر، حضور ﷺ کی صحبت نے صحابہ میں کیسے کیسے جو ہر پیدا کر دیئے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام اخلاق حسنہ اور کردار فاضلہ کے نمونے تھے لہذا مجرموں، خطاکاروں کے لیے ایک ایسی مثال کی بھی ضرورت تھی جس میں ان کے لیے یہ سبق ہوتا کہ دنیا میں گناہوں کا کفارہ اس طرح ادا کیا جاتا ہے۔

زنا اور اس کی سزا

زنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزَّانِيَ إِنَّكَ كَانَ فَاحِشَةً ۖ وَسَاءَ سَبِيلًا ﴿٣١﴾ (الاسراء)

اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ بے شک وہ ایک بے حیائی اور بہت بری راہ ہے۔

وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَ لَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ﴿٣٢﴾ يُضْعَفُ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدُ فِيهِ مُهَانًا ﴿٣٣﴾

اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے (خود ساختہ) معبود کی عبادت نہیں کرتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں جس کا قتل کرنا اللہ نے حرام کر دیا ہے مگر ساتھ حق کے۔ اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو یہ کام کرے گا وہ بڑے سخت گناہ میں جا پڑا۔

اس کو قیامت کے دن دو گنا عذاب ہوگا اور وہ دوزخ میں ذلیل و خوار ہو کر پڑا رہے گا۔ (الفرقان)

حضرت یثیم بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا مِنْ ذَنْبٍ بَعْدَ الشِّرْكِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ نُطْفَةٍ وَضَعَهَا رَجُلٌ فِي رَحِمٍ لَا يَحِلُّ لَهُ (ابن ابی الدنیا، کنز العمال: ۱۲۹۹۴)

شرک کے بعد اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی گناہ اس سے بڑھ کر نہیں کہ انسان اپنا نطفہ ایسے رحم میں ڈالے جو اس کے لیے حلال نہیں۔

حضرت حدیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا مَعْشَرَ النَّاسِ اتَّقُوا الزَّانَا فَإِنَّ فِيهِ سِتًّا خِصَالٍ ثَلَاثٌ فِي الدُّنْيَا وَ ثَلَاثٌ فِي الْآخِرَةِ أَمَّا الَّتِي فِي الدُّنْيَا فَيَذْهَبُ الْبَهَاءُ وَ يُورِثُ الْفَقْرَ وَ يُنْقُصُ الْعُمْرُ

اے لوگو! زنا سے بچو، کیونکہ اس میں چھ باتیں ہیں تین دنیا میں ہوں گی اور تین آخرت میں۔ جو دنیا میں ہوں گی وہ یہ ہیں چہرے کی رونق جاتی رہے گی۔ محتاجی

وَأَمَّا الَّتِي فِي الْآخِرَةِ فَسَخَطَ اللَّهُ
سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى وَ سُوءَ الْحِسَابِ وَ
عَذَابُ النَّارِ (تفسیر کبیر، ج ۶، ص ۲۴۹)
تعالی سخت ناراض ہوگا۔ حساب بہت برا
ہوگا اور آگ کا عذاب ہوگا۔

الغرض زنا نہایت فتنہ اور برا فعل ہے جس کے نتائج دنیا و آخرت میں سخت ہولناک ہوں گے۔ اسلام میں زنا کی سزائیں تین ہیں۔ پچاس درے، سو درے، سنگ ساری اگر زانی و زانیہ غلام اور لونڈی ہو خواہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ، تو ان کی سزا صرف پچاس پچاس درے ہیں۔ اگر زانی و زانیہ آزاد عاقل بالغ ہوں اور نکاح کیے ہوئے نہ ہوں یا نکاح کے بعد ہم بستری نہ کر چکے ہوں تو ان کی سزا سو درے ہیں اور اگر نکاح کے بعد ہم بستری کر چکے ہوں تو ان کی سزا سنگ ساری ہے اور یہ سزائیں اس وقت دی جائیں گی جب کہ چار گواہ مرد، عاقل، بالغ، مسلم، عادل چشم دید گواہی دیں یا مجرم خود چار بار اقرار زنا کرے اور کوئی شبہ عارض نہ ہو۔ ان سزاؤں کا اجراء سلطان اسلام کے حکم کے بغیر جائز نہیں ہے اور سلطان اسلام کو ان سزاؤں میں تبدیلی یا تخفیف یا معاف کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ ہاں ابتدا میں پردہ پوشی اور اعراض اولیٰ ہے لیکن جرم ثابت ہو جانے پر تخفیف و ترحم اور سفارش و عفو ممنوع ہے۔
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ
مِّنْهُمَا مِائَةً جَلْدَةٍ ۖ وَلَا تَأْخُذْكُمْ
بِهِمَا سَاءَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ
تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ
وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ
الْمُؤْمِنِينَ ۝ (النور)

زانیہ عورت اور زانی مرد، سو مارو ہر ایک کو
دونوں میں سے سو سو درے اور اللہ کے حکم
(کے پورا کرنے) میں تمہیں ان
(مجرموں) پر ترس نہیں آنا چاہیے اگر تم
اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے
ہو اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت
مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر و موجود ہو۔

یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر پورا پورا یقین و ایمان رکھتے ہو تو اس کے احکام اور حدود کے جاری کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی اور کمی نہ کرو اور ایسا نہ ہو کہ مجرم پر ترس کھا کر سزا کو معاف یا اس میں تخفیف کرنے لگو یا سزا دینے میں ایسا ہلکا اور غیر مؤثر طریقہ اختیار کرو کہ سزا سزا نہ رہے۔ اچھی طرح جان لو کہ اللہ تعالیٰ علیم و حکیم اور رحم الرحیمین ہے وہ اپنے بندوں پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا مہربان ہے۔ اس کے ہر سخت و نرم حکم میں حکمت و رحمت کے دریا موجزن ہیں۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں ان زانیوں کی سزا کا بیان ہوا ہے جو آزاد، عاقل، بالغ ہوں اور غیر شادی شدہ ہوں یا شادی شدہ ہوں مگر ہم بستر ی نہ کر چکے ہوں اور جو آزاد نہ ہوں بلکہ غلام اور لونڈیاں ہوں تو ان کی سزا ان کی سزا سے نصف یعنی پچاس درے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ (النساء: ۲۵)** پس اگر وہ بے حیائی کا ارتکاب کریں تو ان پر آدھی سزا ہے محسنات کی سزا سے۔

اور وہ لوگ جو آزاد، عاقل، بالغ ہوں اور نکاح کے بعد ہم بستر ی بھی کر چکے ہوں ان کی سزا ”رجم“ یعنی سنگ سار کرنا ہے۔ نبی کریم ﷺ اور آپ کے خلفاء اربعہ اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل برابر اسی قانون رجم پر رہا۔ اور ان کے بعد اہل سنت و جماعت میں سے آج تک کسی ایک شخص نے بھی اس کا انکار بلکہ اس سے اختلاف تک بھی نہیں کیا۔ گویا یہ مسئلہ سنت متواترہ اور اجماع اہل حق سے ثابت ہے۔

گزشتہ زمانہ میں خوارج کے ایک گروہ نے اس کا انکار کیا تھا اور دور حاضرہ کے منکرین حدیث و سنت اور بعض آزاد طبع لوگ بھی اس سزائے ”رجم“ کے بارے میں طرح طرح کی تاویلیں کر کے انکار کی راہ اختیار کر رہے ہیں۔ لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سزائے رجم کے متعلق چند سطور ہدیہ قارئین کی جائیں۔

خیبر کے یہودی باشندے اسلامی حکومت کے تحت زندگی بسر کرتے تھے اور معاہدہ کی

رو سے ان کو اندرونی معاملات میں آزادی حاصل تھی۔ وہ اپنے مقدمات کے فیصلے نبی کریم ﷺ یا آپ کے مقرر کردہ قاضیوں کے پاس لانے کے لیے مجبور نہ تھے بلکہ وہ اپنے مقدمات کے فیصلے اپنے مذہبی قانون کے مطابق اپنے ججوں سے کراتے تھے لیکن ان کے بعض مذہبی قانون بڑے سخت تھے۔ تو وہ اپنے مذہبی قانون کی سختیوں سے بچنے کے لیے بعض مقدمات نبی کریم ﷺ کے پاس صرف اس امید پر لے آتے تھے کہ شاید آپ کی شریعت میں ان کے لیے وہ سختی نہ ہو بلکہ کوئی دوسرا نرم حکم ہو چنانچہ ایک مرتبہ ان کے معزز خاندانوں میں سے ایک شادی شدہ مرد و عورت نے زنا کیا۔ تورات کی رو سے ان کی سزا ’’رجم‘‘ (سنگ سار کرنا) تھی لیکن ان کو یہ سزا گوارا نہ تھی اس لیے وہ اس مقدمہ کا فیصلہ کرانے کے لیے آپ کے پاس آئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا، فرمایا:

وَإِنْ حَكَمْتَ فَأَحْكُم بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ ۚ
 إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝ وَكَيْفَ
 يُحْكُمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَةُ فِيهَا
 حُكْمُ اللَّهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ
 مَا أُولَئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ۝ (المائدہ)

اور اگر آپ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو
 پھر ٹھیک ٹھیک انصاف کے ساتھ فیصلہ
 کریں، بے شک اللہ انصاف کرنے
 والوں کو پسند کرتا ہے اور آپ کو کیسے حکم
 بناتے ہیں جب کہ ان کے پاس تورات
 ہے جس میں اللہ کا حکم موجود ہے پھر وہ اس
 سے منہ پھیر رہے ہیں حقیقت میں یہ
 لوگ ایمان ہی نہیں رکھتے۔

یعنی تعجب کی بات ہے کہ یہ لوگ آپ کے پاس فیصلہ کرانے کیسے آگئے ہیں حالاں کہ ان کے پاس تورات ہے جس کو یہ خود آسمانی کتاب مانتے ہیں اور اس میں اس جرم کے بارے میں واضح طور پر اللہ کا حکم ’’رجم‘‘ موجود ہے۔ جس کتاب کو یہ مانتے ہیں جب اس کا فیصلہ ان کو گوارا نہیں تو آپ کا فیصلہ ان کو کیسے گوارا ہوگا۔ آپ کو تو یہ مانتے بھی نہیں۔ اور پھر جس اللہ نے تورات میں حکم دیا ہے اسی اللہ کے حکم سے آپ فیصلہ کریں گے۔ تو آپ اللہ

کے حکم کے مطابق ٹھیک ٹھیک فیصلہ فرمادیں۔ چنانچہ آپ نے اللہ کے حکم کے مطابق رجم یعنی سنگسار کرنے کا فیصلہ دیا۔ کیونکہ تورات میں حکم اللہ یہی رجم تھا۔ انہوں نے اس فیصلہ و حکم کے ماننے سے انکار کر دیا۔ آپ نے فرمایا تمہارے پاس جو آسمانی کتاب تورات ہے جس کو تم ماننے کا دعویٰ رکھتے ہو اس میں بھی یہی حکم ہے انہوں نے کہا اس میں یہ حکم نہیں ہے بلکہ اس میں چالیس کوڑے مارنے اور مونہ کالا کر کے گدھے پر بٹھانے کا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا تمہارے علماء میں ابن صوریانامی ایک عالم فذک میں رہتا ہے وہ کیسا آدمی ہے؟ انہوں نے کہا روئے زمین پر اس کے پایہ کا کوئی عالم نہیں ہے وہ تورات کا سب سے زیادہ ماہر ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو بلاؤ۔ چنانچہ وہ بلایا گیا۔ جب وہ حاضر ہوا تو آپ نے اس سے فرمایا۔ تو ابن صوریانامی؟ اس نے کہا جی ہاں! فرمایا تو یہود میں سب سے بڑا عالم ہے؟ اس نے کہا لوگ ایسا ہی کہتے ہیں! پھر آپ نے یہودیوں سے فرمایا۔ اس کی بات مانو گے؟ انہوں نے کہا ہاں!! آپ نے ابن صوریانامی سے فرمایا میں تجھے اس اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی۔ جس نے تمہیں مصر سے نکالا، دریا میں تمہارے لیے راستے پیدا کیے اور تمہارے دشمن فرعون کو غرق کر کے تمہیں اس کے ظلم و ستم سے نجات دی، ابرو کو تم پر سایہ بان بنایا، اور تمہارے لیے من و سلوئی اتارا۔ سچ بتا جب چار عادل معتبر گواہوں کی گواہی سے زنا ثابت ہو جائے تو تمہاری آسمانی کتاب تورات میں اس کی سزا سنگسار کرنا ہے یا کوڑے مارنا؟ اس نے کہا اسی کی قسم جس کی بھاری قسم آپ نے مجھے دی اگر عذاب نازل ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں جھوٹ بول دیتا لیکن میں سچ سچ کہتا ہوں کہ تورات میں زانی کی سزا سنگسار کرنا ہی ہے کوڑے مارنا نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا اس حکم الہی میں تبدیلی کس طرح واقع ہوئی؟ اس نے کہا جب ہمارے ہاں زنا کی کثرت ہوئی تو ہمارے حکام نے یہ طریقہ اختیار کر لیا کہ جب بڑے لوگ زنا کے مرتکب ہوتے تو انہیں رشوت وغیرہ لے کر چھوڑ دیا جاتا اور جب چھوٹے لوگ اسی فعل کے مرتکب ہوتے تو انہیں رجم کر دیا جاتا۔ جب عوام میں اس کے خلاف ایک ہنگامہ

اور شورش برپا ہو گئی تو ہم نے جمع ہو کر تورات کے اس قانون کو بدل کر امیر و غریب سب کے لیے چالیس کوڑے اور مونہ کالاکر کے گدھے پر الٹا بٹھا کے گشت کرانے کی سزا مقرر کر دی اس کے بعد یہود اگرچہ ابن صوریا پر بہت ناراض تھے مگر حضور ﷺ کے سامنے بولنے کی ان کو ہمت و جرأت نہ ہوئی۔ آپ نے ان دونوں کو ’’رجم‘‘ یعنی سنگ سار کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ کے حکم سے ان دونوں کو سنگ سار کر دیا گیا۔

آپ نے فرمایا: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَوَّلُ مَنْ اَحْيَا اَمْرَكَ اِذَا مَاتُوْا۔ اے اللہ میں پہلا شخص ہوں جس نے تیرے حکم کو زندہ کیا جب کہ وہ لوگ اسے مٹا چکے تھے (سبل الہدی والرشاد، ج ۳، ص ۴۰۷، البدایہ والنہایہ، ج ۲، ص ۱۷۷) چنانچہ اس کے بعد جس قدر بھی واقعات اس قسم کے پیش آئے ان سب میں آپ نے اور آپ کے خلفاء راشدین نے زانی محسن یعنی شادی شدہ کو یہی رجم کی سزا دی اور اس کے بعد اس پر تمام اہل حق کا آج تک اجماع و اتفاق رہا ہے اور ان شاء اللہ رہے گا۔

گویا شریعت محمدیہ ﷺ نے تورات کے اس حکم کو باقی رکھا۔ جیسا کہ قتل عمد کی سزا کو قرآن نے بحوالہ تورات بیان فرمایا۔ وَکَتَبْنَا عَلَیْهِمْ فِیْهَا اَنْ النَّفْسُ بِالنَّفْسِ الْاٰیة۔ اور پھر اس حکم کو امت محمدیہ ﷺ کے لیے بھی باقی رکھا گیا۔

قرآن کریم میں اس حقیقت کو واضح طور پر بیان فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب بھی کوئی نبی آتا تھا تو وہ پہلے انبیاء کرام کی تردید کے لیے یا ان کے دین و مذہب کو مٹا کر اپنا نیا دین و مذہب رائج کرنے کے لیے نہیں آتا تھا بلکہ ہر نبی پہلے تمام انبیاء کی تصدیق و تائید کرتا تھا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی کوئی کتاب اس کی پہلی کتابوں کی تردید کے لیے نہیں آتی تھی بلکہ اس کی ہر کتاب اس کی پہلے بھیجی ہوئی کتابوں کی تصدیق و تائید کرتی تھی، چنانچہ فرمایا:

اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِیْهَا هُدًی وَنُورٌ
یَحْكُمُ بِهَا النَّبِیُّونَ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا
بے شک ہم نے تورات نازل فرمائی جس میں ہدایت اور نور ہے (اس کے بعد آنے

لَّذِينَ هَادُوا (المائدہ: ۴۴) والے) انبیاء جو مسلم تھے وہ اسی تورات کے مطابق ان یہودی بن جانے والوں کو حکم دیتے رہے۔

وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ ۚ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ﴿۳۷﴾ (المائدہ)

اور ہم نے ان (نبیوں) کے بعد بھیجا عیسیٰ بن مریم کو ان کے نشان قدم پر، وہ تصدیق کرنے والا تھا اس کی جو تورات میں سے اس کے سامنے موجود تھا اور ہم نے اس کو انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور نور ہے وہ بھی تصدیق کرنے والی تھی اس تورات کی جو اس سے پہلے تھی اور ہدایت و نصیحت تھی واسطے پرہیزگاروں کے۔

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيِّبًا عَلَيْهِ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ (المائدہ: ۴۸)

اور (اے حبیب) ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب (قرآن) اتارا ہے ساتھ حق کے۔ یہ تصدیق کرنے والا ہے کتاب میں سے جو بھی اس سے پہلے ہے اور یہ اس پر امین و محافظ ہے۔ سو آپ ان کے درمیان فیصلہ فرمائیں اللہ کے نازل کیے ہوئے قانون کے مطابق اور اے سننے والے! ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرنا اپنے پاس آیا ہوا حق چھوڑ کر۔

آیہ کریمہ میں چند باتیں نہایت قابل غور ہیں۔ پہلی یہ کہ قرآن پہلی آسمانی کتابوں کا مصدق اور ان کے مضامین و احکام کا امین و محافظ ہے۔ دوسری یہ کہ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ فرمایا ہے، مِنَ الْكِتَابِ نہیں فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ تمام وہ کتابیں جو اللہ

کی طرف سے نازل ہوئیں سب کی سب اصل میں اس ایک ہی کتاب (قرآن) سے ہیں ایک سرچشمہ فیض کی نہریں اور ایک ہی نور کے انوار اور ایک ہی اللہ کا کلام ہیں۔ تیسری یہ نبی کریم ﷺ کو حکم دیا جا رہا ہے فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ۔ کہ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ فرمائیں اور حضور ﷺ نے ان کے درمیان فیصلہ فرمایا ”رجم“ کا۔ تو ثابت ہوا کہ قانون رجم اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قوانین میں سے ہے۔ چوتھی یہ کہ لوگوں کی خواہشات کا خیال کرتے ہوئے حق سے روگردانی کرنا اور اللہ کے نازل کردہ قوانین کے خلاف حکم کرنا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں داخل ہے جس کے تین درجے ہیں۔ کفر، ظلم، فسق۔

فرمایا:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ۝۳۴ وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝۳۵ وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝۳۶ (المائدہ)

جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق حکم نہ دیں تو وہی کافر ہیں، جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق حکم نہ دیں وہی ظالم ہیں اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق حکم نہ دیں وہی فاسق ہیں۔

یعنی جو اللہ تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے قانون کو غلط سمجھ کر یا اس کی تحقیر کرتے ہوئے یا اس کا انکار کرتے ہوئے اس کے مطابق حکم اور فیصلہ نہیں دیتے وہ کافر ہیں اور جو اعتقاداً قانون الہی کو حق و صحیح سمجھتے ہیں مگر عملاً اس کے خلاف حکم و فیصلہ کرتے ہیں وہ ظالم اور فاسق ہیں۔ ظالم اس وجہ سے کہ انہوں نے اس قانون کے خلاف کیا جو عین عدل و انصاف تھا اور عدل و انصاف کے خلاف کرنا ظلم ہے اور فاسق اس وجہ سے کہ بندے ہونے کے باوجود وہ اپنے خالق و مالک کی اطاعت و بندگی سے نکلے۔

ان ارشادات خداوندی کے بعد کیا کوئی مسلمان یہ تصور بھی کر سکتا ہے کہ رحمۃ للعالمین

ﷺ کا فیصلہ ”رجم“ قانون الہیہ کے مطابق نہیں تھا؟

اب منکرین حدیث (جو حکم ”رجم“ کے بھی منکر ہیں) کے معترضہ دلائل کو ترتیب وار نقل کر کے ان کا بالترتیب جواب ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ۔

(۱) حکم رجم چونکہ قرآن میں نہیں ہے۔ لہذا قابل قبول نہیں۔

(۲) اَلْزَّانِيَةُ وَالزَّانِي عام ہے اور اس کے عموم میں محسن و غیر محسن سب شامل ہیں لہذا سب کی سزا سو کوڑے ہوگی۔ شادی شدہ کے لیے رجم کی سزا ماننا عموم آیت کے معارض ہونے کی وجہ سے باطل قرار پائے گا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں شادی شدہ زنا کرنے والی باندیوں کی جو سزا بیان فرمائی ہے وہ محسنات کی سزا کا نصف ہے اور محسنات سے مراد شادی شدہ عورتیں ہیں۔ اب اگر محسنہ کی سزا رجم قرار دی جائے تو اس کی تنصیف ناممکن ہے اس وجہ سے یہ آیت ناقابل عمل ہو جائے گی۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ زنا کی سزا ہر صورت میں سو کوڑے ہی ہیں جن کا نصف پچاس ہوتے ہیں اور وہی پچاس کوڑے شادی شدہ زانیہ باندی کی سزا ہے۔

(۴) انسان کو سنگ سار کرنا اس مہذب دور میں انتہائی وحشت و بربریت اور بے رحمی کا مظاہرہ ہے جو اسلامی تعلیمات کے قطعاً منافی ہے۔

منکرین و مخالفین کی پہلی دلیل کا جواب گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے۔

جواب ۲۔

منکرین کی یہ دلیل کہ اَلْزَّانِيَةُ وَالزَّانِي عام ہے اور ہر زانی و زانیہ کو شامل ہے۔ خود قرآن کی روشنی میں باطل اور مردود ہے۔ منکرین بتائیں کہ شادی شدہ زانیہ باندی، الزانیہ و الزانی کے عموم میں داخل ہے یا نہیں؟ اگر داخل ہے تو پھر اس کی سزا بھی سو کوڑے ہونی چاہیے حالاں کہ اس کی سزا پچاس کوڑے ہے؟ اور اگر داخل نہیں اور یقیناً داخل نہیں تو منکرین کی یہ دلیل مردود اور باطل ہوگئی اور اگر وہ یہ کہیں کہ آیت فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ نے آیت اَلْزَّانِيَةُ وَالزَّانِي کو خاص کر دیا تو اہل حق یہ کہتے ہیں جس وحی میں

اللہ تعالیٰ نے حکم ”رحم“ دیا اس نے بھی اس آیت کے عموم کو اسی طرح خاص کر دیا ہے۔

جواب ۳۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے شادی شدہ زانیہ باندی کی سزا محصنات کی سزا کا نصف بیان فرمائی ہے مگر وہاں محصنات سے مراد شادی شدہ عورتیں نہیں بلکہ غیر شادی شدہ آزاد عورتیں ہیں اور غیر شادی شدہ آزاد عورت اگر زنا کی مرتکب ہو تو اس کی سزا سو کوڑے ہے۔

تعجب ہے کہ مکرمین حدیث ”محصنات“ سے صرف شادی شدہ عورتیں مراد لیتے ہیں حالانکہ خود قرآن کریم میں لفظ ”محصنات“ غیر شادی شدہ آزاد عورتوں کے لیے وارد ہوا ہے۔

ملاحظہ ہو:

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلاً أَنْ يَنْكِحَ
الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَبِنِ مَا مَلَكَتْ
أَيْبَانُكُمْ مِنْ فُتَيْتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ
(النساء: ۲۵)

اور جو شخص تم میں سے اتنی طاقت نہ رکھتا ہو
کہ آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرے
تو وہ تمہاری ان لونڈیوں سے نکاح
کرے جو مسلمان ہوں اور تمہارے قبضہ

میں ہوں۔

دیکھیے اس آیت میں ”محصنات“ سے قطعاً غیر شادی شدہ آزاد عورتیں ہی مراد ہیں۔ غیر شادی شدہ اس لیے کہ ان سے نکاح کرنے کا ذکر ہے۔ شادی شدہ خاوند والی سے نکاح نہیں ہو سکتا اور آزاد اس لیے کہ ان کے بالمقابل باندیوں سے نکاح کا حکم دیا جا رہا ہے۔

جس طرح یہاں باندیوں کے بالمقابل ”محصنات“ سے مراد آزاد غیر شادی شدہ ہیں اس طرح آیت فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ میں بھی محصنات سے مراد آزاد غیر شادی شدہ ہیں کیونکہ وہاں بھی باندیوں کے بالمقابل ان کا ذکر ہے۔

قرآن کریم کی اس روشن تصریح سے ثابت ہوا کہ محصنات سے مراد غیر شادی شدہ آزاد عورتیں ہیں لہذا یہ کہنا کہ محصنات سے مراد صرف شادی شدہ آزاد عورتیں ہیں، قطعاً غلط ہے کیونکہ ”احصان“ تزویج میں منحصر نہیں بلکہ تزویج کے علاوہ اسلام، عفاف حریت سے بھی

احسان ثابت ہو جاتا ہے چنانچہ لسان العرب میں ہے وَأَصْلُ الْإِحْصَانِ الْبَنْعُ۔ وَالْبَرْزَاةُ تَكُونُ مُحْصَنَةً بِالْإِسْلَامِ وَالْعَفَافِ وَالْحَرِيَّةِ وَالتَّزْوِيجِ (لسان العرب، ج ۱۳، ص ۱۲۰) یعنی ”احسان“ کے اصل معنی ”منع“ ہیں اور عورت اسلام، عفاف، حریت اور تزویج (سب کے ساتھ) محصنہ ہو سکتی ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَعَلِمَ أَنَّ لَفْظَ الْإِحْصَانِ جَاءَ فِي الْقُرْآنِ عَلَى وُجُوهِ أَحَدَهَا۔ الْحَرِيَّةُ وَثَانِيهَا الْعَفَافُ وَثَالِثُهَا الْإِسْلَامُ وَرَابِعُهَا: كَوْنُ الْمَرْأَةِ ذَاتِ زَوْجٍ وَعَلِمَ أَنَّ الْوُجُوهَ الْأَرْبَعَةَ مُشْتَرِكَةٌ فِي الْمَعْنَى الْأَصْلِيَّةِ اللَّغَوِيَّةِ وَهُوَ الْبَنْعُ وَذَلِكَ لِأَنَّا ذَكَرْنَا أَنَّ الْإِحْصَانَ عِبَارَةٌ مِّنَ الْبَنْعِ فَالْحَرِيَّةُ سَبَبٌ لِّتَحْصِينَ الْإِنْسَانِ مِنْ نَّفَادِ حُكْمِ الْغَيْرِ فِيهِ وَالْعِفَّةُ أَيْضًا مَانِعَةٌ لِّلْإِنْسَانِ عَنِ الشُّمُوعِ فِيمَا لَا يَنْبَغِي وَكَذَلِكَ الْإِسْلَامُ مَانِعٌ مِّنْ كَثِيرٍ مِّمَّا تَدْعُوْا إِلَيْهِ النَّفْسُ وَالشَّهْوَةُ وَالزَّوْجُ أَيْضًا مَانِعٌ لِّلزَّوْجَةِ مِنْ كَثِيرٍ مِّنَ الْأُمُورِ وَالزَّوْجَةُ مَانِعَةٌ مِّنَ الْوُقُوعِ فِي الزِّنَا وَ لِذَلِكَ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَنْ تَزَوَّجَ فَقَدْ حَصَنَ ثُلَاثِي دِينِهِ فَتَبَّتْ أَنَّ الْمَرْجَعَ بِكُلِّ هَذِهِ

جان لو بے شک لفظ ”احسان“ قرآن میں چند وجوہ پر آیا ہے۔ پہلی حریت دوسری عفاف تیسری اسلام چوتھی ازدواجی رشتہ، اور چاروں وجوہ اصلی لغوی معنی میں مشترک ہیں اور وہ اصلی لغوی معنی ہیں ”منع“، یعنی روکنا اور یہ جو ہم نے ذکر کیا ہے کہ ”احسان“ کے اصلی معنی روکنے کے سبب میں مشترک ہیں تو وہ اس طرح کہ حریت انسان پر غیر کے حکم کے نفاذ کو روکنے کا سبب ہے۔ ایسے ہی عفت و پاک دامنی انسان کو نا مناسب اور بری راہوں سے روکتی ہے اور اسی طرح اسلام ان کثیر چیزوں سے روکتا ہے جن کی طرف نفس و شہوة دعوت دیتے ہیں اور ایسے ہی زوج زوجہ کے لیے بہت سے امور کو روکنے اور زوجہ زوج کے لیے زنا وغیرہ سے روکنے والی ہے اسی لیے حضور

الْوُجُودِ إِلَى ذَٰلِكَ الْمَعْنَى اللَّغَوِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ کا ارشاد ہے کہ جس

(تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۱۹۴) نے نکاح کیا اس نے اپنے دین کا دو تہائی

حصہ محفوظ کر لیا۔ پس ثابت ہوا کہ ان تمام

وجوہ کا مرجع یہی لغوی معنی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ثابت ہو گیا کہ ”احسان“ تزویج میں منحصر نہیں اس کو تزویج میں منحصر ماننا کس قدر ناواقفی اور نا فہمی کی دلیل ہے۔

جواب ۴۔

رہا یہ امر کہ انسان کو سنگ سار کرنا اس مہذب دور میں سخت بے رحمی اور بربریت کا مظاہرہ ہے تو اس کے جواب میں سوائے اس کے اور کیا کہا جائے کہ جن لوگوں کی اصطلاح میں بے حیائی و بے شرمی کا نام تہذیب ہوا ان کے نزدیک فاحشہ و بدکار کی سزا بے رحمی اور بربریت ہی کہلائے گی۔

اے کاش! یہ لوگ اس حقیقت کو سمجھتے کہ انسان کا شادی شدہ ہونا اس کی عزت و ناموس کی حفاظت کی ضمانت ہے اور ”احسان بالتزویج“ گویا اس کی پاک دامنی کے لیے ایک حصن حصین اور مضبوط قلعہ ہے ایسا محسن جب فاحشہ کا مرتکب ہو کر کسی کی آبروریزی کرتا ہے تو صرف یہ نہیں کہ اس نے انسانی عفت کے دُر آبدار کو شکستہ کر ڈالا بلکہ اس سے پہلے اس نے خود اپنے حصار عفت کو سنگ ہائے معصیت سے ریزہ ریزہ کر دیا ایسے شخص کی سزا سنگساری سے کم ہونا اسلامی معاشرہ میں انسانی ناموس کے ساتھ سخت بے رحمی اور انتہائی وحشت و بربریت کا مظاہرہ ہے۔

بلاشبہ جب انسان پر ہوا و ہوس اور جاہ طلبی کا غلبہ ہو جاتا ہے تو پھر اس کے پیش نظر خالق و مالک اللہ جل شانہ کی رضا و خوشنودی نہیں ہوتی بلکہ بندوں کی رضا ہوتی ہے پھر وہ ان کو خوش کرنے اور اپنا ذاتی مفاد حاصل کرنے کے لیے قرآن کریم کے معانی اور اسلام کے احکام میں ہیر پھیر اور واضح تصریحات کا انکار شروع کر دیتا ہے کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ جہاں

حرص و ہوا کا غلبہ ہو جائے وہاں عدل و انصاف نہیں رہتا پھر قرآن کریم اس کے لیے موجب نصیحت و ہدایت اور رحمت و شفا نہیں ہوتا بلکہ یُضِلُّ بِهِ کَثِيرًا اور وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا کا موجب ہو جاتا ہے۔

فوائد

- (۱) یہ کہ آپ کی مبارک بغلوں کا رنگ دیگر آدمیوں کی طرح متغیر نہیں ہوتا تھا۔
- (۲) یہ کہ آپ کی مبارک بغلیں اور ان کا پسینہ کستوری کی طرح خوشبودار تھے۔
- (۳) یہ کہ آپ کی مقدس بغلوں میں دیگر آدمیوں کی طرح بال بھی نہیں تھے۔
- (۴) یہ کہ زنا بہت برا فعل ہے اور اس کی سزائیں کتاب و سنت کے عین مطابق ہیں۔

دست و بازو مبارک

جس کو بار دو عالم کی پروا نہیں
 ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام
 کعبہ دین و ایماں کے دونوں ستون
 ساعدین رسالت پہ لاکھوں سلام
 ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا
 موج بحر سماحت پہ لاکھوں سلام
 جس کے ہر خط میں ہے موج نور کرم
 اس کف بحر ہمت پہ لاکھوں سلام
 نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں
 انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام
 عید مشکل کشائی کے چمکے ہلال
 ناخنوں کی بشارت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت)



حضور اکرم ﷺ کے کف دست اور بازوئے مبارک پُر گوشت تھے ریشم سے بڑھ کر نرم اور بے حد خوشبودار تھے جس شخص سے آپ مصافحہ کرتے وہ دن بھر اپنے ہاتھوں سے خوشبو پاتا اور جس بچے کے سر پر آپ اپنا دست مبارک رکھ دیتے وہ خوشبو میں دوسرے بچوں سے ممتاز ہو جاتا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی جب آپ مسجد سے باہر تشریف لائے تو میں بھی آپ کے ساتھ تھا بچے آپ کے سامنے آئے تو آپ ان میں سے ہر ایک کے رخسار پر اپنے ہاتھ مبارک پھیرنے لگے۔ میرے رخسار پر بھی آپ نے ہاتھ پھیرا۔

فَوَجَدْتُ لِيَدَهُ بَرْدًا وَ رِيحًا كَأَنَّهَا
أَخْرَجَهَا مِنْ جُودَةِ عَطَّارٍ
(مسلم شریف: ۶۰۵۲)

تو میں نے آپ کے دست مبارک کی ٹھنڈک اور خوشبو ایسی پائی کہ گویا آپ نے اپنا ہاتھ عطار کے صندوقچہ سے نکالا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مَا مَسَسْتُ دِيْبَاجَةً وَلَا حَرِيرًا أَلَيْنَ مِنْ
كَفِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَلَا شَهْتُ مِسْكَ وَلَا عَنْبَرَةً أَطْيَبَ مِنْ
رَائِحَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
(بخاری: ۱۹۷۳، مشکوٰۃ: ۵۷۸۷)

کہ میں نے کسی ریشم اور دیا کو حضور ﷺ کے کف دست سے نرم نہیں پایا اور نہ کسی مشک و عنبر وغیرہ خوشبو کو آپ کی خوشبو سے بڑھ کر پایا۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

كُنْتُ أَصَافِحُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَوْ يَسُّسُ جِلْدِي جِلْدَهُ فَاتَّعَرَفُهُ
بَعْدُ فِي يَدِي وَأَنَّهُ لَا طَيْبَ رَائِحَةٍ مِّنْ

میں حضور ﷺ سے مصافحہ کرتا یا میرا بدن آپ کے بدن سے مس کرتا تو میں اس کا اثر بعد ازاں بھی پاتا کہ میرا ہاتھ

الْبُسْك (بیہقی، ابن عساکر، ج ۴، ص ۴۷، کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوتا۔
 زرقانی علی المواہب، ج ۴، ص ۱۸۳، سبل
 الہدی، ج ۲، ص ۷۴)

حضرت جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ کر تشریف لائے۔
 النَّاسُ فَجَعَلُوا يَأْخُذُونَ يَدَيْهِ تَوَلَّوْا حَضْرَةَ صَلَّيَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مبارک ہاتھوں کو
 فَيَسْخُونُ بِهَآ وَجُوهَهُمْ قَالَ فَاَخَذْتُ پکڑ پکڑ کر اپنے چہروں پر ملنے لگے میں
 يَبْدُو فَوْضَعْتُهَا عَلٰی وَجْهِیْ فَاِذَا هِیْ نے بھی آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے چہرے پر
 اَبْرَدُ مِنَ الثَّلْجِ وَ اَطْيَبُ رَائِحَةً مِّنْ رکھا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور کستوری
 السُّك (بخاری: ۳۵۵۳) سے زیادہ خوشبودار تھا۔

اور یہی وہ نورانی ہاتھ ہیں کہ کونین کی نعمتیں ان ہی مبارک ہاتھوں میں مستور ہیں
 اور کائنات کی ساری برکتیں ان ہی بے مثل ہاتھوں میں پوشیدہ ہیں۔

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 اِنِّیْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ اَوْ بے شک میں زمین کے تمام خزانوں کی
 مَفَاتِیْحَ الْاَرْضِ چابیاں دیا گیا ہوں۔
 (بخاری: ۱۳۴۴، مسلم: ۵۹۷۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 اُتِیْتُ خَزَائِنَ الْاَرْضِ فَوُضِعَ فِیْ یَدَیْ میں زمین کے تمام خزانے دیا گیا ہوں اور
 وہ میرے ہاتھ میں رکھ دیئے گئے۔
 (بخاری: ۷۰۳۷، مسلم: ۱۱۷۱)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 اُتِیْتُ بِمَقَالِیْدِ الدُّنْیَا عَلٰی فَرَسٍ اَبْلَقَ میں ساری دنیا کی کنجیاں دیا گیا ہوں۔
 جَاءَنِیْ بِهَا جَبْرِیْلُ عَلَیْہِ طِیْفَةٌ مِّنْ جبریل امین ان کو ابلق گھوڑے پر رکھ کر
 سُنْدُسٍ (خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۱۹۵، میرے پاس لائے اور ان کنجیوں پر ریشمی
 زرقانی علی المواہب، ج ۵، ص ۲۶۰، سراج چادر پڑی ہوئی تھی۔

المیر، ج ۱، ص ۴۳، فیض القدیر: ۱۵۸، سبل
الہدی، ج ۱۰، ص ۳۱۸)

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے بعد ایک کہنے والا۔
يَقُولُ قَبْضُ مُحَمَّدٍ عَلَى مَفَاتِيحِ
النُّصْرَةِ وَ مَفَاتِيحِ الرِّيحِ وَ مَفَاتِيحِ
النُّبُوَّةِ۔ بَخْ بَخْ قَبْضُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الدُّنْيَا كُلِّهَا لَمْ يَسْبِقْ
خَلْقٌ مِنْ أَهْلِهَا إِلَّا دَخَلَ فِي قَبْضَتِهِ
(خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۴۸، تاریخ انجیس،
ج ۱، ص ۲۰۳)

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
أُعْطِيتُ الْكَنْزَيْنِ الْأَحْمَرَ وَالْأَبْيَضَ
(مسلم: ۷۲۵۸، مشکوٰۃ: ۵۷۵۰)
کہ مجھ کو دو خزانے سرخ اور سفید یعنی سونا
اور چاندی عطا فرمائے گئے۔
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
أُوتِيتُ مَفَاتِيحَ كُلِّ شَيْءٍ (مسند احمد:
۵۵۷۹، طبرانی، ۱۳۳۴، خصائص کبریٰ،
ج ۱، ص ۱۹۵)

حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
إِذْ يَبْسُوُا الْكِرَامَةَ وَالْمَفَاتِيحُ يَوْمَئِذٍ
يَبْدِئُ وَلِوَاءِ الْحَمْدِ يَوْمَئِذٍ يَبْدِئُ
(دارمی: ۴۹، مشکوٰۃ شریف: ۵۷۶۵)
قیامت کے دن جب لوگ نا امید ہوں
گے عزت و کرامت اور کنجیاں میرے
ہاتھ میں ہوں گی اور حمد کا جھنڈا بھی اس
دن میرے ہاتھ میں ہوگا۔

کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے
محبوب کیا، مالک و مختار بنایا

یہ مشہور واقعہ سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ جب مکہ معظمہ فتح ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف میں تشریف لے گئے، وہاں کافروں نے تین سو ساٹھ پتھر کے بت اس طرح مضبوط نصب کیے ہوئے تھے کہ کھاڑیوں اور کدالوں سے ان کا اکھڑنا مشکل تھا۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک میں ایک چھڑی تھی وہ چھڑی جس بت سے لگا دیتے اور فرماتے جَاءَ الْحَقُّ وَذَهَقَ الْبَاطِلُ وہ بت اوندھے مونہ زمین پر آجاتا تھا، جس سے سب لوگ تعجب کرتے۔ (سیرت ابن ہشام، ج ۴، ص ۵۹، سبل الہدی، ج ۵، ص ۲۳۴)

مقام غور ہے کہ صرف لکڑی کی چھڑی لگا دینے سے ان بتوں کا گر جانا جو نہایت مضبوط طریقہ سے زمین میں جمائے ہوئے تھے کس قدر حیرت انگیز ہے لیکن جب یہ دیکھا جائے کہ وہ چھڑی کس کے ہاتھ میں تھی تو کوئی حیرت نہ رہتی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک دست قدرت الہی تھا۔

دست احمد عین دست ذوالجلال آمدہ در بیعت و اندر قتال
(اعلیٰ حضرت)

اس چھڑی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی قوت و تاثیر تھی جس کے صرف لگنے سے زمین اور دیوار میں گڑے ہوئے مستحکم بت اوندھے مونہ گر جاتے تھے۔

تیری بیعت تھی کہ ہر بت تھر تھرا کر گر گیا
دیکھنے میں تو وہ دست مبارک ہی تھا مگر اس دست مبارک کی حقیقتوں کا ادراک بغیر عرفان الہی ممکن نہیں۔

حضرت جمیل بن زیاد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ میں ایک غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ میری گھوڑی جس پر میں سوار تھا، نہایت ضعیف اور دہلی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ دیکھا کہ میں بہت پیچھے رہ گیا ہوں تو تشریف لائے اور فرمایا تمہارا کیا حال ہے؟

قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَجْفَاءُ ضَعِيفَةٌ فَفَعَّ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
میں نے عرض کی یا رسول اللہ میری گھوڑی
دہلی اور ضعیف ہے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم

مِخْفَقَةً مَّعَهُ فَخَصَّ بِهَا فُقَّالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُ فِيهَا فَلَقَدْ رَأَيْتُنِي مَا أَمِدُّكَ رَأْسَهَا أَنْ تَقْدَّمَ النَّاسَ وَلَقَدْ بَعْتُ مِنْ بَطْنِهَا بِإِثْنَيْ عَشَرَ أَلْفًا (بیہقی، ج ۶، ص ۱۵۳، خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۶۳، سبل الہدیٰ، ج ۹، ص ۵۲۳، البدایہ والنہایہ، ج ۶، ص ۱۸۱)

ہاتھ مبارک میں جو چھڑی تھی اس سے آپ نے اس کو مارا اور فرمایا اے اللہ اس (جعیل) کے لیے اس میں برکت فرما۔

حضرت جعیل فرماتے ہیں اس کے بعد وہ ایسی تیز ہو گئی کہ میں اس کی لگام نہیں تھام سکتا تھا اور سب سے آگے بڑھ جاتی۔ اور اس سے اتنی اولاد ہوئی کہ میں نے ان کو بارہ ہزار میں بیچا۔

دہلی اور ضعیف گھوڑی کا بغیر خوراک اور مسالا وغیرہ کھلانے کے صرف چھڑی مارنے سے چست اور چالاک ہو جانا کس قدر حیرت انگیز ہے۔

مگر حضور ﷺ کی توجہ اور چھڑی مارنے سے اس کی فطرت ہی بدل گئی اور ایک نئی روح اور نئی طاقت اس کے اندر پیدا ہو گئی اور آپ کی دعائے برکت کا اثر پورے طور پر یوں ظاہر ہوا کہ اس کی اولاد اتنی ہو گئی کہ اس کے بارہ ہزار ملے۔

اہل ایمان اس قسم کے واقعات سے بخوبی اندازہ لگا لیتے ہیں کہ حضور ﷺ کے حبیب مکرم ہیں اور اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ آپ کی ہر حرکت سے برکتوں کا ظہور ہو اور ثابت ہو جائے کہ آپ کا مثیل و نظیر کوئی نہیں ہے۔

اور یہی وہ دست قدرت ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت فرمایا ہے اور اسی دست اقدس پر بیعت کرنے والوں کو یوں بشارت دی ہے ید اللہ فوق یدہم کہ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے اور یہی وہ دست شفا ہے کہ جس کے محض چھونے سے وہ بیماریاں دور ہو جاتی ہیں جن کے علاج سے اطباء عاجز ہیں، اور یہی وہ دست قدرت ہے کہ جس کے اشارے سے چاند دو پارہ ہو گیا تھا اور ڈوبا ہوا سورج واپس لوٹ آیا تھا،

سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک اندھے منکر دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

(اعلیٰ حضرت)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

کہ حضرموت کے باشندے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے جن میں اشعث بن قیس بھی تھا۔ انہوں نے کہا کہ ایک بات ہم نے اپنے دل میں چھپائی ہے بتائیے وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ سبحان اللہ! یہ تو کاہن کا کام ہے اور کاہن و کھانت کا مقام دوزخ ہے۔

فَقَالُوا كَيْفَ نَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ
فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَفًّا مِنْ حَصَى فَقَالَ هَذَا يَشْهَدُ أَنِّي
رَسُولُ اللَّهِ فَسَبَّحَ الْحَصَى فِي يَدِهِ قَالُوا
نَشْهَدُ إِنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ (دلائل النبوة، ابو
نعم: ۱۹۰، خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۷۵، سبل
الہدی والرشاد، ج ۹، ص ۵۰۳)

کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔

اسی قسم کی بہت سی روایات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں کنکریوں نے بلند آواز سے تسبیح اور کلمہ طیبہ پڑھا۔

اس میں شبہ نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قلوب کی کیفیتوں پر مطلع تھے جس کا ثبوت متعدد

احادیث میں ملتا ہے مگر اس موقع پر جو فرمایا کہ یہ کاہن کا کام ہے، اس میں ایک بہت بڑی مصلحت تھی اور وہ یہ تھی کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی سوچی ہوئی بات بتا دیتے تو لوگوں کو یہ کہنے کا موقع مل جاتا کہ یہ کام تو کاہن بھی کیا کرتے ہیں، اور ممکن تھا کہ ان کو اس قسم کا کوئی واقعہ شبے میں ڈال دیتا، چونکہ انہوں نے نبوت و رسالت کے پرکھنے کا معیار، دل کی بات جان لینے کو قرار دیا جو اتنی بڑی بات نہ تھی۔

اس لیے فرمایا کہ یہ کام تو کاہن بھی کر لیتے ہیں، ہم تمہیں وہ معجزہ دکھاتے ہیں کہ کسی اور

سے ممکن ہی نہ ہو، چنانچہ کنکریوں سے کلمہ پڑھوا دیا۔
سیرت ابن ہشام میں لکھا ہے کہ انہوں نے ریشمی لباس پہنا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا

فَبَا بَالُ هَذَا الْحَبِيرِ فِي أَعْنَاقِكُمْ قَالَ
فَشَقُّوهُ مِنْهَا فَالْتَقَوْهُ (ج، ۲، ص ۳۴۵،
سبل الہدی، ج ۶، ص ۲۷۶)
راوی کہتے ہیں کہ یہ سنتے ہی انہوں نے
اس لباس کو پھاڑ پھاڑ کر پھینک دیا۔

سبحان اللہ یہ ہے مسلمان ہونا کہ ریشمی لباس کا ناجائز ہونا سنتے ہی اسے پھاڑ پھاڑ کر
پھینک دیا، اور ہم ہیں کہ جانتے تو سب کچھ ہیں مگر عمل کچھ بھی نہیں، اے اللہ تبارک و تعالیٰ
بطفیل اپنے حبیب پاک ﷺ ہم کو سچا مسلمان بنا، آمین۔

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مشرکین مکہ نے حضرت عمار بن یاسر کو
آگ میں ڈال دینا چاہا تو تیار تھے کہ آگ میں پھینک دیتے کہ حضور ﷺ تشریف لے
آئے اور اپنا دست کرم حضرت عمار کے سر پر رکھ دیا۔

فَيَقُولُ يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلْبًا عَلَى عَمَارٍ
كَمَا كُنْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ تَقْتُلُكَ الْفِتْنَةُ
الْبَاغِيَّةُ (طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۱۸۸،
کنز العمال: ۳۱۷۶۲، خصائص کبریٰ، ج ۲،
ص ۸۰، زرقانی، ج ۵، ص ۱۹۳، سبل الہدی،
ج ۱۰، ص ۲۶۷)

ف: آپ کا فرمان سن کر آگ ٹھنڈی ہو گئی اور بعد ازاں حضرت امیر المومنین مولا علی
کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت میں حضرت عمار شامی باغیوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور
آپ کی پیش گوئی پوری ہوئی۔
حضرت عباد بن عبد الصمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ ہم ایک روز حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے گھر گئے، انہوں نے اپنی لونڈی سے فرمایا کہ دسترخوان لاؤ ہم کھانا کھائیں گے، اس نے لا کر بچھا دیا، فرمایا کہ رومال بھی لا، وہ ایک رومال لے آئی جو کہ میلا تھا، فرمایا اس کو تنور میں ڈال دے! اس نے تنور میں ڈال دیا جس میں آگ بھڑک رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد جب اسے

فَخْرِجْ أَيْضَ كَأَنَّهُ اللَّبَنُ فَقُلْنَا مَا هَذَا فَقَالَ هَذَا مِنْ دِيلٍ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْحُ بِهِ وَجْهَهُ فَإِذَا أَنْسَخَ صَنَعْنَا بِهِ هَكَذَا لِأَنَّ النَّارَ لَا تَأْكُلُ شَيْئًا مَرَّ عَلَى وَجْهِ الْأَنْبِيَاءِ (ابو نعیم، خصائص کبری، ج ۲، ص ۸۰، سبل الہدی والرشاد، ج ۱۰، ص ۲۴۲)

نکالا گیا تو وہ ایسا سفید تھا جیسا کہ دودھ۔ ہم نے حیران ہو کر کہا کہ یہ کیا راز ہے؟ حضرت انس نے فرمایا کہ یہ وہ رومال ہے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مونہ مبارک کو صاف کیا کرتے تھے۔ جب یہ میلا ہو جاتا ہے تو ہم اس کو اسی طرح آگ میں ڈال کر صاف کر لیتے ہیں، کیونکہ جو چیز انبیاء کرام کے چہروں پر گزرے آگ اسے نہیں جلاتی۔

عارف اکمل حضرت مولانا روم علیہ رحمۃ القیوم مثنوی شریف میں اس واقعہ مبارک کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں ۔

اے دل ترسندہ از نار و عذاب باچناں دست و لبے کن اقتراب
چوں جما دے را چناں تشریف داد جان عاشق را چہا خواہد کشاد
اے وہ دل جس کو نارِ جہنم اور عذاب دوزخ کا ڈر ہے ان پیارے پیارے ہونٹوں اور مقدس ہاتھوں سے نزدیکی کیوں نہیں حاصل کر لیتا جب کہ بے جان چیز دسترخوان کو ایسی فضیلت و بزرگی عطا فرمائی کہ وہ آگ میں نہ جلے، تو جو ان کے عاشق و صادق اور بندہ بارگاہ بے کس پناہ ہیں ان پر جہنم کیوں نہ حرام ہو۔

یہاں ایک معرکہ الآراء فطرت کا مسئلہ پیش ہو جاتا ہے کہ ہر چیز کا اپنی فطرت کے

مطابق کام کرنا ضروری ہے۔ آگ کا کام ہے جلانا، اس کی کتنی ہی خوشامد کیجئے وہ اپنا جلانا نہ چھوڑے گی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں لیکن مومن کا یہ ایمان ہے کہ آگ کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور اس میں جلانے کی تاثیر بھی اسی نے رکھی ہے۔ جب خدا اس کے پیدا کرنے پر قادر ہے تو اس کی صفت احراق کو فنا کرنے پر بھی قادر ہے۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام پر آگ کو گلزار بنا کر یہ ثابت کر دیا کہ ہم اس بات پر بھی قادر ہیں کہ جب چاہیں۔ آگ کی صفت کو بیکار کر دیں۔ غرض کہ جب خدا تعالیٰ کی قدرت مان لی جائے تو فلسفہ اور سائنس کا جھگڑا خود بخود مٹ جاتا ہے۔

فلسفی کو اپنی عقل نارسا پر ناز ہے۔ مرد مومن کو خدا و مصطفیٰ پر ناز ہے۔ خدا تبارک و تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ کوئی چیز اس کے حکم سے سرتابی نہیں کرتی، اور جو لوگ خدا کی قدرت اور نبی کریم ﷺ کی رسالت کو مانتے ہی نہیں ہمیں ان سے کوئی بحث نہیں۔

الحاصل ہر مسلمان کے لیے یہ ماننا ضروری ہے کہ آگ حکم الہی کے خلاف نہیں کرتی اسی کو جلاتی ہے جس کے جلانے کا حکم ہوتا ہے مگر عادت اللہ جب یونہی جاری ہے کہ جلانے کا کام آگ ہی سے لیا جاتا ہے تو مسلمانوں کو چاہیے کہ اس سے بچے، اگر اس میں کود جائے یا اپنا مال اس میں ڈال دے تو گناہگار ہوگا کیونکہ حسب عادت خود کشی یا اتلاف مال کا شرعاً اس پر الزام عائد ہوگا۔

ایک بات اس میں اور قابل غور یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رومال کی صفائی کا جو طریقہ اختیار کیا تھا، کیا شریعت اس کی اجازت دیتی ہے؟ اور کیا کسی روایت سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے ان کو یہ طریقہ تعلیم فرمایا ہو؟ ہرگز نہیں! تو جب کسی روایت سے یہ ثابت نہیں اور نہ ہی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کوئی ایسی بات فرمائی جس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے یہ طریقہ انہیں بتایا تھا تو

ثابت ہوا کہ رومال صاف کرنے کا یہ طریقہ انہوں نے اپنی ذات سے ایجاد کیا تھا

کیونکہ ان کا ایمان تھا کہ حضور ﷺ کے دست مبارک اور روئے انور کا مساس اس رومال کو حاصل ہے لہذا آگ سے ہرگز نہیں جلائے گی ورنہ وہ متبرک رومال جو ان کو جان سے عزیز تھا، اگر اس کے جلنے کا خوف یا خیال بھی ہوتا، تو وہ کبھی ایسا نہ کرتے کیونکہ صحابہ کرام حضور ﷺ کے تبرکات کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔

یہ تھے صحابہ کرام کے مستحکم اعتقاد جنہوں نے شان نبوی ﷺ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا آج کل کے بعض مسلمان ایسے بھی ہیں کہ ان کی نظروں میں تبرکات تو کیا خود حضور ﷺ کو بھی معاذ اللہ کچھ وقعت نہیں جس طرح اس زمانے کے کفار کہتے تھے کہ حضور ﷺ بھی نعوذ باللہ ہمارے ہی جیسے ایک بشر ہیں۔ یہ بھی وہی کہتے ہیں رہنمائے عارفان حضرت مولانا روم علیہ رحمۃ القیوم فرماتے ہیں۔

کافراں دیدند احمد را بشر ایں ندانستند کاں شق القمر
کافروں کی نظروں میں حضرت احمد ﷺ صرف ایک بشر ہیں۔ بصیرت کے اندھوں نے یہ نہ دیکھا کہ انہوں نے ہی چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے۔

حضور پر نور ﷺ کی وقعت و محبت جو مسلمانوں کے دلوں میں تھی اس نے اسلام میں بڑے بڑے کرشمے دکھائے، اور جب سے وہ بات جاتی رہی تنزل اور خرابی کا سامنا ہے اگرچہ ایک جماعت مسلمانوں کے اندر اب بھی ایسی ہے جس کے احوال و افعال سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی وقعت و محبت ان کے دلوں میں اس قدر زیادہ ہے کہ مخالفین نے ان کو بدعتی وغیرہ مشہور کر رکھا ہے۔ حق تعالیٰ اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وقعت اور سچی محبت ہمارے دلوں میں مستحکم کرے۔ آمین ثم آمین

ڈاکٹر اقبال مرحوم فرماتے ہیں ۔

ذرہٗ عشق نبی از حق طلب سوز صدیق و علی از حق طلب
روح راجز عشق او آرام نیست عشق کو روزیست اورا شام نیست
ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست بحر و بر در گوشہ دامن اوست

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن عتیک ابورافع یہودی (جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا دشمن تھا) کو قتل کر کے اس کے اونچے مکان سے اترنے لگے تو زینے سے گر گئے اور ان کی پنڈلی ٹوٹ گئی انہوں نے اسی وقت گرم گرم پنڈلی اپنے عمامہ سے باندھ لی اور رحمۃ للعالمین آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہو کر اپنا حال عرض کر دیا۔

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْسُطْ رِجْلَكَ فَبَسَطْتُ رِجْلِي فَمَسَحَهَا فَكَتَبْنَا لَهُ أَشْتَكَيْهَا قَطُّ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنا پاؤں پھیلاؤ فرماتے ہیں میں نے اپنا پاؤں پھیلا دیا۔ حضور نے اس پر اپنا دست شفا پھیر دیا،

(بخاری شریف: ۴۰۳۹)

آپ کے دست کرم کے پھیرتے ہی میری پنڈلی ایسی درست ہو گئی کہ گویا کبھی وہ ٹوٹی ہی نہ تھی۔

ابن عساکر اور مدائنی نے اپنی اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

أَنَّ أُسَيْدَ بْنَ أَبِي أَيَّاسٍ مَسَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجْهَهُ وَالْفُيُضِيُّ إِلَى صَدْرِهِ فَكَانَ أُسَيْدٌ يَدْخُلُ الْبَيْتَ الْبُظْلَمَ فَيُضِيءُ (ابن عساکر: ۴۵۸۷، کنز العمال: ۳۶۸۲۳، خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۸۵، سبل الہدی، ج ۶، ص ۲۷۱)

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسید بن ایاس کے چہرہ اور سینہ پر اپنا دست مبارک پھیرا تو (ان کا چہرہ اور سینہ اس قدر روشن ہو گیا کہ) وہ اندھیری کو ٹھہری میں داخل ہوتے تو وہ روشن ہو جاتی۔

وہ روشنی بظاہر آپ کے دست مبارک میں محسوس نہ تھی جو ان کے چہرہ میں منتقل ہوئی اور نہ ان کے چہرہ میں پوشیدہ تھی جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر فرما دیا تھا، بلکہ دست مبارک کے فیض و اثر سے وہ روشنی پیدا ہو گئی تھی، یہ تھی دست مبارک کی تاثیر جس کی دسترس معدومات تک تھی۔

حضرت ابو العلاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

فَمَسَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجْهَ قَتَادَةَ ابْنِ مِلْحَانَ فَكَانَ لَوَجْهِهِ بَرِيقٌ حَتَّى كَانَ يُنْظَرُ فِي وَجْهِهِ كَمَا يُنْظَرُ فِي الْمِرْآةِ (شفاء شریف، ج ۱، ص ۲۲۰، سبل الہدی، ج ۱۰، ص ۳۵، مسند احمد: ۲۰۳۱۷) کہ حضور ﷺ نے قتادہ بن ملحان کے چہرے پر اپنا دست مبارک پھیرا تو ان کے چہرہ میں اتنی چمک پیدا ہو گئی کہ ان کے چہرے میں اشیاء کا عکس اسی طرح دیکھا جاتا جس طرح کہ آئینے میں دیکھا جاتا ہے۔

اس حدیث شریف میں قابل غور بات یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جو ان کے چہرے پر دست مبارک پھیرا وہ محض محبت کی وجہ سے تھا یا یہ مقصود تھا کہ ان کا چہرہ روشن ہو جائے، کچھ بھی ہو دست مبارک کی تاثیر ضرور ثابت ہوتی ہے۔ اگر محض محبت کی وجہ سے بغیر قصد روشنی دست مبارک پھیرنے سے چہرہ روشن ہو گیا تو اور زیادہ پر لطف بات ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو منظور یہ ہے کہ بغیر حضور ﷺ کی درخواست کے آپ کی حرکات پر وہ آثار مرتب کر دے جو دنیا میں کسی سے نہ ہو سکیں جن سے آپ کا نام تمام دنیا میں روشن رہے۔ اور اگر روشنی کے قصد سے دست مبارک کے پھیرنے سے چہرہ روشن ہوا تو معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ جیسا ارادہ فرماتے ویسا ہی ہو جاتا ہے۔

قدرت نے ازل میں یہ لکھا ان کی جبین پر جو ان کی رضا ہو وہی خالق کی رضا ہو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور انور ﷺ نے مجھے یمن میں گورز بنا کر بھیجا چاہا تو میں نے عرض کیا حضور میں نا تجربہ کار ہوں، مقدمات کے فیصلے وغیرہ کیسے کروں گا؟ قَالَ فَصَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِي صَدْرِي وَقَالَ اللَّهُمَّ اهْدِ قَلْبِي وَثَبِّتْ لِسَانِي قَالَ فَوَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ مِمَّا شَكَكْتُ فِي قَضَاءِ بَيْنِ الْإِثْنَيْنِ (ابن ماجہ: ۲۳۱۰، حاکم: ۴۶۵۸، خصائص حضرت علی کہتے ہیں کہ یہ سن کر حضور ﷺ نے اپنا دست کرم میرے سینے پر مارا اور دعا کی اے اللہ اس کے دل کو ہدایت پر قائم رکھ اور اس کی زبان کو حق پر ثابت رکھ حضرت علی فرماتے ہیں کہ خدا

کبریٰ، ج ۲، ص ۷۳، سبل الہدیٰ، ج ۱۰، کی قسم اس وقت سے تادم حیات فریقین
ص ۲۶، البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۳۹۶ کے مقدمات کے فیصلے کرنے میں ایک
ذرہ کے برابر بھی مجھے غلطی کا شبہ نہیں ہوا۔

حضور ﷺ کے دست مبارک کا یہ اثر ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بہتر فیصلہ
کرنے والا صحابہ کرام میں کوئی نہ تھا، اس میں شبہ نہیں کہ ایسے مواقع پر حضور ﷺ جو دعا
فرمایا کرتے تھے وہ ضرور قبول ہوتی تھی اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ان امور کا اظہار
بھی ہو جاتا تھا مگر ایسے موقعوں پر دست مبارک جو رکھا جاتا تھا اس کا رکھنا بھی بے سبب نہ
ہوتا تھا چونکہ شرح صدر بغیر حکم الہی نہیں ہو سکتا تھا اس لیے دعا بھی فرمائی اور عالم اسباب میں
ظاہری سبب کی بھی ضرورت ہے اس لیے اپنا دست مبارک بھی رکھتا کہ اس کی بھی تاثیر ہو،
اس سے ظاہر ہے کہ جس طرح دوائیں وغیرہ عالم اسباب میں تاثیر کیا کرتی ہیں اسی طرح
دست مبارک میں بھی تاثیر رکھی گئی تھی جس کا ظہور بے شمار مقامات پر ہوا ہے۔
حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ میں حضور سرور عالم ﷺ کے پاس تھا کہ سیدہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا
تشریف لائیں اس وقت ان کا چہرہ زرد تھا۔ حضور ﷺ چہرہ دیکھ کر پہچان گئے کہ بھوک
کے سبب ایسا ہے۔

فَرَفَعَ يَدَهُ فَوَضَعَهَا عَلَى صَدْرِهَا فِي
مَوْضِعِ الْقِلَادَةِ وَفَرَجَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ ثُمَّ
قَالَ اللَّهُمَّ مُشْبِعَ الْجَاعَةِ وَرَافِعَ
الْوَضِيعَةِ ارْفَعْ فَاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ قَالَ
عِمْرَانُ فَتَنَظَّرْتُ إِلَيْهَا وَقَدْ ذَهَبَتْ
الضُّفْرَةُ مِنْ وَجْهِهَا فَلَقِيتُهَا بَعْدُ
فَسَأَلْتُهَا فَقَالَتْ مَا جُعْتُ بَعْدُ يَا
تو آپ نے اپنا دست مبارک ان کے
گلے کے نیچے جہاں ہار ہوتا ہے رکھ کر
انگلیوں کو کشادہ کیا اور فرمایا اے اللہ
بھوکوں کو سیر کرنے اور پست کو بلند کرنے
والے فاطمہ بنت محمد کو بلند کر۔ عمران کہتے
ہیں کہ میں ان کی طرف دیکھ رہا تھا کہ ان
کے چہرے سے بھوک کے آثار جاتے

عَنْهُ (بیہقی، ج ۶، ص ۱۰۸، دلائل النبوة ابو رہے اور اس کے کئی روز بعد میں سیدہ کو ملا
نعیم: ۳۹۰، خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۷۱، سبل اور اس بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ اے
الہدی، ج ۱۰، ص ۲۰۱) عمران اس کے بعد مجھے بھوک سے کبھی
اذیت نہیں ہوئی۔

اس حدیث شریف سے اہل بیت کے گزران کا حال ظاہر ہے کہ حضرت سیدہ پر کتنے
وقت کا فاقہ گزرا ہوگا کہ جسم کا خون تحلیل ہو کر چہرے پر زردی نمایاں ہوئی باوجود اس کے
ایک روز بھی زبان پر نہ لائیں کہ ہم تو ایسے فقرو فاقے میں مبتلا ہیں اور آپ خزانے کے
خزانے لٹا دیتے ہیں جن سے دوسرے لوگ نفع اٹھاتے ہیں۔ سبحان اللہ! یہ ہیں وہ لوگ جن
کو نفوس قدسیہ کہتے ہیں۔

خود اپنی سادگی دیکھو کھجوروں پر گزارا ہے
شہنشاہی جہاں کی بٹ رہی ہے خاکساروں میں
اب یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ ایک بار دست مبارک کے رکھنے سے عمر بھر کی
اذیت کا بندوبست ہو گیا، ایسے کام خدائی طاقت سے متعلق ہیں، اس میں قوت بشری کا کوئی
دخل نہیں۔ جب یہ کام حضور ﷺ کے دست مبارک سے ظاہر ہوا تو اس لحاظ سے حضور
ﷺ مظہر قدرت الہی ٹھہرے۔

چاند کو دو ٹکڑے کرنا اور عالم علوی و سفلی میں تصرف کرنا اسی قدرت سے متعلق ہے جو
لوگ اس مسئلہ سے ناواقف ہیں ان کو بڑی وقتوں کا سامنا ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر حضور
ﷺ کی قدرت مان لی جائے تو شرک لازم آ جاتا ہے۔ اس لیے وہ اکثر معجزات کا انکار
ہی کر دیتے ہیں۔

زمانہ سابقہ میں معتزلہ نے اس قسم کے اصول قائم کیے تھے مگر اہل سنت و جماعت
برابر معجزات کے قائل رہے چنانچہ اسی جماعت کثیرہ کی وجہ سے یہ معجزے ہم تک پہنچے اگر وہ
حضرات معجزوں کی ان احادیث کو موضوع خیال کر کے اپنی کتابوں میں نہ لکھتے تو ہم تک یہ

معجزے ہرگز نہ پہنچ سکتے۔

جو لوگ جھوٹے مدعی نبوت پچھلے زمانے میں گزرے وہ سب جانتے تھے کہ مسلمان جب تک خوارق عادت نہ دیکھیں گے ایمان نہ لائیں گے، اس لیے وہ خوارق عادت ظاہر کرنے کی تدابیر سوچتے اور لوگوں کو شعبدے وغیرہ دکھا بھی دیتے جس سے بعض لوگ ان کے معتقد بھی ہو جاتے اور بہت سے ان کی جعل سازیوں پر مطلع ہو کر ان کی تکذیب کر دیتے۔

چنانچہ قادیانی مرزا نے اس قسم کے معجزات کا قطعی طور پر انکار ہی کر دیا اور ان سے متعلق احادیث کو موضوع ٹھہرایا تاکہ معجزے دکھانے کا جھگڑا ہی جاتا رہے۔

حضرت مملوک فرازی فرماتے ہیں کہ میرا آقا مجھے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں لے گیا۔ میں نے اسلام قبول کر لیا تو حضور ﷺ نے میرے لیے دعائے برکت فرمائی اور میرے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ میرے سر کا وہ حصہ جسے حضور ﷺ کے دست مبارک نے مس کیا تھا سیاہ ہی رہا، باقی تمام سفید ہو گیا۔ (اصابہ: ۷۸، ۷۹، اسد الغابہ: ۴۸۰۹، بخاری فی التاريخ، ج ۸، ص ۵۵)

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ فَمَسَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوْحُشُورَا كَرَمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَے اَن كَے چہرے وَجْهَهُ فَبَاذَالَ وَجْهَهُ جَدِيدًا حَتَّى مَاتَ پر دست مبارک پھیرا اس کا اثر یہ ہوا کہ (خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۸۴، سبل الہدی، مرتے دم تک ان کا چہرہ تروتازہ رہا۔

(ج ۱۰، ص ۳۵)

یعنی بڑھاپے سے جو تغیرات واقع ہوتے ہیں وہ نہ ہونے پائے، گویا دست مبارک کے فیض و اثر سے ہر وقت ان کے چہرے سے تازگی اور جوانی نمایاں تھی۔ دست مبارک کا یہ اثر کہ ہمیشہ جوانی باقی رہے، ایک روحانی اثر ہے ورنہ ہر سن کے فطرتی آثار و لوازم کسی طرح بھی رک نہیں سکتے۔

یہاں یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ حضور ﷺ نے ان کے اسلام لاتے ہی ان کے چہرے پر خصوصیت سے دست مبارک کیوں پھیرا؟ ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ اندرونی راز کوئی

ضرورت تھا جس سے مقصود یہ تھا کہ ان کا چہرہ ہمیشہ تروتازہ رہے۔

حضرت ابو زید عمرو بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

فَسَسَخَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَلَى رَأْسِي وَلِحْيَتِي ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ جَبِّدْهُ
قَالَ فَبَدَغَ بَضْعًا وَمِائَةً سَنَةً وَمَا فِي
لِحْيَتِهِ بَيَاضٌ وَلَقَدْ كَانَ مُنْبَسِطُ الْوَجْهِ
وَلَمْ يَنْقَبِضْ وَجْهُهُ حَتَّى مَاتَ (ترمذی)
۳۶۲۹، بیہقی، ج ۶، ص ۲۱۱، خصائص کبریٰ،
ج ۲، ص ۸۳، سل الہدی، ج ۱۰، ص ۲۰۸)

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر اور داڑھی
پر اپنا دست مبارک پھیرا اور دعا کی کہ الہی
اسے زینت بخش! راوی کہتے ہیں کہ وہ
ایک سوا پر کتنے سال جبے لیکن ان کے
سر اور داڑھی کے بال سفید نہیں ہوئے،
سیاہ رہے اور چہرہ پر ایک ذرہ بھر شکن نہ
تھی، صاف اور روشن جیسے جوانوں کا چہرہ

ہوتا ہے۔

بڑھاپے میں بالوں کا سفید ہو جانا فطرتی امر ہے اور یہ کوئی معیوب بات نہیں بلکہ ضعیفی
کی زینت اور وقار ہے۔

مگر خدا تعالیٰ کو یہ دکھانا منظور تھا کہ جن بالوں پر میرے محبوب کا دست مبارک پہنچا
ہے ان پر طبعی امر کی دسترس نہ ہوگی۔ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرت کا اندازہ کیا جاسکتا
ہے کہ فطرتی امور پر بھی غالب تھی۔

حضرت شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد ہوازن سے جنگ کے ارادہ سے نکلے تو میں نے
اپنے دل میں کہا کہ انتقام کا بہترین موقعہ ہے شاید گڑبڑ میں میں آپ کو قتل کر کے اپنے باپ
اور چچا اور بنی اعمام کے جنگ احد میں قتل ہونے کا بدلہ لینے میں کامیاب ہو جاؤں۔ اس
وقت میرے خیالات ایسے تھے کہ اگر تمام عرب و عجم کے لوگ آپ کے تابع ہو جائیں تو بھی
میں ہرگز آپ کے تابع نہ ہوں گا بلکہ آپ سے میری عداوت اور بھی بڑھتی ہی جائے گی۔

چنانچہ جب میدان جنگ میں خوب زور شور سے گڑبڑ ہوئی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیادہ ہو
گئے اور میں اس وقت بالکل آپ کے قریب تھا۔ میں نے وار کرنے کے ارادہ سے تلوار

اٹھائی تو یکا یک مثل برق ایک شعلہ آگ میری طرف آیا جس سے میری آنکھیں چکاچوند ہو گئیں اور مجھے کچھ نہ سوجھا۔ میں نے بے اختیار آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا حضرت نے مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا اور کہا شبیہ میرے قریب آؤ! میں قریب ہوا تو آپ نے تین بار میرے سینے پر دست مبارک مارا، جس سے میرے دل میں آپ کی اتنی محبت پیدا ہو گئی کہ اس سے زیادہ متصور نہیں ہو سکتی۔ حضور نے مجھے جنگ کرنے کا حکم دیا میں نے آگے بڑھ کر تلوار چلانا شروع کر دی۔ خدا تعالیٰ کی قسم اس وقت میری حالت یہ تھی کہ اگر کوئی وار حضرت پر آئے تو میں اسے اپنے اوپر لے لوں، اگر اس وقت میرا باپ بھی زندہ ہوتا اور میرے سامنے آتا تو میں اس پر بھی تلوار چلاتا۔ غرض کہ میں اختتام جنگ تک حضرت کے ساتھ رہ کر جہاد کرتا رہا۔ اس کے بعد حضور ﷺ اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے میں بھی وہاں حاضر ہو گیا دیکھا کہ حضور ﷺ کے چہرہ انور پر آثار مسرت نمایاں تھے۔ فرمایا اے شبیہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے جو ارادہ فرمایا وہ بہتر ہے اس سے جو تم نے ارادہ کیا تھا۔ پھر حضرت ﷺ نے میرے ان تمام خیالات کو بیان فرما دیا جو میں نے کسی سے نہ کہے تھے۔ میں نے توحید و رسالت کی گواہی دے کر عرض کی، حضور میرے لیے بخشش کی دعا فرمادیں۔ ارشاد ہوا کہ خدا تعالیٰ نے تمہیں بخش دیا۔ (سیرۃ النبویہ، مقاصد الاسلام، ج ۹، ص ۵، زرقانی، ج ۳، ص ۵۱۵، سبل الہدی والرشاد، ص ۵، ج ۳۲۸)

حضور اکرم ﷺ نے حضرت شبیہ کے سینہ پر تین مرتبہ جو دست مبارک سے ضرب لگائی، اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ پہلی ضرب سے ان کے دل سے کفر نکال دیا، دوسری ضرب سے ایمان داخل کر دیا، تیسری ضرب سے محبت بھر دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی محبت کافر کے دل میں کبھی جاگزین نہیں ہو سکتی اس کے لیے ایسا برگزیدہ سینہ و دل درکار ہے جو کہ نور ایمان سے منور ہو۔

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے شکایت کی کہ مجھے قرآن شریف یاد نہیں رہتا۔ فرمایا اس کا سبب ایک شیطان ہے جس کو خنزب کہتے ہیں پھر فرمایا میرے قریب آؤ، میں قریب ہوا۔

ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ عَلَى صَدْرِي فَوَجَدْتُ
 بَرْدَهَا بَيْنَ كَتِفَيَّ وَقَالَ اخْرُجْ يَا شَيْطَانُ
 مِنْ صَدْرِ عُثْمَانَ فَمَا سَمِعْتُ بَعْدَ
 ذَلِكَ شَيْئًا إِلَّا حَفِظْتُهُ (بہقی، ج ۵، ص
 ۳۰۷، ابونعیم: ۳۹۶، خصائص کبریٰ، ج ۲، ص
 ۱۵، سبل الہدیٰ، ج ۶، ص ۲۹۹)

تو آپ نے اپنا دست مبارک میرے
 سینہ پر رکھا میں نے اس کا فیض ٹھنڈک کی
 صورت میں اپنے شانوں کے درمیان
 پایا۔ پھر آپ نے فرمایا اے شیطان!
 عثمان کے سینہ سے نکل جا۔ فرماتے ہیں
 اس کے بعد میری یہ حالت ہو گئی کہ جو کچھ
 بھی میں سنتا تھا وہ مجھے یاد رہتا۔

یہاں اطباء کو حیرانی ہوگی کیونکہ ان کے نزدیک نسیان کی وجوہات کچھ اور ہیں اور اس
 حدیث سے ثابت ہے کہ شیطان بھی بھلا دیا کرتا ہے اور اس کی تائید قرآن شریف سے بھی
 ثابت ہوتی ہے (فرمایا فَاَنْسَاهُ الشَّيْطٰنُ) یہ حیرانی اس وقت تک دفع نہیں ہو سکتی جب تک
 خدا تعالیٰ کی قدرت پر پوری طرح ایمان نہ لایا جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَسْمِعُ مِنْكَ
 حَدِيثًا كَثِيرًا فَأَنْسَاهُ قَالَ ابْسُطْ
 رِدْءَكَ فَبَسَطْتُهُ فَعَرَفَ بِيَدَيْهِ فِيهِ ثُمَّ
 قَالَ ضَبَّهُ فَضَبَّنْتُهُ فَمَا نَسِيتُ شَيْئًا
 بَعْدُ (بخاری: ۱۱۹)

کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں آپ
 سے بہت کچھ سنتا ہوں مگر بھول جاتا
 ہوں۔ فرمایا اپنی چادر پھیلا۔ میں نے
 پھیلا دی تو آپ نے لپ بھر بھر کر اس
 میں ڈال دیئے، اور فرمایا اسے سینے سے
 لگا لے۔ میں نے ایسا ہی کیا پس اس کے
 بعد میں کبھی کچھ نہیں بھولا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حرکت مبارک بظاہر اس قسم کی تھی کہ دیکھنے والوں کی عقل اس کے
 ادراک میں متحیر ہو گئی ہوگی کہ خالی ہاتھ سے کپڑے میں کوئی چیز ڈال دینا کیسی بات ہے۔
 مگر جب حضرت ابو ہریرہ کی شکایت رفع ہو گئی اور اس قدر ان کا حافظہ قوی ہو گیا کہ اس

کے بعد ان کو کبھی کوئی چیز نہ بھولی تھی تو دیکھنے والوں کو یقین ہو گیا تھا کہ حضور ﷺ کے ہاتھ خالی نہ تھے بلکہ ان میں قوت حافظہ بھری ہوئی تھی جو حضرت ابو ہریرہ کی جھولی میں ڈال رہے تھے۔

اب رہی یہ بات کہ قوت حافظہ کوئی ایسی چیز نہیں جو کسی کے ہاتھ میں آئے اور اس سے منتقل ہو کر دوسرے کے دماغ میں پہنچ جائے۔ اگرچہ یہ بات عقل سے خارج ہے مگر جب اس کا مشاہدہ صحابہ کرام کو ہو گیا کہ ادھر تو حضور ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے کپڑے میں ڈالا اور ادھر ان کی قوت حافظہ بڑھ گئی تو اب اس کے یقین کرنے میں ان کو ذرا بھی شک نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ مشاہدہ سے بڑھ کر یقین دلانے والی کوئی چیز نہیں ہو سکتی البتہ سننے والوں کو اس میں ضرور حیرانی ہوتی ہے کیونکہ ان کو اس امر کا مشاہدہ نہیں ہوا۔

غور کیجئے کہ مثلاً ایک شخص کی عمر سو برس کی ہے اور اس کا حافظہ اس قدر قوی ہے کہ جو کچھ وہ سنتا ہے یاد رکھتا ہے اور ہر قسم کے علوم اور مضامین اس کے حافظے میں جمع ہیں وہ اس طرح کہ جب اس نے پہلی مرتبہ کسی چیز کو سنایا دیکھا تو وہ اس کے دماغ میں نقش ہو کر محفوظ ہو گئی اس کے بعد جب دوسری بات دماغ میں پہنچی تو وہ بھی اسی طرح پہلی بات کے ساتھ نقش ہو گئی، اسی طرح وقتاً فوقتاً جو چیزیں اس کے دماغ میں پہنچیں وہ سب کی سب نقش ہوتی گئیں اور دماغ میں معلومات کا ایک ذخیرہ جمع ہو گیا۔ اگر وہ تمام معلومات تحریر میں لائی جائیں تو صد ہا جلدوں کی ایک کتاب بن جائے کیونکہ ہر وقت کوئی نہ کوئی ادراک ہوتا ہی رہتا ہے۔

کیا یہ بات سمجھ میں آ سکتی ہے کہ ایک چھوٹا سا دماغ اتنا بڑا کتب خانہ بن جائے اور پھر ان محفوظات دماغ سے اگر کوئی کتاب لکھی جائے تو اس میں تقدیم و تاخیر مضامین کی ضرورت ہوگی۔ پہلے صفحے کا مضمون دوسرے صفحے پر نہ ہوگا۔ اگر کوئی بات اس میں دیکھنا منظور ہو تو صد ہا بلکہ ہزار ہا ورق اللٹنے کی ضرورت ہوگی؟ ہرگز نہیں۔

بلکہ دماغ میں جو جو چیزیں محفوظ ہیں ان کی یہ حالت ہے کہ جس وقت جو مضمون نکالنا چاہیں، چاہے وہ کتنی ہی مدت کا واقعہ کیوں نہ ہو فوراً پیش نظر ہو جاتا ہے حالانکہ دماغ میں

جس قدر مضامین و معلومات ہیں وہ یکے بعد دیگرے جمع ہوئے تھے۔ عقل کا تقاضا تو یہ ہے کہ جس طرح کتاب کی ورق گردانی کر کے مضمون نکالا جاتا ہے یہاں بھی اسی طرح تفحص کیا جاتا، مگر ایسا نہیں۔

اس میں شک نہیں کہ عادت نہ ہونے کی وجہ سے ایسے امور کی طرف خیال نہیں کیا جاتا مگر تدبر اور تفکر سے کام لیا جائے تو اس میں عقل کو کوئی حیرانی نہیں ہوتی۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی قدرت پر ایمان رکھتے ہوئے کہہ دیا جائے گا کہ خدا تعالیٰ نے قوت حافظہ کی تخلیق ہی اس طرح کی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے جس کو جس طرح چاہے پیدا کرے اس طرح خدا کی قدرت پر ایمان کامل ہو جائے گا۔ اس حدیث کے مضمون کو بھی اگر خدا تبارک و تعالیٰ کے حوالے کر دیا جائے اور کہا جائے کہ جس طرح خدا تبارک و تعالیٰ نے قوت حافظہ کو عجیب الخلق بنا کر دماغ میں رکھا ہے، اسی طرح حضور ﷺ کے دست مبارک میں بھی بے شمار برکات موجود تھیں، جب چاہتے، جو چاہتے، دست مبارک سے اس کا ظہور ہو جاتا۔ چنانچہ قوت حافظہ جو قدرت نے آپ کے دست قدرت میں رکھی تھی آپ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے دماغ میں رکھ دی۔ بات یہ ہے کہ ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے جس کو ہر شخص نہیں جان سکتا۔

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سواری کی حالت میں گھوڑے سے گر جاتا تھا۔

میں نے حضور سید عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں اپنا یہ حال بیان کیا۔

فَضْرَبَ بِيَدِهِ عَلَى صَدْرِي حَتَّى رَأَيْتُ
أَثَرِيَدِهِ عَلَى صَدْرِي وَقَالَ اللَّهُمَّ ثَبِّتْهُ
وَأَجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا فَمَا سَقَطْتُ عَنْ
فَرَسِي بَعْدُ (دلائل النبوة ابو نعیم: ۳۷۹،
خصائص، ج ۲، ص ۲۱، بخاری شریف: ۳۰۲۰،
تو آپ نے اپنا دست مبارک میرے
سینہ پر مارا یہاں تک کہ میں نے آپ
کے دست مبارک کے مارنے کا نشان
اپنے سینہ پر دیکھا اور فرمایا اللہ اس کو
ثابت رکھ اور اس کو ہدایت کرنے والا

سبل الہدی، ج ۱۰، ص ۲۰۹، البدایہ والنہایہ، ہدایت کیا ہوا کر دے۔ حضرت جریر
ج ۸، ص ۶۱) فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں کبھی

گھوڑے سے نہیں گرا۔

اگر سلاطین کے روبرو کوئی سپاہی اپنی اس قسم کی کوئی کمزوری ظاہر کر دے تو مورد
عتاب ہو جائے مگر سبحان اللہ حضور سید عالم ﷺ کے سامنے حضرت جریر نے کس صفائی
سے اپنا عیب بیان کیا اور کس شان سے حضور پر نور ﷺ نے اس کی اصلاح فرمائی۔

در اصل بات یہ ہے کہ صحابہ کرام جان گئے تھے کہ حضور ﷺ کو اس بات پر قدرت
حاصل ہے کہ جو چاہیں سو کریں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ آپ کے حضور ایسے ایسے امراض و حوائج
پیش کرتے تھے کہ سوائے آپ کے کوئی دوسرا ان کا علاج اور حاجت روائی نہ کر سکے اور آپ
ﷺ بھی ان کے خیال کے مطابق ان کی حاجت روائیاں فرماتے تاکہ ان کا اعتقاد راسخ
اور ایمان مستحکم ہو جائے اگر یہ بات نہ ہوتی تو حضور ﷺ فرما دیتے کہ گھوڑے پر سے گر
جانا تمہارا طبعی امر ہے مجھے اس سے کیا تعلق ہے۔ بخلاف اس کے حضور نے اپنا دست
مبارک ان کے سینے پر مار کر ثابت فرما دیا کہ ہمارے دست قدرت میں حق تعالیٰ نے یہ
بات رکھی ہے کہ ہمیشہ کے لیے تمہاری یہ شکایت دفع کر دیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ ہمیشہ
معرکوں میں گھوڑوں پر سوار ہوتے اور شہ سواری کی داد لیتے۔

جنگ بدر میں حضرت عکاشہ بن محسن کی تلوار ٹوٹ گئی۔ وہ حضور ﷺ کے حضور
حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے ان کو ایک سوکھی لکڑی عطا فرما کر کہا کہ جاؤ لڑو۔

فَعَادَ فِي يَدِهِ سَيْفًا صَارَ مَا طَوِيلَ الْقَامَةِ
أَبْيَضَ شَدِيدَ الثَّمَنِ فَقَاتَلَ بِهِ ثُمَّ لَمْ
يَزَلْ عِنْدَهُ يَشْهَدُ بِهِ الْمَوَاقِفُ إِلَى أَنْ
اسْتُشْهِدَ فِي قِتَالِ أَهْلِ الرِّدَّةِ وَكَانَ هَذَا
السَّيْفُ يُسَمَّى الْعَوْنُ

جب وہ لکڑی ان کے ہاتھ میں گئی تو وہ
ایک نہایت شاندار، لمبی، چمکدار مضبوط
تلوار بن گئی تو انہوں نے اسی کے ساتھ
جہاد کیا پھر وہ ان کے پاس رہی اور وہ
ہمیشہ اسی کے ساتھ جہاد کرتے رہے
یہاں تک کہ قتال اہل الردۃ میں شہید ہو

(بیہقی، ج ۳، ص ۹۹، ابن عساکر، طبقات ابن)

سعد، ج ۱، ص ۱۴۷، شفاء شریف، ج ۱، ص ۶۴۲، گئے اور وہ تلوار عون (یعنی مددگار) کے نام
خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۲۰۵، سبل الہدیٰ، سے موسوم ہوئی۔

ج ۲، ص ۵۳، البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص ۳۵۴

جنگ احد میں حضرت عبداللہ بن جحش کی تلوار ٹوٹ گئی:

فَاعْطَاہُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تو حضور ﷺ نے ان کو ایک کھجور کی
عَسِيبًا مِّنْ نَّخْلٍ فَرَجَعَ فِي يَدِهِ سَيْفًا شاخ عطا فرمائی جب وہ ان کے ہاتھ میں
(شفاء شریف، ج ۱، ص ۶۴۳، استیعاب، گئی تو ایک نہایت عمدہ تلوار تھی (جس کو

ج ۳، ص ۸۷۹، اصابہ، ج ۱، ص ۶۰۱، خصائص کبریٰ، عرجون کہتے تھے اور وہ عمر بھر اسی سے

ج ۱، ص ۲۱۷، سبل الہدیٰ، ج ۱، ص ۱۰۹، البدایہ جہاد کرتے رہے)

والنہایہ، ج ۲، ص ۴۷)

ممکن ہے کہ حضور ﷺ کے دست مبارک سے جو مختلف آثار ظاہر ہوتے تھے وہ
بحسب استعداد مقامات ہوں، جیسے آگ تر چیز کو نہیں جلاتی اور خشک کو جلا دیتی ہے، اور
بعض چیزوں کو پگھلا دیتی ہے اور کبھی تپلی چیز کو گاڑھا کر دیتی ہے جیسے اندھے کی زردی و
سفیدی وغیرہ کو اور کسی میں اس کا اثر کچھ نہیں ہوتا جیسے ابرک کو بالکل نہیں جلاتی اور کسی کو جلا کر
سیاہ کر دیتی ہے جیسے گھاس لکڑی وغیرہ کو۔ یہ سب آثار ہر چند آگ کے ہیں مگر قابلیت مادہ
کے لحاظ سے مختلف طور پر ان کا ظہور ہوتا ہے لیکن ادنیٰ تا مل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہاں
استعداد کو بھی کوئی دخل نہیں کیونکہ دست مبارک کی تاثیر سے چھڑی تلوار ہو گئی اور اس قسم کے
مختلف آثار ظاہر ہوئے حالانکہ چھڑی میں نہ لوہا بننے کی صلاحیت ہے نہ استعداد، بلکہ اس
صورت میں یہی کہنا پڑے گا کہ دست مبارک کا اثر حضور ﷺ کے ارادے کے تابع
تھا۔ اس میں مادہ کی ذاتی صلاحیت اور عدم صلاحیت کو کوئی دخل نہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ ایک اندھیری رات میں جب کہ بارش ہو رہی تھی، دیر
تک حضور ﷺ کی خدمت میں بیٹھے رہے جب جانے لگے تو حضور ﷺ نے ان کو ایک

کھجور کی شاخ عطا فرمائی۔

وَقَالَ انْطَلِقْ بِهِ فَإِنَّهُ سَيُضِئُ لَكَ مِنْ
بَيْنِ يَدَيْكَ عَشْرًا وَمِنْ خَلْفِكَ عَشْرًا
فَإِذَا دَخَلْتَ بَيْتَكَ فَسَتَرَى سَوَادًا
فَاصْرِبْهُ حَتَّى يَخْرُجَ فَإِنَّهُ الشَّيْطَانُ
فَانْطَلِقْ فَأَصْأَةً لَهُ الْعُرْجُونُ حَتَّى دَخَلَ
بَيْتَهُ وَوَجَدَ السَّوَادَ فَصَرَبَهُ حَتَّى خَرَجَ
(شفاء شریف، ج ۱، ص ۲۱۹، زرقانی علی
المواہب، ج ۵، ص ۱۹۵، سبل الہدی، ج ۱۰،
ص ۴۳، طبرانی: ۱۹)

اور فرمایا اس کو لے جاؤ یہ تمہارے لیے دس
ہاتھ تمہارے آگے اور دس ہاتھ تمہارے
پچھے روشنی کرے گی اور جب تم اپنے گھر
میں داخل ہو گے تو تم ایک سیاہی کو دیکھو
گے تو اس کو اتنا مارنا کہ وہ نکل جائے کیونکہ
وہ شیطان ہے پھر حضرت قتادہ وہاں سے
چلے تو وہ شاخ ان کے لیے روشن ہو گئی
یہاں تک کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو گئے
اور اندر جاتے ہی انہوں نے اس سیاہی کو
پالیا اور اتنا مارا کہ وہ نکل گئی۔

دست مبارک کی برکت سے شاخ کا روشن ہو جانا اور اس کے مارنے سے شیطان کا گھر
سے نکل جانا بظاہر تعجب خیز ہے مگر جب ایمانی نگاہ سے دست مبارک کی برکتوں اور تاثیروں کو
دیکھا جائے تو کوئی تعجب نہیں ہوتا کیونکہ حضور ﷺ کا دست مبارک دست قدرت ہے اور
اس دست مبارک میں ہر قسم کی قدرت عطا کی گئی، یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ جس ارادہ
سے دست مبارک کو عمل میں لاتے دست مبارک سے فوراً اس کا ظہور ہو جاتا۔

یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اپنے غلاموں کے کس قدر خیر خواہ ہیں کیونکہ
حضرت قتادہ نے کوئی شکایت نہیں کی کہ میرے گھر میں شیطان یا آسیب ہے۔ حضور
ﷺ نے خود ہی ارشاد فرما کر اس کے دفع کرنے کی تدبیر بھی بتلا دی، بلکہ ایسی چیز ان کو
عطا فرمائی جس کے استعمال سے شیطان خود ہی بھاگ جائے۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت قتادہ کا مکان حضور ﷺ کے دولت خانہ سے
فاصلے پر تھا اور جس وقت آپ نے ان کو شیطان کی خبر دی سخت اندھیری رات تھی، خصوصاً

ان کے گھر کے اندر تو روشنی کا گزر ہی نہ تھا اور پھر یہ بھی فرمایا کہ تمہیں سیاہ رنگ کی چیز نظر آئے گی وہ شیطان ہے۔ گویا ظلمتِ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ کا مضمون صادق آتا ہے مگر پھر بھی حضور اکرم ﷺ نے اتنی تاریکیوں میں اتنی دیواروں کی آڑ میں شیطان کو دیکھ لیا جو بصیرت ایسی ہو جو چند دیواروں اور تاریکیوں کے حائل ہونے پر بھی دیکھ سکے تو اس کے لیے ہزاروں دیواریں اور ہزاروں تاریکیاں بھی حائل نہیں ہو سکتیں کیونکہ دیکھنے کے لیے جو شرطیں تھیں کہ خارجی روشنی ہو، کوئی کثیف چیز حائل نہ ہو وغیرہ وہ یہاں نہیں پائی گئیں۔ باوجود اس کے حضور ﷺ نے اس شیطان کو دیکھ لیا تو معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا دیکھنا دوسرے لوگوں کے دیکھنے جیسا نہ تھا، کیونکہ حضور ﷺ کے لیے قرب و بعد، روشنی اور اندھیرا یکساں تھا۔ (زیادہ تفصیل کے لیے حضور ﷺ کی آنکھوں کا بیان ملاحظہ فرمائیے) حضور ﷺ نے پانی کا ایک مشکیزہ بھرا اور اس کا مونہ باندھ کر دعا فرمائی اور صحابہ کرام کو عطا فرمادیا۔

فَلَمَّا حَضَرَتْهُمْ الصَّلَاةُ نَزَلُوا فَحَلَّوْهُ فَإِذَا بِهِ لَبَنٌ طَيِّبٌ وَرُبَّةٌ فِي فَمِهِ (شفاء شریف، ج ۱ ص ۲۲۰، طبقات ابن سعد، ج ۱ ص ۱۳۶) اور اس کے مونہ پر رکھن تھا۔

حضرت بشیر بن عقرہؓ جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ جنگ احد میں میرے والد شہید ہو گئے تو میں روتا ہوا حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، فرمایا کیوں روتے ہو؟
 أَمَا تَرَى أَنِّي أَكُونُ أَنَا أَبَاكَ وَعَائِشَةُ
 أُمُّكَ فَمَسَسَ عَلَيَّ رَأْسِي فَكَانَ أَثَرِيده
 مِنْ رَأْسِي أَسْوَدَ وَسَائِرُهُ أَيْبَضُ وَكَانَتْ
 فِي لِسَانِي عُقْدَةٌ فَتَقَلَّ فِيهَا فَأَنْحَلَّتْ
 وَقَالَ لِي مَا أَسْمُكَ قُلْتُ بُجَيْرٌ، قَالَ بَلْ
 کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ میں
 تمہارا باپ اور عائشہ تمہاری ماں ہو جائیں
 پھر آپ نے میرے سر پر اپنا دست
 مبارک پھیرا جس کا اثر یہ ہوا کہ میرے سر
 کا وہ حصہ جہاں دست مبارک پھیرا سیاہ

اَنْتَ بُشَيْدٌ (ابن عساکر: ۲۵۶۲، خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۸۳، سبل الہدی والرشاد، ج ۱۰، ص ۴۲)

ہی رہا باقی سارا بڑھاپے کی وجہ سے سفید ہو گیا اور میری زبان میں گرہ تھی (جس کی وجہ سے میں برابر بات نہیں کر سکتا تھا)

آپ نے اس پر تھوکا تو وہ گرہ اسی وقت کھل گئی اور اس کے بعد فرمایا تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے کہا: بحیر۔ فرمایا نہیں بلکہ تم بشیر ہو

آپ کے لعاب مبارک سے حضرت بشیر کی جو گرہ کھل گئی یہ کوئی نئی بات نہ تھی اس قسم کی عقدہ کشائیاں ہمیشہ ہوا کرتی تھیں، آپ نے ان کا نام اس لیے بدل دیا کہ بحیر کے معنی بدی اور عیب کے ہیں اور آپ کو ایسا نام پسند نہ تھا جس کے معنی برے ہوں۔

حضرت ہلب بن یزید بن عدی حضور سید عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور وہ گنجے تھے۔

فَمَسَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ فَنَبَتَتْ شَعْرُهُ فَنُسِيَ الْهَلْبُ (طبقات ابن سعد: ۱۸۷۴، شفاء شریف، ج ۱، ص ۶۴، خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۸۴، سبل الہدی، ج ۱۰، ص ۳۲)

تو حضور ﷺ نے ان کے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا پس ان کے سر پر بکثرت بال اگ آئے اسی وجہ سے ان کا نام ہلب ہو گیا۔

امام قاضی عیاض رحمہ اللہ روایت فرماتے ہیں۔

مَسَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَأْسِ صَبِيٍّ بِهِ عَاهَةٌ فَبَرَأَ وَاسْتَوَى شَعْرُهُ (شفاء شریف، ج ۱، ص ۲۲۰)

کہ حضور ﷺ نے ایک گنجے بچے کے سر پر ہاتھ مبارک پھیرا تو اس کا گنجا پن جاتا رہا اور سارے بال برابر ہو گئے۔

حضرت حنظلہ بن حدیم رحمہ اللہ کے سر پر

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدِهِ وَقَالَ بُورِكَ فَبَرَأَ فَبَرَأَ

نبی اکرم ﷺ نے اپنا دست مبارک پھیر کر فرمایا تجھ میں برکت دی گئی۔

الدِّيَالُ فَرَأَيْتُ حَنْظَلَةَ يُؤْتِي بِالشَّاةِ
 الْوَادِمِ صَرَعُهَا وَ الْبُعَيْرِ وَالْإِنْسَانِ بِهِ
 الْوَادِمُ فَيَتَقَلُّ فِي يَدِهِ وَيَسْحُ بِصَلْعَتِهِ
 وَيَقُولُ بِسْمِ اللَّهِ عَلَى أَثَرِيْدِ رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَسْحُهُ ثُمَّ
 يَسْحُ مَوْضِعَ الْوَادِمِ فَيَذْهَبُ الْوَادِمُ
 (بخاری فی التاريخ: ۱۵۲، احمد: ۲۰۶۶۶، ابن سعد:
 ۲۹۳۰، ابو یعلیٰ، شفاء شریف، ج ۶، ص ۶۷،
 خصائص ج ۲، ص ۸۳، زرقانی علی المواہب، ج ۴،
 ص ۱۸۶، دلائل النبوة، ج ۶، ص ۲۱۴، سبل الہدی،
 ج ۱۰ ص ۳۴، مواہب لدنیہ، ج ۲، ص ۶۶)

یہاں یہ بات بہت ہی قابل غور ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت حنظلہ کے بچپن میں ان کے سر پر ہاتھ رکھا تھا اور ان کا اثر ان میں عمر بھر رہا اور وہ بھی کیسا کہ فقط وہی اس سے مستفید نہ تھے بلکہ دوسرے انسان و حیوان بھی اس سے فائدہ اور شفا حاصل کرتے۔ غور فرمائیے کہ دست مبارک کی برکت ان کے سر کے پوست پر قائم ہوئی اور جب وہ اپنا ہاتھ اس پر لگاتے تو ان کے ہاتھ میں آ جاتی اور پھر وہ برکت بیمار تک پہنچتی اور وہاں جا کر یہ اثر کرتی کہ اس کو صحت ہو جاتی۔

خیال کیجئے کہ کیسی دیر پا وہ برکت تھی کہ اس کا سمجھنا عقول متوسطہ کے احاطہ ادراک سے خارج ہے کیوں نہ ہو عقول متوسطہ کا تعلق جسمانیات سے ہے روحانیات سے ان کو کیا تعلق؟ آزمودم عقل دور اندیش را بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضور سرور عالم ﷺ ایک دفعہ پانی کے کنارے تشریف فرما تھے کہ عکرمہ بن ابوجہل وہاں آ نکلا۔

فَقَالَ إِنَّ كُنْتَ صَادِقًا فَادْعُ ذَلِكَ اور کہنے لگا کہ اگر آپ سچے ہیں تو اس پتھر

الْحَجَرَ الَّذِي فِي الْجَانِبِ الْآخِرِ فَلْيَسْبَحْ وَلَا يَغْرُقْ فَأَشَارَ إِلَيْهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَانْقَدَعَ الْحَجَرُ مِنْ مَكَانِهِ وَسَبَّحَ حَتَّى صَارَ بَيْنَ يَدَيِ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ شَهِدَ لَهُ بِالرِّسَالَةِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْفِيكَ هَذَا فَقَالَ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى مَكَانِهِ (تفسير كبير و انوار الحمدیہ، زرقانی علی المواعظ، ج ۵، ص ۱۹۱)

کو بلائیے جو پانی کے دوسرے کنارے پر پڑا ہوا ہے کہ وہ پانی پر تیرتا ہوا آجائے اور ڈوبے نہیں پس حضور ﷺ نے اس پتھر کو اشارہ فرمایا تو وہ اپنے مقام سے اکھڑا اور پانی کے اوپر تیرتا ہوا آپ کے آگے آ گیا اور بزبان فصیح اللہ کے ایک ہونے اور آپ کے رسول برحق ہونے کی شہادت دی حضور ﷺ نے عکرمہ سے فرمایا کیا یہ تیرے لیے کافی ہے؟ بولا ہاں بشرطیکہ یہ اسی طرح وہیں چلا جائے جہاں سے آیا ہے تو وہ پتھر پھر وہیں چلا گیا۔

نوٹ: عکرمہ بن ابوجہل رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے تھے۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے حضور سید عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ میں نے آپ کی ایک بات دیکھی تھی جو آپ کی نبوت پر دلالت کرتی تھی اور میرے مسلمان ہونے میں اس کو بڑا دخل حاصل ہے اور وہ یہ ہے۔

رَأَيْتُكَ فِي الْمُهْدِ تَنَاضَى الْقَبْرَ وَ تَشِيرُ إِلَيْهِ بِأَصْبَعِكَ فَحَيْثُ أَشْرَتْ إِلَيْهِ مَالَ قَالَ إِنِّي كُنْتُ أُحَدِّثُهُ وَ يُحَدِّثُنِي وَ يَلْهِيَنِي عَنِ الْبُكَاءِ وَ أَسْمَعُ وَ جَبْتُهُ حِينَ يَسْجُدُ تَحْتَ الْعَرْشِ (بیہقی، ج ۲، ص ۴۱، ابن عساکر: ۱۱۱۰، خصائص کبری، ص ۵۳، سبل الہدی، ج ۱۰، ص ۴۸۱، البدایہ والنہایہ، ج ۲،

کہ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ گہوارے میں لیٹے ہوئے چاند سے باتیں کر رہے تھے اور جس طرف آپ انگلی سے اشارہ کرتے تھے، چاند اسی طرف ہو جاتا تھا، فرمایا میں اس سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھ سے باتیں کرتا تھا اور مجھے رونے سے بہلاتا تھا اور میں اس

ص ۳۲۶) کے گرنے کی آواز سنتا تھا جب کہ وہ عرش الہی کے نیچے سجدہ میں گرتا تھا۔

(کھیتے تھے چاند سے بچپن میں آقا اس لیے یہ سراپا نور تھے وہ تھا کھلونا نور کا) چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا (اعلیٰ حضرت)

کفار مکہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ جادو کا اثر اجرام فلکی پر نہیں ہوتا تو چونکہ وہ اپنے زعم باطل میں حضور ﷺ کو معاذ اللہ جادوگر سمجھتے تھے اس لیے ایک روز جمع ہو کر آپ کی خدمت میں آئے اور نشان نبوت طلب کیا۔ فرمایا کیا چاہتے ہو؟ کہنے لگے اگر آپ سچے ہیں تو چاند کو دو ٹکڑے کر دکھائیے۔ آپ نے فرمایا آسمان کی طرف دیکھو اور اپنی مبارک انگلی سے چاند کی طرف اشارہ فرمایا تو وہ دو ٹکڑے ہو گیا۔ فرمایا گواہ رہو! انہوں نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہماری نظر بند کر دی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے آیہ کریمہ نازل فرمائی۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ ۚ وَ اَنْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَ
اِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُعْرَضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ
مُّسْتَهْزِئٌ ۝ (القمر: ۱، ۲)

قریب آگئی قیامت اور شق ہو گیا چاند اور اگر یہ لوگ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو مونہ پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو جادو ہے چلا آتا۔

حضور ﷺ کے معجزات میں سے ایک عظیم الشان معجزہ ہے جسے ”شق القمر“ کہتے ہیں، صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت سے صحیح احادیث مبارکہ میں اس معجزہ عظیمہ کا بیان ہے (☆)۔ بعض محدثین و مفسرین نے اس کے تواتر کا دعویٰ کیا ہے اور ساری امت میں سلف سے خلف تک یہ اس قدر مشہور ہے کہ اس کا انکار کرنا بے دینی ہے اور عقل اور انصاف سے دشمنی ہے۔ آج کل کے بعض فتنہ پرور لوگ جہاں اور بہت سی چیزوں کے منکر ہیں وہاں اس عظیم الشان معجزے کے بھی منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر ایسا ہوتا تو ساری دنیا کو اس کا علم ہونا چاہیے تھا اور تواریخ کی کتابوں میں اس کا بیان ہونا ضروری تھا۔ لیکن ان کو معلوم نہیں کہ

کسی واقعے کا تاریخ میں نہ ہونا اس کی تکذیب کا باعث نہیں ہو سکتا۔ بہت سے ایسے واقعات ظہور میں آئے جن کا تاریخ میں نام و نشان تک نہیں ملتا اور پھر اس واقعہ سے تو کتب احادیث و تفسیر بھری پڑی ہیں مگر ان کو ان سے کیا تعلق؟

یاد رکھیے جس وقت یہ واقعہ ظہور میں آیا تھا وہ وقت رات کا تھا، تو اس وقت بعض مقامات پردن اور بعض مقامات پر آدھی رات ہوگی اور پھر جہاں لوگ بیدار ہوں گے وہاں بھی ضروری نہیں کہ سب کی نگاہیں آسمان کی طرف لگی ہوئی ہوں کیونکہ اس کا کوئی اعلان وغیرہ تو ہوا ہی نہیں تھا کہ لوگ خصوصاً اس وقت خیال رکھتے۔ اس ترقی یافتہ دور میں جب کہ رسد وغیرہ کے بڑے بڑے وسیع اور بے شمار انتظامات اور ذرائع ہیں جب کبھی چاند گہن ہوتا ہے تو لاکھوں انسانوں کو خبر نہیں ہوتی تو اس وقت تو رسد وغیرہ کے اتنے ذرائع بھی نہ تھے اور پھر یہ تھوڑی دیر کا معاملہ تھا مگر باوجود اس کے اہل مکہ نے سفر سے آنے والے لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے اس کی تصدیق کی مگر وہ جاہلانہ طور پر جادو ہی کہتے رہے اور کہا گیا ہے کہ ہندوستان کے مہاراجا ”مالیبار“ کے مسلمان ہونے کا سبب یہی عظیم الشان واقعہ ہے۔

اہل ایمان کا اس پر ایمان ہے اور جس کے قلب میں ایمان راسخ ہوگا وہ کبھی بھی اس کے ماننے میں تاہل نہیں کرے گا۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں ۔
 پنچہ او پنچہ حق می شود ماہ از انگشت او شق می شود
 معلوم ہوا کہ آپ کا تصرف عالم علوی میں بھی جاری ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

إِنِّي رَأَيْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَّا وَلْتُ مِنْهَا عُنُقُودًا
 وَلَوْ أَخَذْتُهَا لَأَكَلْتُ مِنْهُ مَا بَقِيَتْ
 الدُّنْيَا (بخاری شریف: ۵۱۹۷)
 توڑ لیتا تو تم اس میں سے رہتی دنیا تک
 کھاتے رہتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس ایک برتن پانی کا لایا گیا۔

فَوَضَعَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَنْبُعُ
مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ قَالَ
تَتَادَةُ قُلْتُ لَا تَسِ كَمْ كُنْتُمْ؟ قَالَ
ثَلَاثَةٌ

(بخاری شریف: ۳۵۷۲، مسلم شریف: ۵۹۴۳)
نے انس سے پوچھا کہ تم کتنے آدمی تھے؟
فرمایا تین سو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم معجزات کو باعث برکت سمجھتے تھے یہ
کہہ کر فرمایا کہ ہم ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے پانی ختم ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
اطلاع دی گئی فرمایا بچا ہوا تلاش کرو خواہ وہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو۔

فَجَاؤْا بِإِنَاءٍ فِيهِ مَاءٌ قَلِيلٌ فَأَدْخَلَ
يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ ثُمَّ قَالَ حَمِّ عَلَى الظُّهُورِ
الْمُبَارَكِ وَالْبَرَكَهَةُ مِنَ اللَّهِ فَلَقَدْ رَأَيْتُ
الْمَاءَ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَقَدْ كُنَّا نَسْمَعُ
تَسْبِيحَ الطَّعَامِ وَهُوَ يُوَكِّلُ

چنانچہ ایک برتن میں تھوڑا سا پانی حاضر کیا
گیا آپ نے اس میں اپنا دست مبارک
رکھ دیا اور فرمایا آؤ، وضو کرو، پیو، یہ برکت
والا، طیب و طاہر پانی اللہ کی طرف سے
ہے پس بلاشبہ میں نے دیکھا کہ آپ کی
مبارک انگلیوں میں سے پانی کے چشمے
چل رہے تھے اور جب ہم آپ کے
روبرو کھانا کھاتے تو کھانے سے تسبیح کی
آواز سنا کرتے تھے۔

حضرت ابو عمرہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ ایک غزوے میں ہم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، ایک روز بہت پیاسے
ہوئے آپ نے ایک ڈولچی منگوا کر اس کو اپنے روبرو رکھا اور تھوڑا سا پانی اس میں ڈال کر
اس میں کلی کی اور جو کچھ اللہ نے چاہا کلام پڑھا۔

ثُمَّ ادْخَلَ خِصْرَهُ فِيْهَا فَاقْسَمَ بِاللّٰهِ لَقَدْ رَاَيْتُ اَصَابِعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَتَغَبَّرُ بَيْنَا بَيْنَ النَّاسِ فَشَرِبُوْا وَسَقَوْا وَمَلَكُوْا قَرَبَهُمْ وَاَدَاوِيَهُمْ فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ ثُمَّ قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ لَا يَلْتَقِي اللّٰهُ بِهَبِّا اَحَدٌ يَّوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ (ابو نعیم، ج ۱، ص ۴۱۹ خصائص کبری، ج ۲، ص ۴۳، سبل الہدی، ج ۹، ص ۴۵۰)

پھر آپ نے اپنی چھوٹی انگلی اس میں رکھ دی، خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ آپ کی تمام انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے پھر آپ نے لوگوں کو حکم دیا تو حسب ارشاد لوگوں نے خود پیا اور اپنے جانوروں کو پلایا اور مشکیں ڈولچیاں بھر لیں یہ دیکھ کر آپ ہنسے یہاں تک کہ آپ کے دندان مبارک نظر آ گئے پھر فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ جو شخص ان دونوں باتوں کے ساتھ قیامت کے دن اللہ کو ملے گا وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔

عرب کے جنگل میں جہاں پانی منزلوں تک نہیں ملتا۔ جب تمام لشکر اسلام پیاسا ہوگا تو کس قدر پریشانی کا وقت ہوگا۔ ایسی حالت میں حضور سید عالم ﷺ کے دست مبارک سے خوشگوار پانی کے چشموں کا جاری ہو جانا کس قدر مسرت و شادمانی کا باعث ہوا ہوگا اور صحابہ کرام کے نزدیک اس دست مبارک کی کس قدر وقعت ہوگی اور وہ کس عقیدت و محبت سے دست اقدس کو دیکھتے ہوں گے اس وقت کا تبسم فرمانا کچھ اسی طرح تھا جس کی ترجمانی اس شعر میں ہے۔

جس کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑیں اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام (اعلیٰ حضرت)

حضور سرور عالم ﷺ نے اس واقعہ کے بعد جو خدا کے معبود ہونے اور اپنے رسول ہونے کی گواہی دی۔ گویا اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ خدا تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور جس

کے ہاتھ پر اس کی قدرتوں کا ظہور ہوا وہ اس کی قدرتوں کا مظہر اور اس کے دعوے کی صداقت کی دلیل ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ میں لوگ پیاس کی شدت سے بہت پریشان تھے۔ دربار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کیا حضور! ہمارے پاس پانی نہیں ہے جس کو پیئیں اور وضو کریں، سوائے اس پانی کے جو آپ کے پاس ایک لوٹے کے برابر برتن میں ہے۔

فَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ فِي الرُّكْوَةِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَقْضُو بَيْنَ أَصَابِعِهِ كَامْتَالِ الْعَيْوُنَ قَالَ فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّأْنَا قِيلَ لِحَابِرٍ كَمْ كُنْتُمْ قَالَ لَوْ كُنَّا مِائَةَ أَلْفٍ لَكَفَّأْنَا كُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً (بخاری شریف: ۳۵۷۶، سبل الہدی، ج ۹، ص ۴۸، البدایہ والنہایہ، ج ۶، ص ۱۰۵)

پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست قدرت اسی برتن میں رکھ دیا (جو آپ کے پاس تھا) تو آپ کی مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے۔ تمام صحابہ کرام نے پیا اور وضو کیا۔ حضرت جابر سے پوچھا گیا کتنے لوگوں نے پیا اور وضو کیا؟ فرمایا اگر ہم لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کافی ہوتا مگر اس وقت ہم پندرہ سو تھے جنہوں نے پیا اور وضو کیا۔

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام (اعلیٰ حضرت)

یہ بخاری و مسلم کی وہ احادیث ہیں جن کا کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا۔ دیکھیے ان احادیث میں یہ ہرگز مذکور نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی ہو کہ الہی! تو میری انگلیوں سے پانی پیدا کر کے سب کو سیراب فرما، بلکہ برتن میں ہاتھ رکھ دیا اور فرمایا کہ آؤ، وضو کرو، پیو، یہ برکت والا طیب و طاہر پانی ہے۔ کون سا پانی جواب تک معدوم تھا اور اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے وجود میں آیا۔ حالانکہ آپ کے جسم مبارک میں کوئی پانی کا چشمہ تو تھا ہی نہیں جس کو جاری کر دیا گیا ہو اور وہ بھی کس قدر کہ سینکڑوں آدمی اس سے

سیراب ہوئے۔

کیا اس مقام پر کہا جاسکتا ہے کہ ایسی احادیث بیان کرنے والے اور ایسی حدیث پر ایمان رکھنے والے مشرک ہیں کیونکہ اس سے شرک فی الخلق لازم آتا ہے۔ ایسا کہنا سخت بے ادبی و گستاخی ہوگی کیونکہ اگر ایسے خیالات مشرکانہ ہوتے تو حضور ﷺ کا فرض تھا کہ آپ پانی کی زیادتی کیلئے دعا فرما کر اس سے لوگوں کو شرک کے وہم سے بچاتے، اس قسم کے شرک و بدعت کے حملے اور فتوے علماء کرام پر نہیں بلکہ در باطن حضور ﷺ پر ہیں۔ (معاذ اللہ)

بات یہ ہے کہ حضور ﷺ کے تصرف سے جو پانی پیدا ہو گیا تھا وہ مستقلاً آپ کا تصرف نہیں تھا بلکہ ہر مسلمان کا عقیدہ اور ایمان ہے کہ وہ تصرف واقتدار منجانب اللہ آپ کو عطا ہوا تھا۔ شرک تو اس وقت لازم آئے کہ آپ کو یا دوسرے انبیاء و اولیاء کو مستقل بالذات باقتدار مانیں۔ یعنی یہ عقیدہ ہو کہ اگر خدا بھی ان کے تصرف کو روکنا چاہے تو نہ روک سکے۔ چونکہ آپ نے خدا کی قدرت کو ذاتی اور دوسروں کی قدرت کو عطائی ہونا بارہا بیان فرما دیا تھا تو اب اس کی ضرورت نہ رہی کہ ہر وقت دعا کر کے مسلمانوں کو معلوم کرائیں کہ ہماری قدرت مستقل نہیں ہے۔

حضرت زیاد بن حارث الصدامی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ حضور ﷺ ایک سفر میں طلوع فجر سے پہلے رفع حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ جب واپس تشریف لائے تو مجھ سے فرمایا کیا تمہارے پاس پانی ہے؟ میں نے عرض کیا بہت تھوڑا ہے جو آپ کو کافی نہ ہوگا۔ فرمایا اس کو ایک برتن میں ڈال کر لے آؤ! فرماتے ہیں میں لے آیا۔

فَوَضَعَ كَفَّهُ فِي الْمَاءِ فَرَأَيْتُ بَيْنَ أَصْبَعَيْنِ
مِنْ أَصَابِعِهِ عَيْنًا تَفْغُرُ فَقَالَ نَادِ
أَصْحَابِي مَنْ كَانَ لَهُ حَاجَةٌ فِي الْمَاءِ
فَنَادَيْتُ فِيهِمْ فَأَخَذَ مَنْ أَرَادَ مِنْهُمْ

تو آپ نے اپنا دست مبارک اس میں
رکھا میں نے دیکھا کہ آپ کی دو انگلیوں
کے بیچ میں سے چشمہ جوش مارنے لگا
تو آپ نے فرمایا لوگوں میں پکار دو جس کو

فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لَنَا بَيْرًا إِذَا كَانَ
 الشِّتَاءُ وَسِعْنَا مَاءَهَا وَاجْتَبَعْنَا عَلَيْهَا
 وَإِذَا كَانَ الصَّيْفُ قُلَّ مَاءُهَا فَتَفَرَّقْنَا
 عَلَى مِيَاهِ حَوْلِنَا وَقَدْ أَسْلَمْنَا وَكُلٌّ مِّنْ
 حَوْلِنَا لَنَا عَدُوٌّ فَأَدْعُ اللَّهَ لَنَا فِي بَيْرِنَا أَنْ
 يَسْعَنَا مَاءُهَا فَتَجْتَبِعُ عَلَيْهَا وَلَا
 تَتَفَرَّقُ فَدَعَا بِسَبْعِ حَصِيَّاتٍ فَعَرَكَهُنَّ
 فِي يَدِهِ دَعَا فِيهِنَّ ثُمَّ قَالَ اذْهَبُوا بِهِذِهِ
 الْحَصِيَّاتِ فَإِذَا آتَيْتُمُ الْبَيْرَ فَالْقُوا
 وَاحِدَةً وَاحِدَةً وَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ قَالَ
 الصَّدَائِقُ فَفَعَلْنَا مَا قَالَ لَنَا فَمَا
 اسْتَطَعْنَا أَنْ نَنْظُرَ إِلَى قَعْرِهَا يَعْنِي الْبَيْرَ
 (بیہقی، ج ۴، ص ۱۲۶، ابونعیم: ۳۲۱، خصائص
 کبریٰ، ج ۲، ص ۴۱، طبرانی: ۵۲۸۵، سبل
 الہدیٰ والرشاد، ج ۹، ص ۵۷۷)

پانی کی حاجت ہو آجائے میں نے پکارا،
 چنانچہ بہت سے لوگوں نے اس پانی میں
 سے لیا یہ دیکھ کر ہم نے عرض کیا۔ یا رسول
 اللہ ہمارے قبیلہ میں ایک کنواں ہے موسم
 سرما میں تو اس کا پانی ہم سب کو کافی ہوتا
 ہے اور جب موسم گرما آتا ہے تو اس کا پانی
 بہت کم ہو جاتا ہے تو ہم لوگ متفرق ہو کر
 جہاں پانی پاتے ہیں وہاں چلے جاتے ہیں
 اب چونکہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں اس وجہ
 سے اطراف کے قبیلے ہمارے دشمن ہو
 گئے ہیں آپ دعا فرمائیں کہ ہمارے
 کنوئیں کا پانی ہمیں کافی ہو جائے اور ہم
 ایک ہی جگہ جمع رہیں متفرق ہونے کی
 ضرورت نہ ہو تو حضور ﷺ نے سات
 کنکریاں منگوائیں اور ان کو اپنے ہاتھ میں
 لے کر دعا فرمائی پھر فرمایا کہ یہ کنکریاں
 لے جاؤ اور جب اس کنوئیں پر پہنچو تو اللہ کا
 نام لے کر ایک ایک اس میں ڈال دو!
 فرماتے ہیں جب وہ کنکریاں اس میں
 ڈال دی گئیں تو اس کنوئیں میں اتنا پانی آیا
 کہ ہم اس کی تہہ تک دیکھ نہیں سکتے تھے۔

اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ حضور ﷺ نے کنکریوں کو ہاتھ میں مل کر کنوئیں میں

ڈالنے کا حکم فرمایا اور اس سے بے حد پانی بڑھ گیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ دست مبارک کا اثر کنوئیں میں پہنچانا منظور تھا جس کی تدبیر یہ کی گئی کہ کنکریوں کو دست مبارک سے متاثر فرمایا اور وہ اثر کنوئیں میں پہنچا اور پانی فوراً بڑھ گیا۔ ظاہر دست مبارک کا اثر کنکریوں میں نہ تھا مگر معنوی طور پر اس قدر تھا کہ اس کنوئیں کے پانی کو حد سے بڑھا دیا۔

غرض کہ اس سے حضور ﷺ کا تصرف و اقتدار ثابت ہوتا ہے کہ جس چیز کا ارادہ فرمایا اس کا وجود ہو گیا۔ ان لوگوں نے جب دست مبارک کا اثر دیکھا کہ اس سے پانی جاری ہوتا ہے تو اپنے کنوئیں کا پانی زیادہ کرنے کی درخواست کی اس وقت حضور ﷺ کا بنفس نفیس خود تشریف لے جانا متعذر تھا اور ان کی درخواست کو رد کرنا بھی مناسب نہ سمجھا اس لیے کنکریوں کے ذریعے سے دست مبارک کی برکت کو وہاں پہنچا دیا۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں ایک رات حضور سید عالم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے بلال کیا تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی حضور آپ کے رب کی قسم! ہم تو اپنے توشہ دان خالی کیے بیٹھے ہیں۔ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا اچھی طرح دیکھو اور اپنے توشہ دان جھاڑو شاید کچھ نکل آئے۔ سب نے اپنے اپنے توشہ دان جھاڑے تو کل سات کھجوریں برآمد ہوئیں آپ نے ان کو ایک صحفہ (بڑے پیالہ) پر رکھا۔

ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ عَلَى الشَّمْرَاتِ وَقَالَ كُلُوا
بِسْمِ اللَّهِ اَعْدَفَا كُلْنَا ثَلَاثَةَ اَنْفُسٍ
فَاَحْصَيْتُ اَرْبَعًا وَخَمْسِينَ تَبَرُّةً اَعَدَّهَا
عَدًّا وَتَوَاهَا فِي يَدِي الْاُخْرَى وَصَاحِبَايَ
يَصْنَعَانِ كَذَلِكَ فَشَبِعْنَا وَرَفَعْنَا
اَيْدِيَنَا فَاِذَا الشَّمْرَاتُ السَّبْعُ كَمَا هِيَ
فَقَالَ يَا بَلَالُ ارْفَعْهَا فَإِنَّهُ لَا يَأْكُلُ

پھر ان پر اپنا دست مبارک رکھ دیا اور
فرمایا بسم اللہ کھاؤ! ہم تینوں نے (حضور
کے دست مبارک کے نیچے سے ایک ایک
اٹھا کر) کھائیں حضرت بلال کہتے ہیں
کہ میں گھلیاں بائیں ہاتھ میں رکھتا جاتا
تھا۔ جب میں نے سیر ہو کر ان کو شمار کیا تو
وہ چون تھیں۔ اس طرح ان دو شخصوں

نے بھی سیری سے کھائیں۔ جب ہم نے سیر ہو کر ہاتھ اٹھالیا تو حضور نے بھی اپنا دست مبارک اٹھالیا۔ وہ ساتوں کھجوریں اسی طرح موجود تھیں حضور نے فرمایا اے بلال ان کو سنبھال کر رکھو! اور ان میں سے کوئی نہ کھائے پھر کام آئیں گی۔ حضرت بلال فرماتے ہیں ہم نے ان کو نہ کھایا۔ جب دوسرا دن ہوا اور کھانے کا وقت ہوا تو آپ نے وہی سات کھجوریں لانے کا حکم دیا۔ آپ نے پھر اسی طرح ان پر اپنا دست مبارک رکھا اور فرمایا بسم اللہ کھاؤ! اب ہم دس آدمی تھے سب سیر ہو گئے۔ حضور نے اپنا دست مبارک اٹھایا تو کھجوریں بدستور سات موجود تھیں۔ آپ نے فرمایا اے بلال اگر مجھے حق تعالیٰ سے شرم و حیا نہ ہوتی تو واپس مدینہ پہنچنے تک ان ہی سات کھجوروں سے کھاتے پھر وہ آپ نے ایک لڑکے کو عطا فرما دیں۔ وہ انہیں کھا کر جاتا رہا۔

مِنْهَا أَحَدٌ إِلَّا نَهَلُ مِنْهَا شَبْعٌ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْعَدِ دَعَىٰ بِلَالًا بِالثَّمَرَاتِ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِنَّ ثُمَّ قَالَ كُلُوا بِسْمِ اللَّهِ فَآكَلْنَا حَتَّى شَبِعْنَا وَأَنَا الْعَشْرَةُ رَفَعْنَا أَيْدِيَنَا وَإِذَا الثَّمَرَاتُ كَمَا هِيَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا أَنِّي أَسْتَحْبِي مِنْ رَبِّي لَأَكَلْنَا مِنْ هَذِهِ الثَّمَرَاتِ حَتَّى نَرَدَّ الْمَدِينَةَ عَنْ إِخْرَانَا وَأَعْطَاهُنَّ غَلَامًا فَوَلَّى وَهُوَ يَكُونُ كَهْنًا (ابو نعیم: ۴۴۹، ابن عساکر، ج ۴۰، ص ۱۸۹، خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۲۷۴، سبل الہدیٰ والرشاد، ج ۹، ص ۴۷۱، البدایہ والنہایہ، ج ۶، ص ۱۲۹)

اس حدیث پاک سے ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کا فقر اختیاری تھا کیونکہ آپ کو یہ اقتدار حاصل تھا کہ ان سات کھجوروں میں جتنی چاہتے برکت فرماتے مگر خدا تبارک و تعالیٰ سے شرم کر کے ان کھجوروں کو خرچ فرما دیا۔ اور اسی فقر اور بے سرو سامانی کو ترجیح دی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ان سات کھجوروں کی کوئی خصوصیت نہ تھی۔ جن کھجوروں پر بھی آپ اپنا ہاتھ

مبارک رکھ دیتے ان میں برکت ہو جاتی بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیارات عطا فرمائے تھے اور جب چاہتے ان کو کام میں لاتے۔

درحقیقت اللہ تبارک و تعالیٰ اور حضور ﷺ کے درمیان جو راز و نیاز اور خصوصیات ہیں ان میں ممکن نہیں کہ عقل راہ پاسکے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ ایک غزوہ میں لشکر اسلام کے پاس کھانے کو کچھ نہ رہا۔ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تمہارے پاس کیا کچھ ہے؟ میں نے عرض کیا کہ توشہ دان میں چند کھجوریں ہیں، فرمایا لے آؤ! میں نے حاضر کر دیں جو کل اکیس تھیں۔ آپ نے ان پر اپنا دست مبارک رکھ کر دعا فرمائی۔

پھر فرمایا دس آدمیوں کو بلاؤ! میں نے بلایا۔ وہ آئے اور سیری سے کھا کر چلے گئے۔ پھر دس شخصوں کو بلانے کا حکم دیا وہ بھی کھا کر چلے گئے۔ اسی طرح دس آدمی آتے اور سیری سے کھا کر اٹھ جاتے یہاں تک کہ تمام لشکر نے کھائیں اور جو باقی رہ گئیں فرمایا اے ابو ہریرہ ان کو اپنے توشہ دان میں رکھ لو اور جب چاہو ہاتھ ڈال کر ان میں سے نکال لیا کرو۔ لیکن توشہ دان نہ انڈیلنا! حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے زمانے میں اور حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی کے عہد خلافت تک

ثُمَّ قَالَ اِدْعُ عَشْرَةً فَدَعَوْتُ عَشْرَةً فَاکَلُوا حَتَّى شَبِعُوا ثُمَّ كَذَلِكَ حَتَّى اَكَلَ الْيَمِينُ كُلُّهُ وَبَقِيَ مِنْ تَمَرِ الْبَزْوَدِ قَالَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ اِذَا اَرَدْتَ اَنْ تَاْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا فَادْخُلْ يَدَكَ فِيْهِ وَلَا تَكْفُهُ فَاکَلْتُ مِنْهُ حَيَاةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبْنِ بَكْرٍ وَ عَمْرٍو عُمَانُ فَلَمَّا قَتَلَ عُثْمَانُ اَنْتَهَبَ مَا فِي بَيْتِي فَاتْتَهَبْتُ الْبَزْوَدُ اَلَا اُخْبِرُكُمْ كَمْ اَكَلْتُ مِنْهُ اَكْثَرُ مِنْ مَا فِي وَسْقٍ وَاَخَذْتُ مِنْهُ خَمْسِينَ وَسْقًا فِي سَبِيلِ اللهِ (بیہقی، ابونعیم: ۳۴۲، خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۵۱، سبل الہدی، ج ۹، ص ۷۱، مدارج النبوی، ج ۱، ص ۱۸۹، البدایہ والنہایہ، ج ۶، ص ۱۲۸)

ان ہی کھجوروں سے کھاتا رہا اور خرچ کرتا
 رہا۔ تخمیناً پچاس وسق تو فی سبیل اللہ دیں
 اور دو سو وسق سے زیادہ میں نے کھائیں۔
 جب عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو وہ تو شہ
 دان میرے گھر سے چوری ہو گیا۔

نوٹ: وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور صاع چار سیر سات چھٹانک۔ (بہار شریعت)
 اکیس کھجوروں سے لشکر اسلام کا سیر ہونا اور تخمیناً پندرہ سو (۱۵۰۰) من کھجوریں خرچ
 ہونا صرف خدا تعالیٰ کی قدرت سے متعلق ہے، جس چیز کو وہ چاہتا ہے برکت دے کر زیادہ
 کر دیتا ہے اور جس کو نہ چاہے اس میں برکت نہیں دیتا، بلکہ زیادہ کو کم کر دیتا ہے۔
 برگد کے درخت کو ہی دیکھ لیجئے کہ کتنا بڑا ہوتا ہے اور جس تخم سے اس کی نشوونما ہوتی ہے
 وہ کس قدر چھوٹا ہوتا ہے وہ تخم جو خشخاش کے دانے سے کسی قدر بڑا ہوتا ہے۔ اس سے اتنا بڑا
 درخت پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس کا وزن کیا جائے تو ہزاروں من ہو جائے اور جسامت دیکھی
 جائے تو ہزاروں آدمی اس کے سائے میں آ سکتے ہیں۔ یہ نشوونما کیسی قدرت نمائی ہے
 دراصل یہاں بھی وہی برکت ہے۔

اگر یہ کہا جائے درخت کی مدد مٹی سے ہوتی ہے جس سے وہ بڑھتا ہے تو جواب یہ ہے
 کہ اس میں شک نہیں کہ جب خدا تعالیٰ برکت دیتا ہے تو اندرونی مدد ضرور ہوتی ہے لیکن
 درخت کے بارے میں یہ کہنا بلا دلیل ہے کہ مٹی اس کی جسامت میں شریک ہو کر اسے
 بڑھاتی ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی جڑیں زمین میں گڑی رہتی ہیں اور زمین اپنی
 حالت پر رہتی ہے اگر زمین کے اجزاء درخت کی جسامت میں صرف ہوتے تو جتنا درخت بڑا
 ہوتا اتنا ہی غار اس کی جڑوں کے قریب ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ بہر حال یہ ہرگز ثابت نہ
 ہو سکے گا کہ درخت کے جتنے اجزاء ہیں وہ صرف مٹی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ سلالہ زمین
 اس میں داخل ہوتا ہے مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ وہ کل سلالہ ہی ہے اور اس میں

برکت الہی کو دخل نہیں۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

صَنَعْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا فَاتَيْتُهُ وَهُوَ فِي نَفْيٍ مِّنْ أَصْحَابِهِ فَقُمْتُ حَيَاءً لَهُ فَلَبَّا نَظَرَ إِلَيَّ أَوْ مَاتُ إِلَيْهِ فَقَالَ وَهَؤُلَاءِ قُلْتُ لَا فَسَكَتَ وَقُمْتُ مَكَانٍ فَلَبَّا نَظَرَ إِلَيَّ أَوْ مَاتُ إِلَيْهِ فَقَالَ وَهَؤُلَاءِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا قُلْتُ نَعَمْ وَإِنَّا كَانُ شَيْءٌ يَّسِيرٌ صَنَعْتُهُ لَكَ فَآكَلُوا وَفَضَّلَ مِنْهُمْ

(ابو نعیم، خصائص کبری، ص ۲، ص ۴۹، سب

الہدی، ج ۹، ص ۷۸)

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھوڑا سا کھانا پکایا اور بلانے کے لیے حاضر ہوا تو آپ صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے مارے شرم کے کچھ نہ کہہ سکا اور خاموش کھڑا رہا آپ نے میری طرف دیکھا میں نے اشارہ سے کھانے کے لیے چلنے کو کہا فرمایا اور یہ لوگ؟ میں نے کہا نہیں! حضور خاموش ہو گئے اور میں اسی مقام پر کھڑا رہا۔ حضور نے میری طرف نظر کی۔ میں نے اسی طرح پھر اشارہ سے عرض کیا۔ فرمایا یہ لوگ؟ میں نے کہا نہیں! دوسری یا تیسری مرتبہ کے جواب میں میں نے کہا۔ بہت اچھا یعنی ان کو بھی لے چلیے اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کر دیا کہ کھانا صرف آپ ہی کے لیے تھوڑا سا پکایا ہے آپ ان تمام صحابہ کے ساتھ تشریف لائے سب نے اچھی طرح کھایا اور کھانا پھر بھی بچ رہا۔

حضرت صہیب کا بار بار اصرار کہ تھا تشریف لے چلیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر بار انکار کہ جب تک سب صحابہ نہ چلیں تنہا نہ جائیں گے ایک عجیب لطف خیز واقعہ ہے۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کا اصرار بھی درست تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ کھانا تو ایک آدمی کا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے خلاف اصرار اس لیے تھا کہ تم ان کو اپنے گھر سے کہاں کھلاؤ گے بلکہ وہ تو ہمارے طفیلی ہیں ہم ہی ان کو کھلائیں گے جس میں تمہارا کوئی دخل نہیں ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو بسیری تمام کھلا دیا۔ یہاں تک کہ کھانا بچ رہا اور صاحب دعوت بھی نیک نام ہو گئے۔ اگرچہ کسی کا طفیلی بن کر کسی کے گھر کھانے کے لیے جانا غیور طبع کو پسند نہیں مگر ایسی طفیلیت اگر حاصل ہو تو غیور طبائع کو بھی ناگوار نہیں ہو سکتا۔

جب ایک غریب صحابی کی دعوت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر طفیلیوں کے تشریف لے جانا گوارا نہیں کیا تو خدا تعالیٰ جو غنی مطلق ہے اس کے خوانِ نعمت پر تنہا جانے کو کس طرح گوارا فرمائیں گے۔ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لطف و کرم سے قوی امید ہے کہ ہم طفیلیوں کو بھی بارگاہِ الہی میں ضرور ہم راہ رکاب رکھیں گے۔

مگر یاد رہے کہ طفیلی ہونا بھی آسان نہیں۔ صرف زبان سے کہہ دینا کافی نہیں ہو سکتا جب تک دلی عقیدت و محبت اور نسبت نہ ہو۔

یہاں سے ایک اور بات بھی معلوم ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر فعل سنت نہیں ہو سکتا کیونکہ اس قسم کے امور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے تھے۔ آج کل کے بعض مشائخ جب کسی کے ہاں دعوت میں تشریف لے جاتے ہیں تو اکثر طفیلیوں کو ساتھ لے جاتے ہیں جس سے صاحب دعوت پر ایک مصیبت ہو جاتی ہے لہذا مشائخ اور طفیلیوں کو اس کا ضرور خیال رکھنا چاہیے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ ایک روز حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اپنی بیوی ام سلیم کے پاس آئے اور کہا کہ آج میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی ہے اس میں بھوک کی وجہ سے ضعف پایا جاتا ہے کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! اور چند جو کی روٹیاں نکالیں اور مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے کو بھیجا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

پھر میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا کیا تمہیں ابوطلمح نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا ہاں! آپ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے تمام صحابہ سے فرمایا کہ اٹھو میں نے آگے آکر ابوطلمح کو اطلاع دی کہ حضور تو مع صحابہ کے آرہے ہیں یہ سن کر حضرت ابوطلمح نے اپنی بیوی ام سلیم سے کہا کہ حضور ﷺ اور بہت سے لوگ بھی ساتھ تشریف لارہے ہیں اور ہمارے پاس اتنا کھانا نہیں جو ان سب کو کھلا سکیں۔ ان کی بیوی نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہماری حالت کو خوب جانتے ہیں۔ پس حضور ﷺ تشریف لے آئے اور فرمایا۔ ام سلیم! جو کچھ تمہارے پاس ہے لے آؤ! وہ اپنی چند روٹیوں کو لے کر حاضر ہو گئیں۔ حضور نے ٹکڑے کرنے اور ان پر کچھ گھی نچوڑنے کا حکم دیا۔ پھر حضور نے ان ٹکڑوں پر جو اللہ نے چاہا پڑھا۔ پھر دس آدمیوں کے بلانے کا حکم دیا وہ آئے اور خوب سیر ہو کر گئے۔ پھر دس آدمیوں کے بلانے کا حکم دیا وہ بھی آئے اور خوب پیٹ بھر کر نکلے۔ پھر دس آدمیوں کو بلانے کا حکم دیا وہ بھی آئے اور خوب سیر ہو

ثُمَّ ذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَرَسَدَكَ أَبُو طَلْحَةَ قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ لِمَنْ مَعَهُ قَوْمُوا فَجِئْتُ أَبَا طَلْحَةَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ يَا أُمِّ سَلِيمٍ قَدْ جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ لَيْسَ عِنْدَنَا مَا نُطْعِمُهُمْ قَالَتْ أَلَيْسَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ فَدَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلْ لِي مَا عِنْدَكَ يَا أُمِّ سَلِيمٍ فَأَتَتْ بِذَلِكَ الْخُبْزِ فَأَمَرَ بِهِ فَفُتَّ وَ عَصَرَتْ عَلَيْهِ عُكَّةٌ لَهَا فَأَدَمَتْهُ ثُمَّ قَالَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولَ ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشْرَةٍ فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشْرَةٍ فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشْرَةٍ حَتَّى أَكَلَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ وَ شَبِعُوا وَالْقَوْمُ سَبْعُونَ رَجُلًا أَوْ ثَمَانُونَ ثُمَّ أَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُ الْبَيْتِ وَأَفْضَلُوا مَا بَدَغَ جِيرَانُهُمْ (بخاری: ۵۳۷۸، مسلم: ۵۳۱۶، خصائص کبری، ج ۲، ص ۴۶، البدایہ والنہایہ، ج ۶، ص ۱۱۵)

کر نکلے یہاں تک کہ وہ تمام صحابہ جو ستر یا اسی تھے سب شکم سیر ہو گئے اس کے بعد آپ نے اور بھی گھر والوں نے کھایا اور اس کے بعد بھی کھانا بچ گیا جو پڑوسیوں میں تقسیم کیا گیا۔

دیکھیے! ان چند روٹیوں کے ٹکڑوں سے اتنے لوگوں کا پیٹ بھر جانا کیسی عجیب بات ہے۔ سبحان اللہ! یہ تھے حضور کے تصرفات اور برکات ۔
رب ہے معطی یہ ہیں قاسم رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں (اعلیٰ حضرت)

ممکن ہے کسی کو شبہ ہو کہ جب صحابہ کرام حضور ﷺ کے تصرفات کا ہر وقت مشاہدہ کرتے تھے تو پھر حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ پریشان کیوں ہوئے اس کا جواب یہ ہے کہ پریشان ہونا بتقاضائے بشریت تھا۔ یا اس وقت توجہ نہیں رہی تھی۔ اس سے یہ خیال نہیں ہو سکتا کہ ان کو حضور ﷺ کے تصرف معنوی میں کوئی شک آ گیا تھا۔

دیکھیے غزوہ بدر میں کفار کی کثرت و شوکت کی وجہ سے حضور ﷺ پر کیا حالت طاری تھی جب کہ حضرت صدیق اکبر نے آپ کو تسکین دی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور ﷺ کو خدا تعالیٰ کے ایفاء و وعدہ میں کوئی شک ہو گیا تھا۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

یہاں سے یہ بھی ثابت ہوا کہ صحابہ کرام حضور ﷺ کے علم غیب کے قائل تھے اور بجائے اللہ اعلم کے اللہ و رسولہ اعلم کہنے میں ان کو کچھ تامل نہ تھا چنانچہ اکثر صحابہ کا یہی دستور تھا کہ وہ اللہ و رسولہ اعلم کہتے تھے۔ (کما ورد فی الاحادیث) اور اس زمانہ کے لوگ کہتے ہیں کہ اللہ و رسولہ اعلم کہنے سے شرک آ جاتا ہے (معاذ اللہ) چنانچہ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ ہی جانے رسول کو کیا خبر۔ (تقویۃ الایمان، ص ۸۴)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہ حضور ﷺ کی

خدمت اقدس میں آئے تو آپ کا چہرہ متغیر پایا، یہ دیکھ کر اسی وقت وہ اپنے گھر گئے اور اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا چہرہ متغیر دیکھا ہے اور میرا گمان ہے کہ بھوک کے سبب سے ایسا ہے کیا تیرے پاس کچھ موجود ہے؟ بیوی نے کہا واللہ اس بکری اور کچھ بچے ہوئے آٹے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اسی وقت بکری کو ذبح کر دیا اور فرمایا کہ جلدی جلدی گوشت اور روٹیاں تیار کر دو! جب کھانا تیار ہو گیا تو ایک بڑے پیالے میں رکھ کر حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے اور وہ کھانا حاضر کر دیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا اے جاہل اپنی قوم کو جمع کر لے۔ پس میں ان کو لے کر آپ کی خدمت میں آیا، آپ نے فرمایا ان کو جدا جدا ٹولیاں بنا کر میرے پاس بھیجتے رہو۔ اس طرح وہ کھانے لگے۔ جب ایک ٹولی سیر ہو جاتی تو وہ نکل جاتی اور دوسری آ جاتی یہاں تک کہ سب کھا چکے اور برتن میں جتنا پہلے تھا اتنا ہی سب کے کھانے کے بعد تھا۔ حضور فرماتے تھے کھاؤ اور ہڈی نہ توڑو۔ پھر آپ نے برتن کے بیچ میں ہڈیوں کو جمع کیا اور ان پر اپنا ہاتھ مبارک رکھا اور کچھ کلام پڑھا، جسے میں نے نہیں سنا، ناگاہ وہ بکری کان جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ آپ نے مجھ سے فرمایا اپنی بکری لے جا، میں بکری اپنی بیوی کے پاس لے آیا وہ بولی

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَا جَابِرُ اجْمَعِي قَوْمَكَ! فَاتَيْتُهُ بِهِمْ
فَقَالَ ادْخُلْهُمْ عَلَيَّ إِرسَالًا فَكَانُوا
يَأْكُلُونَ فَإِذَا شَبِعَ قَوْمٌ خَرَجُوا وَدَخَلَ
آخَرُونَ حَتَّى أَكَلُوا جَمِيعًا وَفَضَلَ فِي
الْجَفْنَةِ شَبَهٌ مَّا كَانَ فِيهَا وَكَانَ رَسُولُ
اللَّهِ ﷺ يَقُولُ لَهُمْ كُلُّوا وَلَا تَكْسِرُوا
عَظْمًا ثُمَّ إِنَّهُ جَمَعَ الْعِظَامَ فِي وَسْطِ
الْجَفْنَةِ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهَا ثُمَّ تَكَلَّمَ
بِكَلَامٍ فَإِذَا لَمْ أَسْمَعْهُ فَإِنَّ الشَّاةَ قَدْ
قَامَتْ تَنْقُضُ أُذُنَيْهَا امْرَأَتِي فَقَالَتْ مَا
هَذِهِ؟ قُلْتُ هَذِهِ وَاللَّهِ شَاتُنَا الْبَقِيَّةُ
ذَبَحْنَا هَادَعَى اللَّهُ فَأَحْيَا هَانَا قَالَتْ
أَشْهَدُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ

(بیہقی دلائل نبوت، ص ۵۴۳، ابونعیم: ۵۶۰،
خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۶۷، زرقاتی علی

المواہب، ج ۵، ص ۱۸۴، سبل الہدی والرشاد، یہ کیا؟ میں نے کہا۔ واللہ یہ ہماری وہی بکری ہے جس کو ہم نے ذبح کیا تھا۔ (ج ۱۰، ص ۱۴)

رسول اللہ کی دعا سے اللہ نے اسے زندہ کر دیا ہے۔ یہ سن کر ان کی بیوی نے کہا میں گواہی دیتی ہوں کہ بے شک وہ اللہ کے رسول ہیں۔

عارف ربانی عاشق محبوب سبحانی حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں کہ حضرت جابر نے جب بکری کو ذبح کیا تو اس وقت آپ کے دو چھوٹے چھوٹے فرزند بھی وہیں موجود تھے جنہوں نے بکری کو ذبح ہوتے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا جب حضرت جابر تشریف لے گئے تو وہ دونوں چھری لے کر چھت پر چلے گئے۔

پسر بزرگ مرخورد را گفت بیا تا بتونم ایم کہ بڑے لڑکے نے اپنے چھوٹے بھائی سے پدر مایں برہ را چگونہ بسمل کرد، بچہ خورد را بہ کہا کہ آؤ میں بھی تمہارے ساتھ ایسا ہی بست و کارد بر حلق او بر اند و بنادانی ویرا کروں جیسا کہ ہمارے والد نے اس بسمل کرد و سر برادر را برادر بر اشت بکری کے ساتھ کیا ہے، بڑے نے عیاں چوں آنرا بدید از پس بدوید پسر چھوٹے کو باندھا اور حلق پر چھری چلا دی بترسید و بر بام گریخت مادر بر اثر وے می اور نادانی سے اس کو ذبح کر دیا اور اس کا آمد از بیم مادر آں پسر دیگر نیز از بام بیفتاد سر جدا کر کے اس کو اٹھایا۔ جونہی حضرت جابر کی بیوی نے اس کو دیکھا تو وہ اس کے بنالم و فریاد کنم خاطر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ملول شد پیچھے دوڑی وہ اس کے خوف سے چھت صبر کرد و جزع نہ کرد و فرزند آنرا بخانہ سے گرا اور مر گیا۔ حضرت جابر کی بیوی برد و گیم برہر دو پوشید و کسے را از انحال خبر نہ لیکن بدل نے اس وجہ سے چیخ و پکار اور واویلا نہ کیا تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پریشان اور ملول نہ

خونیں مینا لید تا برہ را بریاں کرد و جابر را از
 حال فرزندان خبرے نہ داد چوں برہ را
 بیاورد دو درپیش رسول اللہ ﷺ نہاد
 جبریل امین بیا مد و گفت یا محمد خدائے تعالیٰ
 می فرماید کہ جابر را بگوئی تا فرزندان خود
 را بیارد تا با تو طعام خورد، رسول اللہ
 ﷺ جابر را گفت فرزندان را بیار جابر
 بروں آمد و عیال را پرسید کہ فرزندان کجا
 اند؟ عیال او گفت مہتر را ﷺ بگوئی کہ
 غائب اند۔ رسول اللہ ﷺ گفت
 فرمان خدائے تعالیٰ است تا ایشان را
 حاضر کنی! جابر بروں آمد و عیال خود را
 گفت کہ از خدائے تعالیٰ فرمان آمد کہ زود
 ایشان را بخواں! آں ضعیفہ گریاں شد و
 گفت اے جابر بنی آرم! جابر گفت چہ
 افتادہ است ترا ہر دو پسر را بجا بر نمود و گیم از
 ایشان برداشت۔ جابر ہر دو پسر را دید
 مردہ گریاں شد کہ از حال ایشان بے خبر
 بود۔ پس ہر دو بیامدند و در پای رسول اللہ
 ﷺ افتادند و خروش از خانہ برآمد
 خدائے تعالیٰ جبریل علیہ السلام را فرستاد
 کہ خدائے رب العزت می فرماید کہ اے

ہوں (اور دعوت بے لطف نہ ہو جائے)
 نہایت صبر و استقلال سے دونوں
 فرزندان کو اندر لا کر ان پر کپڑا ڈال دیا
 اور کسی کو ان کے حال کی خبر نہ کی یہاں تک
 کہ حضرت جابر کو بھی نہ بتایا۔ اگرچہ دل
 صدمہ سے خون کے آنسو رو رہا تھا مگر
 باوجود اس کے چہرے کو تازہ و شگفتہ رکھا
 اور کھانا وغیرہ پکایا۔ حضور ﷺ تشریف
 لائے اور کھانا آپ کے آگے رکھا گیا۔
 اسی وقت جبریل امین آگئے اور کہا اے محمد
 (ﷺ) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جابر
 سے کہو کہ اپنے فرزندان کو لائے تاکہ وہ
 آپ کے ساتھ کھانا کھانے کا شرف
 حاصل کر لیں۔ آپ نے حضرت جابر
 سے فرمایا کہ اپنے فرزندان کو لاؤ! وہ فوراً
 باہر آئے اور بیوی سے پوچھا کہ فرزند
 کہاں ہیں۔ اس نے کہا کہ حضور پر نور
 ﷺ کی خدمت میں عرض کرو کہ وہ
 موجود نہیں ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا
 اللہ تعالیٰ کا فرمان آیا ہے کہ ان کو جلد بلاؤ!
 غم کی ماری بیوی رو پڑی اور کہا اے جابر
 اب میں ان کو نہیں لاسکتی حضرت جابر نے

محمد برسر ایشاں رود از تو دعا کردن و از ما
 زندہ گردانیدن رسول اللہ ﷺ
 برخاست و برسر ایشاں آمد و دعا کرد و ہر دو
 فرزندان جابر رضی اللہ عنہ فی الحال زندہ شدند
 بفرمان خدائے تعالیٰ (مدارج النبوت، ج ۱،
 ص ۱۸۵، ج ۱، ص ۱۹۹ و شواہد النبوت للجامی،
 ص ۸۳، ۸۴)

فرمایا بات کیا ہے؟ روتی کیوں ہو۔ بیوی
 نے اندر لے جا کر سارا ماجرا سنایا اور کپڑا
 اٹھا کر بچوں کو دکھایا تو وہ بھی رونے لگے
 کیونکہ وہ اس کے حال سے بے خبر تھے۔
 پس حضرت جابر نے دونوں فرزندوں کو لا
 کر حضور ﷺ کے قدموں میں رکھ دیا
 اس وقت گھر سے چیخ و پکار کی آوازیں
 آنے لگیں اللہ تعالیٰ نے جبریل امین علیہ
 السلام کو بھیجا اور فرمایا اے جبریل میرے
 محبوب علیہ السلام سے کہو کہ اللہ رب
 العزت فرماتا ہے اے پیارے حبیب
 آپ دعا فرمائیں ہم ان کو زندہ کر دیں
 گے۔ حضور ﷺ نے دعا فرمائی وہ اللہ
 کے حکم سے اسی وقت زندہ ہو گئے۔

اس قسم کی باتوں کو وہ لوگ نہیں مانتے جو اپنے آپ کو عقل مند سمجھتے ہیں۔ درحقیقت ان
 کا خدا کی قدرت پر ایمان نہیں ہوتا۔ اگر وہ مان لیں کہ خدا تبارک و تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے تو
 کبھی نہ کہیں کہ مردوں کا زندہ ہونا خلاف عقل اور خلاف عادت ہے برخلاف ان کے وہ
 لوگ جو خدا تعالیٰ کی ذات اور نبی اکرم ﷺ کی رسالت پر پورا پورا ایمان رکھتے ہیں
 انہوں نے مان لیا کہ خدا تعالیٰ مردے زندہ کرنے پر قادر ہے اور قیامت کے ہونے میں
 ان کو کوئی شبہ نہ رہا۔ جو لوگ خدا کی قدرت اور قیامت کو نہیں مانتے، ہمیں ان سے کوئی بحث
 نہیں۔ جو لوگ خدا کی قدرت پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرنے کے
 بعد سب کو زندہ کرے گا ان کا یہ بھی ایمان ہے کہ یہ قدرت اس کو ہر وقت اور ہر آن حاصل

ہے اور حضور ﷺ کا مردوں کو زندہ کرنا یہ بھی قدرت خداوندی کا ظہور ہے کیونکہ آپ اللہ کے حبیب ہیں اور اس کی قدرتوں کے مظہر اتم ہیں۔ آپ تو آپ ہیں، آپ کے غلاموں نے مردوں کو زندہ کیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ ہم صفہ میں حضور ﷺ کے پاس تھے۔ ایک عورت ہجرت کر کے حضور ﷺ کے پاس آئی اس کے ساتھ اس کا جو اس سالہ بیٹا تھا۔ چند دنوں کے بعد وہ ایک وبائی بیماری میں مبتلا ہو کر مر گیا۔ حضور ﷺ نے اس کی آنکھیں بند کیں اور تجہیز و تکفین کے لیے فرمایا۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ جب ہم نے اس کی تجہیز و تکفین کا انتظام کر کے غسل دینا چاہا تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کی ماں کو بھی خبر کر دو۔ ہم نے خبر کر دی وہ آ کر لڑکے کے قدموں کے پاس بیٹھ گئی اور کہا۔

اے اللہ میں خاص تیرے لیے خوشی سے
اسلام لائی اور بت پرستی کو چھوڑا اور برضا و
رغبت تیری طرف ہجرت کی اے اللہ بت
پرستوں کو خوش ہو کر میری ہنسی اڑانے کا
موقع نہ دے اور مجھ پر ایسی مصیبت نہ
ڈال جس کی برداشت مجھ سے نہ ہو سکے۔
حضرت انس فرماتے ہیں خدا کی قسم ابھی
اس کا کلام ختم نہیں ہوا تھا کہ لڑکے نے
اپنے پاؤں ہلائے اور مونہ سے کپڑا اٹھا
دیا اور وہ زندہ رہا۔ یہاں تک کہ حضور
ﷺ کی وفات ہو گئی اور اس کی ماں کی
بھی وفات ہو گئی۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ لَكَ طَوْعًا وَّ خَلْعًا
اَلَاوْثَانَ زُهْدًا وَّ هَاجَرْتُ اِلَيْكَ رَغْبَةً
اَللّٰهُمَّ لَا تُشَبِّتْ بِنِ عَبْدِةٍ اَلَاوْثَانَ وَلَا
تَحْلِلْنِیْ مِنْ هَذِهِ الْبُصْبِیَّةِ مَا لَا طَاقَةَ
لِیْ بِحَلْلِهَا قَالَ فَوَّ اللّٰهُ مَا تَقْضِیْ کَلَامُهَا
حَتّٰی حَرَکَ قَدَمَیْهِ وَاَلْقَى السَّوْبَ عَنْ
وَجْهِهِ وَاَعَاشَ حَتّٰی قَبَضَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ وَا
حَتّٰی هَلَکَتْ اُمُّہُ (خصائص کبریٰ، ج ۲، ص
۶۷، بیہقی، ج ۶، ص ۵۲، دلائل النبوة ابو نعیم،
ص ۵۴۴، بیل الہدی، ج ۱۰، ص ۱۴، البدایہ
والنہایہ، ج ۴، ص ۱۷۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں چھوٹی عمر میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تشریف لے آئے اور مجھے فرمایا کیا تیرے پاس دودھ ہے؟ میں نے عرض کی ہے تو ضرور لیکن امانت ہے میں اس میں خیانت نہیں کر سکتا۔

فرمایا ایسی بکری لا جسے زرنہ ملا ہو۔ حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ میں ایک پٹھوری لے آیا۔

فَمَسَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ضَرْعَهَا وَدَعَى اللَّهَ وَآتَا أَبُوبَكْرٍ بِصَحْفَةٍ
فَحَلَبَ فِيهَا وَقَالَ لِابْنِ بَكْرِ اشْرَبْ ثُمَّ
قَالَ لِلضَّرْعِ أَقْلِصْ فَعَادَ كَمَا كَانَ وَكَانَ
هَذَا هُوَ سَبَبُ إِسْلَامِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ
مَسْعُودٍ (بیہقی، ج ۲، ص ۱۷۱، شفاء شریف،
اسد الغابہ: ۳۱۷۷، ابویعلیٰ: ۴۹۶۴، ابونعیم:
۲۳۳، البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۱۸۲)

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے تھنوں پر اپنا
دست کرم پھیرا اور اللہ سے دعا کی اور
حضرت ابوبکر نے ایک بڑا چوڑا پیالہ لا کر
حاضر کیا آپ نے اس میں دودھ دوہا۔ وہ
بھر گیا اور ابوبکر سے فرمایا لو پیو اور پھر
تھنوں کو حکم دیا کہ تم جیسے تھے ویسے ہی ہو
جاؤ۔ وہ جیسے تھے ویسے ہی ہو گئے۔
حضرت عبداللہ بن مسعود کے مسلمان
ہونے کا یہی سبب ہوا۔

اگرچہ یہ دودھ عقبہ کی بکری کا تھا۔ مگر اس کی ملکیت نہ تھا ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اس میں
تصرف نہ فرماتے کیونکہ اس کی تخلیق بطور عادت نہیں ہوئی تھی بلکہ اس کا سبب حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کا دست مبارک تھا۔ چونکہ تخلیق خاص قسم کی ہوئی اس لیے احکام ملک بدل گئے اور وہ دودھ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک ہو گیا کیونکہ اس کا واسطہ دست مبارک ہوا۔
حضرت ابو قرق صافہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ ابتدائے اسلام میں بحالت یتیمی میں اپنی والدہ اور خالہ کے زیر پرورش تھا، اور
اپنی چند بکریاں چرایا کرتا تھا۔ میری خالہ مجھے اکثر کہتی کہ اے بیٹے اس شخص یعنی نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کبھی نہ جانا ورنہ وہ تمہیں گمراہ کر دیں گے لیکن میں نے چراگاہ میں جا کر بکریوں کو چھوڑ دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ارشادات مبارک سنتا رہا۔ پھر بکریوں کے پاس گیا تو ان کو دہلی اور تھنوں کو سوکھے پایا میری خالہ نے مجھ سے کہا کہ آج تیری بکریوں کو کیا ہوا ہے؟ میں نے کہا مجھے معلوم نہیں دوسرے روز بھی ایسا ہی کیا۔ تیسرے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گیا او اپنی بکریوں اور خالہ کا حال بیان کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی بکریاں لے آؤ! میں بکریوں کو لے کر حاضر ہوا

وَدَعَا فِيهِنَّ بِالْبَرْكَةِ فَاُمْتُلْنَ شَحْبًا
وَلَبَنًا فَلَبَنًا دَخَلَتْ عَلَى خَالَتِي بَهَنٌ
قَالَتْ يَا بُنَيَّ هَلْ كَذَا فَارْعُ فَأَخْبَرْتُهَا
الْخَبَرَ فَاسْلَمَتْ هِيَ وَأُمِّي (دلائل النبوت،
ص ۳۸۸، ابونعیم: ۳۷۸، خصائص کبریٰ،
ج ۲، ص ۲۹، بل الہدی، ج ۱۰، ص ۳۱)
آپ نے تھنوں اور پشتوں پر ہاتھ پھیر کر
دعا برکت فرمائی اسی وقت وہ دودھ اور
چربی سے بھر گئیں۔ پھر جب میں ان
بکریوں کو لے کر خالہ کے پاس گیا تو وہ
دیکھ کر بولی اے بیٹے ایسے ہی چرایا کرو۔
جب میں نے ان کو سارا واقعہ سنایا تو وہ
دونوں بھی یعنی والدہ اور خالہ مشرف بہ
اسلام ہو گئیں۔

مقام غور ہے کہ ابو قریصافہ کو اپنی بکریاں چھوڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کا شوق پیدا ہونا حالانکہ ان ہی بکریوں پر ان کی روزی کا دار و مدار تھا اور پھر زمانہ نو عمری اور یتیمی کا۔ اس زمانے کے حالات اور تقاضے اہل نظر سے مخفی نہیں ہیں۔ چونکہ توفیق ازلی مددگار تھی لہذا ایسے آثار ظاہر ہوئے ع

ایں سعادت بزور بازو نیست

حضرت حزام بن ہشام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لارہے تھے تو راستے میں دو پہر کے وقت ام معبد عاتکہ

بنت خالد خزاعیہ کے ہاں گزر ہوا۔ ام معبد کی قوم قحط زدہ تھی وہ اپنے خیمہ کے صحن میں بیٹھا کرتی اور مسافروں کو پانی پلاتی اور کھانا کھلاتی۔ حضور اکرم ﷺ نے اس سے گوشت اور کھجوریں خریدنے کا قصد فرمایا مگر اس کے پاس ان دونوں میں سے کوئی چیز نہ تھی۔

حضور ﷺ نے اس کے خیمہ کی جانب ایک بکری دیکھی، فرمایا یہ بکری کیسی ہے۔ ام معبد نے عرض کیا کہ لاغری و کمزوری کے سبب سے بکریوں سے پیچھے رہ گئی ہے۔ پھر فرمایا کیا دودھ دیتی ہے؟ اس نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا کیا تو مجھے اجازت دیتی ہے کہ میں اسے دوھ لوں؟

اس نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان اگر آپ اس کے نیچے دودھ دیکھتے ہیں تو دوھ لیں۔ آپ نے اس کے تھنوں پر اپنا دست مبارک پھیرا اور اللہ کا نام لیا اور دعا کی تو بکری نے آپ کے لیے دونوں ٹانگیں چوڑی کر لیں اور دودھ اتار لیا اور جگالی کی آپ نے برتن طلب فرمایا جو جماعت کو سیراب کر دے اور اس میں دودھ دوھ کر بھر دیا یہاں تک کہ اس میں جھاگ آگئی۔ پھر ام معبد کو پلایا وہ سیر ہو گئی۔ پھر اپنے ساتھیوں کو پلایا یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے۔ سب کے بعد آپ نے پیا پھر دوسری بار دودھ دوھنا شروع کر دیا یہاں تک کہ وہی برتن پھر بھر دیا اور اس کو بطور نشان ام معبد کے پاس چھوڑا

قَالَتْ يَا أَبَتِ أَنْتَ وَأُمِّي إِنَّ رَأَيْتَ بِهَا حَلْبًا
فَاخْلُبْهَا فِدْعَا بِهَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَسَمَ يَدَيْهِ ضَرْعَهَا وَسَمَى
اللَّهُ تَعَالَى وَدَعَا لَهَا فِي شَاتِهَا فَتَفَاجَّتْ
عَلَيْهِ وَدَرَّتْ وَاجْتَثَّتْ فِدْعَا بِأَنَاءِ
يُرِيضُ الرَّهْطَ فَحَلَبَ فِيهِ شَجَا حَتَّى عَلَا
الْبِهَاءُ ثُمَّ سَقَاها حَتَّى رَوِيَتْ وَسَمَى
أَصْحَابَهُ حَتَّى رَوَوْا ثُمَّ شَرَبَ إِيَّاهُمْ ثُمَّ
حَلَبَ فِيهِ ثَانِيًا بَعْدَ بَدْءِ حَتَّى مَلَأَ
الْإِنَاءَ ثُمَّ غَادَرَهُ عِنْدَهَا وَبَايَعَهَا
وَأَرْتَحَلُوا عَنْهَا (مشکوٰۃ: ۵۹۴، سبل
الہدی والرشاد، ج ۳، ص ۲۴۴، ابونعیم، ج ۱،
ص ۳۳۷، البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص ۲۳۵)

اور اس کو اسلام میں بیعت کیا پھر سب
وہاں سے چل دیئے۔

تھوڑی دیر بعد ام معبد کا خاوند آیا اس نے دودھ جو دیکھا تو حیران ہو کر کہنے لگا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ گھر میں تو کوئی ایسی بکری نہیں ہے جو دودھ کا قطرہ بھی دے۔ ام معبد نے جواب دیا کہ ایک مبارک شخص آیا تھا جس کی باتیں میٹھی، صورت پیاری، زبان فصیح اور جس کا حلیہ شریف ایسا ایسا پیارا تھا اور سارا واقعہ بیان کیا۔ وہ بولا وہی تو قریش کے سردار ہیں جن کا چرچا ہو رہا ہے۔ میں نے بھی قصد کر لیا ہے کہ ان کی صحبت میں رہوں چنانچہ وہ دونوں میاں بیوی مدینہ منورہ پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔

(کنز العمال: ۴۶۳۰۰ و کنزانی حواشی المشکوٰۃ و سیرۃ النبویۃ و شمس التواریخ، سبل الہدی، ج ۳، ص ۲۴۴)

حضرت امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَمَسَسَتْ شَاةً لِّإِمْرٍ مَّعْبُدٍ بَعْدَهَا لَشَفَتْ فَدَرَّتْ مِنْ شُقَارِ قَبَاكَ
اور ام معبد کی بکری جب کہ اس کا دودھ خشک ہو گیا تھا تو آپ کے دست مبارک کے چھونے اور آپ کی دعا سے وہ پھر دودھ والی ہو گئی۔ (قصیدۃ النعمان)

ام معبد فرماتی ہیں کہ وہ بکری بہت دیر تک ہمارے پاس رہی یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک ہو گیا۔ پھر زمانہ خلافت حضرت صدیق اکبر بھی گزر گیا۔ پھر حضرت فاروق اعظم کے زمانے میں جب کہ قحط پڑ گیا اور خشک سالی کی کوئی حد نہ رہی (جسے عام الرمادہ کہتے ہیں) اور چارہ کا ایک تنکا بھی زمین پر نظر نہیں آتا تھا تو وہ بھوک پیاسی ہونے کے باوجود بھی صبح و شام برابر دودھ دیتی رہی۔ (طبقات ابن سعد: ۴۲۳، ابونعیم، حجتہ اللہ علی العالمین، ص ۴۴، سبل الہدی، ج ۳، ص ۲۴۵)

حضرت قیس بن نعمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ جا رہے تھے تو راستہ میں ایک چرواہا ملا جو بکریاں چرا رہا تھا آپ نے اس سے دودھ طلب فرمایا۔ اس نے کہا میرے پاس دودھ دینے والی کوئی بکری نہیں۔ فرمایا ان ہی میں سے کوئی لے آ۔ وہ ایک پھوری (چھوٹی بکری) لے آیا۔ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے تھنوں پر اپنا دست مبارک پھیرا اور دعا کی تو تھنوں میں دودھ آ گیا۔ آپ نے دوا۔ حضرت ابو بکر کو پلایا۔ پھر چرواہے کو پلایا اور پھر خود پیا۔ چرواہا حیران رہ گیا۔

فَقَالَ الرَّاعِي مَنْ أَنْتَ؟ فَوَاللَّهِ مَا رَأَيْتُ
مِثْلَكَ قَطُّ! قَالَ أَنَا مُحَمَّدٌ رَسُولُ
اللَّهِ! قَالَ أَنْتَ الَّذِي تَزْعُمُ قُرَيْشٌ أَنَّهُ
أَصَابَ قَالَ إِنَّهُمْ يَقُولُونَ ذَلِكَ قَالَ
فَأَشْهَدْ أَنَّكَ نَبِيُّ اللَّهِ وَأَنْتَ مَا جِئْتَ بِهِ
حَقٌّ وَأَنَّكَ لَا تَفْعَلُ مَا فَعَلْتَ إِلَّا نَبِيٌّ
(بیہقی، ج ۲، ص ۴۷، ح ۴۷، حاکم: ۴۲۳، طبرانی
کبیر: ۸۷۴، ابونعیم، ابویعلی، خصائص کبری،
ج ۱، ص ۱۸۹، سبل الہدی، ج ۳، ص ۲۵۱،
البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص ۲۳۸)

اور کہنے لگا۔ آپ کون ہیں خدا کی قسم میں
نے آپ کی مثل ہرگز کوئی نہیں دیکھا۔
فرمایا میں محمد ہوں اللہ کا رسول۔ وہ سن کر
بولا آپ وہی ہے جن کے بارے میں
قریش کا یہ گمان ہے کہ آپ نبیادین لے کر
آئے ہیں۔ فرمایا ہاں! وہ تو ایسا ہی کہتے
ہیں وہ بولا (وہ کچھ کہیں) مگر میں سچے دل
سے گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے
نبی ہیں اور جو کچھ آپ لے آئے ہیں وہ
حق ہے اور جو آپ نے کیا ہے وہ سوائے
نبی کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ احد میں حضرت قتادہ بن نعمان کی آنکھ
میں تیر لگا اور آنکھ کا ڈھیلا رخسارے پر بہہ آیا۔

فَأَتَى بِهِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنْ شِئْتَ صَبَرْتُ لَكَ وَلَكَ
الْجَنَّةُ وَإِنْ شِئْتَ رَدَدْتُهَا وَدَعَوْتُ اللَّهَ
لَكَ فَلَمْ تَفْقَدْ مِنْهَا شَيْئًا فَقَالَ يَا
رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الْجَنَّةَ لَجَزَاءُ جَبِيلٍ وَ
عَطَاءُ جَبِيلٍ وَلَكِنْ إِنْ لِي أَمْرًا أَحْبَبْتُهَا وَ
أَخْشَى أَنْ رَأَيْتَنِي تَفْدِرُنِي أَمْ تَكْرَهُنِي وَ

تو وہ اس کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا اگر صبر کرو
تو تمہارے لیے جنت ہے اور اگر چاہو تو
اس کو لوٹا کر تمہارے لیے دعا کروں پھر تم
اس میں کوئی کمی نہ پاؤ گے۔ حضرت قتادہ
نے عرض کیا یا رسول اللہ بلاشبہ جنت ایک
جزائے جمیل اور عطائے جلیل ہے لیکن

لَكِنْ تَرَدُّهَا وَتَسْأَلُ اللَّهَ فِي الْجَنَّةِ قَالَ
 أَفْعَلْ يَا قَتَادَةُ فَأَخَذَهَا رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ وَرَدَّهَا إِلَى
 مَوْضِعِهَا وَقَالَ اللَّهُمَّ اكْسَهُ جَنًّا لَا
 فَكَأَنْتَ أَحْسَنَ عَيْنَيْهِ أَجْلُهُمَا وَأَقْوَاهُمَا
 حَسَنًا أَمَى أَحْسَنُ عَيْنَيْهِ (زرقانی علی
 المواہب، ج ۵، ص ۱۸۶، سبل الہدی، ج ۱۰،
 ص ۱۷، البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص ۵۶۳)
 میری ایک عورت ہے جس کو میں محبوب
 رکھتا ہوں، مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھ کو اس
 حال میں پسند نہیں کرے گی لہذا آپ اس
 کو لوٹا بھی دیجئے اور میرے لیے اللہ سے
 جنت بھی مانگیے۔ فرمایا بہت اچھا۔ پس
 آپ نے اپنے دست کرم سے اس کو پکڑ
 کر اس کی جگہ چشم خانہ میں رکھ دیا اور فرمایا
 اے اللہ اس کو بہت اچھا بنا دے، تو ان کی
 وہ آنکھ حسن و جمال اور قوت کے لحاظ سے
 دوسری آنکھ سے بہت اچھی تھی۔

اس کی وجہ ظاہراً یہی معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ اس کے حبیب ﷺ
 کی شان محبوبی عالم میں ممتاز اور نمایاں رہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے ہاتھ کی بنائی ہوئی
 آنکھ کا حسن بڑھادیا۔

حضرت نعمان بن قنادہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے دربار میں گئے۔
 حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا من انت یا فتی؟ اے نوجوان تو کون ہے؟
 حضرت نعمان بن قنادہ فرماتے ہیں

أَنَا ابْنُ الَّذِي سَأَلَتْ عَلَى الْخَدِّ عَيْنُهُ
 فَرَدَّتْ بِكَفِّ الْمُصْطَفَى أَحْسَنَ الرِّدِّ
 فَعَادَتْ كَمَا كَانَتْ لِأَحْسَنِ حَالِهَا
 فَيَا حُسْنَهَا عَيْنًا وَ يَا حُسْنَهَا أَيْدٍ
 میں اس کا بیٹا ہوں جس کی آنکھ کا ڈھیلا (جنگ احد کے دن) رخسارے پر بہہ آیا تھا تو
 پیارے مصطفیٰ ﷺ نے اپنے دست کرم سے اس کو پھر اس کی جگہ رکھ دیا تھا تو وہ آنکھ
 ویسی ہی ہو گئی جیسی کہ پہلے تھی بلکہ اس سے بھی بہت اچھی حالت میں ہو گئی۔ (اے سننے
 والے) کیا اچھی تھی وہ آنکھ اور کیا اچھا تھا وہ ہاتھ۔

(شرح شفا ملا علی قاری، ج ۱، ص ۶۵۴، زرقانی علی المواہب، ج ۵، ص ۱۸۶، سبل الہدی، ج ۱۰، ص ۱۷)

یہ سن کر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے بہت عزت کی اور مہربانی فرمائی۔
حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وَرَدَدْتُ عَيْنَ قَتَادَةَ بَعْدَ الْعُلَى وَابْنُ الْحَصِينِ شَفِيعَتُهُ بِشَفَاكَ
اور آپ نے (یا رسول اللہ!) حضرت قتادہ کی نکلی ہوئی آنکھ کو لوٹا دیا تھا اور ابن الحصین
کو آپ سے تندرستی حاصل ہوئی۔ (قصیدۃ النعمان)

حضرت ابیض بن جمال رضی اللہ عنہ کے چہرے پر داد (دہدر) تھا جو ان کی ناک کو چیر گیا تھا
اور اس کی وجہ سے ان کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا۔

فَدَعَاكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوْحُصُورَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَمَسَحَ وَجْهَهُ فَلَمْ يَسُوسْ مِنْ ذَلِكَ الْيَوْمِ
وَمِنْهَا أَثَرٌ (خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۷۵، ہونے پائی کہ داد کا کوئی نشان نہ رہا۔

سبل الہدی، ج ۱۰، ص ۲۱)

کتنا ہی بڑا ڈاکٹر اور طبیب حاذق کیوں نہ ہو اگر وہ ایسے داد کا علاج کرے تو اس کو کتنا
زمانہ درکار ہے۔ پھر داد اگر زائل بھی ہو جائے تو ناک جس کو داد نے چیر دیا تھا اس کا اصلی
ہیئت پر آجانا دشوار ہے۔ ایسی سخت بیماری کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف دست مبارک پھیر کر
دور فرمادیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

إِنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ بِابْنٍ لَهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا
رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ ابْنِي بِهِ جُذُومٌ وَإِنَّهُ
لَيَأْخُذُهُ عِنْدَ غَدَائِنَا وَعَشَائِنَا فَمَسَحَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
صَدْرَهُ فَشَمَّ ثَلَاثَةً وَخَرَجَ مِنْ جَوْفِهِ
کہ ایک عورت اپنے لڑکے کو لے کر حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی
اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے اس بیٹے کو
جن چمٹا ہوا ہے اور اسے صبح و شام پریشان
کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے
سینے پر ہاتھ پھیرا اسے فی الفور تے

مِثْلُ الْجَزْوَ الْأَسْوَدِ يَسْتَعِي (دارمی: ۱۹)، شروع ہوگئی اور اس کے پیٹ سے کالے مشکوۃ: ۵۹۲۳، شفا شریف، ج ۱، ص ۲۱۴، پلے جیسی ایک چیز نکلی جو ادھر ادھر دوڑتی زرقانی علی المواہب، ج ۵، ص ۱۸۵، سبل الہدی، پھرتی تھی۔
ج ۱۰، ص ۲۶، البدایہ والنہایہ، ج ۶، ص ۱۷۷)

یہ روحانی تاثیرات ہیں، طب جسمانی میں طبیب کو اسباب و علامات دریافت کر کے دوا تجویز کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور یہاں اس کی ضرورت نہیں۔ برائے نام ہاتھ پھیر دیا اور صحت کلی ہوگئی خواہ وہ بیماری کسی قسم کی ہو یا جن و ارواح خبیثہ وغیرہ کا اثر ہو۔
حضرت فضالہ بن عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ فتح مکہ کے سال ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے میرے دل میں خیال آیا کہ یہ موقع حضور کے قتل کا اچھا ہے آپ طواف کرتے ہوئے جب میرے نزدیک پہنچے تو فرمایا کیا فضالہ ہو؟ میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ میں فضالہ ہوں۔ فرمایا تم دل میں کیا خیال کر رہے تھے؟ میں نے کہا کچھ نہیں اللہ کا ذکر کر رہا تھا۔ یہ سن کر آپ نے تبسم فرمایا اور فرمایا فضالہ خدا سے مغفرت مانگو۔ پھر آپ نے اپنا دست مبارک میرے سینہ پر رکھ دیا۔ جس سے میرے تمام خیالات فاسدہ دور ہو گئے۔

وَاللّٰهُ مَا رَفَعَ يَدًا عَنْ صَدْرِي حَتَّىٰ مَآ
مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ شَيْءًا أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْهُ
(سیرت ابن ہشام، ج ۴، ص ۵۹، سبل الہدی،
ج ۵، ص ۲۳۶، الشفاء، ج ۱، ص ۶۹۲، البدایہ
والنہایہ، ج ۴، ص ۳۵۲)

حضرت فضالہ نے کس قدر چالاکی سے کام لیتے ہوئے کہہ دیا کہ ذکر الہی میں مشغول ہوں مگر بارگاہ نبوت میں ایسی چالاکیاں کب چل سکتی تھیں جہاں کائنات کا ذرہ ذرہ مثل کف دست پیش نظر تھا۔ وہاں دلوں کی کیفیتیں بھلا پوشیدہ تھیں۔
سر عرش پر ہے تری گزر دل فرش پر ہے تری نظر

ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں اس موقع پر ہنس کر استغفار کرنے کے لیے فرمانے کا جو اثر فضالہ کے دل پر ہوا ہوگا اس کو انہیں کا دل جانتا ہوگا اور دست مبارک کے رکھنے کی تاثیر یہ ہوئی کہ شقاوت دور ہوگئی اور محبت پیدا ہوگئی اور وہ بھی اتنی کہ آپ سے زیادہ وہ کسی کو اپنا محبوب نہیں سمجھتے تھے۔

ان لوگوں کے ساتھ جو قتل کی تاک میں رہتے تھے حضور ﷺ کی شفقت کا جب یہ حال ہے تو خیال کیا جائے کہ مہمان صادق پر کیسی عنایتیں ہوں گی۔

دوستاں را کجا کنی محروم تو کہ بادشمنان نظر داری حضرت عائد بن سعید جسرہی حضور پر نور ﷺ کے حضور حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ میرے چہرے پر اپنا دست مبارک پھیر دیجئے اور دعائے برکت فرمائیے۔ حضور اکرم ﷺ نے ایسا ہی کر دیا۔ اس دن سے حضرت عائد کا چہرہ ہر وقت تروتازہ اور نورانی رہا کرتا تھا۔ (اصابہ: ۴۶۲، اسد الغابہ: ۲۷۹)

یہ امر قابل توجہ ہے کہ جس مقام پر دست مبارک پہنچا وہ روشن ہو گیا۔ حالانکہ ظاہر ہے کہ روشنی کا کوئی مادہ دست مبارک میں نہ تھا جو منتقل ہوا، اور نہ کوئی دوا لگائی گئی، پھر ہمیشہ کی روشنی کہاں سے آگئی، یہ معما اس وقت تک حل نہیں ہو سکتا جب تک یہ یقین نہ کر لیا جائے کہ خالق و مالک کو منظور یہ ہے کہ اس کا حبیب دنیا میں نیک نام رہے اور اس کا نظیر قائم نہ ہو سکے۔

حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كُنْتُ طِفْلًا فَانْصَبَّتِ الْقَدْرُ عَلَيَّ
وَاحْتَرَقَ جِلْدِي كُلُّهُ فَحَمَلَنِي ابْنُ اِلٰى
رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَقَلَّ
عَلَيَّ وَ مَسَحَ يَدَهُ عَلٰى الْبُحْتَرِقِ وَقَالَ
اَذْهَبِ الْبَاسُ رَبِّ النَّاسِ فَصُرْتُ
صَحِيحًا لَا بَاسَ بِي (زرقانی علی المواہب،

کہ میں بچہ تھا اور جلتی ہنڈیا مجھ پر گر پڑی جس سے میرا بدن جل گیا تو میرے والد مجھے اٹھا کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں لے گئے آپ نے میرے بدن پر اپنا مبارک لعاب دہن لگا دیا اور اوپر دست مبارک پھیر دیا اور کہا اے

ج ۵، ص ۲۹۲، نسائی شریف: ۹۹۴، البدایہ رب اس کی تکلیف دور کر دے۔ پس میں
والنہایہ، ج ۶، ص ۳۷) بالکل تندرست ہو گیا اور مجھے کوئی تکلیف

اس سے نہ ہوئی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کہ حضور ﷺ نے اپنے ناخن مبارک
أُظْفَارًا وَاقْسَمَ بَيْنَ النَّاسِ ترشوائے اور صحابہ میں تقسیم کر دیئے۔

(مسند امام احمد: ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶)

ان واقعات سے ظاہر ہے کہ حضور ﷺ جس ارادہ سے بھی اپنے دست مبارک کو
کام میں لاتے اللہ تعالیٰ فوراً وہ کام کر دیتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب
میں کسی کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو اس کے کان، آنکھیں، زبان، ہاتھ، پاؤں ہو جاتا ہوں،
جیسا کہ کانوں کے بیان میں گزرا، غور کیجئے کہ جب عام طور پر یہ خصوصیت حاصل ہوتی ہے
جس میں صحابہ کرام اور اولیاء عظام بھی شریک ہیں تو حضور ﷺ کے ساتھ کس درجہ کی
خصوصیت ہونی چاہیے جو اللہ کے محبوبوں میں یکتا ہیں۔ معلوم ہوا کہ ظاہر میں وہ ہاتھ مصطفیٰ
کا ہاتھ ہے مگر حقیقت میں وہ ید قدرت ہے۔

دست احمد عین دست ذوالجلال آمدہ در بیعت و اندر قتال
صحابہ کرام وقتاً فوقتاً جب دست مبارک کی برکات کا مشاہدہ کرتے تھے تو ان کا ایمان
اور توکل کس قدر مستحکم ہوتا ہوگا۔ ان مشاہدات کی وجہ سے جو عظمت و محبت حضور ﷺ کی
ان کے دلوں میں تھی اس کا اندازہ کون کر سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ حضور ﷺ پر ہر وقت
جان و مال قربان کرنے کے لیے تیار رہتے تھے اور حقیقت یہ حصہ انہیں کے لیے خاص تھا جو
کسی ولی کو بھی حاصل نہیں ہو سکتا، کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کی ہمراہی
کے لیے ایسے ہی حضرات کا انتخاب فرمایا تھا جو تمام امت سے افضل تھے، چنانچہ حدیث
پاک میں ارشاد نبوی ﷺ موجود ہے، فرمایا میرے صحابہ کو نشانہ نہ بناؤ اور نہ ان کو گالیاں

دو۔ خدا کی قسم ان کا ایک وقت میرے ہمراہ ٹھہرنا تمہارے عمر بھر کے اعمال سے افضل ہے اور تمہارا احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرنا، ان کے ایک مد جو خرچ کرنے کے برابر نہیں ہو سکتا اور یہ بھی فرمایا کہ ان کے ساتھ جو محبت رکھیں گے وہ میری محبت کی وجہ سے ہوگی اور ان کے ساتھ جو عداوت رکھیں گے وہ میری عداوت کی وجہ سے ہوگی، یعنی جن کو مجھ سے محبت ہوگی وہ ان سے بھی محبت رکھیں گے اور جن کو مجھ سے عداوت ہوگی وہ ان سے بھی عداوت رکھیں گے اور یہ بھی فرمایا جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھ کو ایذا دی اور جس نے مجھ کو ایذا دی اس نے خدا کو ایذا دی اور جس نے خدا کو ایذا دی دنیا و آخرت میں اس پر اللہ کی لعنت ہے اور اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔

(بخاری: ۳۶۷۳، ترمذی: ۳۸۶۲، کنز العمال: ۳۲۴۸۳، ۳۲۴۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو کہ میرے اصحاب کو گالیاں دیتے ہیں تو کہہ دو۔
لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى شَرِّكُمْ
اللہ کی لعنت ہو تمہارے شر پر۔

(کنز العمال: ۳۲۴۸۳، ترمذی: ۳۸۶۶)

بہر حال صحابہ کی نسبت بدگوئی کرنا اور ان کو نشانہ ملامت بنانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف ہے۔

یہاں یہ خیال نہیں ہو سکتا کہ صحابہ کرام میں جو اختلافات ہونے والے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا علم نہ تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک ہونے والے تمام امور کا اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمادیا تھا اور حضور نے صحابہ کو تمام خبریں دے دی تھیں، (جیسا کہ سینہ اقدس کے بیان میں آئے گا، ان شاء اللہ)

چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ بعض امہات المؤمنین خلیفہ وقت سے لڑنے نکلیں گی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر مسکرائیں کہ عورت خلیفہ وقت کے مقابلے میں نکلے گی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

أَلَا تَكُونِي أَنْتِ؟ ثُمَّ التَّقَتِ إِلَى عَلِيٍّ فَقَالَ

کہیں تم ہی نہ ہو؟ پھر حضرت علی کرم اللہ

إِنْ وُلِّيتَ مِنْ أَمْرِهَا شَيْئًا فَاذْقُ بِهَا (حاکم: ۴۶۱۰، بیہقی، ج ۶، ص ۱۱۱، خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۱۳۶، سبل الہدیٰ، ج ۱۰، ص ۱۴۸، البدایہ والنہایہ، ج ۶، ص ۲۳۷) وجہ کی طرف موخہ کر کے فرمایا اگر اس (یعنی عائشہ) کا کوئی معاملہ تم سے ہو تو کبریٰ، ج ۲، ص ۱۳۶، سبل الہدیٰ، ج ۱۰، ص ۱۴۸، البدایہ والنہایہ، ج ۶، ص ۲۳۷ اس کے ساتھ نرمی کرنا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت عائشہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا جب مقابلہ ہوا تو لڑائی بند ہونے پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے محمد بن ابی بکر (جو حضرت عائشہ کے بھائی تھے) کے ہمراہ حضرت عائشہ کو مدینہ منورہ روانہ فرما دیا اور اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قوم اس کو شہید کر دے گی اور حضرت عثمان سے فرمایا کہ اس وقت صبر کرنا، اللہ تمہیں صبر عطا فرمائے اور تمہیں روزے کی حالت میں شہید کر دیا جائے گا، اور تو میرے پاس آ کر روزہ افطار کرے گا۔ (ابو یعلیٰ: ۷۰۱۰، ابن عدی: ج ۱، ص ۴۲۷، ابن عساکر، ج ۳۹، ص ۳۸۸، خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۱۲۲، کنز العمال: ۳۶۲۹۵، سبل الہدیٰ، ج ۱۰، ص ۱۴۸، البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۲۰۵)

اسی قسم کی بے شمار روایتیں معتبر کتابوں میں مروی ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ آپ نے صحابہ کرام کے درمیان تمام ہونے والے واقعات کی پہلے ہی خبر دے دی تھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب حالات جانتے تھے اور تمام واقعات آپ کے پیش نظر تھے باوجود اس کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صحابی پر لعن و طعن کرنے کی اجازت نہیں دی بلکہ تاکید فرمائی کہ ان کے متعلق بدگوئی نہ کرو اور ان کو نشانہ نہ بناؤ! تو اب مسلمانوں کو کیا حق ہے کہ گزشتہ واقعات کو سامنے رکھ کر ان کو برا کہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف کام کے مرتکب ہوں۔ ذاتی اختلافات کی وجہ سے نہ کوئی اسلام سے خارج ہو سکتا ہے نہ صحابیت سے، اگر بہ تقاضائے بشریت ان کے آپس میں اختلافات تھے تو کیا وہ صحابیت سے خارج ہو جائیں گے؟ اور وہ مخالفت بھی چند روز کے لیے تھی جو یہیں رہ گئی، اس عالم میں اس کا کوئی اثر نہیں ر سکتا، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرٍّ مُّتَمِّلِينَ ۝ لَا يَسُوءُكُمْ

اور نکال دیئے ہم نے ان کے سینوں میں جو کچھ کینے وغیرہ دنیا میں تھے، آپس میں

فِيهَا نَصَبٌ وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُحَرِّجِينَ ﴿٣٥﴾ بھائی بھائی ہو گئے جنت میں تختوں پر ایک دوسرے کے روبرو بیٹھے ہیں۔ نہ انہیں (الحجر)

اس میں کچھ تکلیف پہنچے نہ وہ اس میں سے نکالے جائیں۔

اور جب وہ حضرات اس عالم میں آپس میں دوست اور بھائی ہو گئے تو ہمارا ان کو نشانہ ملامت بنانا کسی طرح بھی مستحسن نہیں ہو سکتا اور یہ تو وہ نفوس قدسیہ ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور تربیت سے کمالات کے مجسمے اور نور کے پیکر ہو گئے تھے ایک عام مسلمان سے بھی کینہ اور بغض و حسد رکھنے والے کی مغفرت نہیں ہوتی۔ (کما ورد فی الحدیث)

بہر حال تمام صحابہ کرام کی نسبت نیک گمان رکھنا نہایت ضروری ہے اور ان کو برا کہنا یا تبراکرنا انتہائی بد بختی کی دلیل ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمارے دلوں کو اپنی اور اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے اہل بیت کرام اور صحابہ عظام کی سچی محبت اور الفت سے منور فرمائے۔ آمین ثم آمین

فوائد

- (۱) یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔
- (۲) یہ کہ صحابہ کرام ان مقدس ہاتھوں کو اپنے چہروں پر ملا کرتے تھے۔
- (۳) یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ اپنا ہاتھ فرما رہے ہیں۔
- (۴) یہ کہ تمام خزانوں کی کنجیاں، کونین کی تمام نعمتیں اور برکتیں ان مقدس ہاتھوں میں ہیں۔
- (۵) یہ کہ وہ مقدس اور بے مثل ہاتھ دافع البلاء والامراض ہیں اور ہر قسم کے تصرفات پر قادر ہیں۔

- (۶) یہ کہ عالم کا ہر ذرہ ان ہاتھوں کی انگلیوں کے اشارے پر چلتا ہے۔ غرض ایک ایک حدیث کو غور سے دیکھا جائے تو بے شمار فوائد ثابت ہوں گے۔
- (۷) یہ کہ صحابہ کرام کو نشانہ ملامت بنانا انتہائی بد بختی کی دلیل ہے۔

سینہ اقدس و قلب مبارک

رفع ذکر جلالت پہ ارفع درود
 شرح صدر صدارت پہ لاکھوں سلام
 دل سمجھ سے ورا ہے مگر یوں کہوں
 غنچہ راز وحدت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت)



حضور سرور عالم ﷺ سواء البطن والصدر تھے یعنی آپ کا شکم اقدس اور سینہ اطہر ہموار و برابر تھا۔ سینہ اقدس کسی قدر ابھرا ہوا اور چوڑا تھا۔ سینہ اقدس کے درمیان بالوں کا ایک باریک خط تھا جو ناف تک تھا اور سینہ اقدس کے اوپر دونوں طرف بال نہ تھے۔ اس سینہ اقدس کی شرح اور قلب شریف کی وسعت کا بیان طاقت انسانی سے خارج ہے۔ قرآن پاک میں فرمایا۔

أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ① اے حبیب کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول

(الانشراح: ۱) دیا۔

شرح صدر، اس کے لفظی معنی ہیں کھول دینا، یہ ہدایت کا آخری مرتبہ ہے، اس مرتبے میں تمام حقائق ملک و ملکوت، لاہوت و جبروت منکشف ہو جاتے ہیں، زبان اسرار غیب کی کنجی اور دل خزانہ ہو جاتا ہے۔ پھر وہ جو کچھ فرماتا ہے عالم غیب میں مشاہدہ کر کے فرماتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی مرتبے کے عطا ہونے کی التجا کی تھی
رَبِّ اَشْرَحْنِي صَدْرِي ② (طہ: ۲۵) اے رب میرا سینہ کھول دے۔

کلیم مانگتے ہیں اور حبیب کو بن مانگے عطا ہوتا ہے۔

اور یہ اسی شرح صدر کی تاثیر تھی کہ دنیا و مافیہا آپ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتے تھے اور ہمت عالی کے نزدیک تمام جہان کی اصلاح کے لیے کھڑا ہونا، اور دنیا کو ناپاک کرنے والی قوی سلطنتوں کا اکھیڑ کر پھینک دینا کہ جن کی نسبت یہ خیال کرنا بھی جنون شمار ہوتا تھا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ ہر حال میں انبساط قلبی کے ساتھ اپنے فرائض کو ادا کرتے رہے۔

در جہاں آئیں نو آغاز کرد مسند اقوام پیشین در نور
وقت ہجرت تیغ او آہن گداز دیدہ او اشک بار اندر نماز
ماند شب با چشم او محروم نوم تابخت خسروی خوابید قوم

بوریا ممنون خواب راحتش تاج کسریٰ زیر پائے امتش
در دل مسلم مقام مصطفیٰ ست آبروئے ماز نام مصطفیٰ ست

(اقبال)

اور لک کی قید بتلا رہی ہے کہ یہ وہ شرح صدر ہے جو خاص آپ ہی کے واسطے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو اسرار آپ کے قلب اقدس کو عطا ہوئے وہ کسی اور مخلوق کو عطا نہیں ہوئے اور نہ ہی کسی اور کا قلب اس کا متحمل ہو سکتا تھا اور اسی قلب مبارک کے متعلق آپ کا ارشاد ہے کہ میرا قلب سوتا نہیں ہے۔

سوگند ہے چہرے کی شمس و ضحیٰ والیل ہے تیری زلف دوتا
سینے کی صفت ہے الم نشرح ترے دل کی فضا کا کیا کہنا
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ مِثْلُ
نُورٍ كَمُشْكُوذٍ فِيهَا وَصَبَاحٌ ۖ
فِي زُجَاجَةٍ ۖ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ
دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ
رَزَقْنَاهُ مِنْ شَرَفِ رَبِّهِ ۚ وَلَا غَرْبُ لَهُ ۚ يَكَادُ
رَئِيهَا يُفِضُ ۖ يَؤْوِي إِلَيْكَ لَمْ تَسْسُسْهُ نَارٌ ۖ نُورٌ
عَلَى نُورٍ ۖ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ
يَشَاءُ ۚ وَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ
لِلنَّاسِ ۖ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

(النور: ۳۵)

بیان فرماتا ہے اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کی مثال بیان فرمائی ہے، اللہ کا نور کیا ہے اور

اس مثال کا مطلب کیا ہے؟

نور کے متعلق حضرت کعب احبار اور ابن جبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

الْبَرَادُ بِالنُّورِ الثَّانِي هُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَوْلُهُ تَعَالَى مَثَلُ
نُورِهِ أَمَى نُورِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ (شفاء شریف، ج ۱، ص ۱۰، سبل الہدی،
ج ۱، ص ۵۳۰)

اور مثال کے متعلق محی السنۃ علامہ علاؤ الدین علی بن محمد المعروف بالجازن فرماتے ہیں۔

وَقِيلَ وَقَعَ هَذَا التَّمَثِيلُ لِنُورِ مُحَمَّدٍ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ
لِكَعْبِ الْأَحْبَارِ أَخْبَرَنِي عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى
مَثَلُ نُورِهِ كَيْشْكُوَةٍ قَالَ كَعْبٌ هَذَا
مَثَلٌ ضَرَبَهُ اللَّهُ لِنَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَالْكَشْكُوَةُ صَدْرُهُ وَالرُّجَاجَةُ
قَلْبُهُ وَالْبَصْبَاحُ فِيهِ النُّبُوَّةُ تَوَقَّدَ مِنْ
شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ هِيَ شَجَرَةُ النُّبُوَّةِ يَكَادُ
نُورُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ أَمْرٌ
يَتَّبَعِينَ لِلنَّاسِ وَلَوْ كُمْ يَتَكَلَّمُ بِهِ أَنَّهُ نَبِيٌّ
كَمَا يَكَادُ ذَلِكَ الْوَيْثُ يُضَيِّعُ وَلَوْ كُمْ
تَبَسَّسَهُ النَّارُ

(تفسیر خازن، ج ۳، ص ۳۳۲، مدارج النبوة،

ج ۱، ص ۶۴، سبل الہدی والرشاد، ج ۱، ص ۵۳۰)

اگر چہ اسے آگ نہ چھوئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

أَلِشْكُوفُ جَوْفُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالزُّجَاجَةُ قُلْبُهُ وَالصَّبَاخُ النُّورُ الَّذِي جَعَلَهُ اللَّهُ فِيهِ لَا شَرْقِيَّةٌ وَلَا غَرْبِيَّةٌ لَا يَهُودِيٌّ وَلَا نَصْرَانِيٌّ تُوَقَّدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ إِبْرَاهِيمَ نُورٌ عَلَى نُورٍ نُورٌ قُلْبِ إِبْرَاهِيمَ وَنُورٌ قُلْبِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (تفسير خازن، ج ۲، ص ۳۳۲)

کہ طاق تو حضور ﷺ کا سینہ اور فانوس قلب مبارک ہے اور چراغ وہ نور ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس میں رکھا ہے، نہ وہ شرقی ہے نہ غربی یعنی نہ یہودی ہے نہ نصرانی، روشن ہے شجرہ مبارکہ یعنی حضرت ابراہیم (علیہ السلام) سے نور پر نور ہے یعنی نور قلب ابراہیم پر نور قلب محمد ﷺ ہے۔

شع دل، مشکوٰۃ تن، سینہ زجاجہ نور کا تیری صورت کے لیے آیا ہے سورہ نور کا

(اعلیٰ حضرت)

حضور پر نور ﷺ کا سینہ مبارک وہ مبارک سینہ ہے جس میں اسرار الہیہ اور معارف ربانیہ اور علم و حکمت کے ہزار در ہزار در بے حد و بے کنار سمندر لہر رہے ہیں جن کو وہ جانیں یا ان کا خالق و مالک مولیٰ تعالیٰ جانے۔

چونکہ آج کل بہت سے دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ علم غیب مصطفیٰ ﷺ کا مسئلہ بھی باعث نزاع بنا ہوا ہے لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نہایت دیانت داری کے ساتھ اس مسئلہ کو بھی مختصر طور پر بیان کر دیا جائے، تاکہ مسلمانوں کو مسئلہ کی حقیقت بھی معلوم ہو جائے اور سینہ اقدس کے علوم کا بھی اندازہ ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

(۱) وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ (البقرہ: ۲۵۵)

اور وہ نہیں احاطہ کر سکتے کسی چیز کا اس کے علم میں سے مگر جتنا وہ چاہے۔

اس آیہ کریمہ کے تحت تفسیر معالم التنزیل میں ہے۔

يَعْنِي لَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِ الْغَيْبِ

یعنی وہ اس کے علم غیب میں سے کسی چیز کا

إِلَّا بِمَا شَاءَ مِمَّا أَخْبَرَهُ الرَّسُولُ
احاطہ نہیں کر سکتے مگر جس قدر کہ وہ چاہے
(ج ۱، ص ۲۳۹) جس کی خبر رسولوں نے دی۔

اسی آیہ کریمہ کے تحت تفسیر خازن میں ہے۔
يَعْنِي أَنَّ يُطْلَعَهُمْ عَلَيْهِ وَهُمْ الْأَنْبِيَاءُ
وَالرُّسُلُ وَلَيَكُونُ مَا يُطْلَعُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ
عِلْمٍ غَيْبِيهِ دَلِيلًا عَلَى نُبُوتِهِمْ كَمَا قَالَ
اللَّهُ تَعَالَى فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا
مَنْ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ
یعنی جن کو اللہ تعالیٰ اپنے علم پر اطلاع دیتا
ہے وہ انبیاء و رسل ہیں تاکہ ان کا علم غیب
پر مطلع ہونا ان کی نبوت کی دلیل ہو جیسا
کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پس نہیں مسلط
فرماتا ہے اپنے غیب خاص پر کسی ایک کو
بھی سوائے اپنے پسندیدہ رسول کے۔

اس آیہ کریمہ کے تحت تفسیر کبیر میں ہے۔
لَا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ إِلَّا عِنْدَ أَطْلَاعِ اللَّهِ
بَعْضُ أَنْبِيَائِهِ عَلَى بَعْضِ الْغَيْبِ كَمَا
قَالَ عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا
إِلَّا مَنْ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ
اللہ کے اطلاع دینے کے بغیر کوئی غیب نہیں
جانتا اللہ نے اپنے بعض انبیاء کو بعض علم
غیب عطا فرمایا ہے جیسا کہ فرمایا جانے والا
غیب کا پس اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں
کرتا سوائے پسندیدہ رسولوں کے۔
(ج ۷، ص ۱۱)

اس آیہ کریمہ اور ان تفاسیر سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے خاص علم میں سے کوئی خود
بخود نہیں جان سکتا مگر جس کے لیے جتنا وہ چاہے۔

(۲) وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى
الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ
مَنْ يَشَاءُ (آل عمران: ۱۷۹)
اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ اے عام لوگو!
تمہیں غیب پر مطلع کر دے۔ ہاں اللہ
(اس کے لیے) چن لیتا ہے اپنے
رسولوں میں سے جس کو چاہے۔

اس آیہ کریمہ کے تحت تفسیر بیضاوی میں ہے۔

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُزَيِّنَ أَحَدَكُمْ عِلْمَ الْغَيْبِ
فَيُطْلِعَ عَلَى مَا فِي الْقُلُوبِ مِنْ كُفْرٍ
وَإِيمَانٍ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي لِرِسَالَتِهِ مَنْ
يَشَاءُ فَيُوحِي اللَّهُ وَ يُخْبِرُهُ بِبَعْضِ
الْبَغِيَّاتِ

اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو! تم
میں سے کسی کو علم غیب دے دے اور
دلوں کے کفر و ایمان پر مطلع کر دے۔
ہاں اس منصب جلیل اور اپنی پیغامبری
کے لیے اللہ جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے تو
اس کی طرف وحی فرماتا ہے۔ اور بعض
غیبوں کی اس کو خبر دے دیتا ہے۔

اس آیہ کریمہ کے تحت تفسیر خازن میں ہے۔
لَكِنَّ اللَّهَ يَصْطَفِي وَيَخْتَارُ مِنْ رُسُلِهِ
فَيُطْلِعُهُ عَلَى مَا يَشَاءُ مِنْ غَيْبِهِ
(ج ۱، ص ۳۰۸)

لیکن اللہ مصطفیٰ و مختار بنا لیتا ہے رسولوں
میں سے جس کو چاہے تو پھر اس کو اپنے
غیب میں سے جتنا چاہے عطا فرماتا ہے۔

اسی آیہ کریمہ کے تحت تفسیر کبیر میں ہے۔
فَأَمَّا مَعْرِفَةُ ذَلِكَ عَلَى سَبِيلِ الْإِعْلَامِ
مِنَ الْغَيْبِ فَهُوَ مِنْ خَوَاصِّ الْأَنْبِيَاءِ
(ج ۹، ص ۱۱۱)

پس غیب کی باتوں کا جان لینا بطریق
اعلام یہ انبیاء کرام کی خصوصیتوں میں سے
ہے۔

اسی آیہ کریمہ کے تحت تفسیر جمل میں ہے۔
الْبَعْنَى لَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي أَنْ يَصْطَفِي مَنْ
رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ فَيُطْلِعُهُ عَلَى الْغَيْبِ
پر مطلع کرتا ہے۔

معنی یہ ہیں کہ اللہ اپنے رسولوں میں سے
جس کو مجتبیٰ و مصطفیٰ بنا لیتا ہے تو اس کو غیب
پر مطلع کرتا ہے۔

اسی آیہ کریمہ کے تحت تفسیر جلالین میں ہے۔
وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي وَيَخْتَارُ مَنْ يَشَاءُ
فَيُطْلِعُ عَلَى غَيْبِهِ كَمَا أَطْلَعَ النَّبِيَّ صَلَّى

ہاں اللہ جس کو مجتبیٰ و مختار بنا لیتا ہے تو اس کو
اپنے غیب کی اطلاع دیتا ہے جیسا کہ نبی اکرم

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حَالِ الْبُفْقَيْنِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَوْمَنْفَقَيْنِ كَعَالِ سَمَطَعِ فَرَمَايَا۔
اسی آیہ کریمہ کے تحت تفسیر صاوی علی الجلا لین میں ہے۔

إِلَّا الرُّسُلُ الَّتِي يُطْلَعُهُمْ عَلَى الْغَيْبِ بَلَا شَبَهَ وَه رَسُولُونَ كَغَيْبِ پَر مَطْلَعِ فَرَمَاتَا ہے۔

اسی آیہ کریمہ کے تحت مخالفین کے سردار جناب شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں۔

”خلاصہ یہ ہوا کہ عام لوگوں کو بلا واسطہ کسی غیب کی یقینی اطلاع نہیں دی جاتی۔

انبیائے کرام علیہم السلام کو دی جاتی ہے مگر جس قدر خدا چاہے۔“ (ص ۹۵)

اس آیہ کریمہ اور ان تفاسیر سے صراحتہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسولوں کو

اپنا بعض علم غیب عطا فرماتا ہے۔

(۳) وَعَلَيْكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۖ وَكَانَ

فَضَّلَ اللَّهُ عَلَيْكَ عَظِيمًا ۝

عظیم ہے۔ (النساء: ۱۱۳)

اس آیہ کریمہ کے تحت تفسیر خازن میں ہے۔

يَعْنِي مِنْ أَحْكَامِ الشَّرْعِ وَأُمُورِ الدِّينِ

وَقِيلَ عَلَيْكَ مِنْ عِلْمِ الْغَيْبِ مَا لَمْ

تَكُنْ تَعْلَمُ وَقِيلَ مَعْنَاهُ وَعَلَيْكَ مِنْ

خَفِيَّاتِ الْأُمُورِ وَاطَّلَعَكَ عَلَى ضَمَائِرِ

الْقُلُوبِ وَعَلَيْكَ مِنْ أَحْوَالِ الْبُفْقَيْنِ وَ

كَيْدِهِمْ (ج، ۱، ص ۴۰۳)

اس آیہ کریمہ کے تحت تفسیر جلالین میں ہے۔

أَيُّ مِنَ الْأَحْكَامِ وَالْغَيْبِ (ص ۹۷)

یعنی احکام اور علم غیب سکھا دیا۔

اسی آیہ کریمہ کے تحت تفسیر صاوی علی الجلا لین میں ہے۔

وَعَلَيْكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ أَيُّ عِلْمِ

اور سکھا دیا آپ کو جو کچھ کہ آپ نہ جانتے

الْغَيْبِ

تھے یعنی علم غیب۔

اس آیہ کریمہ اور ان تفاسیر سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو علم غیب عطا فرمایا۔

(۴) اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۖ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۖ (الرحمن)
رحمن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔ پیدا کیا انسانیت کی جان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اور اس کو (ماکان وما یکون کا) بیان سکھایا۔

اس آیہ کریمہ کے تحت تفسیر معالم التنزیل میں ہے۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ اَمَىٰ مُحَمَّدًا عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَيْهِ الْبَيَانَ يَعْنِي بَيَانَ مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ
اللہ نے انسان یعنی محمد علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور ان کو بیان یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا سب سکھایا۔

اسی آیہ کریمہ کے تحت تفسیر خازن میں ہے۔

قِيلَ الْمُرَادُ بِالْاِنْسَانِ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ الْبَيَانَ يَعْنِي بَيَانَ مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ لِأَنَّهُ يُنْبَأُ عَنْ خَبَرِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ وَعَنْ يَوْمِ الدِّينِ
کہا گیا ہے کہ انسان سے مراد محمد ﷺ ہیں اور بیان سے مراد جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا، سب اللہ نے ان کو سکھایا۔ کیونکہ آپ کو اولین و آخرین اور قیامت کے دن کی خبر دے دی گئی۔ (ج ۴، ص ۲۸۸)

اسی آیہ کریمہ کے تحت تفسیر حسینی میں ہے۔

آں علم ماکان وما یکون ہست کہ حق سبحانہ
کہ وہ علم ماکان وما یکون ہے یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا اللہ سبحانہ نے معراج کی رات آپ کو عطا فرمادیا ہے۔

اسی آیہ کریمہ کے تحت تفسیر صاوی علی الجلائین میں ہے۔

وَقِيلَ هُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّهُ الْاِنْسَانُ الْكَامِلُ وَ الْمُرَادُ
اور کہا گیا ہے کہ وہ انسان کامل محمد ﷺ ہیں اور بیان سے مراد وہ علم ہے جو ہو چکا

بِالْبَيَانِ عِلْمُ مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ وَمَا هُوَ
كَائِنْ (ج ۴، ص ۱۵۳) گیا ہے۔

اس آیت کریمہ اور ان تفاسیر سے ثابت ہوا کہ جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ ہو گا اللہ تعالیٰ نے سب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھا دیا۔

(۵) عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ
أَحَدًا ۖ إِلَّا مَن ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ
(الجن) پسندیدہ رسولوں کے۔

اس آیت کریمہ کے تحت تفسیر خازن اور تفسیر بغوی میں ہے۔

يَعْنِي إِلَّا مَن لِّصَطْفِيهِ لِرِسَالَتِهِ وَنُبُوَّتِهِ
فَيُظْهِرُهُ عَلَىٰ مَا يَشَاءُ مِنَ الْغَيْبِ حَتَّىٰ
يُسْتَدَلَّ عَلَىٰ نُبُوَّتِهِ مِمَّا يُخْبِرُهُ مِنْ
الْبَغِيَّاتِ فَيَكُونُ ذَلِكَ مُعْجَزَةً لِّلَّهِ
(ابن کثیر، ج ۹، ص ۲۲-ج ۹، ص ۳۱۹)

یعنی جس کو اپنی نبوت و رسالت کے لیے
چن لیتا ہے تو اس پر جتنا چاہتا ہے غیب
ظاہر فرماتا ہے تاکہ اس کا غیبی خبریں دینا
اس کی نبوت کی دلیل ہو جائے پس یہ (علم
غیب) نبی کا معجزہ ہوتا ہے۔

اسی آیت کریمہ کے تحت تفسیر روح البیان میں ہے۔

أَنَّهُ تَعَالَىٰ لَا يَظْهَرُ عَلَى الْغَيْبِ الَّذِي
يَخْتَصُّ بِهِ تَعَالَىٰ عِلْمُهُ إِلَّا لِمُرْتَضَىٰ
الَّذِي يَكُونُ رَسُولًا وَمَا لَا يَخْتَصُّ بِهِ
يَظْهَرُ عَلَيْهِ غَيْرَ الرَّسُولِ
(ج ۱۰، ص ۲۳۶) (اولیاء) کو بھی مطلع فرما دیتا ہے

کہ اللہ تعالیٰ اس علم غیب پر جو اس کے
ساتھ مختص ہے کسی کو مطلع نہیں فرماتا سوائے
اپنے برگزیدہ رسول کے اور جو غیب اس کے
ساتھ خاص نہیں ہے اس پر غیر رسول

اسی آیت کریمہ کے تحت تفسیر صاوی علی الجلالین میں ہے۔

إِلَّا رَسُولًا ارْتَضَاهُ لِإِظْهَارِهِ عَلَىٰ
بَعْضِ غُيُوبِهِ فَإِنَّهُ يُظْهِرُهُ عَلَىٰ مَا يَشَاءُ

یعنی جس رسول کو برگزیدہ کر لیتا ہے تو اس
پر اپنے غیبوں سے جس قدر چاہتا ہے

مِنْ غَيْبِهِ (ج ۴، ص ۲۵۸) اظہار فرماتا ہے۔
اس آیہ کریمہ کے تحت تفسیر عزیزی میں ہے۔

انچہ بہ نسبت ہمہ مخلوقات غائب است
غائب مطلق است مثل وقت آمدن
قیامت و احکام تکوینیہ و شرعیہ باری تعالیٰ
در ہر روز و ہر شریعت و مثل حقائق ذات و
صفات او تعالیٰ علی سبیل التفصیل ایں قسم
را غیب خاص او تعالیٰ نیز می نامید فَلَا
يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا پس مطلع نمی کند
بر غیب خاص خود هیچ کس را مگر کسے را کہ
پسندی کند و آں کس رسول باشد خواہ از
جنس ملک و خواہ از جنس بشر مثل حضرت محمد
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اظہار بعضے از غیوب
خاصہ خود می فرماید (ص ۱۷۳)

جو چیز تمام مخلوقات سے غائب ہو وہ غائب
مطلق ہے جیسے قیامت کے آنے کا وقت
اور باری تعالیٰ کے تکوینی و تشریحی احکام جو
ہر روز و ہر شریعت میں جاری ہیں اور جیسے
اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے تفصیلی حقائق
اس قسم کو رب تعالیٰ کا خاص غیب کہتے ہیں
پس وہ اپنے اس خاص غیب پر کسی کو مطلع
نہیں کرتا سوائے اس کے جس کو پسند کر
لے، اور وہ رسول ہوتا ہے خواہ جنس ملائکہ
سے ہو اور خواہ جنس بشر سے جیسے حضرت محمد
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، پھر اس پر اپنے خاص
غیبوں سے بعض غیوب اظہار فرماتا ہے۔

اس آیہ کریمہ اور ان تفاسیر سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسولوں کو اپنا
خاص علم غیب عطا فرماتا ہے۔

(۶) وَمَا هُوَ عَلَىٰ الْغَيْبِ بِضَنِيٍّ ۖ (التکویر)

اور یہ نبی غیب کے بتانے میں بخیل نہیں۔

اس آیہ کریمہ کے تحت تفسیر معالم التنزیل میں ہے۔

يَقُولُ إِنَّهُ يَأْتِيهِ عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا يَخْلُ
بِهِ عَلَيْكُمْ بَلْ يُعَلِّمُكُمْ وَ يُخَبِّرُكُمْ وَلَا
يَكُنْهُ (ج ۴، ص ۴۲۲)

اللہ فرماتا ہے کہ میرے نبی کے پاس علم
غیب آتا ہے تو وہ اس کے بتانے میں بخل
نہیں کرتے بلکہ تمہیں سکھاتے اور خبریں

دیتے ہیں اور اس کو چھپاتے نہیں۔

اسی آیہ کریمہ کے تحت تفسیر خازن میں ہے۔

يَقُولُ إِنَّهُ يَأْتِيهِ عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا يَخْلُ بِهٖ عَلَيْكُمْ بَلْ يُعَلِّمُكُمۡ وَيُخَبِّرُكُمۡ بِهٖ
اللہ فرماتا ہے کہ اس نبی کے پاس علم غیب آتا ہے تو وہ اس کے بتانے میں بخل نہیں کرتے اور تمہیں اس کی خبر دیتے ہیں۔ (ج ۴، ص ۳۵۷)

اسی آیہ کریمہ کے تحت تفسیر بغوی میں ہے۔

يَقُولُ إِنَّهُ يَأْتِيهِ عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا يَخْلُ بِهٖ عَلَيْكُمْ بَلْ يُعَلِّمُكُمۡ وَيُخَبِّرُكُمۡ بِهٖ
اللہ فرماتا ہے کہ اس نبی کے پاس علم غیب آتا ہے تو وہ اس کے بتانے میں بخل نہیں کرتے بلکہ تمہیں سکھاتے اور خبر دیتے ہیں۔ (ج ۴، ص ۴۲۲)

اسی آیہ کریمہ کے تحت مخالفین کے سردار جناب شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں۔

”یعنی یہ پیغمبر ہر قسم کے غیوب کی خبر دیتا ہے ماضی سے متعلق ہوں یا مستقبل سے یا اللہ کے اسماء و صفات سے یا احکام شرعیہ سے یا مذاہب کی حقیقت و بطلان سے یا جنت و دوزخ کے احوال سے یا واقعات بعد الموت سے اور ان چیزوں کے بتلانے میں ذرا بخل نہیں کرتا نہ اجرت مانگتا ہے پھر کاہن کا لقب اس پر کیسے چسپاں ہو سکتا ہے۔ (حاشیہ قرآن، ص ۷۶۴)
اس آیہ کریمہ اور ان تفاسیر سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ علم غیب جانتے ہیں اور اس کے بتانے میں بخل نہیں فرماتے بلکہ اپنے غلاموں کو بھی سکھاتے اور بتاتے ہیں

(۷) وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا
اور ہم نے آپ پر قرآن اتارا ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ (النحل: ۸۹)

(۸) مَا فَزَّ طَنًا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ
ہم نے اس کتاب میں کوئی شے اٹھانہ رکھی۔ (انعام: ۳۸)

(۹) مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِنۡ
یہ قرآن کوئی گھڑی ہوئی بات نہیں ہے بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق اور ہر شے کی

تَصْدِيقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَ تَفْصِيلُ

کُلِّ شَيْءٍ (یوسف: ۱۱۱) تفصیل ہے۔

ان تین آیتوں سے ثابت ہوا کہ قرآن میں ہر شے کا روشن بیان ہے اور وہ بھی تفصیلی اسی لیے حضرت مجاہد اور ابن سراقہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

مَا مِنْ شَيْءٍ فِي الْعَالَمِ إِلَّا هُوَ فِي كِتَابِ اللَّهِ (الاتقان، ج ۲، ص ۱۲۶) کہ تمام عالم میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کا بیان قرآن میں نہ ہو۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ قرآن میں ہر شے کا روشن اور تفصیلی بیان ہے تو مذہب اہل سنت و جماعت میں شے ہر موجود کو کہتے ہیں اور موجودات میں مکتوبات قلم و مکتونات لوح محفوظ بھی داخل ہیں تو قرآن عظیم کا تیان علوم لوح و قلم کو بھی شامل ہوا، اب یہ بھی قرآن ہی سے پوچھیے کہ لوح محفوظ میں کیا ہے قرآن فرماتا ہے۔

(۱۰) كُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُّسْتَكْتَرٌ ﴿۵۳﴾ ہر چھوٹی اور بڑی چیز لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔ (القرم: ۵۳)

(۱۱) لَا حَبْثَ فِي ظُلُمَاتٍ الْأَرْضِ وَلَا رَاطٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ﴿۵۹﴾ کوئی دانہ ایسا نہیں جو زمین کی اندھیروں میں ہو اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز مگر وہ لوح محفوظ میں ہے (الانعام: ۵۹)

(۱۲) وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ﴿۶۱﴾ (یونس: ۶۱) اور ذرہ سے چھوٹی اور بڑی کوئی ایسی چیز نہیں جو لوح محفوظ میں نہ ہو۔

(۱۳) وَكُلُّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ﴿۱۲﴾ (یس: ۱۲) اور ہم نے ہر شے کو لوح محفوظ میں محفوظ کر رکھا ہے۔

ان چار آیتوں سے ثابت ہوا کہ روز اول سے روز آخر تک جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا، تمام لوح محفوظ میں لکھا ہے اس کا روشن اور تفصیلی بیان قرآن پاک میں ہے اور جو کچھ قرآن پاک میں ہے اس کا کامل علم اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا تو بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ماکان وما یکون کے عالم ہوئے۔

بعض کم فہم لوگ تَبَيَّنًا لِكُلِّ شَيْءٍ میں کلام کرتے ہوئے یہ کہہ دیا کرتے ہیں، کہ کُلِّ شَيْءٍ سے مراد بعض چیزیں ہیں اور دلیل میں ہدہ کا قول وَاُوتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ پیش کر کے کہا کرتے ہیں کہ بلقیس کو ہر چیز کہاں دی گئی تھی۔ بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن کا اس وقت وجود بھی نہیں تھا بعد میں ایجاد ہوئیں لہذا ثابت ہوا کہ کُلِّ شَيْءٍ سے بھی بعض مراد ہوتا ہے اسی طرح یہاں بھی بعض مراد ہے۔

ایسے لوگوں پر سخت افسوس ہے جو تدبر سے کام نہیں لیتے اور آیات الہی کا مفہوم غلط سمجھ کر خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ ان کو اس میں غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہدہ کا یہ قول نقل فرمایا ہے؟ خود اس نے یہ خبر نہیں دی ہے چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہدہ نے آ کر حضرت سلیمان علیہ السلام کو خبر دی۔

إِنِّي وَجَدْتُ امْرَأَةً تَبْلُغُهُمْ وَأُوتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ ۚ (النمل: ۲۳) میں نے ایک عورت کو پایا جو لوگوں پر بادشاہی کرتی ہے اور اس کو ہر چیز میں سے ملا ہے اور اس کا عرش (تخت) عظیم ہے۔

کسی ایک پرندہ کا اپنی سمجھ و استعداد کے مطابق کل شیء کہنا اور کجا اللہ تعالیٰ کا کل شیء فرمانا کیا ایک برابر ہے ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک؟

ملکہ بلقیس کا مال و متاع ملک و سلطنت کی تمام چیزیں ہدہ کی کل شیء ہے، اللہ تعالیٰ کا کل شیء نہیں، اس میں اتنا ہی فرق ہے جتنا ہدہ کے عرش عظیم اور اللہ تعالیٰ کے عرش عظیم میں ہے۔ ملکہ بلقیس کا اسی گز یا ستر گز لمبا اور چالیس گز چوڑا تخت ہدہ کے نزدیک عرش عظیم ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک عرش عظیم وہ ہے جس کی عظمت و وسعت کا اندازہ اس عبارت سے کیجئے۔ عرش کا عظیم ہونا اس سے ظاہر ہے کہ آفتاب زمین سے ڈیڑھ سو حصہ سے بھی بڑا ہے اور آسمان میں کتنی ذرا سی جگہ میں موجود ہے۔ پس آسمان کتنا بڑا ہوا پھر دوسرا

اس سے (بڑا) اور تیسرا اس سے علیٰ ہذا القیاس (ساتواں) کس قدر بڑا ہوگا، اور سب آسمان کرسی کے سامنے ایسے ہیں جیسے بڑی ڈھال میں سات درہم ڈال دیئے جائیں پھر کرسی عرش کے سامنے ایسی ہی چھوٹی ہے۔ اس سے عرش کا اندازہ کر لیا جائے اہل رصد جس کو فلک الافلاک کہتے ہیں، مرکز عالم سے اس کے مقعر تک حسب نقل روح المعانی تین کروڑ پینتیس لاکھ چوبیس ہزار چھ سو نو فرسنگ کا فاصلہ ہے اور فرسنگ تین کوس کا ہوتا ہے، تو فاصلہ مذکور دس کروڑ پانچ لاکھ تہتر ہزار آٹھ سو ستائیس کوس کا ہوا۔ یہ اس دائرہ سطح مقعر کا نصف قطر ہوا۔ اس سے سطح مقعر کی عظمت کا اندازہ کرنا چاہیے اور محدب تک کا فاصلہ اہل رصد کو معلوم نہیں ہوا حالانکہ اہل ہیئت یہ ثابت نہیں کر سکے کہ فلک الافلاک سے اوپر کچھ نہیں اور روایات سے یہ ثابت ہے کہ عرش سے اوپر کوئی جسم نہیں پس اگر فلک الافلاک عرش کے علاوہ کوئی چیز ہے تو عرش اس سے بھی اوپر ہوگا۔ تو اس کی عظمت کا کیا حساب ہو سکتا ہے۔“

(تفسیر بیان القرآن، زیر آیت، لقد جاءکم رسول من انفسکم)

ثابت ہوا کہ جس طرح ہد ہد کے عرش عظیم اور اللہ تعالیٰ کے عرش عظیم میں بے انتہا فرق ہے اسی طرح ہد ہد کے کُلِّ شَیْءٍ اور اللہ تعالیٰ کے کُلِّ شَیْءٍ میں فرق ہے۔ حسب ذیل آیات میں اللہ تعالیٰ کے کُلِّ شَیْءٍ کا جلوہ دیکھے۔ فرمایا ہے۔

- إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ (البقرہ) (۱) بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔
 أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ ۝ (فصلت) (۲) خبردار بلاشبہ وہ ہر شے کو محیط ہے۔
 وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ (الحدید) (۳) اور وہ ہر شے کو جانتا ہے۔
 وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۝ (الانعام: ۱۶۴) (۴) وہ ہر شے کا رب ہے۔
 اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۝ (الزمر: ۶۲) (۵) اللہ ہر شے کا خالق ہے۔
 وَآَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝ (۶) اور بے شک اللہ کا علم ہر شے کو محیط ہے۔ (الطلاق)

فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ (۷) پاک ہے وہ ذات جس کے دست
 شئیؑ (یس: ۸۳)
 قدرت میں ہر شے کا قبضہ ہے۔ تِلْكَ
 سَبْعَةٌ كَامِلَةٌ

اب اللہ تعالیٰ کے ”کُلِّ شَيْءٍ“ میں غور فرمائیے اور بعض کا مفہوم لیتے ہوئے بتائیے
 کہ وہ کون سی شے ہے جس کا وہ خالق، جس کو وہ محیط، جس کا اس کو علم، جس پر اس کو قدرت،
 اور جس کا وہ رب نہیں؟ ۱۔

جب ان آیات میں کُلِّ شَيْءٍ سے مراد کل شئیء ہی ہے۔ بعض نہیں۔ تو اسی طرح اللہ
 تعالیٰ کے اس ارشاد وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تَبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ سے مراد بھی کُلِّ شَيْءٍ ہی
 ہے بعض نہیں۔ جب قرآن میں کُلِّ شَيْءٍ کا روشن بیان ہے اور حضور ﷺ قرآن کے
 اکمل عالم تو بلاشبہ کُلِّ شَيْءٍ کے عالم ہوئے۔

رہا بعض مفسرین کا بعض علم غیب فرمانا تو وہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب کا بعض ہے یعنی اللہ
 تعالیٰ نے اپنا بعض علم غیب عطا فرمایا۔ منکرین و مخالفین والا بعض نہیں، ان کا تو بعض نہیں
 بلکہ بغض ہے جس کا بیان ابھی چند سطور کے بعد آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کا بعض، کل شئیء اور تمام
 مخلوقات کے علم سے بھی بہت بڑا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت خضر و
 موسیٰ علیہما السلام کے سامنے ایک چڑیا نے دریا میں سے اپنی چونچ بھری تو خضر علیہ السلام
 نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میرا تمہارا اور تمام مخلوقات کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے
 اتنا ہی ہے جتنا کہ دریا کے پانی کے سامنے اس چڑیا کی چونچ میں پانی ہے۔

اسی لیے علمائے عظام نے کل شئیء کو بھی لامتناہی قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم تو غیر

متناہی بے حد و بے حساب ہے۔

۱۔ اباجان قبلہ علیہ الرحمۃ نے سات آیات کے حوالے پیش کیے یہ فقیر تین آیات مزید پیش کر رہا ہے تاکہ قرآنی
 الفاظ تِلْكَ سَبْعَةٌ كَامِلَةٌ کا ظہور ہو جائے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝۷ (الحج) وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ
 وَكِيلٌ ۝۱۱ (ہود) وَ رَبُّكَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ۝۱۰ (سبا) اور وہ کون سی شے ہے جس کا وہ گواہ وکیل اور حفیظ
 نہیں؟ (کو کب غفرلہ)

اب ذرا لگے ہاتھ مخالفین و منکرین کا بھی بعض علم غیب ملاحظہ فرمالیجئے۔ چنانچہ ایک شخص جناب اشرف علی تھانوی سے پوچھتا ہے کہ ”زید کہتا ہے کہ علم غیب کی دو قسمیں ہیں، بالذات اس معنی کہ عالم الغیب خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا اور بواسطہ اس معنی کہ رسول اللہ ﷺ عالم الغیب تھے، زید کا یہ عقیدہ کیسا ہے؟“ بلفظ

اس کے جواب میں تھانوی صاحب اپنے رسالہ حفظ الایمان کے صفحہ ۷ پر فرماتے ہیں۔
 ”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب ہے، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔“ بلفظ
 اگرچہ اس ناپاک عبارت کا مفہوم بالکل واضح ہے لیکن پھر بھی مختصر سی تشریح کر دی جاتی ہے تاکہ کوئی اشتباہ باقی نہ رہے۔ خط کشیدہ الفاظ تھانوی صاحب کے ہیں۔
 فرماتے ہیں:

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟

اس میں تھانوی صاحب نے علم غیب کی دو قسمیں کی ہیں کل علم غیب اور بعض علم غیب پہلی قسم کل علم غیب کا حضور ﷺ کے لیے ثابت ہونا عقلاً و نقلاً باطل ٹھہرایا، چنانچہ آگے چل کر فرماتے ہیں اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کی فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے، اب رہ گئی دوسری قسم یعنی بعض علم غیب تو اس کے متعلق فرماتے ہیں۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے۔ اس کو انہوں نے تسلیم تو کیا مگر ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ اس میں حضور کی کوئی تخصیص نہیں کیونکہ ایسا علم غیب جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کو ہے ایسا تو زید و عمر و یعنی عام آدمیوں کو بلکہ ہر صبی و

مجنون یعنی تمام نابالغ بچوں اور تمام پاگلوں کو بلکہ جمیع حیوانات و بہائم یعنی تمام حیوانوں اور تمام چار پاؤں کو بھی حاصل ہے۔ کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے۔ یعنی چونکہ ہر شخص کو کسی پوشیدہ چیز کا علم ہوتا ہے لہذا اس کا علم نبی اکرم ﷺ جیسا ہو گیا، تو جس طرح زید نبی اکرم ﷺ کے متعلق عالم الغیب ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ سب کے متعلق یہی عقیدہ رکھے اور سب کو عالم الغیب کہے

بریں عقل و دانش بیاہد گریست

اسی عبارت پر اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی رحمہ اللہ نے کفر کا فتویٰ دیا اور عرب و عجم کے علمائے اہلسنت نے اس فتوے کی تصدیق کی ۱۔ اسی وجہ سے یہ لوگ ان کو اور ان کے معتقدین کو ہر ممکن نقصان پہنچانے اور بدنام کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اے کاش یہ لوگ حضور سید الانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، حبیب کبریا باعث ارض و سما، عالم ماکان و مایکون حضرت احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ ﷺ کی عزت و عظمت کو سامنے رکھ کر تھانوی صاحب کے ان الفاظ میں غور کرتے۔ ”اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔“

بلاشبہ اس ناپاک عبارت میں حضور سید عالم ﷺ کی صریح توہین ہے اور آپ کی توہین صریح کفر ہے۔

جناب تھانوی صاحب کے معتقدین کہتے ہیں کہ یہ ”عبارات بالکل بے غبار ہے اس میں صریح توہین تو کیا توہین کا شائبہ تک نہیں ہے، تم سمجھتے نہیں ہو۔ وہ تو حکیم الامت تھے ان کی بات سمجھنا کوئی معمولی بات ہے وغیرہ وغیرہ“۔ یعنی یہ جواب ہو گیا۔

ان لوگوں کی خدمت میں نہایت ادب سے التماس ہے کہ اگر واقعی تمہارے نزدیک یہ عبارت بالکل بے غبار ہے اور اس میں توہین کا شائبہ تک نہیں ہے تو اوزراہ کرم عبارات ذیل

پر نہایت ٹھنڈے دل سے غور کیجئے۔

”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے۔“

پھر یہ کہ کسی بہت بڑے دیوبندی عالم کی ذات پر علم کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس علم سے مراد بعض علم ہے یا کل علم، اگر بعض علوم مراد ہیں تو اس میں اس دیوبندی عالم کی ہی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم تو ہر گدھے ہر کتے ہر سور اور ہر الو کو بھی حاصل ہے کیونکہ ہر ایک کو کسی نہ کسی بات کا علم ہوتا ہے۔

پھر یہ کہ کسی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی ذات پر حکومت کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس حکومت سے مراد بعض حصص زمین پر حکومت ہے یا کل زمین پر۔ اگر بعض پر حکومت مراد ہے تو اس میں مجسٹریٹ صاحب ہی کیا تخصیص ہے ایسی حکومت تو ہر چوہے کو اپنے سوراخ پر، ہر لومڑی کو اپنے بھٹ پر بھی حاصل ہے کیونکہ ہر ایک کو کسی نہ کسی پر حکومت حاصل ہوتی ہے۔

تھانوی صاحب کے معتقدین بتائیں کہ ان عبارات میں اس بہت بڑے عالم اور مجسٹریٹ صاحب کی توہین ہے یا نہیں، اگر ہے اور واقعی ہے تو تھانوی صاحب کی اسی قسم کی عبارات میں حضور سید عالم ﷺ کی توہین ہے یا نہیں، اور آپ کی توہین کرنے والا کافر ہے یا نہیں؟

اگر توہین نہیں ہے تو ازراہ کرم ان عبارات پر پانچ مستند غیر جانبدار منصف مزاج علماء کرام اور پانچ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحبان کے دستخط کروادیں اور وہ لکھ دیں کہ ان عبارات

میں بہت بڑے عالم صاحب اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب کی کوئی توہین نہیں ہے۔
حقیقت واضح ہو جائے گی۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَدُ

قارئین حضرات کی خدمت میں نہایت ادب سے التماس ہے کہ ہمیں جناب تھانوی صاحب سے کوئی ذاتی عداوت و عناد نہیں ہے چونکہ حضور سید عالم ﷺ کی عزت و عظمت کا مسئلہ تھا لہذا یہ چند سطور لکھ دیں، آپ ﷺ کی توقیر ہم پر واجب ہے اور ہمارے نام اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ حکم ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ
وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ
عَلَى الْإِيمَانِ ۖ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَاُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٢٣﴾ (التوبہ: ۲۳)

اے ایمان والو! اپنے باپ اور اپنے
بھائیوں کو بھی دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان
پر کفر کو پسند کریں اور تم میں سے جو ان
سے دوستی کریں گے وہ ظالم ہوں گے۔
دوسرے مقام پر فرمایا۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ
الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ
إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۖ أُولَٰئِكَ كَتَبَ
فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ ۖ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ
مِّنْهُ ۖ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا
الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ
وَرَاضُوا عَنْهُ ۖ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۖ أَلَا
إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٢٤﴾

تو نہ پائے گا انہیں جو ایمان لاتے ہیں
اللہ اور قیامت کے دن پر کہ ان کے دل
میں ایسوں کی محبت آنے پائے جنہوں
نے اللہ و رسول کی مخالفت کی چاہے وہ ان
کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہی کیوں
نہ ہوں۔ یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں
اللہ نے ایمان نقش کر دیا اور اپنی طرف کی
روح سے ان کی مدد فرمائی اور انہیں باغوں
میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ
رہی ہیں ہمیشہ رہیں گے وہ ان میں اللہ ان

(المجادلہ)

سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہی لوگ
اللہ والے ہیں سن لو بلاشبہ یہی لوگ فلاں
پانے والے ہیں۔

ان دونوں آیتوں سے صراحۃً ثابت ہوا کہ مومن ان لوگوں سے کبھی دوستی نہ کرے گا جو
ایمان پر کفر پسند کریں اور اللہ و رسول کی جناب میں گستاخیاں کریں یا ان کی مخالفت کریں۔
خواہ وہ کتنے ہی قریبی یا عزیز یا محبوب کیوں نہ ہوں اور پھر اگر ان کی گستاخی ان کے کفر پر
مطلع ہو کر بھی ان سے محبت یا دل میں ان کی عظمت رکھے تو وہ مسلمان نہیں بلکہ ظالم ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَعَلَيْهِمْ مِنْ لَدُنَّا عَذَابٌ ۝۱۵
اور ہم نے اس (خضر) کو اپنا علم لدنی عطا
(الکہف: ۶۵) کیا۔

اس آیہ کریمہ کے تحت تفسیر ابن جریر میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت
ہے فرمایا۔

كَانَ رَجُلًا يَتَعَلَّمُ الْغَيْبَ
کہ وہ مرد (خضر علیہ السلام) غیب جانتے
(ج ۱۵، ص ۳۲۳) تھے۔

اس آیہ کریمہ کے تحت تفسیر بیضاوی میں ہے۔
وَهُوَ عَلِمُ الْغَيْبِ
(ج ۳، ص ۵۱۰) غیب ہے۔

اسی آیہ کریمہ کے تحت تفسیر روح البیان میں ہے۔
هُوَ عَلِمُ الْغُيُوبِ (ج ۵، ص ۳۲۱)
وہ علم لدنی غیبوں کا علم ہے۔

اسی آیہ کریمہ کے تحت تفسیر خازن میں ہے۔
أَيُّ عِلْمِ الْبَاطِنِ الْهَامَا (ج ۳، ص ۱۷۱)
یعنی وہ علم باطن ہے جو الہام کیا گیا۔

اسی آیہ کریمہ کے تحت تفسیر مدارک علی الخازن میں ہے۔

يَعْنِي الْأَخْبَارَ بِالْغَيْبِ (ج ۲، ص ۲۲) یعنی ان کو غیب کی خبریں عطا فرمائی گئی ہیں اس آیه کریمہ اور ان تفاسیر سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر کو بھی علم غیب عطا فرمایا تھا۔ ان آیات اور تفاسیر سے ثابت ہوا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب لیب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کو بے شمار علوم غیبیہ عطا فرمائے۔ آپ کا سینہ اقدس علوم غیبیہ کا خزانہ تھا۔

رہیں وہ آیات مبارکہ جن سے علم غیب کی نفی ہوتی ہے مثلاً
لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
الْغَيْبُ إِلَّا اللَّهُ وَ عِنْدَكَ مَفَاتِحُ
الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ
(النمل، ۶۵، انعام: ۵۹) جانتا۔

ان سے بالذات علم غیب یعنی ذاتی طور پر بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے جاننا مراد ہے اور ہمارا اس پر ایمان ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے بتائے بغیر کوئی غیب نہیں جان سکتا۔ جو شخص کسی غیر خدا کے لیے بالذات علم غیب مانے وہ کافر ہے۔
اگر یہ توجیہ نہ کی جائے تو چند خرابیاں لازم آتی ہیں مثلاً بعض آیات سے علم غیب کا اثبات اور بعض سے نفی ثابت ہوتی ہے اگر آیات نفی پر ایمان لا کر آیات اثبات کا انکار کیا جائے تو یہ کفر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ
بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَلِكَ
مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَى أَسَدِّ الْعَذَابِ
(البقرہ: ۸۵)

تو کیا تم کتاب الہی کے بعض حصے پر ایمان لاتے اور بعض سے کفر کرتے ہو تو جو تم میں سے ایسا کرے اس کی کیا سزا ہے سو اس کے کہ دنیا میں رسوائی ہے اور قیامت کے دن سخت عذاب کی طرف

لوٹائے جائیں گے۔

اور اگر آیات نفی و اثبات پر ایمان لا کر ذاتی علم اور عطائی علم کی تفریق نہ کی جائے بلکہ ایک ہی قسم کا علم غیب مانا جائے تو قرآن میں تناقض ماننا پڑتا ہے اور قرآن میں تناقض محال ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ﴿٨٢﴾ (النساء: ۸۲)

اگر یہ کتاب غیر خدا کی ہوتی تو اس میں ضرور اختلاف پاتے۔

حق یہی ہے کہ آیات نفی و اثبات دونوں پر ایمان لایا جائے اور تطبیق یوں دی جائے کہ نفی بھی حق اور اثبات بھی حق۔ نفی ہے علم غیب ذاتی کی یعنی بغیر عطائے الہی کوئی نہیں جانتا اور اثبات ہے علم غیب عطائی کا کہ اللہ کی عطا سے اس کے حبیب لبیب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ علم غیب جانتے تھے۔ لہذا جو علم غیب عطائی کا منکر ہو وہ بوجہ انکار آیات قطعاً کافر ہے کیونکہ مومن کسی آیہ کریمہ کا انکار نہیں کرتا بلکہ سارے قرآن پر ایمان رکھتا ہے۔

احادیث مبارکہ

حضرت عبدالرحمن بن عائش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

(۱) رَأَيْتُ رَبِّيَ عَزَّوَجَلَّ فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ
قَالَ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى؟ قُلْتُ
أَنْتَ أَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَتِفَيْ
فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيْ فَعَلَيْتُ مَا فِي
السَّلَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَ تَلَا وَ كَذَلِكَ
نُرَى إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتِ السَّلَوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَلِيَكُونَنَّ مِنَ الْمُوقِنِينَ (مشکوٰۃ: ۷۲۵)

میں نے اپنے رب عزوجل کو احسن صورت
میں دیکھا۔ رب نے فرمایا (اے محمد)
ملائکہ مقربین کس بات میں جھگڑا کرتے
ہیں؟ میں نے عرض کی مولا! تو ہی خوب
جانتا ہے حضور نے فرمایا، پھر میرے رب
نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں
شانوں کے درمیان رکھ دیا۔ میں نے اس
کے وصول فیض کی ٹھنڈک اپنی دونوں
چھاتیوں کے درمیان پائی پس مجھے ان تمام
چیزوں کا علم ہو گیا جو کہ آسمان اور زمینوں
میں تھیں اور حضور نے اس کے حال کے
مناسب یہ آیت تلاوت فرمائی۔ و كذلك
نرى ابراهيم ملكوت السبوت والارض
الخ یعنی ایسے ہی دکھاتے ہیں ہم حضرت
ابراہیم (علیہ السلام) کو ملک آسمانوں اور
زمینوں کے تاکہ وہ ہو جائے یقین کرنے
والوں میں سے۔

حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

قَالَ ابْنُ حَجَرٍ أَنَّى جَبَّيْعَ الْكَائِنَاتِ الَّتِي
فِي السَّلَوَاتِ بَلْ وَمَا فَوْقَهَا كَمَا يُسْتَفَادُ
علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ مافی السموات
سے آسمانوں بلکہ ان سے بھی اوپر کی تمام

مِنْ قِصَّةِ الْبُعْرَاجِ وَالْأَرْضِ هِيَ بِمَعْنَى الْجَنَسِ أَيْ وَ جَيْعٌ مَا فِي الْأَرْضَيْنِ السَّبْعِ بَلْ وَمَا تَحْتَهَا كَمَا أَفَادَهُ أَخْبَارُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ الثُّورِ وَالْحُوتِ الَّذِينَ عَلَيْهِمَا الْأَرْضُونَ كُلُّهُمَا يَعْنِي أَنَّ اللَّهَ أَرَىٰ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَلَكُوتَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَ كُشِفَتْ لَهُ ذَالِكَ وَفُتِحَ عَلَىٰ أَبْوَابِ الْغُيُوبِ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ج ۲، ص ۶۰۹، زیر حدیث: ۷۲۵)

کائنات کا علم مراد ہے جیسا کہ قصہ معراج سے مستفاد ہے اور ارض بمعنی جنس ہے یعنی وہ تمام چیزیں جو ساتوں زمینوں میں بلکہ ان سے بھی نیچے ہیں وہ سب حضور ﷺ کو معلوم ہو گئیں جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ثور و حوت کی خبر دینا جن پر سب زمینیں ہیں اس کو مفید ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمینوں کے ملک دکھائے اور ان کو ان کے لیے کشف فرمادیا اور فرمایا حضور علیہ السلام نے مجھ پر اللہ نے غیبوں کے دروازے کھول دیئے۔

(۱) شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا پس جانا میں نے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمینوں میں ہے یہ عبارت ہے تمام علوم جزوی و کلی حاصل ہونے اور ان کے احاطہ کرنے کی۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ، ج ۱، ص ۳۳۳)

(۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَأَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتَّى دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَأَهْلُ

حضور ﷺ نے ہم میں قیام فرما کر سب مخلوقات کی ابتداء سے لے کر جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے اور دوزخیوں کے

النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذَلِكَ مَنْ حَفِظَهُ وَ
نَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ (بخاری شریف: ۳۱۹۲،
مشکوٰۃ شریف: ۵۶۹۹)
جس نے بھلا دیا۔

(۳) حضرت عمرو بن الخطب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
فَاخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَبِأَنَّهُ كَانَ فَاَعْلَمَنَا
أَحْفَظَنَا (مسلم شریف: ۷۲۶۷)
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہر اس چیز کی خبر
دے دی جو ہو چکی اور جو (قیامت تک)
ہونے والی تھی ہم میں زیادہ علم اسے ہے
جسے زیادہ یاد رہا۔

(۴) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَقَامًا مَّا تَرَكَ شَيْئًا يَكُونُ فِي
مَقَامِهِ ذَلِكَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا حَدَّثَ
بِهِ حَفِظَهُ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ
(مسلم شریف: ۷۲۶۳)
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں قیام فرما کر
کسی چیز کو نہ چھوڑا (بلکہ) قیامت تک جو
کچھ ہونے والا تھا وہ سب بیان کر دیا۔
جسے یاد رہا یا درہا جو بھول گیا بھول گیا۔

(۵) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
لَقَدْ تَرَكْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَمَا يُحَرِّكُ طَائِرٌ جَنَاحَيْهِ إِلَّا
ذَكَرْنَا مِنْهُ عِلْمًا
(مسند احمد: ۳۱۳۶۱، طبرانی: ۱۶۴)
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس حال
میں مفارقت فرمائی کہ کوئی پرند ایسا نہیں
جو اپنے بازو کو ہلائے مگر آپ نے ہم سے
اس کا بھی ذکر فرما دیا۔

(۶) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
مَا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مِنْ قَائِدٍ فِتْنَةٍ إِلَى أَنْ تَنْقُضَ
کہ نہیں چھوڑا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی فتنہ
چلانے والے کو دنیا کے ختم ہونے تک کہ

الدُّنْيَا يَبْدُغُ مَنْ مَعَهُ ثَلَاثُ مِائَةٍ
فَصَاعِدًا إِلَّا قَدْ سَبَّاهُ لَنَا بِاسْمِهِ وَاسْمِ
أَبِيهِ وَاسْمِ قَبِيلِهِ (مشکوٰۃ: ۵۳۹۳)
جن کی تعداد تین سو سے زیادہ تک پہنچے گی
مگر ہمیں اس کا نام اور اس کے باپ کا نام
اور اس کے قبیلے کا نام بھی بتادیا۔

(۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بھیڑ یا ایک بکریاں چرانے والے کی
طرف آیا اور اس نے بکریوں میں سے ایک بکری لے لی۔ چرواہے نے اسے تلاش کیا
یہاں تک کہ اس سے وہ بکری چھین لی۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ وہ بھیڑ یا اپنے
مخصوص انداز میں ٹیلے پر جا بیٹھا اور اس نے اپنی دم اپنے دونوں پاؤں کے درمیان رکھ لی
اور کہنے لگا کہ (اے چرواہے) تو نے مجھ سے ایسے رزق کے چھین لینے کا قصد کیا جو اللہ
تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا تھا۔

فَقَالَ الرَّجُلُ تَا اللَّهُ إِنَّ رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ
ذَنْبٌ يَتَكَلَّمُ فَقَالَ الذَّنْبُ أَعَجَبُ مَنْ
هَذَا رَجُلٌ فِي السَّخَلَاتِ بَيْنَ الْحَرَّتَيْنِ
يُخْبِرُكُمْ بِنَا مَطَى وَمَا هُوَ كَأَنَّ بَعْدَكُمْ
قَالَ فَكَانَ الرَّجُلُ يَهُودِيًّا فَجَاءَ إِلَى
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ
وَأَسْلَمَ فَصَدَّقَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ (مشکوٰۃ: ۵۹۲۷)

چرواہا بولا خدا کی قسم آج کی طرح عجیب
حال میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ بھیڑ یا
کلام کرتا ہے۔ بھیڑیے نے کہا اس سے
زیادہ عجیب حال اس مقدس انسان کا ہے
جو کھجوروں کے علاقے میں دو پہاڑوں
کے درمیان یعنی مدینہ منورہ میں تمہیں ان
چیزوں کی خبر دیتا ہے جو ہو چکیں اور جو
آئندہ ہونے والی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ
فرماتے ہیں کہ وہ آدمی یہودی تھا وہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا
اور آپ کی خدمت میں اس نے یہ واقعہ
پیش کیا اور مسلمان ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس خبر کی تصدیق فرمائی۔

سبحان اللہ! یہودی لوگ تو بھیڑیوں کی زبان سے حضور ﷺ کے علم غیب کا کان و ما
یکون کا بیان سن کر ایمان لے آئیں اور اس زمانہ کے مسلمان کہلانے والے قرآن و حدیث
کے دلائل سن کر بھی علم غیب کو نہ مانیں تو کس قدر افسوس ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

يُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضَىٰ أَمِّي سَبَقَ مِنْ خَبَرِ
الْأَوَّلِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَا هُوَ كَالَّذِ
بَعْدَكُمْ أَمِّي مِنْ نَبِيٍّ الْآخِرِينَ فِي الدُّنْيَا
وَمِنْ أَحْوَالِ الْأَجْمَعِينَ فِي الْعُقْبَىٰ
ہیں۔ (مرقاۃ، شرح مشکوٰۃ، ج ۹، ص

۳۸۲۳، زیر حدیث: ۵۹۲۷)

(۸) علامہ خازن تفسیر پارہ ۴ زیر آیت مَا كَانَ اللَّهُ لِيَدْرَأَ الْمُؤْمِنِينَ الخ فرماتے

ہیں کہ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَرَضْتُ عَلَىٰ أُمَّتِي فِي صُورَهَا فِي الطَّيْنِ
كَمَا عَرَضْتُ عَلَىٰ أَدَمَ أُعْلِمْتُ مَنْ يُؤْمِنُ
بِي وَمَنْ يَكْفُرُ بِي فَبَدَغَ ذَالِكَ الْمُنَافِقِينَ
قَالُوا اسْتَهْزَأَ رَعَمَ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ يَعْلَمُ
مَنْ يُؤْمِنُ بِهِ وَمَنْ يَكْفُرُ مِمَّنْ لَمْ يَخْلُقْ
بَعْدَ وَ نَحْنُ مَعَهُ وَمَا يَعْرِفُنَا فَبَدَغَ
ذَالِكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ عَلَى النَّبِيِّ فَحَبَدَ اللَّهُ وَ أَتَنَى
عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ طَعَنُوا فِي
عَلَمِي لَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ فِيمَا بَيْنَكُمْ وَ
بَيْنَ السَّاعَةِ إِلَّا نَبَأْتُكُمْ بِهِ

حضور ﷺ نے فرمایا مجھ پر میری تمام
امت اپنی اپنی صورتوں میں پیش کی گئی
جیسا کہ آدم علیہ السلام پر پیش کی گئی تھی
اور مجھے بتا دیا گیا کہ کون مجھ پر ایمان
لائے گا اور کون کفر کرے گا۔ یہ خبر منافقین
کو پہنچی تو انہوں نے استہزاء کیا اور کہنے
لگے محمد کا یہ گمان ہے کہ وہ ان لوگوں کے
کفر و ایمان کی بھی خبر رکھتا ہے جو ابھی پیدا
بھی نہیں ہوئے اور ہم تو اس کے ساتھ
رہتے ہیں اور وہ ہمیں پہچانتا بھی نہیں ہے
یہ بات حضور پر نور ﷺ تک پہنچی تو
حضور منبر اطہر پر جلوہ افروز ہوئے اور اللہ

(تفسیر خازن، ج ۱، ص ۳۰۵)

کی حمد و ثنا کرنے کے بعد فرمایا کہ ان قوموں کا کیا حال ہے جو میرے علم میں طعنہ کرتی ہیں، اس وقت سے لے کر قیامت تک ہونے والی کسی چیز کے متعلق جو بھی تم مجھ سے پوچھو گے میں تمہیں اس کی خبر دوں گا۔

(۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 فَوَاللّٰهِ لَا تَسْأَلُونَنِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَخْبَرْتُكُمْ خُدا کی قسم تم ہم سے کسی چیز کے متعلق نہیں پوچھو گے مگر ہم یہاں کھڑے ہی اس کی بہ مَا دُمْتُ فِي مَقَامِي هَذَا (بخاری: ۷۲۹۳، مسلم: ۶۱۲۱) خبر دیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمایا۔ پوچھو پوچھو! بعض نے چند سوالات کیے، حضور نے جواب دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت جوش میں تھے چنانچہ سب لوگ رونے لگ گئے۔ حضرت عمر فاروق کھٹے ٹیک کر بیٹھ گئے اور کہا۔ رَضِينَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِ مُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ وسلم) نَبِيًّا وَرَسُولًا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ ان احادیث کے الفاظ لَا تَسْأَلُونَنِي عَنْ شَيْءٍ سے ثابت ہوا کہ کوئی شے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے خارج نہیں کیونکہ شے نکرہ ہے اور نکرہ چیز نفی میں عموم کا فائدہ دیتا ہے جیسا کہ کتب اصول میں مبرہن ہے۔

ان صحیح احادیث سے صراحۃً ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخلوق کی ابتداء سے لے کر دخول جنت و نار تک کا سارا تفصیلی علم حاصل تھا۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ یہ جو کچھ بیان ہوا ہر گز ہر گز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اقدس کا پورا علم نہیں بلکہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے ایک تھوڑا سا حصہ ہے۔ امام شرف الدین بوسری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں

فَإِنَّ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَصَرَتهَا وَمِنْ عُلُومِكَ عِلْمَ اللُّوحِ وَ الْقَلَمِ
یا رسول اللہ بے شک دنیا و آخرت آپ کی بخشش سے ہیں اور لوح محفوظ اور قلم کا علم
آپ کے علوم میں سے ایک علم ہے۔ (قصیدہ بردہ شریف)

اسی شعر کے تحت امام ملا علی قاری شرح قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں۔
وَعَلَيْهَا يَكُونُ نَهْرًا مِّنْ بَحُورٍ عَلَيْهِ وَ اور لوح و قلم کا علم آپ کے علم کے دریاؤں
میں سے ایک نہر اور آپ کے علم کی
حَرْفًا مِّنْ سَطُورٍ عَلَيْهِ (الزبدۃ العمدہ، ص ۱۱۷) سطروں میں سے ایک حرف ہے۔

علامہ سلیمان جمل رحمۃ اللہ علیہ فتوحات احمدیہ میں فرماتے ہیں۔
وَسِعَ عَلَيْهِ عُلُومُ الْعَالَمِينَ الْإِنْسِ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم تمام جہانوں جن و
وَالْجِنِّ وَالْبَلَدِيَّةِ لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَطْلَعَهُ اُنس اور ملائکہ کے علوم کو گھیرے ہوئے ہے
عَلَى الْعَالَمِ كُلِّهِ فَعَلِمَ عِلْمَ الْأَوَّلِينَ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام عالم پر مطلع
وَالْآخِرِينَ وَمَا كَانَ وَمَا يَكُونُ فرمایا اور اگلوں پچھلوں کا علم اور جو کچھ ہو
چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے سب سکھا دیا۔

علامہ خرپوٹی شرح قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں۔
إِنَّ جَمِيعَ الْأَنْبِيَاءِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ طَلَبُوا بلاشبہ تمام انبیائے کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
وَأَخَذُوا الْعِلْمَ مِنْ عَلَيْهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ کے اس علم میں سے جو وسعت میں سمندر
وَالسَّلَامُ الَّذِي كَانَتْ فِي السَّعَةِ کی طرح ہے اور اس کرم میں سے جو تیز
وَالْكَرَمِ الَّذِي هُوَ كَالدِّيمِ لِأَنَّهُ عَلَيْهِ بارش کی طرح ہے مانگا اور لیا کیونکہ آپ
السَّلَامُ مُفِيضٌ وَهُمْ مُسْتَفَاضُونَ لِأَنَّهُ فیض دینے والے اور تمام انبیائے کرام
تَعَالَى خَلَقَ ابْتِدَاءً رُوحَهُ عَلَيْهِ فیض لینے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے سب
السَّلَامَ وَوَضَعَ عُلُومَ الْأَنْبِيَاءِ وَعِلْمَ مَا سے پہلے آپ کی روح کو پیدا فرمایا اور
كَانَ وَمَا يَكُونُ ثُمَّ خَلَقَهُمْ فَأَخَذُوا اس میں تمام انبیاء اور ما کان وما یکون
عُلُومَهُمْ مِنْهُ (عصیدۃ الشہدہ) کے علوم رکھے پھر ان رسولوں کو پیدا

فرمایا تو انہوں نے اپنے علوم آپ سے لیے۔

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں یہ مشہور و معروف تھا کہ آپ کو غیبیوں پر اطلاع ہے۔

قَدْ اَشْتَهَرَ وَانْتَشَرَ اَمْرُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ بَيْنَ اصْحَابِهِ بِالْاِطْلَاعِ عَلَى الْغُيُوبِ (زرقانی علی المواہب، ج ۷، ص ۲۵۵)

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اور بلاشبہ متواتر احادیث اور ان کے معانی اس پر متفق ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب پر اطلاع ہے۔

وَقَدْ تَوَاتَرَتْ الْاُخْبَارُ وَاتَّفَقَتْ مَعَانِيهَا عَلَى اِطْلَاعِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْغُيُوبِ (زرقانی علی المواہب، ج ۷، ص ۱۹۸)

علامہ احمد بن محمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر صاوی میں فرماتے ہیں۔

جن پر ایمان لانا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے منتقل نہ ہوئے یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو جمیع غیب جو دنیا و آخرت میں ثابت ہونے والے تھے سکھا دیئے آپ ان کو اس طرح جانتے ہیں جس طرح وہ ہیں بہ عین یقین۔

وَالَّذِي يَجِبُ الْاِيْمَانُ بِهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَنْتَقِلْ مِنَ الدُّنْيَا حَتَّى اَعْلَمَهُ اللهُ بِجَمِيعِ الْمَغِيْبَاتِ الَّتِي تُحْصَلُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَهُوَ يَعْلَمُهَا كَمَا هِيَ عَيْنٌ يَقِيْنُ (ج ۲، ص ۱۰۴)

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جو علم غیب اللہ سبحانہ کے ساتھ خاص ہے اس پر اللہ اپنے خاص رسولوں کو مطلع فرما دیتا ہے۔

ہر علم غیب کہ مخصوص باوست سبحانہ خاص رسل را اطلاع می بخشد (مکتوبات شریف، ج ۱، ص ۳۱۰)

شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام چیزوں کے جاننے

وہ صلی اللہ علیہ وسلم داناست برہمہ چیز

از شیونات ذات الہی و احکام الہی و احکام
صفات حق و اسماء و افعال و آثار و جمیع علوم
ظاہر و باطن و اول و آخر احاطہ نموده و
مصدق فوق کل ذی علم علیم شدہ علیہ من
الصلوات افضلہا و من التحیات اتمہا
و اکملہا (مدارج النبوة ص ۳، ج ۱)

امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

لَاَنَّ اللَّهَ تَعَالَى اَطَّلَعَهُ عَلَى الْعَالَمِ فَعَلِمَ
عِلْمَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَمَا كَانَ وَمَا
يَكُوْنُ

(شرح ام القری، خالص الاعتقاد، ص ۳)

علامہ شبنوائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

قَدْ وَدَّ اَنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَمْ يُخْرِجِ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى اَطَّلَعَهُ عَلَى
كُلِّ شَيْءٍ (جمع النہایہ خالص الاعتقاد، ص ۵۰)

علوم خمسہ: قیامت کب آئے گی، مینہ کب، کہاں اور کتنا برسے گا۔ مادہ کے پیٹ میں
کیا ہے۔ کل کیا ہوگا اور فلاں کہاں مرے گا۔ ان پانچوں علوم کے متعلق علامہ احمد بن محمد
صاوی مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اَلْحَقُّ اَنَّهُ لَمْ يَخْرِجْ نَبِيَّنَا صَلَّی اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مِنَ الدُّنْيَا حَتَّى اَطَّلَعَهُ عَلَى تِلْكَ
الْخَمْسِ وَلِكِنَّهُ اُمِرَ بِكُتْبِهَا

(تفسیر صاوی، ج ۳، ص ۲۴۴)

حق یہ ہے کہ بے شک ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
دنیا سے تشریف نہیں لے گئے یہاں تک
کہ ان پانچوں علوم پر بھی آپ کو مطلع کیا
گیا لیکن ان کے چھپانے کا حکم ہوا۔

علامہ ملا احمد جیون رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔
وَلَكَّ أَنْ تَقُولَ إِنَّ عِلْمَ هَذِهِ الْخَمْسَةِ
وَأَنْ كَانَ لَا يَبْدُلُكَ إِلَّا اللَّهُ وَلَكِنْ يَجُوزُ أَنْ
يُعَلِّمَهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ مُحِبِّيهِ وَ
أَوْلِيَائِهِ بِقَرِينَةٍ قَوْلِهِ تَعَالَى إِنَّ اللَّهَ
عَلِيمٌ خَبِيرٌ عَلَى أَنْ يَكُونَ الْخَبِيرُ بِمَعْنَى
الْمُخْبِرِ (تفسيرات احمدیہ، ص ۳۹۷)

اور تو یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ ان پانچوں علوم کا
اگرچہ اللہ کے سوا کوئی مالک نہیں لیکن یہ
جائز ہے کہ اللہ اپنے محبوبوں اور ولیوں میں
سے جس کو چاہے سکھادے۔ اللہ تعالیٰ کے
اس قول کے قرینہ سے کہ اللہ جاننے والا
اور خبر دینے والا ہے اور خبر بمعنی منجر ہے۔

سیدی امام عبدالوہاب الشحرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

وَأُوْنِي عِلْمَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى الزُّوْحِ وَ
الْخَمْسِ الَّتِي فِي آيَةِ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَكَ عِلْمُ
السَّاعَةِ (كشف الغمہ، ج ۲، ص ۵۸)

حافظ الحدیث سیدی احمد مالکی غوث الزمان سید شریف عبدالعزیز حسنی رحمہ اللہ سے

راوی ہیں۔

یہ پانچوں غیب جو آیہ شریفہ میں مذکور ہیں
ان میں سے کوئی چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مخفی
نہیں اور یہ کیونکر مخفی رہیں جب کہ آپ کی
امت کے ساتوں قطب ان کو جانتے ہیں
حالانکہ ان کا مرتبہ غوث کے نیچے ہے پھر
غوث کا کیا کہنا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا کہنا
جو اولین و آخرین کے سردار اور ہر چیز کے
سبب اور ہر شے انہیں سے ہے۔

هُوَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْفَى عَلَيْهِ
شَيْءٌ مِّنَ الْخَمْسِ الْمَذْكُورَةِ فِي الْآيَةِ
الشَّرِيفَةِ وَ كَيْفَ يَخْفَى عَلَيْهِ ذَلِكَ
وَالْأَقْطَابُ السَّبْعَةُ الشَّرِيفَةُ يَخْلُصُونَهَا
وَهُمْ دُونَ الْغُوثِ فَكَيْفَ بِالْغُوثِ فَكَيْفَ
بِسَيِّدِ الْأَوَّلِينَ وَ الْآخِرِينَ الَّذِي هُوَ
سَبَبُ كُلِّ شَيْءٍ وَ مِنْهُ كُلُّ شَيْءٍ
(تفہیم الاشخاص فی الفکر الصوفی، ص ۲۱۶، الحقیقۃ
المحمدیہ عند اقْطاب السادة الصوفیہ، ص ۳۳۴)

علامہ ابراہیم بجوری شرح قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں۔

لَمْ يَخْرُجْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ الدُّنْيَا إِلَّا بَعْدَ أَنْ أَعْلَمَهُ اللَّهُ تَعَالَى بِهَذِهِ الْأُمُورِ آيِ الْخُمْسَةِ (ص ۹۱)

نبی ﷺ دنیا سے تشریف نہ لے گئے مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ان پانچوں غیبوں کا علم بھی دے دیا۔

حافظ الحدیث علامہ احمد سلجھاسی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ غوث زماں حضرت سیدی عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا۔

أَنَّ عُلَمَاءَ الظَّاهِرِيِّينَ مِنَ الْمُحَدِّثِينَ وَغَيْرِهِمْ اِخْتَلَفُوا فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ هَلْ كَانَ يَعْلَمُ الْخُمْسَ فَقَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَيْفَ يَخْفَى أَمْرُ الْخُمْسِ عَلَيْهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْوَاحِدُ مِنْ أَهْلِ التَّصَرُّفِ مِنْ أُمَّةٍ الشَّرِيفَةِ لَا يُمْكِنُهُ التَّصَرُّفُ إِلَّا بِعَرَفَةِ هَذَا الْخُمْسِ (الابریز شریف، ص ۲۸۳)

کہ علماء ظاہر محدثین وغیرہ مسئلہ علوم خمسہ میں باہم اختلاف رکھتے ہیں علماء کا ایک گروہ کہتا ہے کہ نبی ﷺ کو ان کا علم تھا دوسرا انکار کرتا ہے اس میں حق کیا ہے؟ فرمایا رحمۃ اللہ علیہ نے حضور سے یہ غیب کیونکر مخفی رہ سکتے ہیں حالانکہ آپ کی امت شریفہ میں جو اولیائے کرام اہل تصرف ہیں (کہ عالم میں تصرف کرتے ہیں) وہ تصرف نہیں کر سکتے جب تک ان پانچوں غیبوں کو نہ جان لیں۔

حضرت مولوی معنوی قدس سرہ العزیز دفتر ثلاث مثنوی شریف میں موزہ و عقاب کی حدیث میں فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا

گرچہ ہر غیبے خدا مارا نمود دل دراں لحظہ بحق مشغول بود اگرچہ خدا تعالیٰ نے ہمیں ہر غیب دکھا دیا مگر اس وقت میرا قلب مبارک مشاہدہ جمال حق میں مستغرق و مشغول تھا۔

امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شیخ ابو عبد اللہ شیرازی سے نقل فرماتے ہیں۔

نَعْتَقِدُ أَنَّ الْعَبْدَ يَنْتَقِلُ فِي الْأَحْوَالِ ہمارا عقیدہ ہے کہ بندہ ترقی مقامات پا کر

حَتَّى يُصَيِّرَ إِلَى نِعَةِ الرُّوحَانِيَّةِ فَيَعْلَمَ
الْغَيْبَ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ج ۱، ص ۶۲)
جب صفت روحانی تک پہنچتا ہے تو اسے
علم غیب حاصل ہو جاتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

فَاضَ عَلَى مَنْ جَنَابِهِ الْمُبْقَدَسِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفِيَّةَ تَرَقُّي الْعَبْدِ مِنْ
حَيِّزِهِ إِلَى حَيِّزِ الْقُدُسِ فَتَجَلَّى لَهُ كُلُّ شَيْءٍ
كَمَا أَخْبَرَ عَنْ هَذَا الْمَشْهَدِ فِي قِصَّةِ
الْبِعْرَاجِ الْمَنَامِ (فیوض الحرمین، ص ۵۹)
یعنی مجھ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ
اقدس سے فائز ہوا کہ بندہ کیونکر اپنی جگہ
سے مقام اقدس تک ترقی کرتا ہے کہ ہر شے
اس پر روشن ہو جاتی ہے جیسا کہ واقعہ معراج
میں آپ نے اس مقام سے خبر دی۔

یہی شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

الْعَارِفُ يَنْجَذِبُ إِلَى حَيِّزِ الْحَقِّ فَيَصِيرُ
عِنْدَ اللَّهِ فَيَتَجَلَّى لَهُ كُلُّ شَيْءٍ
(فیوض الحرمین، ص ۶۱)
عارف مقام حق تک پہنچ کر بارگاہ قرب
میں ہوتا ہے تو ہر چیز اس پر روشن ہو جاتی
ہے۔

انہی شاہ صاحب نے ولی فرد کے خصائص میں لکھا کہ وہ تمام نشاۃ غصری جسمانی پر
مستولی (غالب) ہوتا ہے پھر لکھا کہ یہ استیلا (غلبہ) انبیاء علیہم السلام میں تو ظاہر ہے۔

وَأَمَّا فِي غَيْرِهِمْ فَمَنَاصِبُ وَرَاثَةُ الْأَنْبِيَاءِ
كَالْمَجْدِ دِيَّةٍ وَالْقُطْبِيَّةِ وَظُهُورِ أَثَارِهَا وَ
أَحْكَامِهَا وَالْبُلُوغِ إِلَى حَقِيقَةِ كُلِّ عِلْمٍ وَ
حَالٍ (فیوض الحرمین، ص ۹۳)
رہے غیر انبیاء ان میں وراثت انبیاء کے
منصب ہیں جیسے مجدد ہونا، قطب ہونا اور
ہر علم و حال کی حقیقت کو پہنچ جانا۔

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت آنکھوں کے بیان اور ایک
اسی سینہ اقدس کے بیان میں گزر چکی ہے جس میں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے
متعلق لکھا اور اعتراف کیا ہے۔ یہ تیسری عبارت اولیاء کرام کی شان میں ہے فرماتے ہیں۔
اطلاع بر لوح محفوظ بر طالعہ و دیدن نقوش یعنی لوح محفوظ پر مطلع ہونا اسے دیکھنا اس

نیز از بعضی اولیاء بتواتر منقول است میں جو کچھ لکھا ہے اس کا مطالعہ کرنا بھی
(تفسیر عزیزی سورہ جن) بعض اولیاء سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء و اولیاء کو نہیں ہوتا میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت و ادراک غیبیات کا ان کو ہوتا ہے اصل میں یہ علم حق ہے۔

(شائم امدادیہ، ص ۱۱۵، امداد المشتاق، ص ۷۶)

جناب محمد تقاسم نانوتوی مزعومہ بانی مدرسہ دیوبند فرماتے ہیں۔

علوم اولین مثلاً اور ہیں اور علوم آخرین اور لیکن وہ سب علوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مجتمع ہیں۔ (تحذیر الناس، ص ۴)

یہی نانوتوی صاحب دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔

جناب سرور کائنات علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات ہر چند بشر تھے مگر خیر البشر خدا کے منظور نظر تھے۔ خداوند کریم نے اپنے سب کمالوں سے حصہ کامل ان کو عنایت فرمایا تھا منجملہ کمالات علم جو اول درجے کا کمال ہے اپنے ہی علم میں سے ان کو مرحمت کیا چنانچہ وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحى اس دعوے کے لیے دلیل کامل ہے اس صورت میں آپ کا علم وہ خدا ہی کا علم ہوا اور آپ کا کہا وہ خدا ہی کا کہا نکلا۔ (فیوض قاسمیہ، ص ۴۲)

جناب حسین احمد اجدو دھیاباشی جن کو مدنی بھی کہتے ہیں، فرماتے ہیں،

علم احکام و شرائع و علم ذات و صفات و افعال جناب باری عز اسمہ و اسرار حقانی کونیہ وغیرہ وغیرہ میں حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ رتبہ ہے کہ نہ کسی مخلوق کو نصیب ہوا اور نہ ہوگا اور ماسوا اس کے جتنے کمالات ہیں سب میں بعد خداوند اکرم عز اسمہ، مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے کوئی مخلوق آپ کے ہم پلہ علوم و دیگر کمالات میں نہیں۔

(الشہاب الثاقب، ص ۶۷)

مسئلہ علم غیب کے متعلق یہ مختصر سا مضمون ہدیہ ناظرین ہے، امید ہے کہ اس سے

ان شاء اللہ بہت کچھ مسئلہ کی حقیقت واضح ہو جائے گی ا۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا ابو محمد عبدالحق حقانی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اقدس کے بیان میں فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اقدس کو ایک رفیع الشان محل سمجھنا چاہیے جس میں بارہ کمرے ہوں اور ہر کمرے میں ایک مجلس ہو اور مجلس کے حاکم اعلیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں جس کی توضیح یہ ہے۔

کمرہ اول

اس میں ایک عظیم الشان شہنشاہ تشریف فرما ہیں کہ روئے زمین کے بڑے بڑے بادشاہان عرب و عجم، روم و شام، ایران و ہند وغیرہ ممالک کے دست بستہ ان کے سامنے حاضر ہیں اور تدابیر مملکت قوانین جہانداری امور سلطنت وغیرہ ان سے دریافت کر رہے ہیں اور جو کچھ وہ فرماتے ہیں اس کو وہ سر آنکھوں پر رکھتے ہیں، وہ ان جملہ بادشاہوں کے بادشاہ کون ہیں۔ نبی اکرم نور مجسم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

کمرہ دوم

اس میں ایک عظیم القدر جلیل الشان حکیم تشریف فرما ہیں کہ دنیا بھر کے حکماء ان کے سامنے دست بستہ حاضر ہیں، علوم سیاست، تدبیر منزل، درستی آداب و اخلاق اور دیگر علوم حکمیہ کا استفادہ کر رہے ہیں اور وہ استاد کل، معلم علم و حکمت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کو اس کی استعداد فہم کے مطابق تعلیم فرما رہے ہیں۔

۱۔ مسئلہ علم غیب کے متعلق اگر تفصیلی بحث پڑھنی ہو تو درج ذیل رسالوں کا مطالعہ فرمائیں۔

(۱) الدولۃ الکیمیہ (۲) خالص الاعتقاد از اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(۳) الکلمۃ العلیا از صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

(۴) جاء الحق حصہ اول از مفسر قرآن حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب بدایونی

(۵) انوار الغیبیہ از شیر پیشہ اہل سنت مناظر اسلام حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کمرہ سوم

اس میں ایک جلیل القدر عظیم الشان قاضی القضاۃ بڑی تمکنت اور وقار کے ساتھ تشریف فرما ہیں اور ان کے سامنے دنیا بھر کے قاضی (جج) معاملہ فہم، موجد قوانین سیاسیه و نوامیسیہ حاضر ہیں اور آپ کے فیصلہ جات اور ارشادات کو اپنا دستور العمل بنا رہے ہیں وہ قاضی القضاۃ بھی حضور ہی ہیں ﷺ۔

کمرہ چہارم

اس میں ایک مفتی تبخر مسند افتاء پر تشریف فرما ہیں اور علوم و فنون کے دریا جو اس کے سینہ اقدس میں موجزن ہیں رواں ہیں اور دنیا بھر کے محدثین، مفسرین، متکلمین، مقررین، مقرئین اس کے سامنے حاضر ہیں اور سب کے سب اپنی اپنی استعداد کے مطابق اس چشمہ علم و حکمت سے سیراب ہو رہے ہیں، وہ مفتی تبخر بھی سید الکائنات حضرت محمد مصطفیٰ ہی ہیں ﷺ۔

کمرہ پنجم

اس میں ایک محتسب باوقار مسند حکومت پر رعب و جلال سے تشریف فرما ہیں اور احکام الہی سے نافرمانی کرنے والوں کو سزائیں دلوار ہے ہیں، کہیں زانی سنگسار ہو رہا ہے اور کہیں چور کے ہاتھ کاٹے جا رہے ہیں، مسکرات کے استعمال کرنے والوں پر درے پڑ رہے ہیں اور ظلم و تعدی کرنے والوں کو سزائیں ہو رہی ہیں، شہوات اور فسق و فجور کے رسوم مٹائے جا رہے ہیں، دغا بازوں، مکاروں اور فریبیوں پر سرنش ہو رہی ہے۔ راشی اور مرثی حکام سے باز پرس ہو رہی ہے۔ یہ صاحب وقار محتسب بھی جناب محمد ﷺ ہی ہیں۔

کمرہ ششم

اس میں ایک جلیل القدر، رفیع الصوت، خوش الحان قاری جلوہ افروز ہیں اور دنیا بھر کے قاری اس کے سامنے سر نیاز جھکائے ہوئے دست بستہ حاضر ہیں، فن تجوید، قرأت

سب سے اوپر قواعد و قوانین، لب و لہجہ وغیرہ کی تعلیم ہو رہی ہے۔ یہ عظیم الشان قاری بھی آپ ہی ہیں ﷺ۔

کمرہ ہفتم

اس میں ایک عابد و زاہد دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر تشریف فرما ہیں۔ صبح و شام رات و دن میں ایک گھڑی تو کیا ایک سانس بھی غفلت سے نہیں گزارتے۔ ہر وقت تسبیح و تہلیل اور اوراد و وظائف، فرائض و نوافل، ادعیہ صبح و شام میں مشغول و مصروف ہیں اور دنیا بھر کے عابد و زاہد اس کے حضور حاضر ہیں۔ عبادت و ریاضت اور طریقت کے اصول و طریق وغیرہ حاصل کر رہے ہیں اور وظائف صبح و شام اوراد و اشغال کی تعلیم ہو رہی ہے یہ عابد و زاہد بھی حضور سرور کائنات ہی ہیں ﷺ۔

کمرہ ہشتم

اس میں ایک عارف کامل تشریف فرما ہیں کہ ذات و صفات کے اسرار اور عالم ناسوت و ملکوت کے حقائق اس کے دل پر منکشف ہیں اور تمام دنیا کے عارف اس کے حضور عاجز و انکسار سے حاضر ہیں اور حقائق و معارف اسرار و رموز کی تعلیم ہو رہی ہے۔ یہ عارف کامل بھی وہی معدن اسرار کل حضرت نبی اکرم ہی ہیں ﷺ۔

کمرہ نہم

اس میں ایک واعظ عالم و فاضل منبر اطہر پر جلوۂ افروز ہے اور لوگوں کی ارواح اور قلوب کو اپنے کلام مقدس کی تاثیر و انوار سے مسرور و منور کر رہا ہے۔ کسی کو ثواب عظیم اور اجر جزیل کی ترغیب سے راہ راست پر لا رہا ہے اور کسی کو عذاب قبر اور جہنم کے المناک حالات سنا کر توبہ کر رہا ہے اور ہزاروں دار آخرت کے درجات اور حیات جاودانی کے برکات سن کر ایمان لا رہے ہیں اور ہزاروں بدکار عذاب قبر اور دوزخ کی سزاؤں کے حالات سن کر اپنی بدکاریوں پر نادم ہو کر توبہ کر رہے ہیں اور رو رہے ہیں، دنیا بھر کے عالم و فاضل اور واعظ اس کے حضور دست بستہ حاضر ہیں اور طریق و غلطی کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ یہ واعظ

اور عالم علم لدنی بھی حضور سید عالم ہی ہیں ﷺ۔

کمرہ دہم

اس میں ایک مرشد کامل صاحب طریقت و صاحب دل تشریف فرما ہے جس کی نگاہ خاک کو کیمیا کر رہی ہے۔ ہزاروں نامراد بامراد اور ہزاروں ناشاد شاد ہو رہے ہیں کہیں چور قطب بن رہے ہیں اور کہیں قطب غوث بن رہے ہیں۔ تمام دنیا کے مرشد کامل اس کے حضور حلقہ بگوش ہیں ہر ایک کی استعداد کے مطابق اسے سیراب کیا جا رہا ہے وصول الی اللہ کے رستے حجابات دور کرنے کے طریقے، مقامات، احوال، مراتب، توجہ، تاثیر، ذوق و شوق، وجد و رقص، فنا و بقا وغیرہ کی تعلیم ہو رہی ہے۔ یہ مرشد کامل بھی حضور ہی ہیں ﷺ۔

کمرہ یازدہم

اس میں ایک اولو العزم، رفیع الشان، خاتم نبوت، صاحب کتاب رسول مکرم تشریف فرما ہیں اور تمام رسول حضرت ابراہیم واسحاق و یعقوب و داؤد و سلیمان و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام ان کے ارگرد تشریف رکھتے ہیں اور خاتم النبیین سے فیوض و برکات حاصل کر رہے ہیں اور وہ رسول بسر و چشم قبول کر رہے ہیں اور انہیں اپنا امام اور سردار انبیاء تسلیم کر رہے ہیں۔ وہ رسول مکرم خاتم النبیین بھی جناب محمد مصطفیٰ ہی ہیں ﷺ۔

کمرہ دوازدہم

اس میں ایک پیکر نور، حسن ازل، نازنین محبوب، کعبے کی مانند تشریف فرما ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حسن و جمال کی تجلی نے اس گلبدن کے بدن اطہر کو اپنا مظہر و مسکن ٹھہرایا ہے حسن ازل کے انواروں نے اس کو روشن کر کے خدا کی شان محبوبیت اس میں جلوہ گر رکھی ہے اور وہ اپنی محبت کی کشش سے لوگوں کے دلوں کا شکار کر رہا ہے اور لاکھوں اس ازلی حسن کے عاشق بڑی دور سے بغیر امید کسی منفعت اور بدون کسی خواہش کمال کے فقط دیدار کے بھوکے دیوانوں کی طرح دوڑے چلے آتے ہیں اور اپنی اپنی پیشانیاں اس کے فیض کے آستانے پر گھستے ہیں اور اس کے جمال کی ایک جھلک کے مشتاق ہیں اور یہ مرتبہ کسی اور کو حاصل نہیں ہوا ہے مگر اسی

محبوب کے صدقے سے بعض کو تھوڑا حصہ اس محبوب کی محبوبیت سے حاصل ہوا ہے اور جن کو اس محبوبیت سے کچھ حصہ ملا ہے، مخلوق کا جھکاؤ ان کی طرف ہو گیا اور وہ محبوب ازلی بھی جناب سرور کائنات حبیب خالق کائنات حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ہی ہیں۔

اگر کسی کو ان بارہ مجلسوں میں کسی قسم کا شک و شبہ ہو تو وہ خوب غور کرے اور سوچے کہ ان سب کاموں کی اصل کہاں سے ہے تو بے شک اس کو یقین آ جائے گا کہ یہ سب کارخانہ ایک جھلک ہے، کمال محمدی ﷺ کے انواروں میں سے جیسے جڑ کی تازگی سے شاخ شاخ اور پتہ پتہ سرسبز رہتا ہے اور جیسے دریا سے نہریں نکل کر چاروں طرف جارہی ہوتی ہیں اسی طرح حقیقت میں سینہ بے کینہ جناب سرور دو عالم ﷺ منبع اور مخزن ہے۔ تمام کمالات ظاہری اور باطنی کا۔ نور محمدی ﷺ کا فیض فوارے کی مانند چشموں کی طرح جاری ہے اور کائنات کے ہر فرد کو سیراب کر رہا ہے۔ (تفسیر عزیزی و حقانی ملخصاً)

(۱) تو اصل وجود آمدی از نخست دگر ہرچہ موجود شد فرع تست
(شیخ سعدی)

فوائد

(۱) یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو (ماکان و ما یکون) جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے، کل شیء کا تفصیلی علم عطا فرمایا ہے۔

(۲) یہ کہ حضور ﷺ کے علم غیب میں طعنہ زنی کرنا اور نہ ماننا منافقین کا کام ہے۔

(۳) یہ کہ دنیا کا کارخانہ اور تمام نظام عالم حضور ﷺ کے فیض و برکت سے چل رہا ہے۔

(۴) یہ کہ جو کمال کسی کو ملا ہے اور ملے گا اس کے منبع اور مخزن حضور ہی ہیں ﷺ۔

شکم مبارک

کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا
 اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام
 جو کہ عزم شفاعت پہ پہنچ کر بندھی
 اس کمر کی حمایت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت)



ام المؤمنین محبوبہ سید المرسلین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ نے کبھی شکم سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا اور نہ ہی کبھی فقر و فاقہ کا شکوہ کسی سے فرمایا۔

(زرقانی علی المواہب، ج ۴، ص ۳۱۱)

یہ اختیاری فقر و فاقہ تھا جو حضور ﷺ کو غنا سے زیادہ پیارا تھا، ورنہ آپ کے ہاتھوں میں کیا کچھ نہ تھا۔ خزان ارض کی کنجیاں، اللہ کی تمام نعمتیں اور کائنات کی ساری برکتیں آپ کے بے مثل ہاتھوں میں تھیں جیسا کہ ہاتھوں کے بیان میں مذکور ہو چکا ہے۔

ہر رتبہ کہ بود در امکاں بروست ختم ہر نعمت کہ داشت خدا شد برو تمام

(مدارج النبوت، ج ۱، ص ۴۵)

چنانچہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو میں مکے کی پتھر لی زمین کو تمہارے لیے سونا بنا دوں؟ میں نے عرض کیا اے میرے پروردگار نہیں بلکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ

أَشْبَعُ يَوْمًا وَأَجُوعُ يَوْمًا فَإِذَا جُعْتُ
تَضَرَّعْتُ إِلَيْكَ وَذَكَرْتُكَ فَإِذَا شَبِعْتُ
شَكَرْتُكَ وَحَمِدْتُكَ

(ترمذی: ۲۳۴۷، زرقانی، ج ۴، ص ۳۲۲)

تجھ کو یاد کروں اور جب آسودہ رہوں تو تیرا شکر اور تیری حمد کروں۔

(سبل الہدی، ج ۷، ص ۷۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور ﷺ اور جبریل امین مکہ معظمہ میں کوہ صفا پر تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے جبریل قسم ہے اس ذات اقدس کی جس نے تجھ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ شام کو آل محمد (ﷺ) کے پاس ایک مٹھی بھر آٹا اور ایک ہتھیلی بھر ستو بھی نہیں ہوتا۔ پس یہ فرما ہی رہے تھے کہ آسمان سے ایک سخت آواز آئی۔ فرمایا جبریل یہ کیا ہے؟ عرض کیا اسرافیل کو آپ کے پاس حاضر ہونے کا حکم ہوا ہے، چنانچہ

وہ حاضر ہو گئے اور کہا کہ آپ نے ابھی جو کلام فرمایا ہے وہ اللہ تعالیٰ نے سنا۔

فَبَعَثْنِي إِلَيْكَ بِفَاتِيحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ
وَأَمَرَنِي أَنْ أَعْرِضَ عَلَيْكَ أَسِيرَ مَعَكَ
جِبَالِ تِهَامَةَ زُمَرْدًا وَ يَاقُوتًا وَ ذَهَبًا
وَ فِصَّةً فَإِنْ رَضِيتَ فَعَلْتُ فَإِنْ شِئْتَ
نَبِيًّا مَدِينًا وَإِنْ شِئْتَ نَبِيًّا عَبْدًا فَأَوْفَى
إِلَيْهِ جَبْرِيلُ أَنْ تَوَاضَعَ فَقَالَ نَبِيًّا عَبْدًا
ثَلَاثًا (طبرانی: ۱۳۳۰۹، زرقانی علی المواہب،
ج ۴، ص ۳۲۲، سل الہدی، ج ۱۰، ص ۳۱۸)

تو مجھے آپ کے پاس زمین کے خزانوں کی
کنجیاں دے کر بھیجا ہے اور فرمایا کہ میں وہ
آپ کی خدمت میں پیش کر دوں اور تہامہ
کے پہاڑوں کو زمرد، یاقوت، سونا اور
چاندی بنا دوں۔ اگر آپ یہ چاہتے ہیں تو
میں ابھی یہ کام کر دیتا ہوں آپ کو اختیار
ہے کہ چاہے نبی بادشاہ بنیں یا نبی
بندے؟ جبریل نے آپ کی طرف تواضع
اختیار کرنے کا اشارہ فرمایا تو آپ نے تین

مرتبہ فرمایا، میں نبی بندہ بننا چاہتا ہوں۔

ثابت ہوا کہ یہ فقر وفاقہ آپ نے خود اختیار فرمایا تھا اور اس کو غنا پر ترجیح دی تھی ورنہ
آپ مالک کونین تھے۔

مالک دین و دنیا ہو کر
فاقے سے ہیں سرکار دو عالم
عجز تو دیکھو اللہ اکبر
اور سر سرکار دو عالم
دو نوں جہاں کے داتا ہو کر
صلی اللہ علیہ وسلم
تکے کے بدلے اینٹ یا پتھر
صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کے فقر وفاقے کا یہ عالم تھا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ
آپ اور آپ کے اہل و عیال کئی کئی راتیں پے درپے بھوکے گزارتے۔

وَكَانَ أَكْثَرُ حُبِّهِمْ حُبَّ الشَّعِيرِ
اور اکثر ان کی روٹی جو کی روٹی ہوتی۔

(ترمذی: ۲۳۶۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مَا أَكَلَ خُبْزًا مُرْتَفَاحًا مَاتَ
آپ نے آخری دم تک تلی روٹی
(ترمذی شریف: ۲۳۶۳) (چپاتی) نہیں کھائی۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ
مَا شَبِعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيرِ يَوْمَيْنِ
پے دو دن پیٹ نہیں بھرا یہاں تک کہ
مُتَتَابِعَيْنِ حَتَّى قُبِضَ (ترمذی شریف: ۲۳۵۷، کنز العمال: ۱۸۶۰۶)
آپ وفات دیئے گئے۔ (یعنی ایک دن
کھاتے تھے ایک دن نہیں)

اور فرماتی ہیں کہ جب کبھی میں سیر ہو کر کھاتی ہوں تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فقر و
فاقہ کا حال یاد آ جاتا ہے تو پھر میں رونے لگ جاتی ہوں۔

وَاللَّهُ مَا شَبِعَ مِنْ خُبْزٍ وَلَحْمٍ مَرَّتَيْنِ فِي
خدا کی قسم آپ نے کبھی ایک دن میں روٹی
يَوْمٍ (ترمذی شریف: ۲۳۵۶، کنز العمال: ۱۸۶۰۸)
اور گوشت سے دو وقت پیٹ نہیں بھرا۔

اور میں آپ کے فاقے کی حالت دیکھ کر رو پڑا کرتی اور اپنا ہاتھ آپ کے پیٹ پر پھیر
کر کہتی کہ فاقہ سے کیسا دب گیا ہے۔

وَأَقُولُ نَفْسِي لَكَ الْفِدَاءُ لَوْ تَبَلَّغْتَ مِنْ
اور کہتی کہ آپ پر میری جان فدا ہو دنیا
الدُّنْيَا بِهَا يَقُوتُكَ فَيَقُولُ يَا عَائِشَةُ
میں سے اتنا تو قبول فرما لیجئے جو جسمانی
مَالِي وَلِلدُّنْيَا إِخْوَانِي مِنْ أُولَى الْعِزِّ
قوت کے قائم رکھنے کو کافی ہو تو فرماتے
مِنَ الرُّسُلِ صَبَرُوا عَلَى مَا هُوَ أَشَدُّ مِنْ
عائشہ مجھے دنیا سے کیا کام میرے بھائی
هَذَا (شفاء شریف، ص ۸۴، سبل الہدی، ج ۷،
اولو العزم رسول تو اس سے بھی سخت حالت
پر صبر کیا کرتے تھے۔ ص ۴۱)

کھانا جو کھانا جو کی روٹی
وہ بھی شکم بھر روز نہ کھانا
اَنْ چھنا آٹا، روٹی موٹی
صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دیکھا کہ آپ نماز بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں۔ میں نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا بھوک کی وجہ سے۔ میں بے اختیار رونے لگا۔ فرمایا مت رو، جو شخص بہ نیت اجر و ثواب بھوکا رہے، قیامت کے دن کی سختی سے محفوظ رہے گا۔ (کنز العمال: ۱۸۶۲۸، زرقانی علی الموابہ، ج ۴، ص ۳۱۹)

بلاشبہ جس طرح آپ اور آپ کے اہل بیت و ازواج مطہرات نے گزران کی ہے دنیا میں کوئی نہیں کر سکتا۔ شہنشاہ کونین ہو کر آپ کے حجرہ مبارکہ کی یہ کیفیت تھی کہ جلانے کی چند لکڑیاں گاڑ کر اوپر کمبل لگا دیئے گئے تھے۔ وفات شریف تک یہی خاص دولت سرا رہا۔

ازواج مطہرات کے حجروں کا یہ حال تھا کہ چار حجروں کی دیواریں کچی اینٹ کی تھیں اور چھتیں کھجور کی شاخوں کی تھیں جن پر مٹی کی لپائی کر دی گئی تھی اور پانچ حجروں کی تو دیواریں بھی نہ تھیں صرف کھجور کی شاخیں گاڑ کر ان پر مٹی کا گلابہ کر دیا گیا تھا اور ان کے دروازوں پر تین ہاتھ لمبے اور ایک ہاتھ چوڑے کمبل کے پردے پڑے رہتے تھے۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کی بلندی اتنی تھی کہ میرا سر ان کی چھت کو لگتا تھا تو اس سے ان کے محل سراؤں کے ارتفاع کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ یہ خاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے دولت خانے تھے جن میں انہوں نے عمر بھر گزران کی۔

غالباً ان ہی حالات کے پیش نظر شاید کسی بیوی کے خیال زینت و آرائش کی طرف ہوا ہوگا کہ ساتھ ہی یہ آئینہ شریفہ نازل ہوئی۔

اے نبی اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تمہیں دنیا کی زندگی اور اس کی زینت و آرائش کی خواہش ہے تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا کر خوش اسلوبی سے رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو بے شک اللہ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ إِن كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ۝^{۲۸} وَإِن كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ۝^{۲۹} (الاحزاب)

تعالیٰ نے تم نیک سختوں کے لیے بڑا اجر
تیار کر رکھا ہے۔

ان آیات کریمہ کے نزول کے بعد جس قدر زیور زینت اور آرائش وغیرہ کے خیالات
تھے سب کا فور ہو گئے اور صرف خدا اور رسول اور وعدہ قیامت پر قانع ہو کر انہی حجروں میں
فقر و فاقہ کے ساتھ عمریں بسر کیں۔

بات دراصل یہ ہے کہ وہاں دنیا طلبی تو مقصود ہی نہ تھی، ورنہ دنیا دار تو اولاً خود مال جمع
کرتا ہے اور پھر اس مال سے اپنی اولاد اور متعلقین کو مالی فائدہ پہنچانے کی فکر میں رہتا
ہے۔ مرزا قادیانی ہی کو دیکھ لیجئے کہ مسیحیت و نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر کے خوب سامان اور
دولت جمع کی اور دولت جمع کرنے کی عجیب و غریب تدابیر اختیار کیں مثلاً بہشتی مقبرہ بنایا
اور اس میں دفن ہونے کی شرط جانداد کا دسواں حصہ مقرر کر دی، کتاب چھپنے سے پہلے ہی
دو گنی چو گنی قیمت پیشگی وصول کر لینی اور پھر کتاب ندارد۔ دعا کی پیشگی اجرت لی جاتی اور اثر
ندارد۔ چندے اور زکوٰۃ وغیرہ وصول کر کے حساب ندارد۔ حساب طلب کرنے پر حکم ہوتا
ہے کیا میں کسی کا خرانچی ہوں؟ لنگر کا معاملہ بہت اہم ہے کیونکہ یہ حکم ہے کہ جو لنگر میں چندہ
نہ دے وہ اسلام سے خارج۔

غرض کہ خوب سامان دولت جمع کی اور عیش کی زندگی، تقویت اعصاب وغیرہ کے لیے
انگریزی وہ دوائیں کھاتے ہیں جن میں شراب ہوتی، کیوڑا، عنبر، مشک، بید مشک،
مفرحات و مقویات کی بھر مار رہتی، بیوی سونے کے زیور سے لد گئی، مکانات و باغات،
شاہانہ خوراک و لباس، فرش و فرش اور عیش و عشرت جو ان کو اور ان کی اولاد کو حاصل ہے اسی
مسیحیت کا نتیجہ ہے جو انہوں نے بڑی عقلمندی سے حاصل کی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان
کے دماغ میں خلل آ گیا تھا جس کی وجہ سے نبوت و مسیحیت کا دعویٰ کیا تھا مگر صاحب ان کے
اصول بتا رہے ہیں کہ وہ دیوانہ ہرگز نہ تھے مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا انکار، کیونکہ وہ
جانتے تھے کہ مدعی نبوت سے لوگ معجزے ضرور طلب کرتے ہیں۔ اس لیے انہوں نے

انکار ہی کر دیا تا کہ معجزات دکھانے کا جھگڑا ہی جاتا رہے اور الہامات پر زور دیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ ایسی چیز ہی نہیں جس کے دیکھنے دکھانے کا سوال پیدا ہو جو چاہا کہہ دیا، اور پھر اس میں ایسی ایسی تاویلیں کرتے ہیں کہ میدان صاف کا صاف، کیا دیوانے سے ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک نیا کارخانہ نبوت قائم کر دے اور ایسے اصول پر اس کی بنیاد رکھے کہ کام بھی چلتا رہے اور دیکھنا دکھانا بھی کچھ نہ پڑے۔

اگرچہ سرورِ دو عالم ﷺ کے ذکر پاک میں مرزا قادیانی کا ذکر کمال بے ادبی ہے مگر جب تُعَرَّفُ الْأَشْيَاءُ بِأَصْدَادِهَا پر نظر پڑتی ہے تو عذرِ خواہی کا موقع مل جاتا ہے کیونکہ ظلمت کے مقابلے میں نور کی قدر ہوتی ہے۔ متضاد اشیاء کے پیدا کرنے کی یہی حکمت معلوم ہوتی ہے کہ ہر چیز کا انکشاف ہو جائے۔ اگر نبوتِ صادقہ کے مقابلے میں نبوتِ کاذبہ اور نورِ صداقت کے مقابلے میں ظلمتِ کذب نہ ہوتی تو سچے نبی کی عظمت و شان اور جھوٹے نبی کی خواری و ذلت کبھی معلوم نہ ہوتی۔ نبی اکرم ﷺ کی انگلی کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے ہونا اور مرزائے قادیانی کو محمدی بیگم کا ہاتھ نہ آنا۔ حالانکہ بقول ان کے ان کا نکاح آسمانوں پر خود خدائے تعالیٰ نے کیا تھا اس پر روشن دلیل ہے۔ (مقاصد الاسلام)

حضور سرورِ عالم ﷺ (صوم وصال) بغیر افطار کیے روزے پر روزہ رکھتے تھے یہ دیکھ کر صحابہ کرام نے بھی اسی طرح روزے رکھنے شروع کر دیئے جب کمزوری کے آثار ان میں نمایاں ہوئے تو حضور اکرم ﷺ نے انہیں منع فرمایا۔

قَالُوا إِنَّكَ تَوَاصِلُ قَالَ لَسْتُ كَلَّحِدٍ صحابہ نے عرض کیا حضور خود تو روزہ رکھتے

مِنْكُمْ إِنِّي أَطْعَمُ وَأُسْقِي ہیں۔ فرمایا بلاشبہ مجھ کو (باطنی طور پر)

(بخاری: ۱۹۶۱، مسلم کتاب الصوم: ۲۵۶۳) کھلایا اور پلایا جاتا ہے میں تمہارے جیسا نہیں ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کہ حضور ﷺ نے بغیر افطار کیے

عَنِ الْوَصَالِ قَالُوا إِنَّكَ تَوَاصِلَ قَالَ إِنَّي لَكُنتُ مِثْلَكُمْ إِنِّي أَطْعَمُ وَأُسْقِي (بخاری: ۱۹۶۲، مسلم: ۲۵۶۳)

روزے پر روزہ رکھنے سے ممانعت فرمائی تو صحابہ نے عرض کیا حضور خود تو روزہ رکھتے ہیں؟ فرمایا میں تمہاری مثل نہیں ہوں

(یعنی میں تمہاری طرح ظاہری خوردونوش کا محتاج نہیں ہوں) مجھے روحانی غذا کھلائی اور پلائی جاتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوَصَالِ فِي الصَّوْمِ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ إِنَّكَ تَوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَإَيْكُمْ مِثْلِي؟ إِنِّي آيَيْتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِيْنِي

کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال سے منع فرمایا تو ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ خود تو روزہ رکھتے ہیں؟ فرمایا، کون ہے تم میں میری مثل؟ میں رات (اپنے رب کے پاس) گزارتا ہوں میرا رب مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔

(بخاری: ۱۹۶۵، مسلم: ۲۵۶۶)

صحیح بخاری و مسلم کی ان حدیثوں میں غور کیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سے فرما رہے ہیں میں تمہاری مثل نہیں ہوں، اور کون ہے تم میں میری مثل؟ کیا وہ لوگ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ نہیں پڑھتے تھے، ان کو یہ آیت یاد نہیں تھی؟ انہوں نے کیوں نہ کہا کہ ہم سب آپ کی مثل ہیں؟ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے مثل اور بے نظیر مانتے تھے اور اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کا مفہوم ان کے نزدیک وہ نہیں تھا جو آج کل کے ہمسری و برابری کا دعویٰ کرنے والوں نے سمجھا ہے۔ اہل ایمان کو صحابہ کرام کے اعتقاد سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔

ترا مسند ناز ہے عرش بریں ترا محرم راز ہے روح امیں
تو ہی سرور ہر دو جہاں ہے شہا ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

حضرت مولانا نے روم علیہ رحمۃ القیوم فرماتے ہیں ے
 کار پا کاں را قیاس از خود مگیر گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر
 اے عزیز! پاک لوگوں کو اپنے جیسا قیاس نہ کرو۔ شیر اگرچہ لکھنے میں شیر (دودھ) کا
 ہمشکل ہے مگر دونوں میں بڑا فرق ہے ے

شیر آں باشد کہ مرد اورا خورد شیر آں باشد کہ مردم را درد
 یعنی اگرچہ شیر اور شیر کتابت میں یکساں نظر آتے ہیں مگر شیر (دودھ) وہ ہے جس کو آدمی
 کھا جاتا ہے اور شیر وہ جانور ہے جو آدمیوں کو پھاڑ ڈالتا ہے ے
 جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد کم کسے زابدال حق آگاہ شد
 اس غلط قیاس کے سبب سے تمام جہان گمراہ ہو گیا (الاماشاء اللہ) اور شاذ و نادر ہی کوئی
 شخص اللہ کے دوستوں سے واقف ہو ے

اشقیاء را دیدہ بینا نبود نیک و بد در دیدہ شاں یکساں نمود
 بد بخت لوگ حق ہیں آنکھوں سے محروم تھے اس لیے ان کی نظروں میں نیک و بد
 یکساں دکھائی دیا ے

ہمسری با انبیاء برداشتند اولیاء را ہنجو خود پنداشتند
 اپنے غلط قیاس سے کبھی انہوں نے انبیاء کی برابری کا دعویٰ کر دیا اور کبھی اولیاء کو اپنے
 برابر سمجھ لیا ے

گفت اینک ما بشر ایشاں بشر ماو ایشاں بستہ خوایم و خور
 اگر کسی نے اس سوء ادب پر اعتراض کیا تو کہہ دیا کہ ہم بھی انسان، وہ بھی انسان۔ ہم
 اور وہ دونوں سونے اور کھانے کے یکساں پابند ہیں پھر فرق کیا ہوا؟ ے

ایں ندانستند ایشاں از عملی ہست فرقے درمیاں بے منتہی
 (مثنوی دفتر اول)

مگر اندھوں نے اپنی کور باطنی سے یہ نہ دیکھا کہ ان دونوں میں بے انتہا فرق ہے۔

حضور ﷺ سرور و عالم نور مجسم ﷺ کا بول و براز بلکہ تمام فضلات طیب و طاہر تھے۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات حضور ﷺ نے ایک برتن میں پیشاب کیا۔ میں اٹھی اور پانی سمجھ کر پی گئی کیونکہ میں پیاسی تھی صبح کو حضور ﷺ کے پوچھنے پر جب میں نے بتایا کہ واللہ وہ تو میں پی گئی تو آپ سن کر بہت ہنسے۔

وَقَالَ لَنْ تَشْتَكِي وَجَعُ بَطْنِكَ بَعْدَ يَوْمِكَ هَذَا أَبَدًا (متدرک حاکم: ۶۹۱۲، بیماری نہ ہوگی۔

دلائل النبوة، البوعین: ۳۶۵، خصائص کبریٰ، ج ۱،

ص ۱۷، زرقانی علی المواہب، ج ۴، ص ۲۳۱، سبل

الہدی، ج ۱۰، ص ۴۵۵، الشفاء، ج ۱، ص ۱۷۷)

اسی طرح برکت نامی کنیز نے (جو ام المومنین ام حبیبہ کے ساتھ حبشہ سے آئی تھی) حضور کا بول مبارک پی لیا تھا جس پر حضور نے اس کو فرمایا تھا کہ تو نے اپنے آپ کو جہنم سے بچا لیا۔ (خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۷۱)

امام قاضی عیاض اور علامہ زرقانی رحمہما ان دونوں حدیثوں کے لکھنے کے بعد فرماتے ہیں۔

وَلَمْ يَأْمُرْ وَاحِدًا مِنْهُمْ بِغَسْلِ فَمٍ وَلَا

نَهَاهَا عَنْ عَوْدَةٍ (شفاء شریف، ج ۱، ص ۴۱، نہ تو کسی سے کہا کہ اپنے مونہوں کو دھوؤ اور

زرقانی، ج ۴، ص ۲۳۳، مدارج النبوة، ج ۱، نہ ہی آئندہ کے لیے منع فرمایا۔

(ص ۲۵)

معلوم ہوا کہ امت کے حق میں حضور کے فضلات مبارک طیب و طاہر باعث برکت اور دافع الامراض ہیں ورنہ حضور منع فرمادیتے اور یہی امام اس کے بعد فرماتے ہیں۔

الْحَدِيثُ هَذِهِ الْمِرَاقَةُ الَّتِي شَرِبَتْ بِوَلَدِهِ صَحِيحٌ

(شفاء شریف، ج ۱، ص ۱۷۷، زرقانی علی المواہب، ج ۴، ص ۲۲۹)

حضرت سلمیٰ امراۃ ابی رافع رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرمایا تو میں نے غسل کا پانی پیا اور آپ کو اطلاع دی۔
 فَقَالَ اَذْهَبِي فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ بَدَنَكَ عَلَيَّ تو فرمایا جا تیرے جسم پر آتش دوزخ
 النَّارِ (طبرانی: ۹۲۲۱، خصائص کبریٰ، ج ۲، حرام ہو گئی۔
 ص ۴۴۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھنے لگوائے جو خون نکلا وہ
 ایک قریشی غلام نے پی لیا۔

فَقَالَ اَذْهَبْ فَقَدْ أَحْذَرْتُ نَفْسَكَ مِنَ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جا تو نے اپنے
 النَّارِ (خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۴۴۰، نفس کو دوزخ سے بچا لیا۔
 زرقانی علی المواہب، ج ۴، ص ۲۲۹)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خون پی گئے تھے جب کہ
 کچھنے لگوا کر خون ان کو دیا تھا کہ جاؤ باہر کہیں ایسی جگہ چھپا دو جہاں کوئی نہ دیکھے وہ باہر نکل کر
 پی گئے۔ جب واپس آئے تو فرمایا کیا کر آیا ہے؟ عرض کی ایسی جگہ چھپا آیا ہوں جہاں کوئی
 نہ دیکھے گا۔ فرمایا شاید تو پی آیا ہے؟ عرض کی ہاں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ جس میں آپ کا
 خون ہوگا اس کو دوزخ کی آگ نہ لگے گی۔ فرمایا جا تو بھی دوزخ کی آگ سے بچ گیا۔ پھر
 فرمایا افسوس ان لوگوں پر جو تجھے قتل کریں گے اور افسوس کہ تو ان سے نہ بچے گا۔ (متدرک:
 ۶۳۴۳، کنز العمال: ۲۲۷۳، شفاء شریف، ج ۱، ص ۱۵۷، بزار: ۲۲۱۰، ابویعلیٰ، بیہقی، خصائص
 کبریٰ، ج ۱، ص ۶۸، زرقانی، ج ۴، ص ۲۳۰، مدارج النبوۃ، ج ۱، ص ۲۶، مجمع الزوائد: ۱۴۰۱۰، البدایہ
 والنہایہ، ج ۸، ص ۳۶۸)

حضرت عبداللہ بن زبیر سے کسی نے پوچھا کہ خون اقدس کا ذائقہ کیا تھا تو فرمایا ذائقہ
 شہد کی طرح اور خوشبو کستوری جیسی۔ (شرح شفاء ملا علی قاری، ج ۱، ص ۱۷۰)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ احد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک
 کا کنارہ شہید ہوا تو لب مبارک بھی مجروح ہو گیا جس سے خون بہنا شروع ہو گیا۔ حضرت

مالک بن سنان (حضرت ابوسعید خدری کے والد) رضی اللہ عنہ نے جو دیکھا تو آگے بڑھ کر لب مبارک کو چوسنا شروع کر دیا اور اتنا چوسا کہ وہ جگہ سفید ہو گئی۔ جب وہ چوس رہا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا اسے چھینک دے۔ تو اس نے کہا واللہ! میں آپ کے خون مبارک کو زمین پر نہ پھینکوں گا اور نگلتا ہی گیا۔ (مجمع الزوائد: ۱۲، طبرانی اوسط: ۹۰۹۸)

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی جنتی آدمی
مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِّنْ أَهْلِ کو دیکھنا چاہے وہ اس شخص (مالک بن
الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا سنان) کو دیکھ لے (جس نے میرا خون
(زرقانی علی المواہب، ج ۴، ص ۲۳۰، پی لیا ہے)

مدارج النبوة، ج ۱، ص ۲۶)

یہاں یہ بات بہت ہی قابل غور ہے کہ خون کا حرام ہونا نص قطعی سے ثابت ہے۔ اِنَّمَا

حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْبَيْتَةَ وَالْدَّمَ الْآيَةَ (البقرہ: ۱۷۳)

کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ صحابہ کرام نے کسی آدمی یا جانور کا خون پیا ہو مگر حضرت عبداللہ بن زبیر اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خون مبارک کو پی لیا حالانکہ وہ ایسی چیز بھی نہیں جس کی طرف رغبت ہو، بلکہ ہر شخص جانتا ہے کہ وہ بالطبع مکروہ ہے۔ اگرچہ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خون مقدس کی حلت و حرمت کا بیان مقصود نہیں مگر دیکھنا یہ ہے کہ انہوں نے کیوں پیا، آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

اگر یہ کہا جائے کہ محبت کی وجہ سے تو یہ باور نہیں ہو سکتا اس لیے کہ کیسا ہی دوست اور محبوب ہو اس کا خون یا پیشاب پینا گوارا نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ کوئی علامت محبت ہے معلوم ہوا کہ محبت کی وجہ سے انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ اس کا منشا کچھ اور ہی تھا اور وہ یہ تھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس حقیقت کو جان گئے تھے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک اور اجسام کے مثل نہیں ہے وہ سراپا طاہر اور مطہر ہے اور اس جسم پاک کا ہر ہر جزو ہمہ تن نور ہے اور اس میں وہ برکت اور فضیلت رکھی ہوئی ہے کہ کسی دوسرے جسم میں نہیں، چنانچہ وہ فضلات مبارک کو تبرک سمجھتے تھے اور پی جاتے تھے کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ ان کو

اپنے باطن میں پہنچانا باعث ترقی روحانی ہے۔

غور فرمائیے وہ صحابہ کرام جن کی فضیلت تمام امت مرحومہ پر نصوص قطعیہ سے ثابت ہے جب حضور ﷺ کے فضلات مبارکہ کو طیب و طاهر سمجھتے تھے تو کیا یہ ممکن ہے کہ معاذ اللہ وہ اپنے آپ کو حضور ﷺ کی مثل اور ہمسر سمجھتے ہوں؟ واللہ حضور پر نور ﷺ تو کہاں آپ کے بول و براز کی ہمسری نہیں ہو سکتی۔

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ تَدْخُلُ الْخَلَاءَ
فَإِذَا خَرَجْتَ دَخَلْتُ أَتَرَكَ فَمَا أَرَى
شَيْئًا إِلَّا إِنِّي أَجِدُ رَائِحَةَ الْبُسُكِ قَالَ إِنَّا
مَعَاشِرَ الْأَنْبِيَاءِ تَنْبُتُ أَجْسَادُنَا عَلَى
أَرْوَاحِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَمَا خَرَجَ مِنْهَا مَنْ
شَيْءٍ إِلَّا ابْتَلَعَتْهُ الْأَرْضُ (ابو نعیم: ۳۶۴،
شفا، ج ۱، ص ۵۵، خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۷۰،
زرقانی، ج ۴، ص ۲۲۹، سبل الہدیٰ، ج ۱۰،
ص ۷۳-۷۴، البدایہ والنہایہ، ج ۵، ص ۳۵۱)

ایک دن میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) آپ بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے ہیں جب آپ واپس آتے ہیں تو میں اندر جاتی ہوں مجھے وہاں اور تو کچھ نظر نہیں آتا مگر یہ کہ وہاں سے کستوری کی سی خوشبو آتی ہے فرمایا ہم پیغمبروں کے وجود بہشتی روحوں کی صفت پر پیدا کیے جاتے ہیں۔ پس ان جسموں سے کوئی چیز نہیں نکلتی مگر زمین اسے نگل لیتی ہے۔

(یعنی جنتیوں کی روحوں میں جو لطافت و پاکیزگی اور خوشبو ہوتی ہے وہ ہمارے جسموں میں ہوتی ہے اس لیے ہمارا بول و براز اور پسینہ وغیرہ خوشبو ہوتا ہے اور جس جگہ پر پڑتا ہے اسے معطر کر دیتا ہے) اور ان سے جو کچھ نکلتا ہے اسے زمین اپنے اندر حلول کر لیتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ
تَأْتِي الْخَلَاءَ فَلَا نَرَى مِنْكَ شَيْئًا مِّنَ
الْأَذَى فَقَالَ يَا عَائِشَةُ مَا عَلِمْتُ أَنَّ
الْأَرْضَ تَبْتَلِغُ مَا يَخْرُجُ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ

کہ میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ جب بیت الخلاء سے تشریف لاتے ہیں تو ہم کو وہاں کوئی چیز نظر نہیں آتی؟ فرمایا اے عائشہ کیا تجھے

فَلَا يُرَى مِنْهُ شَيْءٌ (دلائل النبوت، ص ۳۸۰، زرقانی، ج ۴، ص ۲۲۸، ابو نعیم، خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۷۰، شفاء شریف، ج ۱، ص ۵۵، سبل الہدی، ج ۱۰، ص ۷۷۲)

معلوم نہیں کہ جو شے انبیاء سے نکلتی ہے اس کو زمین نگل جاتی ہے اور اس میں سے کچھ دکھائی نہیں دیا کرتا۔

اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمین کا فضلہ مبارک کو نگل جانا اور وہاں سے خوشبو کا مہکنا غالباً اس لیے تھا کہ کوئی اس فضلہ مبارک کو دیکھنے نہ پائے اور اس کی طبیعت میں دوسرے لوگوں کے فضلات کی طرح نجاست و کراہت کا خیال پیدا نہ ہو بلکہ طہارت و پاکیزگی کا تصور پیدا ہو۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علامہ عینی شارح صحیح بخاری فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ و شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بہت زیادہ قوی دلائل سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے فضلات طیب و طاہر تھے اور اس کو آپ کے خصائص میں شمار کیا گیا ہے۔ (مدارج النبوت، ج ۱، ص ۲۶، سبل الہدی، ج ۱، ص ۴۸۴)

امام قاضی عیاض و علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

أَنَّه صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَتَعَوَّظَ انْشَقَّتِ الْأَرْضُ فَابْتَلَعَتْ غَائِطَهُ وَبَوْلَهُ وَفَاحَتْ لِبَذَلِكَ رَائِحَةٌ طَيِّبَةٌ (شفاء شریف، ج ۱، ص ۱۵۴، زرقانی علی المواعظ، ج ۴، ص ۲۷۷)

کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاجت رفع کرنے کا ارادہ فرماتے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ کے بول اور براز کو نگل جاتی اور وہاں سے عمدہ اور پاکیزہ خوشبو مہکے لگتی۔

امام قسطلانی شارح صحیح بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَأَمَّا طِيبُ رِيحِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَرَقِهِ وَفَضْلَاتِهِ فَقَدْ كَانَتِ الرَّائِحَةُ الطَّيِّبَةُ صِفَتَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنْ لَمْ يَسَسْ طِيبًا (مواعظ اللدنیہ، ص ۲۸۴، سبل الہدی، ج ۲، ص ۸۸)

بہر نوع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ریح مبارک، پسینہ اقدس اور حضور کے فضلات شریفہ کی مہکتی ہوئی خوشبوئیں سب حضور کی ذات مقدسہ کی صفات تھیں خواہ آپ خوشبو لگائیں یا نہ لگائیں۔

اور یہی امام آگے چل کر فرماتے ہیں۔

وَرُوِيَ أَنَّهُ كَانَ يَتَبَرَّكُ بِبَوْلِهِ وَ دَمِهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
(مواہب اللدنیہ، ج ۱، ص ۲۸۲)
اور مروی ہے کہ حضور ﷺ کے بول
مبارک اور خون اقدس سے برکت حاصل
کی جاتی تھی۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی شارح صحیح بخاری رحمہ اللہ القوی فرماتے ہیں۔

وَقَدْ تَكَثَّرَتْ الْأَدِلَّةُ عَلَى طَهَارَةِ
فُضْلَاتِهِ وَعَدَّ الْأَكْثَرُ ذَلِكَ فِي خَصَائِصِهِ
(فتح الباری شرح بخاری، ج ۱، ص ۲۱۸)
بے شک آپ کے فضلات شریفہ کے
طیب و طاہر ہونے پر بڑی کثرت سے
دلائل قائم ہیں اور ائمہ نے اس کو آپ کے
خصائص میں شمار کیا ہے۔

شیخ الاسلام علامہ امام بدر الدین عینی حنفی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَقَدْ وَرَدَتْ أَحَادِيثُ كَثِيرَةٌ أَنَّ جَمَاعَةً
شَرَبُوا دَمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مِنْهُمْ أَبُو طَيْبَةَ الْحَجَّامُ وَ غُلَاظُ مَنْ
قُرَيْشٍ حَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زُبَيْرٍ شَرَبَ دَمَ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ الْبَزَّازُ وَ
الطَّبْرَانِيُّ وَالْحَاكِمُ وَ الْبَيْهَقِيُّ وَ أَبُو نَعِيمٍ
فِي الْحِلْيَةِ وَ يُرْوَى عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ شَرَبَ
دَمَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَ رُوِيَ
أَيْضًا أَنَّ أُمَّ آيَتِنِ شَرَبَتْ بَوْلَ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - رَوَاهُ الْحَاكِمُ
وَالدَّارُ قُطْنِي وَ أَبُو نَعِيمٍ وَ أَحْمَرَجُ

بے شک بہت سی حدیثیں اس بارے میں
وارد ہوئیں کہ صحابہ کی ایک جماعت نے
حضور ﷺ کا خون مبارک پیا، ان میں
حضرت ابو طیبہ حجام ہیں اور ایک قریشی لڑکا
ہے جس نے حضور ﷺ کو کچھنے لگائے
تھے اور عبد اللہ ابن زبیر نے بھی آپ کا
خون مبارک پیا ہے، روایت کیا ہے اسے
بزار، طبرانی، حاکم، بیہقی اور ابو نعیم نے
حلیہ میں، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی
ہے کہ انہوں نے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کا خون اقدس پیا ہے نیز مروی
ہے کہ ام ایمن نے حضور ﷺ کا

پیشاب مبارک پیا۔ اس حدیث کو حاکم، دارقطنی، اور ابونعیم نے روایت کیا ہے اور طبرانی نے اوسط میں ابورافع کی عورت سلمیٰ سے روایت کیا کہ اس نے حضور ﷺ کا غسل میں استعمال کیا ہوا پانی پیا تو آپ نے اس کو فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس پانی کی وجہ سے تجھ پر آگ کو حرام فرمادیا۔

الطَّبْرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ فِي رَوَايَةِ سَلْمَى امْرَأَةِ ابْنِ رَافِعٍ أَنَّهَا شَرِبَتْ بَعْضَ مَاءٍ غَسَلَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهَا حَرَّمَ اللَّهُ بِدَنِّكَ عَلَى النَّارِ (عمدة القاری شرح بخاری، ج ۱، ص ۷۷۸)

علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اور صحیح قرار دیا ہے بعض ائمہ شافعیہ نے حضور ﷺ کے پیشاب مبارک اور تمام فضلات مبارکہ کی طہارت و پاکیزگی کو اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) کا جیسا کہ مواہب میں عینی شرح بخاری سے نقل کیا ہے اور اس کی تصریح علامہ بیربی نے شرح اشباہ میں فرمائی ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ حضور ﷺ کے بول مبارک اور تمام فضلات شریفہ کی طہارت و پاکیزگی پر قوی دلیلیں قائم ہیں اور ائمہ نے اس کو حضور ﷺ کے خصائص کریمہ میں شمار کیا ہے اور بعض علماء نے ملا علی قاری کی شرح مشکوٰۃ سے نقل کیا انہوں نے فرمایا کہ ہمارے اصحاب کا اس مسئلہ

وَصَحَّاحَ بَعْضُ أَتْبَعَةِ الشَّافِعِيِّ طَهَارَةَ بَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَائِرِ فُضْلَاتِهِ وَبِهِ قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ كَمَا نَقَلْنَاهُ فِي الْمَوَاهِبِ اللَّدْنِيَّةِ عَنْ شَرْحِ الْبُخَارِيِّ لِلْعَيْنِيِّ وَصَرَّحَ بِهِ الْبَيْهَقِيُّ فِي شَرْحِ الْأَشْبَاهِ وَقَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ تَطَافَرَتِ الْأَدِلَّةُ عَلَى ذَلِكَ وَعَدَّ الْأَكْبَثَةُ ذَلِكَ مِنْ خَصَائِصِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَقَلَ بَعْضُهُمْ عَنْ شَرْحِ مَشْكُوتٍ لِبُلَّاءٍ عَلَى قَارِيٍّ أَنَّهُ قَالَ اخْتَارَهُ كَثِيرٌ مِنْ أَصْحَابِنَا وَاطَّلَعَ فِي تَحْقِيقِهِ فِي شَرْحِهِ عَلَى السَّمَائِلِ فِي بَابِ مَا جَاءَ تَعَطُّرُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ

(رد المحتار شرح درمختار، ج ۱، ص ۲۳۲)

میں پسندیدہ قول یہی ہے کہ آپ کے جمیع فضلات مبارکہ طیب و طاہر ہیں اور ملا علی قاری نے شرح شمائل باب ماجاء تعطرہ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں طہارت فضلات شریفہ کو ثابت کرنے میں پوری تحقیق کے ساتھ طویل کلام کیا ہے۔

راس المحدثین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں۔
 وینچ کس اثر فضلہ ایشاں را بروئے زمین اور کسی نے آپ کے فضلہ مبارک کا اثر
 ندیدہ زمین می شکافت و فرو میرود و ازاں زمین پر نہیں دیکھا کیونکہ زمین پھٹ جاتی
 مکان بوئے مشک می شمیدند۔ (تفسیر عزیزِ سورۃ الضحیٰ، ص ۲۱۹)
 سے نہایت پاکیزہ خوشبو آتی۔
 جناب انور شاہ صاحب کشمیری صدر مدرس دیوبند فرماتے ہیں۔

لَإِنَّ الْعُلَمَاءَ ذَهَبًا إِلَى طَهَارَةِ فُضْلَاتِهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 کہ علماء امت حضور ﷺ کے فضلات شریفہ کی طہارت کی طرف گئے ہیں۔
 (فیض الباری شرح بخاری، ج ۱، ص ۲۸۹، سبل الہدی، ج ۱، ص ۸۴)

جناب اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں۔

اور مروی ہے کہ آپ جب بیت الخلاء میں جاتے تھے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ کے بول و براز کو نگل جاتی اور اس جگہ نہایت پاکیزہ خوشبو آتی۔ حضرت عائشہ نے اسی طرح روایت کیا ہے اور اسی لیے علماء آپ کے بول و براز کے طاہر ہونے کے قائل ہوئے ہیں، ابو بکر بن سابق مالکی اور ابو نصر نے اس کو نقل کیا ہے اور مالک بن سنان یوم احد میں آپ کا خون (زخم کا) چوس کر پی گئے آپ نے فرمایا اس کو کبھی دوزخ کی آگ نہ لگے گی اور عبد اللہ بن زبیر نے آپ کا خون جو کچھنے لگانے سے نکلا تھا پی لیا تھا اور برکت اور آپ کی خادمہ ام ایمن نے آپ کا

پیشاب پی لیا تھا سوان کو ایسا معلوم ہوا جیسا شیریں نفیس پانی ہوتا ہے۔ (نثر الطیب، ص ۱۹۳)
سید العارفین حضرت مولانا روم علیہ رحمۃ القیوم فرماتے ہیں۔

اشقتیا را دیدہ بینا نبود نیک و بد در دیدہ شاں یکساں نمود
بد بخت لوگ حق بین آنکھوں سے محروم ہیں اس لیے ان کی آنکھوں میں نیک و بد
یکساں دکھائی دیتا ہے۔

ہمسری با انبیاء برداشتند اولیاء را ہنچو خود پنداشتند
چنانچہ انہوں نے انبیاء کی برابری کا دعویٰ کر دیا اور اولیاء کو اپنے برابر سمجھ لیا ہے۔
گفت اینک ما بشر ایشاں بشر ماو ایشاں بستہ خوابیم و خور
اگر کسی نے اس سوء ادب پر اعتراض کیا تو کہہ دیا ہم بھی انسان وہ بھی انسان، ہم اور وہ
دونوں سونے اور کھانے وغیرہ کے پابند ہیں پھر فرق کیا ہوا؟

ایں نہ دانستند ایشاں از عملی ہست فرقے درمیاں بے منتہی
مگر انہوں نے اپنی کور باطنی سے یہ نہ سمجھا کہ دونوں فریقوں میں بے انتہا فرق ہے۔
ہر دوگوں زنبور خوردند از محل لیک شد زان نیش وزاں دیگر غسل
مثلاً ہر دو رنگ کی زنبوروں (یعنی بھڑا اور شہد کی مکھی) نے (پھولوں اور شگوفوں کا رس)
ایک ہی جگہ سے چوسا گراس سے ڈنگ پیدا ہوا اور اس دوسری سے شہد۔

ہر دوگوں آہو گیاہ خوردند و آب زیں یکے سرگیں شد وزاں مشک ناب
دوسری مثال یہ کہ دونوں قسم کے ہرنوں نے ایک ہی طرح کی گھاس چری اور ایک ہی
گھاٹ سے پانی پیالیکن ایک میں تو میگنیاں بن گئیں اور دوسری میں خالص کستوری۔
ہر دو نے خوردند از یک آب خور آں یکے خالی و آں پر از شکر
تیسری مثال یہ کہ دونوں قسم کے نے ایک ہی گھاٹ سے سیراب ہوئے لیکن ایک
کھوکھلا ہے اور وہ دوسرا شکر سے پر ہے۔

صد ہزاراں ایں چنیں اشباہ ہیں فرق شاب ہفتاد سالہ راہ ہیں

ایسی ہی لاکھوں نظیریں دیکھو گے ان میں ستر برس کی راہ کا فرق پاؤ گے۔

اِس خورد گردد پلیدی ز وجدا واں خورد گرد وہمہ نور خدا
اِسی طرح یہ غذا کھاتا ہے تو اس سے نجاست نکلتی ہے اور وہ (نبی) جو کھاتا ہے تو وہ سب
کا سب نور خدا بن جاتا ہے۔

ہر دو صورت گر بہم ماند رواست آب تلخ و آب شیریں را صفاست
اگر دونوں کی صورتیں ملتی جلتی ہیں تو یہ ممکن ہے (چنانچہ) تلخ پانی اور شیریں پانی دونوں
میں صفائی موجود ہے۔

جز کہ صاحب ذوق کہ شناسد بیاب او شناسد آب خوش از شورہ آب
صاحب ذوق کے سوا کون پہچان سکتا ہے (اس صاحب ذوق سے) ملاقات کر کیونکہ
وہی خوشگوار پانی اور شور پانی میں فرق کر سکتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک رات حضور ﷺ نے نماز سے فارغ
ہو کر یہ دعا فرمائی۔

اے اللہ! کر دے میرے لیے میرے دل
میں نور اور میری قبر میں نور اور میرے
آگے نور اور میرے پیچھے نور اور میرے
دائیں نور اور میرے بائیں نور اور میرے
اوپر نور اور میرے نیچے نور اور میرے
کانوں میں نور اور میری آنکھوں میں نور
اور میرے بالوں میں نور اور میری جلد
میں نور اور میرے گوشت میں نور اور
میرے خون میں نور اور میری ہڈیوں میں
نور، اے اللہ! میرے لیے بہت ہی زیادہ
نور کر دے اور مجھے نور عطا فرما اور مجھ کو نور

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ نُورًا فِيْ قَلْبِيْ وَ نُورًا فِيْ
قَبْرِىْ وَ نُورًا مِّنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَ نُورًا مِّنْ
خَلْفِيْ وَ نُورًا عَنْ يَسِيْنِيْ وَ نُورًا عَنْ
شِمَالِيْ وَ نُورًا مِّنْ فَوْقِيْ وَ نُورًا مِّنْ تَحْتِيْ
وَ نُورًا فِيْ سَمْعِيْ وَ نُورًا فِيْ بَصَرِيْ وَ نُورًا فِيْ
شَعْرِيْ وَ نُورًا فِيْ بَشْمِيْ وَ نُورًا فِيْ لَحْيِيْ وَ
نُورًا فِيْ دَمِيْ وَ نُورًا فِيْ عَظَامِيْ اَللّٰهُمَّ اعْظَمْ
لِيْ نُورًا وَاَعْظِنِيْ نُورًا وَاَجْعَلْ لِّيْ نُورًا
(ترمذی شریف، کتاب الدعوات: ۳۴۱۹)

کر رکھ۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کی اس نورانی دعا کو ضرور قبول فرمایا تو ثابت ہوا کہ آپ کے جسم مبارک کی ہر چیز نور ہے اور آپ سر اپا نور ہی نور ہیں اور جو چیز بھی آپ کے جسم مبارک میں جاتی وہ بھی نور ہی ہو جاتی ع
آں خور دگر دہمہ نور خدا

ثابت ہوا کہ آپ کے تمام فضلات مبارکہ طیب و طاہر ہیں اور ان کو نجاست و غلاظت کہنا بے ادبی و گستاخی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ آپ قضاے حاجت کے لیے باہر تشریف لے گئے تو کوئی موزوں جگہ نظر نہ آئی جس کی آڑ میں آپ فراغت حاصل کرتے سوائے دو درختوں کے وہ بھی الگ الگ تھے اور ان کے درمیان کافی فاصلہ تھا تو مجھے فرمایا۔

يَا جَابِرُ قُلْ لِهَذِهِ الشَّجَرَةِ يَقُولُ لَكَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَقُّ
بِصَاحِبَتِكَ حَتَّى أَجْلِسَ خَلْفَكَ
فَرَجَفْتَ حَتَّى لَحِقْتَ بِصَاحِبَتِهَا فَجَلَسَ
خَلْفَهَا فَخَرَجْتُ أُحْضِرُ وَجَلَسْتُ
أُحَدِّثُ نَفْسِي فَالْتَفَتْتُ فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقْبِلًا
وَالشَّجَرَتَانِ قَدْ افْتَرَقَتَا فَقَامَتْ كُلُّ
وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا عَلَى سَاقٍ فَوَقَفَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَقَةً فَقَالَ
بِرَأْسِهِ هَكَذَا بَيْنَنَا وَشَبَاحًا (شفاء شریف،

اے جابر جاؤ اور اس درخت سے کہہ دو کہ
رسول اللہ تجھے فرماتے ہیں کہ تو اس درخت
سے مل جاتا کہ تم دونوں کی آڑ میں فراغت
حاصل کر لیں حضرت جابر فرماتے ہیں کہ
میں نے ارشاد کی تعمیل کی تو وہ درخت اپنی
جگہ سے چلا اور دوسرے درخت سے جا ملا
آپ ان دونوں کی آڑ میں بیٹھ گئے اور میں
ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا اور دل ہی دل میں
باتیں کرنے لگا۔ جب میں نے مڑ کر دیکھا
تو حضور ﷺ تشریف لا رہے تھے اور وہ
دونوں درخت جدا ہو کر اپنے اپنے مقام پر

ج ۱، ص ۱۹۶، خصائص، ج ۲، ص ۷۳، سبل
الہدی، ج ۹، ص ۴۹۶)
فرمایا اور اپنے سر مبارک سے دائیں اور
بائیں جانب اشارہ فرمایا۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حج سے واپس آرہے تھے۔ جب بطن روعاء میں پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تمہیں کہیں کھجور کے درخت اور پتھر نظر آتے ہیں؟ میں نے عرض کی ہاں! وہ چند درخت ہیں جو قریب قریب کھڑے ہیں اور وہ پتھروں کے ڈھیر نظر آرہے ہیں۔

قَالَ انْطَلِقْ إِلَى النَّخْلَاتِ فَقُلْ لَهُنَّ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَدَايِنَ لِمَخْرَجِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُلْ لِلْحِجَارَةِ
مِثْلَ ذَلِكَ فَاتَيَتْهُنَّ فَقُلْتُ لَهُنَّ ذَلِكَ
فَوَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ لَقَدْ جَعَلْتُ أَنْظُرُ
إِلَى النَّخْلَاتِ يَخْدُدْنَ الْأَرْضَ خَدًّا حَتَّى
اجْتَمَعْنَ وَأَنْظُرُ إِلَى الْحِجَارَةِ يَتَنَاقِضْنَ
حَتَّى صِرْنَ رَضًا خَلْفَ النَّخْلَاتِ فَلَبَّيَّا
قَضَا حَاجَتَهُ وَانْصَرَفَ قَالَ عُدْ إِلَى
النَّخْلَاتِ وَالْحِجَارَةِ فَقُلْ لَهُنَّ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَرْجِعْنَ إِلَى مَوَاضِعِكُنَّ
(دلائل النبوت، ابونعیم، ۳۳۶، ابویعلی، بیہقی،

فرمایا جاؤ ان درختوں اور پتھروں سے کہو
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حکم فرماتے
ہیں کہ قریب قریب ہو جاؤ تاکہ حاجت
بشری سے فراغت حاصل کر لیں۔ حضرت
اسامہ فرماتے ہیں کہ میں نے وہاں جا کر
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سنایا، خدا کی قسم جس
نے آپ کو حق دے کر بھیجا وہ درخت
زمین پھاڑتے ہوئے اور وہ پتھر کودتے
ہوئے ایک دوسرے کے قریب تہ بہ تہ
ہوتے گئے یہاں تک کہ ان درختوں اور
پتھروں کی دیوار بن گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
ان کے پیچھے تشریف لے گئے جب
حاجت سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو
مجھ سے فرمایا کہ ان درختوں اور پتھروں

ج ۶، ص ۲۵، خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۳۶، سے کہہ دو کہ رسول اللہ ﷺ تمہیں حکم شفاء شریف، ج ۱، ص ۱۹۷، سبل الہدیٰ، ج ۹، فرماتے ہیں کہ اپنے اپنے مقامات پر واپس ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ واپس ہو گئے۔ (ص ۴۹۷)

اسی مضمون کی بہت سی احادیث آتی ہیں مقبول بارگاہ سید المرسلین ﷺ امام بویری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

جَاءَتْ لِدَعْوَتِهِ الْأَشْجَارُ سَاجِدَةً تَمْشِي إِلَى سَاقِي بِلَا قَدَمٍ
جب آپ نے درختوں کو بلایا تو وہ آپ کے بلانے پر اپنی شاخیں جھکائے ہوئے مثل
سجدہ کرنے والے کے ایسے حال میں حاضر ہوئے کہ وہ اپنے تنوں پر بلا قدم چلتے تھے۔

(قصیدہ بردہ شریف)

حضور اکرم ﷺ کے ارشاد سے جب درخت اور پتھر ایک دوسرے کے قریب
قریب ہو گئے تو معلوم ہوا کہ انہوں نے آپ کے حکم کو سنا اور اس کو اپنے دل میں جگہ دی اور
عاقلاً نہ قوت سے خیال کیا کہ اس حکم کی تعمیل ضروری ہے اس کے بعد جس طرح ان سے ہوسکا
چلے اور حکم رسالت کی تعمیل کی حالانکہ دیکھنے کو نہ ان کے کان تھے، نہ دل، نہ عقل، نہ پاؤں مگر
جو کام ان اعضاء کے متعلق تھے وہ سب وقوع میں آئے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سننے کا
مدار کانوں اور اس کے اندر بچھے ہوئے پٹھوں پر ہی نہیں۔ اسی پر دوسرے اعضاء کو قیاس کیا جا
سکتا ہے۔ عادت کی وجہ سے خیال کیا جاتا ہے کہ جمادات و نباتات کو نہ سماعت اور نہ بصارت
وغیرہ ہے مگر واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جمادات و نباتات میں بھی ان قوتوں
کو ودیعت فرمایا ہے۔ وہ بھی سنتے دیکھتے اور سمجھتے ہیں مگر کسی اور طریقے سے اور یہ ضروری نہیں
کہ سب کے دیکھنے سننے سمجھے اور کھانے پینے، چلنے پھرنے کا ایک ہی طریقہ مقرر ہو۔ دیکھے
آدمی اور جانور منہ سے پیٹ میں غذا پہنچاتے ہیں اور نباتات جڑوں کے ذریعے سے جو
زمین کے اندر گڑی رہتی ہیں اور پھر ان کی غذائیں بھی مختلف اور غذا حاصل کرنے کا طریقہ
بھی مختلف، اسی طرح چلنے کے طریقے بھی مختلف ہیں، آدمی دو پاؤں پر چلتا ہے، بعض جانور

چار پاؤں پر اور بعض ہزار پاؤں پر اور سانپ کا ایک پاؤں بھی نہیں، مگر دوڑنے میں اس قدر تیز کہ آدمی تو کیا گھوڑا بھی سانپ کی تیز رفتاری کو نہیں پہنچ سکتا، اگر آدمی سوچنے لگے تو شاید سانپ کا دوڑنا مشکل سے سمجھ میں آئے گا کیونکہ آدمی پیٹ کے بل چلے تو دو ہاتھ بھی نہیں چل سکتا اور سانپ بلا تکلف پیٹ سے چلتا ہے اور پھر آدمی کو کانٹوں میں جوتوں وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ بغیر جوتے کے کیسی ہی کانٹوں کی زمین ہو بلکہ خاردار درختوں پر برابر دوڑتا ہے، حالانکہ اس کے پیٹ کا پوست آدمی کے تلوؤں سے زیادہ نرم ہوتا ہے۔ اس مقام پر سوائے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ سانپ کی فطرت ہی اس طرح واقع ہوئی ہے کہ پیٹ پر چلے اور اس کو اتنی قوت دی گئی ہے کہ اپنے جسم کو بغیر کسی سہارے کے حرکت دے سکے۔ آدمی کو یہ قوت نہیں دی گئی کہ وہ پیٹ کے بل جسم کو زور سے حرکت دے کر سانپ کی طرح چلے۔ اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ درختوں اور پتھروں کو چلنے کی قوت عطا فرمائے تو ہرگز بعید از عقل و قیاس نہیں ہے۔ رہا یہ کہ ان کی اس قسم کی حرکت کبھی نہیں دیکھی جاتی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان میں قوت نہیں ہے بلکہ مومن کا یہ عقیدہ ہے کہ ہر چیز کو حرکت اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ سے متعلق ہے، اسی طرح درختوں و پتھروں وغیرہ کی حرکت بھی مشیت پروردگار کے ساتھ متعلق ہے۔ چونکہ حضور ﷺ کا فرمانا ہی مشیت پروردگار تھا لہذا درختوں اور پتھروں نے تعمیل کی، دیکھیے قیامت کے دن بہ مشیت پروردگار پہاڑ وغیرہ چلیں گے۔ کَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ﴿٥﴾ (التکویر) اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے (معلوم ہوا درخت اور پہاڑوں کا چلنا خلاف عقل نہیں وہ ضرور چلتے اور حرکت کرتے ہیں مگر اس وقت جب کہ ان کو کوئی حکم واجب الاتباع پہنچے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

أَنَّه صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِدَ مَخْنُونًا مَسْرُورًا أَمَى مَقْطُوعُ الشَّمَةِ (ابن عساکر، ج ۳ ص ۸۰، طبرانی اوسط: ۶۱۳۸، ابونعیم: ۹۲، زرقانی، ج ۱ ص ۱۲۴، کنز العمال: ۳۵۵۲۷)

کہ حضور ﷺ خنہ کئے ہوئے اور ناف کاٹے ہوئے پیدا ہوئے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
مِنْ كَرَامَتِي عَلَيْكَ رَبِّي إِنِّي وَلِدْتُ
مَخْتُونًا وَلَمْ يَزِ أَحَدٌ سِوَايَ
(ابن عساکر، ج ۳، ص ۴۱۲، طبرانی: ۶۱۴۸، ابو
نعیم: ۹۱، زرقانی، ص ۱۲۴، کنز العمال: ۳۱۹۲۴،
سبل الہدی، ج ۱، ص ۳۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

مَا احْتَلَمَ نَبِيٌّ قَطُّ وَانْتَبَا الْاِحْتِلَامُ مِنَ
الشَّيْطَانِ (طبرانی: ۱۱۵۶۴، خصائص کبریٰ،
ج ۱، ص ۷۰، زرقانی، ج ۵، ص ۲۴۹، مدارج
النبوۃ، ج ۱، ص ۲۷، سبل الہدی، ج ۱، ص ۴۶۰)

حضرت صفوان بن سلیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل امین ایک برتن میں طعام لے کر
آئے میں نے اس میں سے کھایا۔

فَاعْطِيتُ قُوَّةَ اَرْبَعَيْنَ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ
الْجَنَّةِ فِي الْجَبَاِ (زرقانی علی المواہب،
ج ۴، ص ۱۹۵، حارث بن ابی اسامہ، ابن سعد،
ج ۱، ص ۲۸۲، خصائص، ج ۱، ص ۷۰، کنز
العمال: ۳۱۸۹۷، سبل الہدی، ج ۱، ص ۴۵۰،
مدارج النبوۃ، ج ۱، ص ۲۷، ج ۲، ص ۴۸۱)

فائدہ: جنت کے ایک مرد کی قوت دنیا کے سو مردوں کی قوت کے برابر ہے باوجود اس
قدر خداداد طاقت و قوت کے ضبط کا یہ عالم تھا کہ خیال کا دامن بھی آلودہ عصیان نہ تھا۔
ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی آپ کے پردہ کرنے

کی جگہ کو نہیں دیکھا اور نہ ہی آپ نے میرے پردہ کرنے کی جگہ کو دیکھا۔

(شفاء شریف و مدارج النبوت، ج ۱، ص ۲۷)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے وصیت فرمائی کہ

لَا يَغْسِلُهُ أَحَدٌ غَيْرِي فَإِنَّهُ لَا يَرَى أَحَدٌ
عَوْرَتِي إِلَّا طُبِسَتْ عَيْنَاهُ (خصائص کبریٰ،
ج ۲، ص ۲۷۶، کنز العمال: ۱۸۷۸۴، مدارج
النبوت، ج ۱، ص ۲۷، سبل الہدی، ج ۱۲،
ص ۳۲۲، الشفاء، ج ۱، ص ۱۵۹، بزار: ۹۲۵،
ابن سعد، ج ۲، ص ۲۱۳، البدایہ والنہایہ، ج ۵،
ص ۲۸۲)

فوائد

(۱) یہ کہ حضور ﷺ نے مالک و مختار ہو کر فقر و فاقہ خود اختیار فرمایا تھا۔ یہ اختیاری فقر تھا، نہ کہ اضطراری، ورنہ خزائن ارض و سما کی کنجیاں اور اللہ کی تمام نعمتیں اور کائنات کی ساری برکتیں حضور ﷺ کے ہاتھوں میں تھیں۔

(۲) یہ کہ حضور ﷺ ہماری طرح ظاہری خور و نوش کے محتاج نہ تھے حضور ﷺ کا کھانا پینا تعلیم امت کے لیے تھا۔

(۳) یہ کہ حضور ﷺ ہماری مثل نہیں بلکہ آپ بے مثل ہیں۔

(۴) یہ کہ حضور ﷺ کا بول و براز اور خون مبارک و دیگر فضلات مبارکہ طیب و طاہر ہیں اور نجاست و غلاظت وغیرہ کہنا بے ادبی ہے۔

(۵) یہ کہ حضور ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے اور آپ کو کبھی احتلام نہیں ہوا۔

زانوئے مقدس اور پائے مبارک

انبیا تہ کریں زانو ان کے حضور
 زانوؤں کی وجاہت پہ لاکھوں سلام
 ساق اصل قدم شاخ نخل کرم
 شمع راہ اصابت پہ لاکھوں سلام
 کھائی قرآں نے خاک گزر کی قسم
 اس کف پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت)



حضور سرور عالم ﷺ کے زانوائے مقدس، دونوں مبارک ساقین، ہر دو پائے مبارک نرم اور پر گوشت تھے اور خوبصورت ایسے کہ کسی انسان کے ایسے نہ تھے۔ جب چلتے تو قدم مبارک کو قوت اور وقار اور تواضع سے اٹھاتے جیسا کہ اہل ہمت و شجاعت کا قاعدہ ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كَانَ فِي سَاقَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمُوشَةٌ (ترمذی: ۳۶۳۵، مشکوٰۃ: ۵۷۹۶) نازک تھیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وَلَمْ يَرِ مُقَدِّمًا رُكْبَتَيْهِ بَيْنَ يَدَيَّ وَأُخْرَى (ترمذی: ۲۴۹۰، مشکوٰۃ: ۵۸۲۲) اور آپ کو کبھی اس طرح نہیں دیکھا گیا کہ آپ اپنے پاؤں لوگوں کے سامنے کر کے یا لوگوں کی طرف پھیلا کر بیٹھے ہوں۔

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كَانَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ الْبَشَرِ قَدَمًا (ابن سعد، ج ۱، ص ۳۲۲، زرقانی علی المواہب، ج ۴، ص ۱۹۸، سبل الہدی، ج ۹، ص ۷۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَسْمَعَ فِي مَشْيِهِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّهَا الْأَرْضُ تَطْوِي لَهُ أَثَا لَنُجْهِدُ أَنْفُسَنَا وَإِنَّهُ لَغَيْرُ مُكْتَدِرٍ (ترمذی: ۳۶۳۸، شمائل ترمذی: ۱۱۶، مشکوٰۃ شریف: ۵۷۹۵)

کہ میں نے تیز چلنے میں حضور ﷺ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا (جب آپ چلتے تو یوں معلوم ہوتا) کہ گویا زمین آپ کے لیے لپٹی جا رہی ہے۔ ہم آپ کے ساتھ دوڑا کرتے اور تیز چلنے میں مشقت اٹھاتے اور آپ بآسانی بے تکلف چلتے (مگر پھر

بھی سب سے آگے رہتے۔

حضور اکرم ﷺ کے مقدس پاؤں جب پتھروں پر آجاتے تو وہ پتھر آپ کے پاؤں کے نیچے نرم ہو جاتے۔

حضرت ابو ہریرہ و حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

أَنَّه صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا مَشَى عَلَى الصَّخْرِ غَاصَتْ قَدَمَاهُ فِيهِ (بیہقی، ج ۱، ص ۲۵۲، ابن عساکر، زرقانی، ج ۴، ص ۱۹۷، مدارج النبوت، ج ۱، ص ۱۹۵، سبل الہدی، ج ۲، ص ۷۹، مواہب لدنیہ، ج ۲، ص ۳۳۸)

کہ جب حضور ﷺ پتھروں پر چلتے تو آپ کے پاؤں مبارک کے نشان ان پر لگ جاتے (یعنی وہ آپ کے پاؤں کے نیچے نرم ہو جاتے)

حضرت علامہ شہاب الدین خفاجی مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

أَنَّه صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي بَعْضِ الْأَحْيَانِ إِذَا مَشَى غَاصَ قَدَمُهُ فِي الْحَجَارَةِ بِحَيْثُ بَقِيَ ذَلِكَ إِلَى الْأَنْ وَارْتَسَمَ فِيهَا مِثَالُهُ بِعَيْنِهِ وَالنَّاسُ تَتَبَّرَكُ بِهِ وَتَزْدُرُوهُ وَتَعْظُمُهُ كَمَا فِي الْقُدْسِ وَنَقَلَ مِنْهُ فِي مِصْرٍ أَمَا كُنِ مُتَعَدِّدَةً حَتَّى قِيلَ إِنَّ السُّلْطَانَ قَائِلًا بِأَنَّهُ اشْتَرَاهُ بِعِشْرِينَ أَلْفَ دِينَارًا وَأَوْطَى بِجَعْلِهِ عِنْدَ قَبْرِ نَبِيِّ هُوَ مَوْجُودٌ إِلَى الْآنِ (نسیم الریاض، ج ۴، ص ۶۳، حجة الله على العالمین، ص ۳۲۵، السيرة النبوية ليزني دحلان، الفوز والنجاة للتيجانی)

کہ حضور ﷺ جب کبھی ننگے پاؤں پتھروں پر چلتے تو پتھر آپ کے مبارک قدموں کے نیچے نرم ہو جاتے اور ان میں بعینہ نشان قدم مبارک پڑ جاتا چنانچہ ان پتھروں کو تبرکاً محفوظ کیا گیا ہے جو کہ اب بھی موجود ہیں۔ بیت المقدس اور مصر میں متعدد جگہ پائے جاتے ہیں اور لوگ ان کی زیارت و تعظیم کرتے ہیں یہاں تک کہ سلطان قایتبائی نے بیس ہزار دینار سے ایک پتھر خریدا تھا اور وصیت کی تھی کہ اسے میری قبر کے پاس نصب کیا جائے چنانچہ وہ اب تک وہاں موجود ہے۔

حضور ﷺ کے مبارک قدموں کے نیچے آکر پتھروں کا نرم ہو جانا اور ان میں نشان

قدم پڑ جانا ایک حقیقت ہے لیکن آج کل کے بعض لوگ اس حقیقت کا بھی انکار کرتے ہیں حالانکہ اس کا ثبوت قرآن پاک میں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي
بِبَكَّةَ مُبَرَّكَاً وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ ﴿٦١﴾
فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ
(آل عمران)

بیشک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لیے
بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے، برکت
والا، اور سارے جہان کے واسطے (سر
چشمہ) ہدایت ہے، اس میں روشن نشانیاں
ہیں ابراہیم کے کھڑے ہونے کا پتھر۔

امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

الْفَضِيلَةُ الثَّانِيَةُ لِهَذَا الْبَيْتِ مَقَامُ
إِبْرَاهِيمَ وَهُوَ الْحَجَرُ الَّذِي وَضَعَ إِبْرَاهِيمُ
قَدَمَهُ عَلَيْهِ فَجَعَلَ اللَّهُ مَا تَحْتَ قَدَمِ
إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مِنْ ذَلِكَ
الْحَجَرِ دُونَ سَائِرِ أَجْزَائِهِ كَالطَّيْنِ حَتَّى
غَاصَ فِيهِ قَدَمُ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ
وَالسَّلَامُ وَهَذَا مِمَّا لَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ إِلَّا
اللَّهُ تَعَالَى وَلَا يُظْهِرُهُ إِلَّا عَلَى الْأَنْبِيَاءِ ثُمَّ
لَبَّاءَ فَفَعَلَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
قَدَمَهُ عَنْهُ خَلَقَ فِيهِ الصَّلَاةَ الْحَجَرِيَّةَ
مَرَّةً أُخْرَى ثُمَّ أَنَّ تَعَالَى أَبْقَى ذَلِكَ
الْحَجَرَ عَلَى سَبِيلِ الْإِسْتِزَارِ وَالِدَّوَامِ
فَهَذِهِ أَنْوَاعٌ مِنَ الْآيَاتِ الْعَجِيبَةِ

کعبہ معظمہ کی ایک فضیلت مقام ابراہیم
ہے اور یہ وہ پتھر ہے جس پر ابراہیم علیہ
الصلوة والسلام نے اپنا قدم مبارک رکھا تو
جتنا ٹکڑا ان کے زیر قدم آیا ترمٹی کی طرح
نرم ہو گیا یہاں تک حضرت ابراہیم علیہ
الصلوة والسلام کا قدم مبارک اس میں پیر
(دھنس) گیا اور یہ خاص قدرت الہیہ و
معجزہ انبیاء ہے پھر جب ابراہیم علیہ
الصلوة والسلام نے قدم اٹھایا، اللہ تعالیٰ
نے دوبارہ اس ٹکڑے میں پتھر کی سی سختی
پیدا کر دی کہ وہ نشان قدم محفوظ رہ گیا۔
پھر اللہ تعالیٰ نے اسے ہمیشہ کے لیے باقی
رکھا ہے تو یہ اقسام اقسام کے عجیب و غریب

وَالْمُعْجَزَاتِ الْبَاهِرَةِ أَظْهَرَهَا اللَّهُ تَعَالَى معجزے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس پتھر
فِي ذَلِكَ الْحَجَرِ (تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۸) میں ظاہر فرمائے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

أَشْرَقَ قَدْ مَيَّهَ فِي الْمَقَامِ آيَةُ بَيِّنَةٌ ابراہیم علیہ السلام کے دونوں مبارک
(تفسیر ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن المنذر، قدموں کا اس پتھر میں نشان ہو جانا یہ
ثعلبی، ج ۳، ص ۱۵۰، بغوی، ج ۱، ص ۴۷۲، روشن نشانی ہے۔) جسے اللہ آیات بینات
ابن کثیر، ج ۲، ص ۶۸، اخبار مکہ، ج ۲، ص ۲۹، فرما رہا ہے) (ج ۱، ص ۴۵۰)

اور وہ پتھر ابھی تک مکہ معظمہ میں مقام ابراہیم علیہ التحیۃ والتسلیم میں موجود ہے، پس
ثابت ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے مبارک قدموں کے نیچے آکر پتھروں کا نرم ہو جانا
ایک حقیقت ہے جس کا انکار جہالت و گمراہی ہے۔

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ اپنے چچا ابو
طالب کے ساتھ مقام ذی المجاز میں تھے، یہ مقام عرفہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے اور
یہاں ہر سال منڈی لگتی تھی۔ حضرت ابو طالب کو پیاس لگی تو۔

قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اے بھتیجے
عَطَشْتُ وَلَيْسَ عِنْدِي مَاءٌ فَتَزَلَّ النَّبِيُّ میں پیاسا ہوں اور میرے پاس پانی نہیں
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَرَبَ بِقَدَمِهِ ہے، یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری
الْأَرْضَ فَخَرَجَ الْبَاءُ فَقَالَ اشْرَبْ سے اترے اور اپنا پاؤں مبارک زمین پر

مارا تو زمین سے پانی نکلنے لگا، فرمایا اے
چچا پانی پی لو۔ (ابن سعد، ج ۱، ص ۱۲۱، ابن عساکر: ۸۶۱۳، شفاء شریف، ج ۱، ص ۵۶۰، زرقانی، ج ۵، ص

۱۷۰، اصابہ: ۱۰۱۷۵، سبل الہدی، ج ۲، ص ۱۳۷، ج ۹، ص ۴۶۳، مدارج النبوة، ج ۱،

ص ۱۸۵، مواہب لدنیہ، ج ۲، ص ۲۸۹)

یہ قدم مبارک کا اثر تھا کہ زمین نے قدم مبارک کے اشارے کو سمجھ کر پانی کا چشمہ بہا دیا۔

حضرت ابو طالب کہتے ہیں میں نے سیر ہو کر پیا۔ جب میں پی چکا تو آپ نے اسی جگہ پر (جہاں سے پانی نکل رہا تھا) اپنا مبارک قدم رکھ کر دیا تو پانی بند ہو گیا۔

(ابن عساکر، ج ۶، ص ۳۰۸، ابن سعد، ج ۱، ص ۱۲۱، خطیب، ۱۲۴، حجتہ اللہ علی العالمین، ص ۱۹۸)
حضور اکرم ﷺ کے مبارک قدم وہ قدم ہیں کہ ایک مرتبہ آپ مع حضرت ابو بکر و حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ عنہما احد پہاڑ پر کھڑے تھے کہ وہ پہاڑ کانپنے لگا۔

فَضَرَبَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِرِجْلِهِ فَقَالَ اثْبُتْ أَحَدُ فَإِنَّا عَلَيْكَ
نَبِيُّ وَصِدِّيْقٍ وَشَهِيدَانِ
تو حضور ﷺ نے اس پر اپنا پاؤں مارا
اور فرمایا احد ٹھہرا رہے تجھ پر ایک نبی اور
ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

(بخاری شریف: ۳۶۷۵)

ایک ٹھوکر میں احد کا زلزلہ جاتا رہا رکھتی ہیں کتنا وقار اللہ اکبر ایڑیاں
(اعلیٰ حضرت)

اور یہی وہ احد پہاڑ ہے جس کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا تھا۔

هَذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ
یہ پہاڑ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس

سے محبت رکھتے ہیں۔ (بخاری شریف: ۴۰۸۳)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ مع حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کوہ شیمر پر کھڑے تھے میں بھی حاضر تھا کہ وہ لرزے لگا تو حضور اکرم ﷺ نے اس پر پائے مبارک مارا اور فرمایا ٹھہر جا! چنانچہ وہ ٹھہر گیا۔

(نسائی، ۶۴۰۳، ابوداؤد، ترمذی، ۳۷۰۳)

اور یہی وہ قدم مبارک ہیں کہ جس جانور پر آ جاتے، اگر وہ سست اور کمزور ہوتا، تو تیز اور چست و چالاک ہو جاتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور ﷺ کے حضور حاضر ہو کر

عرض کی کہ یا رسول اللہ میری یہ اونٹنی بہت سست اور کم رفتار ہے۔

فَصَرَ بِهَا بِرَجْلِهِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَالَّذِي
نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ رَأَيْتَهَا تَسْبِقُ الْقَائِدَ
(نبہقی، ج ۶، ص ۱۵۴، سبل الہدی، ج ۹،
ص ۵۱۵، البدایہ والنہایہ، ج ۶، ص ۱۸۲)
خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری
جان ہے اس کے بعد وہ ایسی تیز ہو گئی کہ
کسی کو اپنے آگے نہ بڑھنے دیتی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو طلحہ کے گھوڑے پر جو بہت
ہی سست اور کم رو تھا سوار ہوئے۔

فَكَانَ بَعْدُ ذَلِكَ لَا يُجَاذَى
(بخاری: ۲۸۶۷، مسلم: ۶۰۰۷، شفاء شریف،
ج ۱، ص ۲۱۸، خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۶۴، مشکوٰۃ، ص ۵۳۶)
تو اس کے بعد وہ ایسا تیز ہو گیا کہ اس کے
ساتھ کوئی نہ چل سکتا تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ میں غزوہ ذات الرقاع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا، میرا اونٹ کمزور تھا۔ وہ
تھک کر بیٹھ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، فرمایا تمہارا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا کہ
میرا اونٹ تھک گیا ہے اس سبب سے پیچھے رہ گیا ہوں، یہ سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی
سواری سے اتر پڑے اور اس کو ایک ٹھوکر لگائی۔

فَتَشِطَّ حَتَّى كَانَ مَا يَحِلُّكَ زَمَامَهُ
(شفاء شریف، ج ۱، ص ۶۳۶، سیرت النبویہ، نہ تھام سکتے تھے۔
ابن ہشام، ج ۲، ص ۲۰۶)

یہ آپ کی ٹھوکر کا اثر تھا کہ ایسے مردہ قسم اور کم چال سست جانوروں کو زندہ اور چست و
چالاک بنا دیا۔ یوں تو ہر جانور مارنے اور اذیت پہنچانے سے تیز رفتار ہو جاتا ہے مگر اسی
وقت تک کہ اس میں درد موجود رہے جس کا تعلق صرف جسم سے ہوتا ہے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کا یہ فعل اس کے جسم تک محدود نہ تھا بلکہ اس کی فطرت اور طبیعت پر اثر کرنے والا تھا۔

حضرت عبداللہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

رَكِبَ حَبَارًا قَطُوفًا لِسَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ
فَرَدَّهَا هُمَلًا جَا لَا يُسَايِرُ
حضرت سعد بن عبادہ کے بہت سست رفتار
گدھے پر سوار ہوئے جب آپ نے اس
کو واپس کیا تو وہ ایسا تیز راہوار قدم جاتا
تھا کہ کوئی دوسرا گدھا اس کے ساتھ نہ چل
سکتا تھا۔

اسی مضمون کی بہت سی احادیث ہیں۔

حضرت علامہ دمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جن چوپاؤں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے۔
آپ کی سواری کی حالت میں انہوں نے کبھی پیشاب وغیرہ نہ کیا اور نہ ہی وہ کبھی بیمار
ہوئے۔ (منظومہ فی الفقہ)

امام ابن سبع فرماتے ہیں کہ یہ آپ کے خصائص میں سے ہے۔

أَنَّ كُلَّ دَابَّةٍ رَكِبَهَا بَقِيَتْ عَلَى الْقَدْرِ
الَّذِي عَلَيْهِ وَلَمْ تَهْرُمْ بِبِرْكَتِهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
کہ وہ تمام جانور جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار
ہوئے آپ کی سواری کی برکت سے وہ
ہمیشہ توانا و تندرست رہے اور کبھی کمزور اور
ضعیف نہ ہوئے۔ (خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۶۴)

مست خرام ناز ادھر مشق خرام ناز ہو
مجھ کو بھی پائے مال کر عمر تیری دراز ہو
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

اِسْتَكْبَى عَلِيٌّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اَشْفِهُ اَوْ
عَافِهِ ثُمَّ ضَرَبَهُ بِرَجْلِهِ فَمَا اِسْتَكْبَى ذَلِكَ
اَلْوَجَعَ بَعْدُ
کہ ایک دفعہ شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ بیمار
ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر کہ اے
اللہ اسے شفا دے اور صحت بخش، اپنا پائے
مبارک ان کو مارا تو انہیں اسی وقت صحت ہو
گئی اور ازاں بعد کبھی بیمار نہ ہوئے۔

(بیہقی، ج ۲، ص ۱۷۹، و شفاء شریف، ج ۱،
ص ۶۲۲، ابونعیم، دلائل النبوة: ۳۷۴)

ٹھوکر کا اثر یہ ہوا کہ اسی وقت بیماری دور ہو گئی اور اس کے بعد کبھی بیمار نہ ہوئے۔ یہ تھی تاثیر ان کے مبارک قدموں کی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ
هَذِهِ الْآيَةَ عَلَى النَّبِيِّ وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ
حَقَّ قَدْرِهِ حَتَّى بَدَعَ عَنَّا يُشِيرُ كُنْ فَقَالَ
النَّبِيُّ هَكَذَا فَجَاءَ وَذَهَبَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ
(بازر: ۵۳۹۸، ابن عدی، ج ۵، ص ۵۵۱،
حاکم، خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۷۷، سبل
الہدی، ج ۹، ص ۵۰۸)

کہ حضور ﷺ نے منبر پر جلوہ افروز ہو کر
یہ آیت پڑھی۔ ”وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ
قَدْرِهِ“ یہاں تک کہ جب آپ عَمَّا
يُشِيرُ كُنْ“ (الزمر: 67) پر پہنچے تو منبر سے
آواز آئی ایسا ہی ہے یعنی یہ صحیح ہے اور تین
بار آگے پیچھے ہوا، گویا شان جلالی برداشت
نہیں کر سکا اور لرزتا رہا۔

ان کی باتوں کی لذت پہ لاکھوں درود ان کے خطبے کی ہیبت پہ لاکھوں سلام
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم مبارک وہ مقدس قدم ہیں جو شب معراج عرش کے
بھی اوپر تھے۔

زہے عزت و اعتمائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ ہے عرش حق زیر پائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
اور ان ہی مبارک قدموں کی برکت سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کو شرف زائد حاصل ہوا
اور یہی وہ مبارک قدم مہمنت لزوم ہیں جنہیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بوسہ دیا
کرتے تھے۔

حضرت ذراع فرماتے ہیں کہ ہم ایک وفد کی صورت میں مدینہ منورہ آئے۔

فَقَبِّلْ يَدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَرِجْلَهُ (مشکوٰۃ شریف: ۴۶۸۸، پاؤں چومے۔
سبل الہدی، ج ۶، ص ۳۶۷)

حضرت وازع بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے
فَأَخَذْنَا يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ نُقَبِّلُهَا تو ہم نے حضور ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں

(بخاری فی الادب المفرد: ۹۷۵، سبل الہدی، کو بوسہ دیا۔

ج ۷، ص ۱۵۱)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

سَالَ اَعْرَابِيٌّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَّةَ فَقَالَ لَهُ قُلْ لَتِلْكَ الشَّجَرَةُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوكَ قَالَ فَمَالِ الشَّجَرَةِ عَنْ يَمِينِهَا وَشِمَالِهَا وَبَيْنَ يَدَيْهَا وَخَلْفَهَا فَقَطَعْتُ عُرْوَهَا ثُمَّ جَاءَتْ تَخْدُ الْأَرْضَ تَجْرُ عُرْوَتَهَا مُعَبَّرَةً حَتَّى وَقَعَتْ بَيْنَ يَدَي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الْأَعْرَابِيُّ مُرَهَا فَلْتَرْجِعْ إِلَى مَنْبَتِهَا فَرَجَعَتْ فَذَلَّتْ عُرْوَتَهَا فَاسْتَوَتْ فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ ائْذَنْ لِي أَسْجُدَ لَكَ قَالَ لَوْ أَمَرْتُ أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَلَائِكَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِرُؤُوسِهَا قَالَ فَأَذَنْ لِي أَنْ أَقْبَلَ يَدَيْكَ وَرِجْلَيْكَ فَأَذِنَ لَهُ (شفاء شریف، ج ۱، ص ۵۷۴، دلائل النبوة ابو

نعیم: ۲۹۱)

ایک اعرابی نے حضور ﷺ سے معجزہ طلب کیا۔ حضور ﷺ نے اعرابی سے فرمایا کہ اس درخت سے کہہ کہ رسول اللہ ﷺ تجھ کو بلاتے ہیں۔ اس نے جب کہا تو وہ درخت اپنے دائیں اور بائیں، آگے اور پیچھے جھکا تو اس کی جڑیں ٹوٹ گئیں تو وہ زمین کھودتا اور اپنی جڑیں کھینچتا اور خاک اڑاتا ہوا حضور ﷺ کے آگے آکھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ السلام علیک یا رسول اللہ! اعرابی بولا کہ آپ اسے حکم فرمائیے کہ یہ اسی جگہ پر لوٹ جائے۔ آپ کے حکم پر وہ لوٹ گیا اور اپنی جڑوں پر جا کر سیدھا کھڑا ہو گیا، اعرابی نے کہا مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں آپ کو سجدہ کروں فرمایا اگر کسی کو میں یہ حکم دیتا کہ وہ کسی کو سجدہ کرے تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ اعرابی نے عرض کیا پھر حضور مجھے اپنے ہاتھ اور پاؤں ہی چومنے کی اجازت دیں تو آپ نے

اس کو اجازت دے دی۔

جَاءَتْ لِدَعْوَتِهِ الْأَشْجَارُ سَاجِدَةً تَمْشِي إِيَّاهُ عَلَى سَاقٍ بِلَا قَدَمٍ
(قصیدہ بردہ شریف)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

رَأَيْتُ عَلِيًّا يُقْبِلُ يَدَ الْعَبَّاسِ وَرَجُلِيهِ
(بخاری فی الادب المفرد: ۹۷۶) حضرت عباس کے ہاتھ اور پاؤں چومے

حضرت ابن جعدان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ثابت نے حضرت انس سے کہا۔

أَمَسَسْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا آتَى فِي حَدِيثٍ
يَبْدِكُ قَالَ نَعَمْ فَقَبَّلَهَا
کیا آپ نے نبی ﷺ سے اپنا ہاتھ ملایا ہے؟ فرمایا ہاں! تو انہوں نے ان کے ہاتھ کو چوم لیا۔
(بخاری فی الادب: ۹۷۴)

ثابت ہوا کہ ازراہ تعظیم و محبت بزرگان دین کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دینا جائز بلکہ مسنون ہے۔

بعض لوگ بزرگان دین کے ہاتھوں اور پاؤں کے چومنے کو شرک اور پوجا وغیرہ کہہ دیا کرتے ہیں ان کو مذکورہ بالا صحیح روایات میں ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیے کہ اگر دست بوسی و قدم بوسی شرک یا پوجا وغیرہ ہوتی تو حضور ﷺ ہرگز اس کی اجازت نہ دیتے اور نہ ہی صحابہ کرام اس کو کبھی کرتے، معلوم ہوا کہ دست بوسی و قدم بوسی تعظیم ہے عبادت و پوجا نہیں۔ اگر اس کو عبادت کہا جائے تو پھر حضور ﷺ پر غیر اللہ کی عبادت کی اجازت دینے اور صحابہ کرام پر غیر اللہ کی عبادت کرنے کا معاذ اللہ الزام عائد ہوتا ہے؟ حالانکہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس دین حق کو لے کر آئے تھے اس دین کی بنیادی تعلیم ہی یہ ہے لا الہ الا اللہ کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق ہے ہی نہیں؟ ثابت ہوا کہ دست و قدم بوسی ہرگز ہرگز عبادت نہیں بلکہ تعظیم ہے جو قطعاً جائز ہے۔ عبادت تو اسی وقت ہوتی ہے جب کسی کو الہ معبود اور اوصاف الوہیت سے موصوف مانتے ہوئے بہ نیت عبادت اس کے آداب بجالائے جائیں اور کوئی مسلمان اللہ کے سوا کسی کو الہ یا معبود نہیں مانتا بلکہ صدق دل سے کہتا ہے لا الہ الا اللہ پھر اس

پر غیر اللہ کی عبادت یا پوجا کرنے کا الزام کس طرح درست ہو سکتا ہے؟
 نیز دست و قدم بوسی بغیر جھکے ہو، ہی نہیں سکتی تو معلوم ہوا مطلقاً جھکنا شرک تو کیا ناجائز بھی
 نہیں ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ غیر اللہ کو سجدہ و رکوع کرنا بہ نیت تعظیم بھی حرام و ممنوع ہے لیکن
 قدم بوسی کے لیے جھکنا حرام و ناجائز نہیں کیونکہ نیت سجدہ و رکوع کی نہیں ہوتی۔
 اور یہی وہ مبارک پاؤں ہیں جو قیام شب میں ورم کر آتے تھے۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 حَتَّى اتَّفَخَتْ قَدَمَاهُ فَقِيلَ لَهُ
 أَتَتَكَلَّفُ هَذَا وَقَدْ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ مَا
 تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ قَالَ أَفَلَا
 أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا (ترمذی: ۴۱۲)

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے یہاں تک کہ
 آپ کے مبارک پاؤں ورم کر آتے تھے،
 آپ سے عرض کیا گیا آپ یہ تکلیف و
 مشقت کیوں اٹھاتے ہیں؟ جب کہ اللہ
 تعالیٰ نے آپ کے سبب سے آپ کے
 اگلوں پچھلوں کی جو خطائیں ہیں، بخش دی
 ہیں، فرمایا کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

ماند شب ہا چشم او محروم نوم تابہ تخت خسروی خوابید قوم

فوائد

- (۱) یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک بہت ہی خوبصورت بابرکت اور نافع ہیں اور بیماریوں اور کمزوریوں کے دفع کرنے والے ہیں۔
- (۲) یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں کے نیچے پتھر نرم ہو جاتے تھے اور یہ آپ کا معجزہ تھا۔
- (۳) یہ کہ جس پتھر یا جس جگہ پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک آئے، وہ قابل تعظیم ہے
 مومن اس کی تعظیم کرتے ہیں اور نفع و برکت حاصل کرتے ہیں۔
- (۴) یہ کہ حضور چاہتے تو اپنے مبارک قدموں کی ایک ٹھوکرے سے چشمہ جاری فرما دیتے۔
- (۵) یہ کہ بزرگان دین کے ہاتھوں پاؤں کو تعظیماً بوسہ دینا جائز، بلکہ مسنون ہے۔



قدمبارک

قدّ بے سایہ کے سایہٴ مرحمت
 ظلّ ممدودِ رافت پہ لاکھوں سلام
 طائرانِ قدس جس کی ہیں قمریاں
 اس سہی سروِ قامت پہ لاکھوں سلام
 جس کے آگے سرِ سرواں خم رہیں
 اس سرِ تاجِ رفعت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت)



حضور سرور عالم ﷺ نہ بہت لمبے تھے اور نہ کوتاہ، بلکہ میانہ قد مائل بہ درازی تھے مگر جب لوگوں کے سامنے ہوتے تو سب سے بلند و سرفراز ہوتے، حقیقت میں یہ آپ کا معجزہ تھا جب علیحدہ ہوتے تو میانہ قد مائل بہ درازی ہوتے اور جب اوروں کے ساتھ چلتے یا بیٹھے تو سب سے بلند دکھائی دیتے تاکہ باطن کی طرح ظاہر میں بھی آپ سے کوئی اونچا یا بڑا معلوم نہ ہو۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مَا رَأَيْتُ مِنْ ذِي لَبَّةٍ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ
أَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَهُ شَعْرٌ يَصْرُبُ مِنْكَبَيْهِ بُعِيدُ
مَا بَيْنَ الْمُنْكَبَيْنِ لَمْ يَكُنْ بِالْقَصِيرِ وَلَا
بِالطَّوِيلِ (ترمذی: ۱۷۲۴، مشکوٰۃ: ۵۷۸۳)

میں نے کوئی شخص لمبے بالوں والا سرخ
حلہ میں حضور ﷺ سے خوبصورت نہیں
دیکھا آپ کے بال کندھوں کے قریب
پہنچتے تھے، آپ کا سینہ مبارک چوڑا تھا،
آپ نہ پست قد اور نہ دراز قد تھے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب حضور ﷺ کے وصف بیان کرتے تو فرماتے۔

لَمْ يَكُنْ بِالطَّوِيلِ الْمُبْغِطِ وَلَا بِالْقَصِيرِ
الْمُتَرَدِّدِ وَكَانَ رُبْعَةً مِّنَ الْقَوْمِ وَلَمْ يَكُنْ
بِالْبَعْدِ الْقَطِطِ وَلَا بِالسَّبِطِ كَانَ جَعْدًا
رَّجَلًا وَلَمْ يَكُنْ بِالنُّطْهِمْ وَلَا بِالنُّكْمِ وَ
كَانَ فِي الْوَجْهِ تَدْوِيرٌ أَيْضُ مُشَبَّ
أَذْعُمُ الْعَيْنَيْنِ أَهْدَبُ الْأَشْفَارِ جَلِيلُ
الْمَشَاشِ وَالْكَتْدُ أَجْرَدُ ذُو مَسْمُوبَةٍ شُنُّ
الْكُفَيْنِ وَالنَّدْمَيْنِ إِذَا مَشَى يَتَقَدَّمُ
كَأَنَّهُ يَنْشِي فِي صَبَبٍ وَإِذَا التَفَتَ التَفَتَ
مَعَايِنَ كِنَفِيهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ وَهُوَ خَاتَمُ

آپ نہ تو دراز قد تھے اور نہ پست قد، بلکہ
متوسط قامت تھے۔ آپ کے بال نہ
بہت گھونگر یا لے اور نہ بالکل سیدھے کچھ
بل کھائے ہوئے تھے، آپ کا چہرہ گولائی
کے ساتھ نہ پتلا تھا نہ موٹا، رنگ بالکل سفید
نہ تھا بلکہ اس کی سفیدی میں سرخی تھی، آپ
کی آنکھیں سیاہ اور پلکیں دراز تھیں، آپ
کے اعضاء کے جوڑ قوی اور شانے مضبوط
تھے آپ کے جسم پر بال نہ تھے، صرف
بالوں کی ایک دھاری تھی ناف سے سینہ

تک، گویا کہ وہ ایک شاخ ہے، ہاتھ اور پاؤں مضبوط وقوی و پر گوشت تھے۔ جب چلتے تو قوت و وقار سے چلتے گویا کہ آپ ڈھلان والی زمین پر نشیب کی طرف جا رہے ہیں ادھر ادھر دیکھتے تو پورے جسم کے ساتھ متوجہ ہوتے، دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ خاتم النبیین تھے۔ لوگوں میں بڑے سخی کشادہ دل تھے، قول میں سب سے زیادہ سچے، طبیعت میں سب سے زیادہ نرم، شرف و بزرگی میں سب سے زیادہ مکرم تھے جو بھی آپ کو یکا یک دیکھتا، اس پر ہیبت طاری ہو جاتی اور جو آپ سے ہم کلام ہوتا اور اختلاط رکھتا اس کے دل میں محبت پیدا ہو جاتی غرض کہ آپ کی تعریف کرنے والا کہتا کہ آپ کی مثل نہ آپ سے پہلے (کسی نے) دیکھا، اور نہ بعد میں، آپ پر اللہ کا درود و سلام ہو۔

کہ حضور ﷺ لمبے نہیں تھے مگر جب لوگوں کے ساتھ ہوتے تو سب سے اونچے ہوتے۔

النَّبِيِّنَ أَجُودُ النَّاسِ صَدْرًا وَأَصْدَقُ النَّاسِ لَهْجَةً وَأَلْيَنُهُمْ عَرِيكَةً وَأَكْرَمُهُمْ عَشِيرَةً مَنْ رَأَاهُ بِدِيَهَةٍ هَابَهُ وَ مَنْ خَالَطَهُ مَعْرِفَةً أَحَبَّهُ يَقُولُ نَاعْتُهُ لَمْ أَرَقْبَلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۷۲، ترمذی: ۳۶۳۸، مشکوٰۃ: ۵۷۹۱، سبل الہدی والرشاد، ج ۹، ص ۳۸۲، ابن عساکر، ج ۳، ص ۲۶۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِالذَّاهِبِ طَوْلًا وَفَوْقَ الرَّبْعَةِ إِذَا جَامَعَ الْقَوْمَ غَبَرَهُمْ (احمد: ۱۳۰۰، زرقانی علی المواعظ، ج ۴، ص ۱۹۸، خصائص کبریٰ، ج ۱،

ص ۷۴، سبل الہدی، ج ۲، ص ۸۳، البدایہ والنہایہ، ج ۶، ص ۲۷)

امام ابن سبع اور زرین نے آپ کے خصائص میں ذکر فرمایا ہے۔

أَنَّهُ كَانَ إِذَا جَلَسَ يَكُونُ كِنْفُهُ عَلَى مَنْ جَمِيعَ الْجَالِسِينَ (زرقانی، ج ۴، ص ۲۰۰، کندھاسب سے اونچا ہوتا۔ سبل الہدی، ج ۲، ص ۸۳)

ع اس سرتاج رفعت پہ لاکھوں سلام

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ ایک انصاری نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ ہمارے یہاں ایک اونٹ ہے جو سخت حملہ کرتا ہے اور کسی کی طاقت نہیں کہ اس کو نکیل ڈال سکے۔

یہ سنتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ اٹھ کر چلے۔ آپ نے وہاں پہنچ کر دروازہ کھولا۔ جوں ہی اونٹ نے آپ کو دیکھا آپ کی طرف آیا اور آ کر سجدہ کیا اور اپنی گردن زمین پر رکھ دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سر کو پکڑ کر اس پر اپنا دست مبارک پھیرا پھر رسی منگوائی اور اس کو نکیل ڈالی اور انصاری کے ہاتھ میں دے دیا، حضرت ابو بکر و عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ بے شک وہ پہچان گیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں فرمایا کوئی چیز ایسی نہیں جو یہ نہ پہچانتی ہو کہ میں اللہ کا

فَقَامَ مَعَهُ النَّبِيُّ ﷺ وَ قُبْنَا مَعَهُ فَأَتَى ذَلِكَ الْبَابَ فَفَتَحَهُ فَلَبَّا رَأَاهُ الْجَبَلُ جَاءَ إِلَيْهِ فَسَجَدَ لَهُ وَوَضَعَ جِرَانَهُ فَأَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَأْسِهِ فَمَسَحَهُ ثُمَّ دَعَا بِالْخِطَامِ فَخَطَبَهُ ثُمَّ دَفَعَهُ إِلَى صَاحِبِهِ فَقَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ وَ عُمَرُ قَدْ عَرَفَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَاكَ نَبِيُّ اللَّهِ قَالَ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يَعْرِفُ أَيْ رَسُولُ اللَّهِ غَيْرُ كَفَرَةٍ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ (دلائل النبوت ابو نعیم، ص ۲۷۹، خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۵۸، مسند احمد: ۱۳۳۳۳، سبل الہدی، ج ۶، ص ۵۱۰)

رسول ہوں سوائے کفار جن وانس کے۔

حضرت ثعلبہ بن ابی مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ ایک شخص نے ایک اونٹ خرید کر اس کو ایک محصور مقام میں داخل کیا، جب اس کو کام میں لگانا چاہا تو اس نے شرارت شروع کی اور جو کوئی اس کے نزدیک جاتا وہ اس پر حملہ کرتا۔

فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ قَالَ افْتَحُوا عَنْهُ فَقَالُوا
إِنَّا نَخْشَى عَلَيْكَ مِنْهُ قَالَ افْتَحُوا عَنْهُ
فَفَتَحُوا فَلَبَّيْنَا رَأَاهُ الْجَبَلُ خَرَّ سَاجِدًا
فَسَبَّحَ الْقَوْمُ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ كُنَّا
نَحْنُ أَحَقُّ بِالسُّجُودِ مِنْ هَذِهِ الْمِهْمَةِ
قَالَ لَوْ يَنْبَغِي لَشَيْءٍ مِّنَ الْخَلْقِ أَنْ
يَسْجُدَ لَشَيْءٍ دُونَ اللَّهِ لَتَنْبَغِي لِلْمَرَاةِ
أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا (دلائل النبوة ابونعیم،
ص ۲۸۲، خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۵۷، سبل
الہدیٰ، ج ۹، ص ۵۱۳، مدارج النبوة، ج ۱،
ص ۱۹۰)

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور حضور کی خدمت میں اس کا ذکر کیا گیا، آپ نے فرمایا دروازہ کھول دو تو لوگوں نے کہا کہ ہمیں خوف ہے کہ وہ کہیں آپ پر حملہ نہ کر دے، فرمایا بے خوف ہو کر کھول دو چنانچہ دروازہ کھولا گیا۔ جب اونٹ نے آپ کو دیکھا فوراً سجدہ میں گر گیا لوگوں نے سبحان اللہ کہا پھر لوگ کہنے لگے یا رسول اللہ جب جانور آپ کو سجدہ کرتا ہے تو ہم زیادہ اس امر کے مستحق ہیں کہ سجدہ کیا کریں، فرمایا کہ اگر یہ جائز ہوتا کہ کوئی مخلوق کسی مخلوق کو سجدہ کرے تو عورت کو جائز ہوتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ ایک انصاری کا اونٹ سرکش ہو کر بھاگ گیا وہ انصاری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا اونٹ سرکش ہو کر بھاگ گیا ہے اور مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ اس کے نزدیک جاسکوں کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے ہلاک کر دے گا، یہ سن کر

فَانْطَلَقَ إِلَيْهِ فَلَبَّيْنَا نَنْظُرُ الْبَعِيرَ إِلَى رَسُولِ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس اونٹ کی طرف چلے

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبَلَ يُحْبِمْ وَأَلْفَى بِجَرَانِهِ حَتَّى بَرَكَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعَلَ عَيْنَاهُ تَسِيلَانِ فَقَالَ يَا فُلَانُ أَرَى بِعَيْدِكَ يَشْكُوكُ فَأَحْسِنِ إِلَيْهِ فَجَاءَ بِحَبْلِ فَالْتَقَاءُ فِي رَأْسِهِ (احمد: ۱۲۶۱۳، بزار، ابونعیم: ۲۸۶، خصائص، ج ۲، ص ۵۸)

جب اونٹ کی نظر حضور ﷺ پر پڑی تو آواز کرتا ہوا آیا اور آکر حضور کے آگے سجدہ میں گر گیا اور گردن زمین پر رکھ دی، اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ حضور ﷺ نے انصاری سے فرمایا، یہ اونٹ تمہاری شکایت کرتا ہے اس کے ساتھ اچھا سلوک رکھو، پھر رسی لے کر اس کے سر میں ڈال دی اور اس کے حوالے کیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے، آپ کے ہمراہ حضرات ابوبکر و عمر اور بہت سے انصاری بھی تھے، اس باغ میں بکریاں تھیں، حضور ﷺ کو دیکھتے ہی بکریوں نے سجدہ کیا۔

فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ نَحْنُ أَحَقُّ بِالسُّجُودِ لَكَ مِنْ هَذِهِ الْغَنَمِ! قَالَ إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي مِنْ أُمَّتِي أَنْ يَسْجُدَ أَحَدٌ لِأَحَدٍ وَلَوْ كَانَ يَنْبَغِي أَنْ يَسْجُدَ أَحَدٌ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا (دلائل النبوة، ص ۳۲۷، ابونعیم، خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۶۱، زرقانی علی المواہب، ج ۵، ص ۱۳۲، سبل الہدی، ج ۹، ص ۵۱۱، مدارج النبوة، ج ۱، ص ۱۹۰، البدایہ والنہایہ، ج ۶، ص ۱۵۸)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ان بکریوں سے زیادہ ہمیں حق ہے کہ ہم آپ کو سجدہ کیا کریں۔ فرمایا میری امت میں کسی کو جائز نہیں کہ (اللہ کے سوا) کسی اور کو سجدہ کرے اگر کسی اور کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں حکم کرتا کہ عورت اپنے شوہر کو سجدہ کیا کرے۔

سلام اس پر کہ جس کے جسم اطہر کا نہ تھا سایہ

حضور ﷺ کے قامت زیبا کا سایہ نہ تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بشری جسم اقدس کو ایسا لطیف و نظیف اور پاکیزہ و برگزیدہ بنایا تھا کہ اس میں کسی قسم کی عضری اور مادی

کثافت نہ تھی، بلاشبہ آپ کا جسم اقدس تمام مادی کثافتوں سے پاک اور سراپا نور تھا۔ اسی لیے آپ کی شان میں نور اور سراج منیر فرمایا گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ نُوْرًا فِيْ قَلْبِيْ وَ نُوْرًا فِيْ
قَبْرِیْ وَ نُوْرًا مِّنْ بَيْنِ يَدَیْ وَ نُوْرًا مِّنْ
خَلْفِیْ وَ نُوْرًا عَنْ يَسَیْنِیْ وَ نُوْرًا عَنْ
شِمَالِیْ وَ نُوْرًا مِّنْ فَوْقِیْ وَ نُوْرًا مِّنْ تَحْتِیْ
وَ نُوْرًا فِيْ سَمْعِیْ وَ نُوْرًا فِيْ بَصَرِیْ وَ نُوْرًا فِيْ
شَعْرِیْ وَ نُوْرًا فِيْ بَشَرِیْ وَ نُوْرًا فِيْ لَحْیِیْ وَ
نُوْرًا فِيْ دَمِیْ وَ نُوْرًا فِيْ عِظَامِیْ اَللّٰهُمَّ اَعْظُمْ
لِیْ نُوْرًا وَاَعْظِیْ نُوْرًا وَاَجْعَلْ لِّيْ نُوْرًا
(ترمذی: ۳۴۱۹؛ کتاب الدعوات)

میرے لیے بہت ہی زیادہ نور کر دے اور
مجھ کو نور عطا کر دے اور مجھ کو نور رکھ لے۔

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ آپ کے جسم پاک کا ہر عضو نور ہے۔ جب آپ

۱۔ اور اس دعا سے یہ مقصود نہ تھا کہ نور ہونا ابھی حاصل نہ تھا اور اس کا حصول مانگتے تھے، بلکہ یہ دعا اس امر کے ظاہر فرمانے کے لیے تھی کہ واقع میں حضور کا تمام جسم پاک نور ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہدایت پر ہونا قرآن سے ثابت ہے اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱﴾ عَلٰی صِرَاطٍ مُسْتَقِیْمٍ (یاسین) بلکہ فرمایا وَاِنَّكَ لَمِّنَ الَّذِیْنَ اٰتٰی صِرَاطًا مُسْتَقِیْمًا (الشوری: 52) مگر باوجود اس کے ہر نماز میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کہہ کر بارگاہ رب العزت میں دعا کیا کرتے تھے، کیا آپ کا یہ دعا کرنا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ اس لیے تھا کہ آپ ہدایت پر نہ تھے؟ (نعوذ باللہ) نہیں! بلکہ جس طرح آپ اس دعا سے پہلے بھی ہدایت پر تھے بلکہ ہادی تھے مگر پھر بھی دعا فرماتے تھے، اسی طرح آپ اس نورانی دعا سے پہلے بھی نور تھے، بلکہ مزید تھے جَاءَ كُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ (المائدہ: 15) اور یٰۤاٰجَمُعِیْنَ (الاحزاب: 46) مگر پھر بھی دعا فرمائی کہ اے اللہ مجھے نور علی نور کر دے۔ رَبَّنَا وَاَجْعَلْنَا مُسْلِمٰیْنِ لَكَ الذِّمَّ (البقرہ: 128) یہ دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمائی۔ کیا یہ دعا کرتے ہوئے یا اس سے پہلے وہ مسلمان نہیں تھے۔ (نعوذ باللہ) آیت شریف میں وجعلناہے اور حدیث شریف میں واجعل ہے، آیت میں معنی یہی ہے کہ ہمیں مسلمان رکھ اور حدیث میں یہ کہ مجھے نور رکھ۔ (کوکب غفرلہ)

کے جسم مبارک کا ہر عضو نور اور پھر اس کے بھی دائیں بائیں، آگے پیچھے، اوپر نیچے، اندر باہر نور ہی نور ہے تو پھر سایہ کیسے ہو سکتا تھا؟ کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر کسی جسم کے آگے پیچھے، دائیں بائیں، نیچے اوپر اندر باہر روشنی کر دیں تو باوجود اس کے کہ وہ جسم اپنے طول و عرض کے ساتھ موجود ہوگا مگر اس کا سایہ نہیں ہوگا۔

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا (اعلیٰ حضرت)

امام نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

قَالَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِنَّ اللَّهَ مَا
أَوْقَعَ ظِلَّكَ عَلَى الْأَرْضِ لَيْلًا يَضَعُ
إِنْسَانٌ قَدَمَهُ عَلَى ذِيكَ الظِّلِّ
کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں عرض کیا بے شک اللہ تعالیٰ
نے حضور کا سایہ زمین پر نہ ڈالا کہ کوئی
شخص اس پر پاؤں نہ رکھ دے۔ (تفسیر مدارک صفحہ ۳۲۱)

سیدنا امام اجل حضرت عبداللہ بن مبارک اور علامہ حافظ ابن جوزی محدث رحمہما اللہ

تعالیٰ سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرماتے ہیں۔

لَمْ يَكُنْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ظِلٌّ وَلَمْ يَقُمْ مَعَ الشَّيْءِ قَطُّ إِلَّا غَلَبَ
ضَوْعُكَ ضَوْعَ الشَّيْءِ وَلَمْ يَقُمْ مَعَ سِرَاجٍ
قَطُّ إِلَّا غَلَبَ ضَوْعُكَ ضَوْعَ السِّرَاجِ (جمع
الوسائل للتقاری، ج ۱، ص ۱۷۶، زرقانی علی الموابہ،
ج ۴، ص ۲۲۰ و شرح شامل للمناوی، ص ۴۷، الجزء
المفقود من الجزء الاول من المصنف عبدالرزاق: ۴،
سبل الہدی، ج ۲، ص ۴۰)

حضرت ذکوان تابعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ
يَكُنْ يُرَى لَهُ ظِلٌّ فِي شَيْءٍ وَلَا قَمَرٍ
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ دھوپ میں نظر
آتا نہ چاندنی میں۔

(ترمذی فی نوادر الاصول، زرقانی علی الموہب،

ج ۴، ص ۲۴۰، سبل الہدی، ج ۲، ص ۹۰)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب خصائص کبریٰ میں اس معنی میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا، ایک باب وضع فرمایا اور اس میں حدیث ذکوان نقل کر کے فرمایا۔

قَالَ ابْنُ سَبْعٍ مِّنْ خَصَائِصِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ ظِلَّهُ كَانَ لَا يَقَعُ عَلَى الْأَرْضِ وَإِنَّهُ كَانَ نُورًا فَكَانَ إِذَا مَضَى فِي الشَّمْسِ أَوْ الْقَمَرِ لَا يُنْظَرُ لَهُ ظِلٌّ (زرقانی علی الموہب، ج ۴، ص ۲۰۲، خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۶۸، سبل الہدی، ج ۲، ص ۹۰)

کہ ابن سبع نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص کریمہ سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا اور آپ نور محض تھے۔ جب آپ دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ نظر نہ آتا۔

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَمَا ذُكِرَ مِنْ أَنَّهُ كَانَ لَا ظِلَّ لِشَخْصِهِ فِي شَمْسٍ وَلَا قَمَرٍ لِأَنَّهُ كَانَ نُورًا وَإِنَّ الدُّبَابَ كَانَ لَا يَقَعُ عَلَى جَسَدِهِ وَلَا ثِيَابَهُ (شفاء شریف، ج ۱، ص ۲۴۲)

کہ آپ کے دلائل نبوت و رسالت میں سے یہ بات بھی مذکور ہوئی ہے کہ آپ کے جسم انور کا سایہ نہ دھوپ میں ہوتا نہ چاندنی میں اس لیے کہ آپ نور تھے اور تمہاری آپ کے جسم اور لباس پر نہ بیٹھتی تھی

علامہ امام شہاب الدین خفاجی مصری اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک بہ سبب آپ کی کرامت و فضیلت کے زمین پر نہ ڈالایا گیا، اور تعجب ہے کہ باوجود اس کے تمام آدمی آپ کے سائے میں آرام کرتے ہیں۔

پھر فرماتے ہیں، بہ تحقیق قرآن کریم ناطق ہے کہ آپ نور روشن ہیں اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ (نسیم الریاض، ج ۴، ص ۳۳۵)

حضرت مولانا روم علیہ رحمۃ اللہ القیوم فرماتے ہیں۔

چوں فناش از فقر پیرا یہ شود او محمد دار بے سایہ شود
مولانا بحر العلوم اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

در مصرع ثانی اشارہ بہ معجزہ آں سرور کہ مصرع ثانی میں حضور سرور عالم ﷺ
صلی اللہ علیہ وسلم کہ آں سرور را سایہ نہ می افتاد کے معجزے کی طرف اشارہ ہے کہ حضور کا
سایہ نہ تھا۔

علامہ امام احمد بن محمد قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔
لَمْ يَكُنْ لَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظِلٌّ فِي شَيْسٍ وَلَا قَبْرِ
کہ حضور سرور دو عالم ﷺ کا سایہ نہ
دھوپ میں تھا نہ چاندنی میں۔
(مواہب لدنیہ، ج ۲، ص ۸۵، زرقانی علی
المواہب، ج ۴، ص ۲۲۰)

علامہ امام محمد زرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔
لَمْ يَكُنْ لَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظِلٌّ فِي شَيْسٍ وَلَا قَبْرِ لِأَنَّهُ كَانَ نُورًا (زرقانی،
ج ۴، ص ۲۲۰، بل الہدی، ج ۲، ص ۹۰)
کہ حضور ﷺ کا سایہ نہ دھوپ میں تھا
اور نہ چاندنی میں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ
آپ نور تھے۔
علامہ حسین بن محمد دیاربکری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

لَمْ يَقَعْ ظِلُّهُ عَلَى الْأَرْضِ وَلَا رَأَى لَهُ ظِلٌّ فِي شَيْسٍ وَلَا قَبْرِ تَارِخُ الْأُمَمِ فِي
کہ حضور ﷺ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا نہ
دھوپ میں نظر آتا نہ چاندنی میں۔
(احوال انفس نفیس، ج ۱، ص ۲۱۹)

امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔
وَمَا يُؤِيدُ أَنَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَارَ نُورًا أَنَّهُ كَانَ إِذَا مَشَى فِي الشَّيْسِ وَالْقَبْرِ لَا يَطْهَرُ لَهُ ظِلٌّ لِأَنَّهُ لَا يَطْهَرُ إِلَّا
کہ حضور ﷺ کے نور محض ہونے کی
تائید اس سے ہوتی ہے کہ دھوپ یا چاندنی
میں آپ کا سایہ نہ ہوتا تھا اس لیے کہ سایہ
تو کثیف کا ہوتا ہے اور حضور ﷺ کو اللہ

خَلَصَهُ اللَّهُ مِنْ سَائِرِ انْكَشَافَاتِ الْجِسْمَانِيَّةِ وَ صَيَّرَهُ نُورًا صِرْفًا لَا يَظْهَرُ لَهُ ظِلٌّ أَصْلًا (افضل القرى)

تعالیٰ نے تمام جسمانی کثافتوں سے خالص کر کے نرا نور کر دیا تھا لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سایہ اصلانہ تھا۔

علامہ سلیمان جمل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لَمْ يَكُنْ لَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظِلٌّ يُّقْهَرُ فِي شَيْءٍ وَلَا قَمَرٌ (فتوحات احمدیہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ دھوپ میں ہوتا اور نہ چاندنی میں۔

شیخ الحدیث شیخ محقق حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ونبؤ مرآں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم را سایہ نہ در آفتاب و نہ در قمر (مدارج النبوت، ص ۲۶، ج ۱)

کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ دھوپ میں تھا نہ چاندنی میں۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اور اصرار صلی اللہ علیہ وسلم سایہ نہ بود در عالم شہادت سایہ ہر شخص از شخص لطیف ترست

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا کیونکہ عالم شہادت میں ہر شخص کا سایہ اس سے زیادہ لطیف ہوتا ہے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ لطیف کوئی چیز جہاں میں نہیں ہے، لہذا حضور کا سایہ کیسے ہو سکتا ہے۔

حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

سایہ ایشان بر زمین نمی افتاد (تفسیر عزیزی سورہ الواضح)

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا۔

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اولیاء اللہ گفته اند آدَوَا حُنَّا أَجْسَادُنَا وَ أَجْسَادُنَا آدَوَا حُنَّا یعنی ارواح ما کا ارواح ہمارے اجساد ہیں اور ہمارے اجساد ہماری روحیں ہیں یعنی کبھی تو ہماری اجساد می کنند و گاہے اجساد از غایت

لطافت برنگ ارواح می برآید و می گویند کہ رسول خدا را سایہ نبو صلی اللہ علیہ وسلم (تذکرۃ الموتی والقبور، ص ۳۱)

روحیں جسموں کا کام کرتی ہیں اور کبھی ہمارے جسم انتہائی لطافت اختیار کر کے روح کے رنگ میں ظاہر ہو جاتے ہیں (چنانچہ کہتے ہیں) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔

مخالفین کے سردار جناب رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں۔

حق تعالیٰ در شان حبیب صلی اللہ علیہ وسلم خود فرمود کہ آمدہ نزد شما از طرف حق تعالیٰ نور و کتاب مبین و مراد از نور ذات پاک حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نیز فرمود کہ اے نبی ترا شاہد و مبشر و نذیر و داعی الی اللہ و سراج منیر فرستادہ ایم و منیر روشن کنندہ و نور دہندہ را گویند پس اگر کسے را روشن کردن از انساناں محال بودے آں ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم را ہم ایں امر میسر نیامدے کہ آں ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہم از جملہ اولاد آدم علیہ السلام اند مگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذات خود را چنان مطہر فرمود کہ نور خالص گشتند و حق تعالیٰ آں جناب سلامہ علیہ را نور فرمود بہ تو اتر ثابت شد کہ آں حضرت عالی سایہ نہ داشتند و ظاہر است کہ بجز نور ہمہ اجسام ظل می دارند (امداد

کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرمایا کہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور کتاب مبین آئی، نور سے مراد حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو شاہد و مبشر و نذیر و داعی الی اللہ اور سراج منیر بنا کر بھیجا ہے اور منیر روشن کرنے والے اور نور دینے والے کو کہتے ہیں، پس انسانوں میں سے کسی کو اگر روشن کرنا محال ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے لیے یہ امر میسر نہ ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک اگرچہ جملہ اولاد آدم علیہ السلام سے ہے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات پاک کو ایسا مطہر فرمایا کہ نور خالص ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نور

السلوک ص ۸۵) فرمایا ہے اور تو اتر سے ثابت ہوا ہے کہ آپ ﷺ سایہ نہ رکھتے تھے اور نور کے سوا تمام اجسام سایہ رکھتے ہیں۔

جناب اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں:

یہ بات مشہور ہے کہ ہمارے حضور ﷺ کے سایہ نہیں تھا (اس لیے) کہ ہمارے حضور ﷺ سر تا پا نور ہی نور تھے۔ حضور ﷺ میں ظلمت نام کو بھی نہ تھی اس لیے آپ کے سایہ نہ تھا کیونکہ سایہ کے لیے ظلمت لازمی ہے۔ (شکر النعمۃ بذکر رحمۃ الرحمتہ ص ۳۹) ان عبارات سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ، علماء، صوفیاء سب کا مذہب اور عقیدہ یہ ہے کہ حضور پر نور ﷺ کا جسم اطہر کا سایہ نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس عقیدہ پر قائم رکھے۔ آمین

آج کل کے بعض سائنسدان، فلسفی اور خشک ملا محض ناہمی کی بنا پر کہتے ہیں کہ یہ ممکن نہیں کہ جسم ہو اور اس کا سایہ نہ ہو۔ جب حضور ﷺ کا جسم ہونا مسلم ہے تو سایہ کا ہونا ضروری ہے اے۔

ان کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ہر جسم کا سایہ نہیں ہوا کرتا بہت سے اجسام لطیفہ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کا سایہ نہیں ہوتا، حضور ﷺ بلاشبہ مجسم تھے مگر آپ کا جسم ہماری روحوں سے بڑھ کر لطیف و پاکیزہ تھا، آپ مجسم نور تھے اس لیے آپ کا سایہ نہ تھا۔ عاصیوں کو چھپائے محشر میں حق نے یوں ہے اٹھا لیا سایہ

۱۔ سائنس کے اصولوں کے تحت بھی وہ بتائیں کہ کسی جسم کا سایہ کیوں ہوتا ہے؟ سورج کے نور اور نبی پاک کے نور ہونے کی شان سے کامل واقفیت کے بعد یہ حقیقت ان پر کھل جائے گی کہ وہ وجوہات جو جسم کا سایہ پیدا کرتی ہیں ان کی گنجائش اس پر نور لطیف ترین ذات میں نہیں تھی۔ (کوکب غفرلہ)

فوائد

- (۱) یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سر اپا نور تھے اور آپ کا سایہ نہ تھا۔
- (۲) یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر تمام کثافتوں سے پاک تھا۔
- (۳) یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور آفتاب و ماہتاب کی روشنی پر غالب تھا۔

پسینہ مبارک

شبنم باغ حق یعنی رخ کا عرق
 اس کی سچی براقیت پہ لاکھوں سلام
 بھینی بھینی مہک پر مہکتی درود
 پیاری پیاری نفاست پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت)



حضور پر نور ﷺ کے اوصاف حمیدہ میں سے ایک ذاتی وصف یہ بھی تھا کہ خوشبو لگائے بغیر آپ کے بدن سے ہمیشہ خوشبو آتی کہ کوئی خوشبو اس کا مقابلہ نہیں کرتی تھی، آپ کا پسینہ مبارک بھی بہت ہی خوشبودار ہوتا تھا۔ بوجہ لطافت آپ کے بدن مبارک پر کپڑا میلانہ ہوتا تھا۔

آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ سے اس قدر تیز خوشبو کستوری کی مانند آئی کہ سارا گھر مہک گیا۔ (زرقانی علی المواہب، ج ۴، ص ۲۲۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وَلَا شِبْنَ مُسَكَةً وَلَا عَيْبَةً أَطِيبَ
رَائِحَةً مِّنْ رَّائِحَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بخاری شریف: ۱۹۴۳، مسلم: ۶۰۵۴) پایا۔
حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ حضور ﷺ نے میرے چہرے پر اپنا دست مبارک پھیرا۔
فَوَجَدْتُ لِيَدِهِ بَرْدًا وَرِيحًا كَأَنَّهَا
بَرَفٌ كَيْطَرُهَا طَرِيقُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مسلم شریف: ۶۰۵۲) کہ گویا آپ نے اپنا ہاتھ عطار کے
صندوقچہ سے نکالا ہے۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب
كُنْتُ أَصَافِحُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَوْ يَسُّسُ جِلْدِي جِلْدَهُ فَأَلْتَعْرِفُهُ بَعْدُ
فِي يَدَيْهِ وَإِنَّهُ لَا طِيبَ إِلَّا رَائِحَةُ مَنْ الْبَسِكِ
(طبرانی: ۶۸، بیہقی، ج ۱، ص ۲۵۷، زرقانی علی
میں حضور ﷺ سے مصافحہ کرتا یا میرا
بدن آپ کے ساتھ مس کرتا تو میں اس کا
اثر بعد میں اپنے ہاتھوں میں پاتا کہ وہ
کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوتے۔

المواہب، ج ۴، ص ۱۸۳، سبل الہدی، ج ۲، ص ۷۴)

حضرت جحیفہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ کر تشریف لائے۔

فَجَعَلَ النَّاسُ يَأْخُذُونَ يَدَيْهِ
فَيَسْسُخُونَ بِهَا وُجُوهُهُمْ قَالِ فَأَخَذْتُ
بِيَدِهِ فَوَضَعْتُهَا عَلَى وَجْهِهِ فَإِذَا هِيَ
أَبْرَدُ مِنَ الثَّلْجِ وَأَطْيَبُ رَائِحَةً مِّنَ
الْبُسْكِ (بخاری شریف: ۳۵۵۳)

حضرت یزید بن اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑا۔
فَإِذَا هِيَ أَبْرَدُ مِنَ الثَّلْجِ وَأَطْيَبُ رِيحًا
مِّنَ الْبُسْكِ (بیہقی، ج ۱، ص ۲۵۶، زرقانی
علی المواہب، ج ۴، ص ۲۲۷، سبل الہدی،
ج ۲، ص ۷۴)

امام قاضی عیاض رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں۔

وَيَضَعُ يَدَهُ عَلَى رَأْسِ الصَّبِيِّ فَيَعْرِفُ
مِنْ بَيْنِ الصَّبِيَّانِ بِرِيحِهَا (شفاء شریف،
ج ۱، ص ۴۰، سبل الہدی، ج ۲، ص ۸۵)

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے پیچھے سوار کیا تو میں نے آپ کی
مہربانیت کو مونہ میں لیا۔

فَكَانَ بَيْنَهُ عَلَى مِسْكَ (شفاء شریف، ج ۱،
ص ۴۰، سبل الہدی، ج ۲، ص ۵۳)

چونکہ آپ کا بدن شریف قدرتی طور پر انتہائی خوشبودار تھا، اس لیے بدن شریف کا پسینہ
مبارک بھی بے حد خوشبودار تھا، چنانچہ
ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

كَانَ عَرَقُهُ فِي وَجْهِهِ مِثْلَ اللَّوْلُوءِ أَطْيَبَ
مِنَ الْبُسْكِ (سبل الہدی، ج ۲، ص ۸۵، ابو
نعیم: ۵۶۶، خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۶۷،
البدایہ والنہایہ، ج ۶، ص ۲۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
وَلَا شِبْثٌ مِّسْكًا قَطُّ وَلَا عِطْرًا كَانَ
أَطْيَبَ مِنْ عَرَقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ (شمائل ترمذی، ج ۱، ص ۱۹۶، بخاری:
۳۵۶۱، الشفاء، ج ۱، ص ۱۵۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَذْهَرَ اللَّوْنِ كَانَ عَرَقُهُ اللَّوْلُوءَ
(بخاری، دارمی: ۶۲، مسلم: ۶۰۵۴) جیسے موتی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی دوپہر کے وقت ہمارے گھر تشریف لا کر آرام فرماتے جب
آپ سو جاتے تو آپ کو پسینہ آ جاتا اور میری والدہ پسینہ مبارک کی بوندوں کو پیشی میں جمع کر
لیتیں۔ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرتے دیکھا تو فرمایا اے ام سلیم یہ کیا کرتی ہو؟
قَالَتْ هَذَا عَرَقُكَ نَجَعْلُهُ فِي طَيْبِنَا وَهُوَ
مِنْ أَطْيَبِ الطَّيِّبِ (بخاری: ۶۲۸۱، مسلم:
۶۰۵۵، مشکوٰۃ: ۵۷۸۸، بیہقی، ج ۱، ص ۲۵۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
اقدر میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ مجھے اپنی بیٹی کا نکاح کرنا ہے اور میرے پاس
خوشبو نہیں ہے، آپ کچھ خوشبو عنایت فرمادیں۔ فرمایا کل ایک کھلے مونہ والی شیشی لے آنا۔

دوسرے روز وہ شخص شیشی لے آیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنے دونوں بازوؤں سے اس میں پسینہ ڈالنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ بھر گئی پھر فرمایا کہ اسے لے جا اور بیٹی سے کہہ دینا کہ اس میں سے لگایا کرے۔

فَكَانَتْ إِذَا تَطَيَّيْتَ بِهِ يَشْمُ أَهْلُ
الْمَدِينَةِ رَائِحَةً ذَاكَ الطِّيبِ فَسُئِلَا
بَيْتَ الْهُطَلِيِّينَ (معجم ابو یعلیٰ: ۱۱۸، طبرانی:
۲۸۹۵، ابن عساکر: ۸۵۸، زرقانی، ج ۴، ص
۲۶۴، خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۶۷، مواہب
لدنی، ج ۲، ص ۸۸، حجة الله على العالمين،
ص ۴۸۸)

پس جب وہ آپ کے پسینہ مبارک کو لگائی
تو تمام اہل مدینہ کو اس کی خوشبو پہنچتی
یہاں تک کہ اس کے گھر کا نام بیت
المطہیین (خوشبو والوں کا گھر) مشہور ہو
گیا۔

حضرت جابر و حضرت انس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا مَرَّ فِي طَرِيقٍ مِّنْ طُرُقِ الْمَدِينَةِ
وَجَدُوا مِنْهُ رَائِحَةَ الطِّيبِ وَقَالُوا مَرَّ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ هَذَا الطَّرِيقِ
(دارمی: ۶۷، بیہقی، ج ۶، ص ۶۹، ابو نعیم:
۳۶۳، بزار: ۱۸۸، ابو یعلیٰ: ۳۱۲۵، دلائل
النبوت، ص ۳۸۰، خصائص، ج ۱، ص ۶۷،
زرقانی علی المواہب، ج ۴، ص ۲۲۲، سبل
الہدی، ج ۲، ص ۸۷)

کہ حضور ﷺ جب مدینہ منورہ کی کسی
گلی میں سے گزرتے تو لوگ اس گلی سے
خوشبو پا کر کہتے کہ اس گلی میں حضور
ﷺ کا گزر ہوا ہے۔

عنبر زمیں، عبیر ہوا، مشک تر غبار ادنیٰ سی یہ شناخت تری رہ گزر کی ہے
(اعلیٰ حضرت)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضور ﷺ کو غسل دیا تو
سَطَعَتْ مِنْهُ رِيحٌ طَيِّبَةٌ لَّمْ نَجِدْ مِثْلَهَا آپ سے ایسی پاکیزہ خوشبو پھیلی کہ ہم

قَطُّ (شفا شریف، ج ۱، ص ۴۱) نے اس کی مثل کبھی نہیں پائی۔

اب بھی مدینہ منورہ کے درود یوار اور وہاں کی خاک مبارک سے خوشبوئیں آرہی ہیں جنہیں مجبان و عاشقان جناب محمد مصطفیٰ ﷺ شامہ محبت سے محسوس کرتے ہیں۔
ابن بطال کا قول ہے کہ جو شخص مدینہ منورہ میں رہتا ہے وہ اس کی خاک مبارک اور درود یوار سے خوشبو محسوس کرتا ہے۔

(شرح بخاری لابن بطال، ج ۴، ص ۵۴۴، وفاء الوفا شیخ الاسلام السہودی، ج ۱، ص ۲۰)
اور یاقوت نے کہا ہے کہ من جملہ خصائص مدینہ اس کی ہوا کا خوشبودار ہونا ہے اور وہاں کی بارش میں بوئے خوش ہوتی ہے جو کسی اور جگہ کی بارش میں نہیں ہوتی۔

حضرت ابو عبد اللہ عطار علیہ رحمۃ اللہ الغفار فرماتے ہیں۔

بَطِيبَ رَسُولِ اللَّهِ طَابَ نَسِيْهَا
فَمَا الْبِسْكَ وَالْكَافُوْرُ وَالصَّنْدُكُ الرَّطْبُ

رسول اللہ ﷺ کی خوشبو سے مدینہ منورہ کی ہوا خوشبودار ہوگئی پس کیا ہے کستوری اور کافور اور کیا ہے عطر صندل تروتازہ۔

شیخ محقق حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

وشبلی کہ یکے از علماء و صاحب وجدان کہ حضرت شبلی جو صاحب علم و وجدان
است می گوید کہ تربت مدینہ رانفہ خاص ہیں، فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کی مٹی میں
است کہ در پیچ مشک و عنبر نیست ایک خاص قسم کی خوشبو ہے جو مشک و عنبر
میں نہیں ہے۔ (جذب القلوب، ص ۱۰)

خاک طیبہ از دو عالم خوش تر است وے خنک شہرے کہ دروے دلبر است

(ڈاکٹر اقبال)



لباس مبارک

تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
 سر جھکاتے ہیں الہی بول بالا نور کا
 پشت پر ڈھلکا سر انور سے شملہ نور کا
 دیکھیں موسیٰ طور سے اترا صحیفہ نور کا
 میل سے کس درجہ ستھرا ہے وہ پتلا نور کا
 ہے گلے میں آج تک کورا ہی کرتا نور کا

(اعلیٰ حضرت)



حضور پر نور ﷺ کا عام لباس مبارک عمامہ، چادر، قمیص اور تہبند مبارک تھا، آپ نے پا جامہ کبھی استعمال نہیں فرمایا (☆)۔ عمامہ شریف اکثر سفید، کبھی سیاہ اور کبھی سبز بھی استعمال فرمایا ہے۔ شملہ مبارک کبھی چھوڑتے اور کبھی نہیں، شملہ اکثر دونوں شانوں کے بیچ میں اور کبھی دوش مبارک پر پڑا رہتا، بعض اوقات تحنک بھی فرماتے یعنی دستار مبارک کا ایک پیچ ٹھوڑی مبارک کے نیچے سے لاکر باندھتے۔ عمامہ کے نیچے سراقدرس سے لپٹی ہوئی ٹوپی ہوا کرتی، اونچی ٹوپی آپ نے استعمال نہیں فرمائی اور فرماتے۔ (مدارج النبوة، ج ۲، ص ۷۱-۷۲) فَرَقُوا مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْهَشْرِكَيْنِ الْعَبَائِمِ ہم میں اور مشرکین میں یہ امتیاز ہے کہ عَلَى الْقَلَانِسِ۔ (ابوداؤد: ۸۷۰۷)

سیدھی سیدھی روش پر کروڑوں درود سادی سادی طبیعت پہ لاکھوں سلام (اعلیٰ حضرت)

آپ اکثر قمیص پہنتے اور ہمیشہ تہ بند باندھتے، شامی عبا بھی آپ نے پہنی ہے جس کی آستینیں اس قدر تنگ تھیں کہ بوقت وضو اوپر نہیں چڑھ سکتی تھیں بلکہ ہاتھ مبارک ان سے نکالنے پڑتے تھے اور جبہ کسروانی بھی آپ نے پہنا ہے جس کی جیب اور آستینوں پر ریشم کی سنجاف تھی۔ یمن کی دھاری دار چادر آپ کو بہت پسند تھی، ایسی اونی چادر بھی آپ نے استعمال فرمائی ہے جس پر کجاوہ کی شکل بنی ہوئی تھی اور آپ نے مختلف رنگوں مثلاً سفید، سبز، زعفرانی وغیرہ رنگ کے کپڑے پہنے ہیں مگر سفید رنگ بہت ہی زیادہ مرغوب تھا، حلہ سرخ بھی پہنا ہے جس میں دھاریاں تھیں۔ پورا سرخ رنگ کا لباس آپ کو پسند نہیں تھا۔ نعلین شریفین چمیلی کی شکل کی تھیں، ہر ایک کے دو دو تسمے دہری تہ والے تھے ایک تسمہ انگوٹھے اور متصل کی انگلی کے بیچ میں اور دوسرا انگشت میاں اور بنصر کے بیچ ہوا کرتا۔ یہ وہی نعلین شریفین ہیں جس کے متعلق بڑے بڑے بادشاہان عالم یوں کہتے ہیں:

☆ بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے منی کے بازار میں پا جامہ خریدا تھا۔ ابن قیم نے لکھا ہے کہ اس سے قیاس ہوتا ہے کہ شاید پہنا بھی ہو۔

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضور تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں
(مولانا حسن رضا خاں)

حضور پر نور سید عالم ﷺ نے فرمایا عمامہ باندھنا اختیار کرو کہ یہ فرشتوں کا نشان
ہے اور اس کو پیچھے لٹکا لو۔ (بیہقی، شعب الایمان: ۵۸۵۱، طبرانی: ۱۳۴۱۸، کنز العمال: ۴۱۱۴۰)
فرمایا جو شخص شہرت اور تکبر کے طور پر اچھے کپڑے پہنے یا جو شخص درویش یا عالم نہ ہو مگر
نیت سے درویشوں اور عالموں کا لباس پہنے کہ لوگ اس کو عالم یا درویش کہیں، قیامت کے
دن ذلت کا لباس پہنایا جائے گا۔ (احمد: ۵۶۶۴، ابوداؤد: ۴۰۲۹، ابن ماجہ: ۳۶۰۷)

ایک شخص بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا جس نے گھٹیا قسم کے کپڑے پہنے ہوئے تھے فرمایا
کیا تمہارے پاس خدا کا دیا ہوا مال نہیں ہے؟ عرض کیا ہاں ہے! فرمایا جب خدا نے نعمت دی
ہے تو اس کی نعمت کا اثر تم پر دکھائی دینا چاہیے۔

(احمد: ۱۷۲۳۱، نسائی: ۹۴۸۴، ابوداؤد کتاب اللباس: ۴۰۶۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے ایک شخص کو میلے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو
فرمایا اس سے اتنا نہیں ہوتا کہ کپڑے دھولیا کرے۔

اسی طرح ایک شخص کے بال بکھرے ہوئے دیکھے تو فرمایا اس سے اتنا نہیں ہوتا کہ
اپنے بال درست کر لے۔ (ابوداؤد کتاب اللباس: ۴۰۶۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جب حرور یہ کے پاس سفیر ہو کر گئے تو یمن کے نہایت
قیمتی کپڑے پہن کر گئے، جب وہاں پہنچے تو انہوں نے کہا۔

مَرَحَبًا بِكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ مَا هَذِهِ الْحُلَّةُ؟ قَالَ مَا تَعْيَبُونَنِي عَلَى لَقْدُ رَأَيْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ مَا يَكُونُ مِنَ الْحُلَلِ

مرحبا اے ابن عباس یہ کیا لباس ہے؟ آپ نے فرمایا تم اس پر معترض ہو بلاشبہ میں نے حضور ﷺ کو بہتر سے بہتر کپڑوں میں دیکھا ہے۔

(ابوداؤد، کتاب اللباس: ۴۰۶۳)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص باوجود قدرت کے قیمتی کپڑے پہننا تواضع کے طور

پر چھوڑ دے اللہ تعالیٰ اس کو کرامت کا حلہ پہنائے گا۔ (ابوداؤد: ۴۷۷۸)

فرمایا کہ ٹخنوں سے نیچے تہ بند کا جو حصہ ہے وہ آگ میں ہے۔ (بخاری شریف: ۵۷۸۷)

فرمایا سونا اور ریشم میری امت کی عورتوں پر حلال اور مردوں پر حرام ہے۔

(ترمذی: ۱۷۲۰، نسائی: ۹۳۸۲)

حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص نیا کپڑا پہنتے وقت یہ دعا پڑھے گا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي كَسَانِي مَا اُوَارِي بِهِ عَوْرَتِي وَآتَجَهِّلُ بِهِ فِي حَيَاتِي اور پرانے کپڑے کو صدقہ کر دے وہ زندگی اور مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے گا، یعنی اللہ تعالیٰ اس کا حافظ و نگہبان ہے۔ (احمد: ۳۰۵، ترمذی: ۳۵۶۰، ابن ماجہ: ۳۵۵۷)

حضرت ابن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ خندق میں کفار کی طرف سے عمرو بن عبدود جو بڑا بہادر اور انڈر تھا میدان میں نکلا اور کہنے لگا مسلمانو! اگر تم میں کوئی میرا مقابلہ کاہو تو آجائے۔ یہ سن کر شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے آگے بڑھ کر حضور ﷺ سے اجازت چاہی۔ حضور ﷺ نے فرمایا قریب آؤ! حضرت علی مرتضیٰ قریب آئے۔

فَاعْطَاہُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ سَيْفَهُ وَ عَمَّئَہُ بَعْبَا مَتَّہُ وَقَالَ
اللّٰهُمَّ اَعِزَّهُ عَلَیْہِ
تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنی تلوار
عطا فرمائی اور اپنی دستار مبارک ان کی
دستار پر باندھ دی اور دعا کی اے اللہ علی کو

عمرو بن عبدود پر مدد دے۔

شیر خدا اس کے مقابل ہوئے۔ ہر چند عمرو کئی آدمیوں پر بھاری تھا مگر حملہ حیدری کے آگے کچھ نہ کر سکا۔ شیر خدا نے ایک ہی وار میں اس کا سر جسم سے الگ کر دیا۔ سب کافر گھبرائے ہوئے بھاگ گئے اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ (طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۵۲، بل الہدی، ج ۴، ص ۷۸۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہ بنت اسد (والدہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ) کا انتقال ہوا تو حضور ﷺ تشریف لائے اور ان کے سر کے پاس بیٹھ کر فرمایا۔

يَزْحَكُ اللَّهُ! فَإِنَّكَ كُنْتَ أُمِّي بَعْدَ أُمِّي تَجُوعَيْنِ وَ تَشْبَعَيْنِي وَ تَعْرِينِ وَ تَكْسِينِي وَ تَمْنَعِينِ نَفْسِكَ طَيِّبَ الطَّعَامِ وَ تَطْعِبِينِي تَرِيدِينَ بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ وَالْدَّارَ الْآخِرَةَ۔ (کنز العمال: ۲۴۲۵، سبل الہدی، ج ۱۱، ص ۲۸۷)

اللہ تم پر رحم کرے بیشک تم میری ماں کے بعد میری ماں تھیں، تم خود بھوکی رہیں اور مجھے شکم سیر کرتیں، خود (نیا) نہ پہنتیں اور مجھے (نیا) کپڑا پہناتیں اور تم خود اچھے اچھے کھانے نہ کھاتیں اور مجھے کھلاتیں اس سے تمہارا مقصود صرف اللہ کی رضا اور آخرت کا گھر تھا۔

پھر آپ نے ان کو غسل دینے کا حکم فرمایا اور غسل کے بعد اپنی قمیص مبارک میں کفن دیا پھر اسامہ بن زید، ابویوب انصاری، عمر بن خطاب اور ایک حبشی غلام کو بلا کر قبر کھودنے کا حکم دیا۔ (حلیۃ الاولیاء، ج ۲، ص ۱۲۱)

پھر آپ نے نماز جنازہ پڑھائی اور قبر پر تشریف لا کر اس کو فراخ اور ہموار کرایا اور پھر خود قبر میں اتر کر لیٹ گئے اور کہا

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ اغْفِرْ لَأُمِّي فَاطِمَةَ بِنْتِ أَسَدٍ وَ لَقِنَهَا حُجَّتَهَا وَ أَوْسَعُ عَلَيْهَا مَدْخَلَهَا بِحَقِّ نَبِيِّكَ وَ الْأَنْبِيَاءِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِي فَإِنَّكَ أَرْحَمُ الرَّحِيمِينَ

سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہ خود بخود زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا (اے اللہ) میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے اور اس کو اس حجت (قبر میں نکیرین کے سوالات کا جواب) خوب سمجھا دے اور اس پر اس کی قبر کو وسیع کر دے اپنے نبی (محمد ﷺ) کے طفیل اور ان نبیوں کے طفیل جو مجھ سے پہلے ہوئے ہیں بے شک تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

(حلیۃ الاولیاء، ج ۲، ص ۱۲۱، کنز العمال: ۲۴۲۵، سبل الہدی، ج ۱۱، ص ۲۸۷)

پھر فرمایا اِنَّمَا اَلْبَسْتُهَا قَبِيصًا لِتَكُنْ مِنْ حُلِّ الْجَنَّةِ وَ اصْطَجَعْتُ مَعَهَا لِيَهْوَنَ

عَلَيْهَا۔ میں نے اپنا قمیص اس لیے پہنایا تاکہ اللہ اس کو جنت کا حلہ پہنائے اور قبر میں اس لیے لیٹا کہ اس پر نرمی و آسانی ہو اور اس کو وقار اور سکون حاصل ہو۔

(الاستیعاب، ج ۲، ص ۷۷، کنز العمال: ۳۴۲۴۴)

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے آپ کو اس بی بی کے ساتھ جو سلوک کرتے ہوئے دیکھا ہے وہ کسی اور کے ساتھ کرتے ہوئے نہیں دیکھا؟ فرمایا یا عُمَرُ إِنَّ هَذِهِ الْمَرْأَةَ كَانَتْ أُمِّيَ الْيَتَىٰ وَلَكَتَنِي أَنَّ أَبَا طَالِبٍ كَانَ يَضَعُ الصَّنِيعَ وَ تَكُونُ لَهُ النَّبَاطِيَّةُ اے عمر یہ بی بی میری حقیقی ماں کی طرح تھی ابو طالب ہمیشہ احسان پرورش جتاتے اور یہ اس کو تہذیب و مثالننگی سکھاتی۔ پھر فرمایا۔

وَإِنَّ جَبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَخْبَرَنِي عَنْ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ إِنَّهَا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَىٰ أَمَرَ سَبْعِينَ أَلْفًا مِّنَ الْمَلَائِكَةِ يُصَلُّونَ عَلَيْهَا (المستدرک للحاکم: ۴۵۷۵) بے شک مجھے جبریل علیہ السلام نے میرے رب عزوجل کی طرف سے خبر دی ہے کہ یہ بی بی اہل جنت میں سے ہے اور یہ بھی خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار فرشتوں کو اس پر نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت مولانا روم علیہ رحمۃ اللہ القیوم فرماتے ہیں۔

کہ ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازے کے ساتھ قبرستان تشریف لے گئے جب واپس آئے تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کے کپڑوں کو ہاتھ لگا کر دیکھنے لگیں۔

گفت پیغمبر چہ می جوئی شباب گفت باراں آمد امروز از سحاب آپ نے فرمایا اے عائشہ تم کیا دیکھتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا آج بادلوں سے بارش ہوئی ہے۔

جا مہایت می بجویم در طلب ترنہ می بینم ز باراں اے عجب اور تعجب ہے کہ میں آپ کے کپڑوں کو اس بارش سے بھیگے ہوئے نہیں دیکھ رہی ہوں۔

گفت چه برسر فگندی ازا زار گفت کردم آں روایت را خمار
فرمایا تم نے سر پر کیا اوڑھا ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کیا آپ کی مبارک چادر۔

گفت بہر آں نمود اے پاک حبیب چشم پاکت را خدا باران غیب
فرمایا اے پاک دلہن! اس چادر کے اوڑھنے کی برکت سے تمہاری مبارک آنکھوں کو
خدا نے غیبی بارش دکھادی ہے۔

نیست آں باران ازیں ابر سماء ہست ابر دیگر و دیگر سماء
وہ بارش جو تم نے دیکھی ہے وہ اس ظاہری آسمان سے نہیں ہے بلکہ اس کا بادل اور
آسمان ہی کوئی اور ہے۔

ایں چنینی باران زابر دیگر است رحمت حق در نزولش مضر است
اس قسم کی بارش کا ایک اور ہی بادل ہے جس سے یہ برستی ہے اور اس بارش کے برسنے
میں رحمت حق پوشیدہ ہوتی ہے۔ (مثنوی شریف دفتر اول)

یعنی تم نے ہماری چادر مبارک اوڑھی جس کے سبب سے تمہاری آنکھوں سے حجابات
اٹھ گئے اور غیب ظاہر ہو گیا اور تم نے رحمت حق کی نورانی بارش دیکھ لی ہے۔
حضرت مولانا روم علیہ رحمۃ اللہ القیوم ایک اور واقعہ نقل فرماتے ہیں۔

کہ حضور ﷺ نے ایک بار موزے اتار کر رکھ دیئے اور وضو فرمانے لگے جب وضو
فرما کر موزے پہننے لگے تو ایک عقاب آیا، اس نے جھپٹ کر ایک موزہ شریف اٹھا لیا اور
اوپر لے جا کر الٹا کر دیا تو اس میں سے سانپ گرا۔ حضور ﷺ نے اس عقاب سے
دریافت فرمایا تجھے کیسے معلوم ہوا کہ موزے میں سانپ تھا؟ عقاب نے عرض کیا۔

ماردر موزہ بہ بینم در ہوا نیست از من عکس تست اے مصطفیٰ
ہوا میں اڑتے ہوئے میرا موزے میں سانپ دیکھ لینا میری طرف سے (کوئی کمال)
نہیں ہے بلکہ اے محمد مصطفیٰ ﷺ یہ آپ کے عکس کی وجہ سے ہے۔

یعنی جب میں اڑتا ہوا آپ کے اوپر سے گزرا تو آپ کے سر مبارک سے لے کر آسمان

تک ایک نور تھا۔ جب میں اس نور میں سے گزرا تو تمام جہان مجھ پر روشن ہو گیا تو میں نے موزہ شریف میں سانپ دیکھ لیا اور جلدی سے آکر موزہ شریف کو الٹا دیا کہ کہیں بے توجہی میں آپ اس کو پہن نہ لیں۔ موزے میں سانپ دیکھ لینا یہ میرا کمال نہیں ہے بلکہ یہ آپ ہی کا کمال ہے۔ فرمایا۔

گرچہ ہر غیپے خدا مارا نمود دل دراں لحظہ بحق مشغول بود
(مثنوی دفتر سوم)

اگرچہ اللہ نے ہر ایک غیب کی مجھ کو خبر دے دی ہے مگر اس وقت میں ذات حق تعالیٰ میں (ایسا) مشغول تھا (کہ میری توجہ اس طرف نہ تھی)۔

اس کے بعد فرمایا ہر مسلمان کو چاہیے کہ جب وہ جوڑا وغیرہ پہنے تو اسے دیکھ لیا کرے۔
(بیہقی: ۴۲۴۹، ابونعیم، مثنوی)

قرآن کریم سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہے کہ محبوبان خدا کے ملبوسات میں بہت برکتیں ہوتی ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ
يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ
رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ
هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ
لَآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿٢٢٧﴾

ہارون کے چھوڑے ہوئے تبرکات ہیں (البقرہ)

اس کو فرشتے اٹھا کر لائیں گے بلاشبہ اس میں تمہارے لیے عظیم نشانی ہے اگر تم مومن ہو۔

یہ صندوق شمشاد کی لکڑی کا تین ہاتھ لمبا اور دو ہاتھ چوڑا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے حضرت آدم علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا اس میں انبیاء کرام علیہم السلام کی تصویریں تھیں (☆)۔ اور یہ وراثہ منتقل ہوتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا تھا، آپ کے بعد بنی اسرائیل کے پاس رہا اس وقت اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا کپڑے اور نعلین مبارک اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ اور عصا مبارک اور چند کھڑے الواح کے تھے۔

بنی اسرائیل اس صندوق کو جس میں یہ تبرکات تھے، لڑائی کے موقع پر ادب سے آگے رکھتے اور ان کو اس کی برکت سے فتح حاصل ہوتی اور جب انہیں کوئی حاجت پیش آتی تو وہ اس کو سامنے رکھ کر دعائیں کرتے ان کی حاجت پوری ہو جاتی۔

لیکن جب بنی اسرائیل کے حالات خراب ہو گئے اور ان میں بد عملی پیدا ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر قوم عموالہ کو مسلط وغالب کیا، وہ ان سے یہ صندوق بھی چھین کر لے گئے اور اس کو نجس و گندے مقام میں رکھا اور اس کی بے حرمتی کی۔ اس بے حرمتی کی وجہ سے وہ طرح طرح کے مصائب و امراض میں مبتلا ہوئے اور ان کی پانچ بستیاں تباہ و برباد ہو کر رہ گئیں جب وہ بہت زیادہ متحیر و پریشان ہوئے تو بنی اسرائیل کی ایک عورت نے جو ان کے پاس تھی کہا کہ اگر سلامتی چاہتے ہو تو اس صندوق کو اپنے یہاں سے نکال دو تمہاری تباہی کا باعث اس صندوق کی اہانت و بے ادبی ہے۔ ان کو بھی یقین ہو گیا آخر انہوں نے ایک بیل گاڑی پر اس صندوق کو رکھا اور دو شیر و سرکش بیل جوت کر ان کو چھوڑ دیا، فرشتے اس کو بنی اسرائیل کے سامنے ان کے بادشاہ طالوت کے پاس لے آئے۔ چنانچہ ان ہی تبرکات کی وجہ سے طالوت کو باذن اللہ فتح حاصل ہوئی اور اسی صندوق کا آنا طالوت کی بادشاہی کی نشانی بنا جس کی خبر آیت شریفہ میں بنی اسرائیل کے نبی حضرت اشمویل علیہ السلام نے دی۔ (تفسیر خازن، مدارک، ابن جریر، خزائن العرفان، ص ۷۷)

ثابت ہوا کہ محبوبان خدا کے تبرکات و ملبوسات کا اعزاز و احترام خیر و برکات کا باعث

(☆) یہ تصویریں قدرتی تھیں، کسی انسان کی بنائی نہ تھیں۔ انسان کو جان دار کی تصویر بنانا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ خالق و مالک مصوٰر حقیقی ہے جو چاہے بنائے۔

اور ان کی بے حرمتی و بے ادبی بربادی کا باعث ہے۔

اب ذرا غور کیجئے کہ جب حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تبرکات کی عظمت کا یہ حال ہے تو حضور سید المرسلین ﷺ کے تبرکات کی عظمت و شان کا کیا حال ہوگا جن کے امتی ہونے کی آرزو خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تھی، بلاشبہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام حضور ﷺ کے زمانے میں ہوتے تو وہ آپ کے تبرکات کی تعظیم اسی طرح کرتے جس طرح ان کی امت ان کے تبرکات کی تعظیم کرتی تھی۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

اَذْهَبُوا بِقَبِيصِي هَذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ
اَبِيْ يٰٓاَتِ بَصِيْرًا (یوسف: ۹۳)
کہ میری یہ قمیص لے جاؤ اور میرے باپ
کے چہرے پر ڈال دو، ان کی آنکھیں
روشن ہو جائیں گی۔

چنانچہ جب اس قمیص کو حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرے پر ڈالا تو فوراً
ان کی آنکھیں روشن و درست ہو گئیں اور بینائی واپس آ گئی۔ یہ حضرت یوسف علیہ السلام کا
معجزہ اور کرامت تھی۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص مبارک میں اتنی برکتیں اور شفا ہے تو حضرت
سید المرسلین ﷺ کے لباس مبارک اور ان اشیاء مبارکہ میں کس قدر برکتیں اور شفا ہوگی جو
حضور ﷺ کے جسم اطہر کے ساتھ لگی رہی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور ﷺ کے لباس مبارک کو اور
ان اشیاء کو جنہیں حضور کے جسم مقدس کے ساتھ لگنے کا شرف حاصل ہوا ہے، بہت ہی
با برکت نافع اور دافع البلاء و الامراض سمجھتے تھے اور ان کی بہت ہی تعظیم و تکریم کرتے تھے
اور کسی تبرک کا اپنے پاس ہونا، اس کو دنیا و مافیہا سے بہتر خیال کرتے تھے۔ اس پر اتنی
احادیث صحیحہ شاہد ہیں جن کی یہاں اس مختصر رسالہ میں گنجائش نہیں مگر چند احادیث بطور
”مشتے نمونہ از خروارے“ ذیل میں پیش کرتا ہوں۔

ام المؤمنین حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں، آپ اس وقت غسل فرما رہے تھے۔

فَنَضَجَ فِي وَجْهِهَا قَالَتْ فَلَمْ يَزَلْ مَاءٌ
السَّبَابُ فِي وَجْهِهَا حَتَّى كَبُرَتْ وَعَجَزَتْ
(الاستيعاب، ص ۷۵۶، اسد الغابہ: ۶۹۵۸)

تو آپ نے ان کے چہرہ پر پانی چھڑکا۔
راوی فرماتے ہیں کہ ان کا چہرہ ایسا پر
رولق اور خوشنما ہو گیا کہ بڑھاپے میں بھی
جوانی کی رونق اور آب و تاب ان کے
چہرہ سے زائل نہ ہوئی۔

دست مبارک کا اثر پہنچانے کے لیے پانی صرف ایک واسطہ تھا کیونکہ پانی پونچھ دیا گیا ہوگا یا سوکھ گیا ہوگا مگر اس کے معدوم ہونے پر بھی اثر دست مبارک معدوم نہ ہو سکا بلکہ سالہا سال ان کے چہرے میں باقی رہا۔ ضعیفی کے آثار کے چہرے پر نمایاں ہونا فطرتی بات ہے۔ رطوبات خشک ہونے کی وجہ سے پیرانہ سالی میں جس قسم کی شکل بنتی ہے وہ محتاج بیان نہیں، آنکھیں اندر کو گھس جاتی ہیں، رخسار کی ہڈیاں ابھر آتی ہیں، پوست ڈھیلا ہو کر جھریاں پڑ جاتی ہیں، غرض کتنا ہی خوبصورت انسان کیوں نہ ہو ضعیفی کے آثار نمایاں ہونے پر اس کی خوبصورتی اور جوانی قائم نہیں رہتی مگر دست مبارک کا اثر کیسا اثر تھا جو ان طبعی آثار کو روک کر جوانی کے آثار قائم کرتا رہا۔

اگر چہ ڈاکٹروں، حکیموں نے بہت سی دوائیں تجویز کی ہیں کہ بڑھاپے میں چہرے کی ہیئت نہ بدلے اور چہرہ پر رونق رہے مگر یہ ممکن نہیں کہ جوانی کی آب و تاب ان سے باقی رہ سکے۔ یہ خصوصیت اور برکت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ہی تھی جس سے بڑھاپے میں بھی جوانی کی آب و تاب باقی رہی۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ جَاءَ خَدَمُ الْبَدِينَةِ
کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز سے
فارغ ہوتے تو مدینہ منورہ کے بچے اپنے

بَانِيَتِهِمْ فِيهَا الْمَاءُ فَمَا يُؤْنِ بِالنَّاءِ إِلَّا
 غَمَسَ يَدَهُ فِيهَا فَرَبَّسَا جَاءَهُ فِي الْغَدَاةِ
 الْبَارِدَةِ فَيَغْمِسُ يَدَهُ فِيهَا
 برتن جس میں پانی ہوتا لے کر خدمت
 اقدس میں حاضر ہوتے آپ ہر ایک برتن
 میں اپنا دست مبارک ڈبو دیتے۔ بعض
 وقت سردی ہوتی تب بھی حضور ﷺ
 (مسلم شریف: ۶۰۴۲)
 اسی طرح کرتے۔

وہ بچے اس پانی کو لے کر گھروں میں جاتے اور وہ پانی تبرک سمجھ کر پیا جاتا۔
 دیکھیے اس پانی میں کوئی دوا تو شریک نہیں کی جاتی تھی، صرف ہاتھ مبارک کے لگنے سے
 وہ جمع بیماریوں کے لیے ایک مجرب نسخہ بن جاتا تھا، اسی لیے طالبانِ شفاءِ امراض جسمانی
 و روحانی اس آبِ حیات کے حصول کے لیے جوق در جوق حاضر ہوئے اور حضور اکرم
 ﷺ بھی شانِ رحمۃ للعالمین سے کسی کو محروم نہ فرماتے بلکہ تکلیف گوارا فرما کر ٹھنڈے
 پانی میں سردی کے موسم میں بھی ہاتھ مبارک ڈال دیتے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ خود
 حضور ﷺ اپنے دستِ رحمت کی تاثیر کے اعتقاد کو جائز رکھتے تھے ورنہ ان کو روک
 دیتے۔ نہیں بلکہ عملی طریقہ سے اس کی ترغیب فرماتے اور اللہ تبارک و تعالیٰ بھی لوگوں کے
 اعتقاد بڑھانے کے لیے اس سے شفا عنایت فرما دیتا تھا، اب یہ خیال کرنا کہ اس قسم کی
 باتوں پر اعتقاد رکھنا شرک ہے بدعت ہے کہاں تک درست ہو سکتا ہے؟

جب حضور ﷺ وضو فرماتے تو وضو کے پانی کے حصول کے لیے حاضرین میں لڑائی
 تک کی نوبت پہنچنے لگتی اور پھر جس کو حاصل ہو جاتا وہ تبرک سمجھ کر اپنے چہرے پر مل لیتا۔

(بخاری: ۱۸۷، ۱۸۹)

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر
 ہوا، آپ چرمی سرخ قبائیں تھے۔

وَرَأَيْتُ بَلَاً لَا أَخَذَ وَضُوءَ رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَأَيْتُ النَّاسَ
 میں نے حضرت بلال کو دیکھا کہ انہوں
 نے حضور ﷺ کے وضو کا پانی لیا اور

يَبْتَدِرُونَ ذَلِكَ الْوَصْوَ فَمَنْ أَصَابَ
مِنْهُ شَيْئًا تَسَّحَّ بِهِ وَمَنْ لَمْ يُصِبْ مِنْهُ
شَيْئًا أَخَذَ مِنْ بَلَدٍ يَدِ صَاحِبِهِ
(بخاری شریف: ۳۷۶)

لوگ اس پانی کو لینے کے لیے دوڑ رہے
تھے جس کو اس میں سے کچھ ملتا وہ اسے
اپنے (موںھ اور ہاتھوں) پر ملتا اور جس کو
کچھ نہ ملتا وہ دوسرے کے ہاتھوں کی تری
لے کر مل لیتا۔

قریش مکہ نے عروہ بن مسعود کو جو ابھی تک ایمان نہ لائے تھے حضور ﷺ کے
حالات دریافت کرنے کے لیے بھیجا، وہ آئے اور حالات دیکھ کر واپس ہوئے اور جا کر
قریش سے یوں کہنے لگے۔

يَا قَوْمُ! وَاللَّهِ لَقَدْ وَقَدْتُ عَلَى الْبُلُوكِ
وَوَقَدْتُ عَلَى قَيْصِرٍ وَكِسْمَى وَالنَّجَاشِي
وَاللَّهِ إِنْ رَأَيْتُمْ مَلِكًا قَطُّ يُعْظِمُهُ
أَصْحَابُهُ مَا يُعْظِمُ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ
(صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) مُحَمَّدًا وَاللَّهِ إِنْ
تَنَحَّمْ نُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ
مِنْهُمْ فَذَلِكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدُهُ وَإِذَا
أَمَرَهُمْ ابْتَدَرُوا أَمْرَهُ وَإِذَا تَوَضَّأَ كَادُوا
يَقْتَسِلُونَ عَلَى وُضُوءٍ وَإِذَا تَكَلَّمَ
خَفَضُوا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَكَ وَمَا يَحْدُونَ
إِلَيْهِ أَنْظِرْ تَعْظِيمًا لَهُ وَإِنَّهُ قَدْ عَرَضَ
عَلَيْكُمْ خُطَّةٌ رُشِدٍ فَاقْبَلُوهَا
(بخاری شریف: ۲۷۳۱)

اے قوم! خدا کی قسم بیشک میں قیصر و
کسریٰ اور نجاشی اور بڑے بڑے
بادشاہوں کے درباروں میں حاضر ہوا
ہوں، خدا کی قسم میں نے کبھی کوئی ایسا
بادشاہ نہیں دیکھا کہ اس کے اصحاب اس
کی ایسی تعظیم کرتے ہوں جیسا کہ محمد
(ﷺ) کے اصحاب محمد (ﷺ) کی
تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم جب وہ
تھوکتے اور ریٹ کھڑکھچکتے ہیں تو وہ ان
کے اصحاب میں سے کسی نہ کسی کے ہاتھ
پر ہوتا ہے جس کو وہ اپنے موںھ اور جسم پر مل
لیتے ہیں اور جب وہ ان کو حکم دیتے ہیں تو
وہ سب کے سب تعمیل کے لیے دوڑتے
ہیں اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو ان کے

وضو کے پانی کے حاصل کرنے کے لیے
یوں گرتے پڑتے ہیں کہ گویا ابھی لڑ پڑیں
گے۔ اور جب وہ کلام کرتے ہیں تو سب
کے سب خاموش ہو جاتے ہیں اور تعظیماً
ان کی طرف نظر تک نہیں اٹھاتے انہوں
نے تم پر ایک نیک امر پیش کیا ہے، میری
رائے یہ ہے کہ تم اس کو قبول کر لو۔

اس حدیث میں چند امور قابل غور ہیں۔

اولاً مستعمل پانی عقلاً و عادتاً اس قابل نہیں سمجھا جاتا کہ اس کو لے کر اپنے جسم پر یا
مونہ پر مل لیا جائے اور جہاں تک تھوک، بلغم اور رینٹ وغیرہ کا تعلق ہے ان کی نسبت تو یہ
خیال بھی نہیں ہو سکتا کہ کوئی سلیم الطبع ان کو اپنے مونہ پر ملے۔

ثانیاً حضور ﷺ کا وضو فرمانا اکثر بوقت نماز جمع عام میں ہوا کرتا تھا تا کہ لوگوں کو تعلیم
ہو جائے اور وہ بھی روزانہ چند بار ہوا کرتا تھا۔

ثالثاً وضو کے وقت تمام وہ حرکات جن کا اس حدیث میں ذکر ہے حضور ﷺ کے
روبرو وقوع میں آتیں اور آپ خود ان کا مشاہدہ فرماتے مگر کبھی یہ نہ فرمایا کہ تم لوگ یہ کیسی نا
شائستہ اور خلاف سلیم الطبع حرکات کرتے ہو۔

رابعاً باوجود اس کے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نہایت مودب و
مہذب تھے مگر روزانہ وضو کے وقت وضو کے مستعمل پانی اور تھوک وغیرہ کے حصول میں
اس قدر بھیڑ بھاڑ اور گھس پیٹ کہ دیکھنے والوں کو گمان ہوتا کہ کہیں جنگ و جدال نہ ہو
جائے اور پھر وہ بھی حضور ﷺ کے روبرو اور پھر حضور ﷺ کا اس پر سکوت اور رضا
مندی؟ کس قدر حیرت انگیز ہے۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے نزدیک اس مستعمل پانی اور تھوک مبارک کی بڑی قدر و

منزلت تھی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ پانی جسم اقدس تک پہنچ کر سراسر برکت و نور ہو گیا ہے اور اس پانی سے برکت و شفا و نورانیت حاصل کرنی چاہیے اور وہ فضلات مبارکہ جن کو حضور ﷺ کے جسم اقدس کے متصل ہونے کی فضیلت حاصل ہو گئی ہے، اپنے چہروں پر مل کر دارین میں سرخ روئی حاصل کریں۔ اس لیے وہ پروانوں کی طرح ان پر نثار ہوتے اور ان کے حصول کی بہت کوشش کرتے اور حضور ﷺ بھی ان کے جذبات محبت کا احترام فرماتے تاکہ ان کی جرأت بڑھے اور دل کھول کر ایسے کام کریں جو ان کی روحانی ترقی کا باعث ہوں اور آپ کا مقصود اصلی بھی یہی تھا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو کس کی مجال تھی کہ حضور نبوی میں ایسی حرکات کر سکتا۔

اب اہل انصاف غور فرمائیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو عقلاً و شرعاً ہم سے بدرجہا افضل ہیں، جب آپ کے فضلات مبارکہ کو اپنے سے افضل بلکہ باعث حصول فضیلت و برکت سمجھتے تھے تو ہم کون ہیں جو حضور پر نور سید المرسلین رحمۃ اللعالمین ﷺ کی ہمسری اور برابری کا دعویٰ کر سکیں۔ اگر ان روایات کو پیش نظر رکھا جائے تو کہنا پڑتا ہے کہ حضور پر نور ﷺ تو کہاں، حضور ﷺ کے فضلات مبارکہ بھی ہم سے افضل و اعلیٰ ہیں۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا کے پاس حضور ﷺ کا جبہ شریف تھا۔

قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهَا فَتَحْنُ نَعْسِلُهَا لِلْمَرْطَى يُسْتَشْفَى بِهَا

وہ فرماتی ہیں کہ اس جبہ کو حضور ﷺ پہنا کرتے تھے ہم اسے دھو کر بغرض شفا بیماروں کو پلاتے ہیں اور شفا ہو جاتی ہے۔

(مسلم: ۵۳۰۹، سبل الہدی، ج ۷، ص ۲۹۷)

امام ابن مامون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کے پیالوں میں سے ایک پیالہ تھا۔

فَكُنَّا نَجْعَلُ فِيهَا الْمَاءَ لِلْمَرْطَى

ہم اس میں پانی ڈال کر بہ غرض شفا بیماروں کو پلاتے تو شفا ہو جاتی۔

فَيَسْتَشْفَوْنَ بِهَا

(شفاء شریف، ج ۱، ص ۶۳۸)

حضرت محمد بن جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص مبارک کا ایک ٹکڑا ہمارے پاس تھا۔

نَغْسِلُهَا لِالْبَرِيْضِ يَسْتَشْفِي بِهَا ہم اسے دھو کر بغرض شفا بیماروں کو پلاتے

(ابن عدی: ۱۶۴۶، اصابہ: ۳۶۳۹) تو اسے شفا ہو جاتی۔

حضرت خدش بن ابی خدش رضی اللہ عنہ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک پیالہ تھا جو انہوں

نے حضور سے لیا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کبھی کبھی حضرت خدش کے ہاں تشریف لے

جاتے تو ان سے وہی پیالہ طلب فرماتے، اسے آب زمزم سے بھر کر پیتے اور اپنے چہرے

پر چھینٹے مارتے۔ (اصابہ ترجمہ حضرت خدش: ۲۲۳۱، کنز العمال: ۳۵۹۰۸)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ باوجودیکہ اس قسم کے امور میں بہت ہی محتاط تھے لیکن حضرت

خدش رضی اللہ عنہ کے گھر جا کر اس پیالے کو حاصل کر کے اس میں پانی ڈال کر سر اور چہرے کو

مشرف کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس پیالے کی برکت کے وہ بھی قائل تھے حالانکہ وہ

جانتے تھے کہ پیالہ کئی مرتبہ دھویا گیا اور استعمال کیا گیا، مگر ان کا اعتقاد تھا کہ ایک بار بھی

دست مبارک کا لگ جانا ہمیشہ کی برکت کا باعث ہے۔

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عریص و عمدہ پیالہ دیکھا

جو چوب نضار کا بنا ہوا تھا اور اس پر لوہے کا ایک حلقہ بنا ہوا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے چاہا

کہ بجائے لوہے کے سونے یا چاندی کا حلقہ بنوائیں مگر حضرت ابوطحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس چیز

کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنایا ہوا ہے اسے تبدیل نہ کرنا چاہیے۔ یہ سن کر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے

ویسے ہی رہنے دیا۔

اور فرمایا

کہ میں نے اس پیالہ میں رسول اللہ

لَقَدْ سَقَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

صلی اللہ علیہ وسلم کو بارہا پانی پلایا ہے۔

وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْقَدَحِ أَكْثَرُ مِنْ كَذَا وَكَذَا

(بخاری شریف: ۵۶۳۸، سیل الہدی، ج ۷، ص ۲۳۲)

وہی پیالہ حضرت نضر بن انس کی میراث سے آٹھ لاکھ درہم کو خریدا گیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس پیالے کو بصرے میں دیکھا اور اس میں یانی پیالہ ہے۔

(شرح شمائل للبیجوری بحوالہ شرح مناوی)

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو خالد بن سفیان بن نیج الہذلی کے قتل کرنے کے لیے بھیجا۔ میں جب قتل کر کے واپس خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اپنا عصا مبارک عطا فرما کر فرمایا۔

تَحْضُرُ بِهِدٍ فِي الْجَنَّةِ

اس کے ساتھ جنت میں چلے جانا۔

وہ عصاء مبارک حضرت عبداللہ کے پاس رہا، جب ان کی وفات کا وقت آیا تو وصیت کی کہ اس عصاء کو میرے کفن میں رکھ کر میرے ساتھ دفن کر دینا، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔
(زرقانی علی المواہب، ج ۲، ۱۲۶، حیوۃ الحیوان، ج ۲، ص ۲۲۶، بیہقی: ج ۴، ص ۴۱، ابونعیم: ۴۴۵، سبل الہدی، ج ۶، ص ۳، البدایہ والنہایہ، ج ۴، ص ۱۶۰)

حضرت محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک چھوٹا سا عصا مبارک تھا، جب وہ فوت ہوئے تو ان کی وصیت کے مطابق وہ ان کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔ (بیہقی، ج ۷، ص ۲۷۹، ابن عساکر، ج ۹، ص ۷۸۳)

حضور ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بھی پہنی ہے جس پر تین سطروں میں ”محمد رسول اللہ“ نقش تھا، اور یہی سطر میں اللہ درمیان میں رسول اور نیچے کی سطر میں محمد تھا۔ (ﷺ)

(بخاری: ۵۸۷۸، بزار: ۷۰۵۰، ۷۱۵۷، سیل الہدی، ج ۷، ص ۳۲۳)

جب بادشاہوں کو خطوط بھیجتے تو اس انگوٹھی سے مہر لگاتے (بخاری: ۵۸۷۵) اور ایسی انگوٹھی بھی آپ نے پہنی ہے جس میں نگینہ تھا۔ (بخاری: ۵۸۷۰، مسلم: ۵۴۷۸)

حضرت عبداللہ بن حازم کے پاس ایک سیاہ عمامہ تھا جسے وہ جمعہ اور عیدین، اور جب لڑائی میں فتح پاتے تو بطور تبرک پہنتے اور فرماتے کہ یہ عمامہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنایا تھا۔

(اصطلاح: ۴۶۶۰)

حضرت ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میرے دادا کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لحاف تھا۔

جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے دادا موصوف کو کہلا بھیجا۔ چنانچہ وہ اس لحاف کو چمڑے میں لپیٹ کر لائے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ اسے اپنے چہرے پر ملنے لگے۔ (تاریخ صغیر امام بخاری: ۱۱۰۲)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت ایک چادر لے کر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ چادر میں نے اپنے ہاتھوں سے بنی ہے اور آپ کے لیے لائی ہوں، آپ نے قبول فرمائی پھر اسے بطور تہ بند باندھ کر ہماری طرف تشریف لائے۔ صحابہ میں سے ایک نے دیکھ کر فرمایا کیا اچھی چادر ہے یا رسول اللہ مجھے پہنا دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت اچھا، چنانچہ کچھ دیر کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے اٹھ کر چلے گئے پھر واپس آئے تو چادر لپیٹی ہوئی آپ کے پاس تھی۔ وہ آپ نے اس سائل صحابی کے پاس بھیج دی۔ صحابہ کرام نے اس سے کہا تو نے چادر کا سوال کر کے اچھا نہیں کیا حالانکہ تجھے معلوم تھا کہ آپ کسی کا سوال رد نہیں فرماتے اور اس وقت حضور کو اس کی ضرورت تھی۔

فَقَالَ الرَّجُلُ وَاللَّهِ مَا سَأَلْتُهَا إِلَّا
لِتَكُونَنَّ كَفَنِي يَوْمَ أَمُوتُ قَالَ سَهْلٌ
فَكَانَتْ كَفَنَهُ

(بخاری شریف: ۱۲۷۷)

کفن بنے۔ حضرت سہل فرماتے ہیں کہ وہی چادر مبارک اس کا کفن بنی۔

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

أَخْرَجَتْ إِلَيْنَا عَائِشَةُ كِسَاءً مُلَبَّدًا
وَإِذَا رَأَغْلِيظًا فَقَالَتْ قُبُضَ رُوحُ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَيْنِ

(بخاری: ۳۱۰۸، مسلم: ۵۴۴۲)

کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک کملی جس میں کثرت سے پیوند تھے اور ایک موٹا تہبند نکال کر دکھایا اور فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں میں وصال فرمایا۔

حضرت ابو عبد الرحمن السلمي رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ احمد بن فضلویہ زاہد بڑے غازی اور بڑے تیر انداز تھے، ان کے پاس ایک کمان تھی جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں میں پکڑا تھا، وہ فرماتے تھے۔

مَا مَسَسْتُ الْقَوْسَ بِيَدِي إِلَّا عَلَى طَهَارَةٍ مُنْذُ بَلَغَنِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ الْقَوْسَ بِيَدِهِ

جب سے مجھ کو یہ معلوم ہوا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کمان کو ہاتھ میں لیا ہے، میں نے کبھی اس کو بے وضو نہیں چھوا۔

(شفاء شریف، ج ۲، ص ۴۴، سبل الہدیٰ)

(ج ۱۱، ص ۴۵۱)

اس عظیم الشان مجاہد کی عقیدت و محبت کا اندازہ کیجئے کہ اس کمان کو بغیر طہارت کے کبھی نہ چھوا جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں میں لیا تھا اور اسی ادب و احترام کا نتیجہ تھا کہ وہ اس فن میں مشہور اور نیک نام ہوئے، اگر اس زمانے کے نام نہاد و موحدین اس وقت میں ہوتے تو ان کو کافر بنانے میں کوئی کسر باقی نہ رکھتے۔

اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے کہ انہوں نے ایک معمولی کمان کی اتنی تعظیم کی کہ قرآن شریف کے برابر کر دیا لَا يَسْتَسْأَلُ إِلَّا اللَّهَ طَهْرًا وَنَ تَوْ قُرْآن شَرِيف کی شان میں نازل ہوا ہے انہوں نے اس کو کمان کی شان قرار دیا اور عملاً بھی ثابت کیا کہ بغیر طہارت کے کبھی کمان کو نہیں چھوا، ایک بدعت سیئہ کو واجب بنانا ضرور حد کفر تک پہنچا دیتا ہے غرض کہ کسی نہ کسی طریقہ سے ان کو کافر و بدعتی ضرور بناتے۔

مگر اس زمانہ خیر القرون کے علمائے کرام نے ان کے اس فعل کی وہ قدر کی کہ اس سے بڑھ کر ممکن نہیں کہ بلا انکار بلکہ بطور تحسین کتب احادیث میں بیان فرمایا تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں ان کی قدر کریں اور ان کے اس فعل سے ادب و تعظیم سیکھیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عصاء مبارک تھا، ججہ الغفاری نے غصے کی حالت میں حضرت عثمان سے لے کر اس کو گھٹنے پر رکھ کر زور سے توڑنا چاہا، ہر طرف سے شور ہوا ارے یہ کیا کرتا ہے مگر اس نے نہ سنا اور توڑ ہی ڈالا، اس کے ساتھ

ہی اس کے گھٹنے میں ایک پھوڑا پیدا ہوا جس کو اکلہ کہتے ہیں جو جسم میں سرایت کر جاتا ہے، تھوڑے عرصہ میں پاؤں کاٹنے کی ضرورت پیش آئی اور ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ اس کی تکلیف سے وہ مر گیا۔ (شفائشریف، ج ۱، ص ۶۳۸)

اس سے ظاہر ہے کہ عصاء میں کوئی زہریلا مادہ تو تھا ہی نہیں جس کا اثر اس کے پاؤں میں ہو گیا بلکہ یہ اس بے ادبی کا نتیجہ تھا جو اس مبارک عصاء کے ساتھ کی گئی تھی، یہ یاد رکھیے کہ بے ادبی کرنے والے کی تباہی ضرور ہوتی ہے اور کبھی عبرت کے لیے ظاہراً بھی وہ تباہ کیا جاتا ہے، اب یہاں سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جب ان کے تبرکات کی بے ادبی تباہی کا موجب ہے تو خود ان کی بے ادبی کے نتائج کیا ہوں گے۔

از خدا خواہیم توفیق ادب بے ادب محروم ماند از فضل رب
حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کے سر کے اگلے حصے میں بالوں کا ایک گچھا تھا۔

إِذَا قَعَدَ وَأُرْسِلَهَا أَصَابَتْ الْأَرْضَ جب وہ بیٹھتے اور اس کو چھوڑ دیتے تو وہ
فَقِيلَ لَهُ أَلَا تَحْلِقُهَا فَقَالَ لَمْ أَكُنْ زمین سے جا لگتا انہیں کہا گیا کہ تم ان کو
بِالَّذِي أَحْلَقْتُهَا وَقَدْ مَسَّهَا رَسُولُ اللَّهِ منڈوا کیوں نہیں دیتے۔ فرمایا میں انہیں
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبِيدُ ہرگز نہیں منڈواؤں گا کیونکہ ان پر حضور

(کنز العمال: ۲۳۱۹۸، شفائشریف، ج ۲، ص ۴۴)

۴۴، سبل الہدی، ج ۱۱، ص ۴۵۱، مدارج

النبوة، ج ۱، ص ۳۱۶)

صحابہ کرام جانتے تھے کہ جس چیز کو دوست اقدس یا جسم شریف لگ گیا اس میں برکت ضرور آگئی ہے۔ پھر کوئی اس برکت کو اپنے ساتھ قبر میں لے جاتا اور کوئی مسلمانوں کی خیر خواہی کے لحاظ سے اس عالم میں چھوڑ جاتا، اگر حضرت ابو محذورہ وہ متبرک بال کٹوا دیتے تو دست بدست تقسیم ہو جاتے اور وہ تبرک ان کے پاس نہ رہتا، اس لیے انہوں نے کٹوانا تو درکنار مانگ بھی کبھی نہ نکالی کہ کہیں اس حالت میں جو دست مبارک کے لگنے کے وقت تھی فرق نہ آئے۔ سبحان اللہ کیا احتیاط اور کیا عقیدہ ہے۔ دراصل یہ سارے کرشمے عشق و محبت

کے ہیں ان مقدس حضرات کو حضور اکرم ﷺ کے ساتھ عشق تھا جو ہر وقت ایک نئی شکل میں ظہور کرتا تھا۔

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال فرماتے ہیں

دیں سراپا سوختن اندر طلب انتہا لیش عشق و آغازش ادب
زندگی را شرع و آئین است عشق اصل تہذیب است دین، دین است عشق
دیں نہ گردد پختہ بے آداب عشق دیں بگیر از صحبت ارباب عشق
حضرت اسماعیل بن یعقوب تیمی فرماتے ہیں کہ ابن منکدر مسجد نبوی کے صحن میں ایک
خاص جگہ پر لوٹتے اور لیٹتے، ان سے اس بات کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں
نے اس جگہ پر رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے۔ (وفاء الوفاء، ج ۴، ص ۲۱۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا گیا

وَاضْعَايَدَا عَلَى مَقْعَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْبُنْبُرِ ثُمَّ وَضَعَهَا عَلَى
وَجْهِهِ (شفاء شریف، ج ۳، ص ۴۴، سبل
کہ منبر اقدس میں جو جگہ حضور اکرم
ﷺ کے بیٹھنے کی تھی وہاں اپنے ہاتھوں
کو ملتے، پھر اپنے مونہ پر پھیر لیتے۔

الہدی، ج ۱۱، ص ۴۵۱)

مقام غور ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے جلیل القدر صحابی نے
لوگوں کے سامنے یہ کام کیا، اس سے ظاہر ہے کہ ان کو یہ ثابت کرنا مقصود تھا کہ ہمارے
اعتقاد میں یہ بات داخل ہے کہ حضور ﷺ کا جسم مقدس تو کیا کپڑے بھی جس مقام پر لگ
گئے ہوں وہ مقام متبرک ہو جاتا ہے اور اس مقام سے برکت حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے
کہ اپنا ہاتھ اس مقام پر لگا کر اپنے جسم میں جو مقام اعلیٰ درجہ کا سمجھا جاتا ہے یعنی مونہ اس پر
پھیر لیا جائے۔

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نہایت گنہگار تھا، جس نے دو سو برس تک اللہ کی نافرمانی
کی۔ جب وہ مر گیا تو لوگوں نے اس کو ایسی جگہ میں پھینک دیا جہاں نجاست ڈالی جاتی تھی،

اس وقت حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی آئی کہ اس شخص کو وہاں سے اٹھا کر لاؤ اور اس پر نماز پڑھو اور دفن کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی اے اللہ بنی اسرائیل کو اہی دیتے ہیں کہ وہ شخص دو سو برس تک تیری نافرمانی کرتا رہا ارشاد ہوا کہ یہ سچ ہے، لیکن اس کی عادت تھی۔

كُلَّمَا نَشَأَ الثُّورَاةُ وَنَظَرَ إِلَى اسْمِ مُحَمَّدٍ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَهُ وَوَضَعَهُ عَلَى
 عَيْنَيْهِ وَصَلَّى عَلَيْهِ فَشَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ وَ
 عَفَرْتُ ذُنُوبَهُ وَذَوَّجْتُهُ سَبْعِينَ حَوْرَاءَ
 (حلیۃ الاولیاء لابن نعیم، ج ۴، ص ۴۲، وسیرت
 حلبیہ، ج ۱، ص ۸۰، سبل الہدی، ج ۱، ص ۴۱۲، نکاح میں دیں۔
 حجة الله على العالمین، ص ۹۵)

اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کے مقام پر بوسہ دینے کی برکت سے دو سو سال کا گنہگار جنتی اور مقبول بارگاہ ایزدی ہو گیا۔

حدیث سابق سے ثابت ہے کہ جس مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ملبوس خاص لگا تھا اس سے برکت حاصل کی گئی اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک جس مقام پر لکھا تھا اس سے برکت حاصل کی گئی اور ادب کی راہ سے اس کو بوسہ دے کر آنکھوں میں رکھا، حالانکہ ذات مبارکہ سے حروف مکتوبہ کو کوئی تعلق ہے تو صرف اس قدر کہ وہ آپ کی ذات مبارک پر دلالت کرنے والے ہیں حالانکہ دال اور مدلول میں کوئی ذاتی مناسبت نہیں ہوتی باوجود اس کے اس نام مکتوب سے پوری برکت حاصل ہوئی۔

حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر شریف کے تین درجے تھے۔ آپ سب سے اوپر کے درجے پر بیٹھتے اور درمیانی درجے پر اپنے پاؤں مبارک رکھتے۔ آپ کے بعد حضرت صدیق اکبر اپنے عہد خلافت میں بہ پاس ادب درمیانی درجے پر بیٹھتے اور پاؤں سب سے نیچے درجے پر رکھتے۔ حضرت فاروق اعظم اپنی خلافت میں سب سے نیچے کے درجے پر

بیٹھتے اور پاؤں زمین پر رکھتے۔

حضرت عثمان غنی کا عہد آیا تو انہوں نے منبر شریف کے درجات زیادہ کر دیئے، آپ اوپر کے تین درجوں کو چھوڑ کر زیادت کے پہلے درجے پر کھڑے ہوئے۔

(کشف الغمہ، وفاء الوفاء، ج ۲، ص ۱۰)

حضرت اسعد بن زرارہ نے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک چار پائی بطور ہدیہ پیش کی تھی جس کے پائے سا گوان کی لکڑی کے تھے، حضور ﷺ اس پر آرام فرمایا کرتے تھے۔ جب وفات شریف ہوئی تو آپ کو اسی پر رکھا گیا، آپ کے بعد حضرت صدیق اکبر کو بھی اسی پر رکھا گیا، پھر لوگ بطور تبرک اپنے مردوں کو اسی پر رکھا کرتے تھے۔ یہ چار پائی بنو امیہ کے عہد میں میراث عائشہ صدیقہ میں فروخت ہوئی۔ عبد اللہ بن اسحاق نے اس کے تختوں کو چار ہزار درہم میں خرید اٹھا۔

(زرقانی علی المواہب، ج ۵، ص ۹۶، سل الہدی، ج ۷، ص ۳۵۴)

حضرت عبدالرحمن بن زید عراقی فرماتے ہیں کہ ہم ربذہ میں حضرت سلمہ بن الاکوع صحابی کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے اپنا ہاتھ ہماری طرف بڑھایا اور فرمایا کہ میں نے اس ہاتھ سے حضور ﷺ کی بیعت کی ہے، پس ہم نے ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔

(ابن عساکر، ۲۶۲۰، طبقات ابن سعد، ج ۴، ص ۲۲۹)

شیخ الشیوخ حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مروی است کہ بعضے از متروکات پیغمبر	مروی ہے کہ حضور ﷺ کے متروکات
میں سے بعض چیزیں حضرت عمر بن	عمر بن
عبدالعزیز کے پاس تھیں اور انہوں نے	عبدالعزیز کے پاس تھیں اور انہوں نے
ان کو ایک کمرہ میں محفوظ کر رکھا تھا اور ہر	ان کو ایک کمرہ میں محفوظ کر رکھا تھا اور ہر
روز ایک بار ان کی زیارت کیا کرتے	روز ایک بار ان کی زیارت کیا کرتے
تھے۔ اشراف میں سے اگر کوئی ان کی	تھے۔ اشراف میں سے اگر کوئی ان کی
ملاقات کو آتا تو اس کو بھی ان کی زیارت	ملاقات کو آتا تو اس کو بھی ان کی زیارت

مروی است کہ بعضے از متروکات پیغمبر
میں سے بعض چیزیں حضرت عمر بن
عبدالعزیز کے پاس تھیں اور انہوں نے
ان کو ایک کمرہ میں محفوظ کر رکھا تھا اور ہر
روز ایک بار ان کی زیارت کیا کرتے
تھے۔ اشراف میں سے اگر کوئی ان کی
ملاقات کو آتا تو اس کو بھی ان کی زیارت

من اکرم الله و اعز کم بہ و گویند درخانہ سریرے و بالشیہ از ازا دیم کہ حشو آں لیف خرما و یک جفت موزہ و قطیفہ و آسیا دتی و کنانہ کہ وراں چند تیر بود و گویند کہ وراں قطیفہ اثر و سخ سر مبارک وے بود و مردے ز حمتے عظیم داشت و شفانمی یافت از عمر بن عبدالعزیز التماس نمودند کہ بعضے از اں و سخ بشویند و باسعوط در بینی بیمار چکا نیند بیمار شفا یافت

(مدارج النبوت، ج ۲، ص ۶۰۸)

کرایا کرتے اور فرماتے کہ میری میراث تو یہی ہے اللہ ان تبرکات کی برکت سے تمہیں بھی عزت دے، کہتے ہیں کہ اس کمرے میں ایک چارپائی، چمڑے کا تکیہ، جس میں خرما کی چھال بھری ہوئی تھی، ایک جوڑا موزہ، لحاف، چکی اور ایک ترکش جس میں چند تیر تھے، لحاف میں حضور ﷺ کے سر مبارک کی چکنائی کا اثر تھا، ایک شخص کو سخت بیماری لاحق تھی جس سے شفا نہ ہوتی تھی، حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں التماس کی گئی کہ آپ کی اجازت سے اس چکنائی میں سے کچھ دھو کر بیمار کی ناک میں ڈکا دیا گیا، وہ تندرست ہو گیا۔

حضرت امام قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ان تمام مقامات اور ان تمام اشیاء کی تعظیم و تکریم کرنا جن کو کہ حضور ﷺ کے جسم مقدس کے ساتھ لگنے کا شرف حاصل ہوا ہے درحقیقت حضور ﷺ ہی کی تعظیم و تکریم ہے اور بہت ہی خیر و برکت کا باعث ہے یہاں تک کہ

وَأَوَّلُ أَرْضٍ مَسَّ جِلْدَ الْبُصْطَنِ
تُرَابُهَا أَنْ تُعْظَمَ عَمَاصَتُهَا وَ تَنْمَّ
نَفَحَاتُهَا وَ تُقْبَلَ رُبُوعُهَا وَ جُدَرَاتُهَا
(شفاء شریف، ج ۲، ص ۴۶، سبل الہدی، ج ۱۱،

جس سرزمین کی مٹی کو حضور کے جسم مقدس کے ساتھ لگنے کا شرف حاصل ہوا ہے لازم ہے کہ اس کے میدانوں کی بھی تعظیم کی جائے اور اس کی ہواؤں کو بھی سونگھا جائے اور اس کے در و دیوار کو بوسہ دیا جائے۔

(ص ۴۵۳)

غرض یہ کہ حبیب اور حبیب کے مقامات، ملبوسات، تبرکات کی تعظیم و تکریم کرنی چاہیے، یہی وجہ ہے کہ حضرت امام مالک نے اس شخص کو تیس درے مارنے کا حکم دیا تھا جس نے یہ کہا تھا کہ مدینہ منورہ کی مٹی خراب ہے، آپ نے فرمایا جس سرزمین میں افضل الخلائق آرام فرماہیں تو کہتا ہے کہ اس سرزمین کی مٹی خراب ہے تو اس لائق تھا کہ تیری گردن اڑادی جائے۔ (شفا شریف، ج ۲، ص ۱۲۸، سبل الہدی، ج ۱۱، ص ۴۵۲)

جس خاک پہ رکھتے تھے قدم سید عالم اس خاک پہ قرباں دل شیدا ہے ہمارا
عقیدت مند آنکھ جب خاک مدینہ کو محبت بھری نظروں سے دیکھتی ہے تو طیبہ و بطحا کا
ذره ذرہ آفتاب جہاں تاب بن کر چمکتا ہے
خاک طیبہ از دو عالم خوش تر است وے خنک شہرے کہ دروے دلبر است

فوائد

- (۱) یہ کہ پگڑی کے نیچے ٹوپی رکھنا حضور ﷺ کی سنت ہے۔
 - (۲) یہ کہ حضور ﷺ کا لباس مبارک بہت بابرکت، بلاؤں اور مرضوں کو دور کرنے والا ہے۔
 - (۳) یہ کہ حضور ﷺ کے جسم اقدس کے ساتھ جو چیز بھی لگی وہ بہت ہی بابرکت اور قابل تعظیم ہوگئی، لہذا دیار حبیب کا ذرہ ذرہ بہت ہی بابرکت اور قابل تعظیم ہے کہ اس کو حضور ﷺ سے نسبت ہے۔
- علاوہ ازیں بہت سے فوائد ثابت ہوتے ہیں، اگر بہ نظر ایمان دیکھا جائے۔

خاتمہ

یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ کے سراپائے مقدس کو لفظی جامہ پہنا کر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ الفاظ معذور ہیں، کائنات اپنی وسعتوں کے ساتھ محدود ہے اور آپ کے فضائل و برکات اور خصائص و کمالات غیر محدود ہیں، قلم اور زبان حقیقی خدوخال پیش کرنے سے عاجز ہے تاہم اپنی طاقت و وسعت کے لحاظ سے آپ کے سراپائے مقدس کا نقشہ اپنے شکستہ الفاظ کے جامہ میں پیش کیا ہے۔ مقصود اظہار علم و فضل نہیں ہے کیونکہ من آنم کہ من دائم بلکہ صرف اور صرف بارگاہ مصطفوی ﷺ میں ہدیہ عقیدت کی پیش کش ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

اس موضوع پر عاشقان جمال محمدی ﷺ نے بکثرت تصانیف پیش کی ہیں اور مجموعی حیثیت سے آپ کی صورت و سیرت کا کوئی گوشہ باقی نہیں رہا جو احاطہ تحریر میں نہ آچکا ہو مگر ان تصانیف سے عوام پورا پورا استفادہ نہیں کر سکتے کیوں کہ وہ تبحر علمی سے بھرپور ہیں اس لیے اس گناہ گار نے حضور پر نور ﷺ کے سراپائے اقدس کو الفاظ کا جامہ پہنا کر نہایت آسان صورت میں پیش کیا ہے تاکہ عوام حضور پر نور ﷺ کے سراپائے اقدس پڑھ کر حضور کی عزت و عظمت، عقیدت و محبت اور ایمان و عرفان کی دولت سے مالا مال ہوں اور ان گستاخوں کو جو سید الانبیاء حبیب رب کبریا رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین ﷺ کو اپنے جیسا بشر سمجھتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ حضور ہماری طرح کھاتے پیتے اور سوتے جاگتے تھے اور ان کے اعضاء مبارکہ ہاتھ پاؤں اور آنکھ کان وغیرہ ہماری طرح تھے جواب دے سکیں کہ اے ہمسری اور برابری کا دعویٰ کرنے والو

کیا تم بھی سر کے بالوں سے لے کر پاؤں تک ایسے ہی ہو جیسا کہ حضور پر نور ﷺ کا سراپائے اقدس تھا؟ کیا تمہارے سراپا میں بھی وہی خصائص اور برکتیں ہیں جو حضور پر نور

ﷺ کے سراپائے مقدس میں تھیں؟

قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿١١﴾ فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَكِنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي
وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْجِبَارَةُ ۖ أَعَدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ﴿١٢﴾

اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو انصاف سے کہو کہ تمہارا ہمسری اور برابری کا دعویٰ کرنا گستاخی

و بے ادبی اور بے دینی ہے یا نہیں؟

اگر ہے تو اس ناپاک عقیدہ (کہ حضور ہمارے ہی جیسے بشر ہیں) سے باز آؤ اور توبہ کرو
اور کہو کہ حضور مجسم نور ہیں اور بے مثل بشر ہیں (ﷺ) آپ کی ذات اقدس حسن و جمال
کا پیکر تھی اور آپ کا ایک ایک عضو قدرت خداوندی کا مظہر تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا
بے مثل و بے نظیر بنایا تھا کہ ایسا بے مثل و بے نظیر نہ ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ ان سائیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں اور ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَعَلَىٰ اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيبَ اللّٰهِ

طالب دعا

محمد شفیع الخطیب الاوکاروی

کراچی

تاریخی قطعات

از نتیجہ فکر

لسان الحسان استاذ الشعراء حضرت علامہ مولانا شاہ ضیاء القادری بدایوانی مدظلہ العالی
کتاب بے عدیل، ذکر جمیل، تالیف لطیف حضرت مولانا المحترم، عالم اکمل، فاضل
افضل، واعظ بے بدل، صاحب اوصاف وسیع مولانا قاری محمد شفیع صاحب اوکاڑوی مدظلہ العالی

وہ قاری محمد شفیع زماں جو ہیں عالم و واعظ محترم
ہے وعظ آپ کا بے عدیل و نظیر ہیں آپ اہل سنت میں عالی ہم
ہے تبلیغ و تصنیف شغل حیات ہیں اہل زبان نیز اہل قلم
ہے تقریر میں جتنا کیف و سرور وہی طرز خامہ ہے بے کیف و کم
لکھا آپ نے ہے جو ذکر جمیل ہے بے شبہ ذکر جمیل الشیم
ضیا سال تالیف ذکر جمیل ہے ”ذکر رسول امام امم“
دیگر ۱۳۷۹ھ

زہے شوکت و شان ذکر جمیل ہیں اوصاف محبوب خلد نظر
ہے تفسیر قرآن و شرح حدیث صفات حبیب خدا سر بسر
ہیں جو معجزات و فضائل رقم ہیں گویا سراپائے خیر البشر
رہیں شاد و خرم محمد شفیع شرف ان کو دے خالق بحر و بر
ضیا کہیے سال کتاب میں ”ہے ذکر جمیل ملائک سیر“
دیگر ۱۳۷۹ھ

آں محمد شفیع فاضل عصر کرد چوں سیرت نبی مکمل
ہاتف غیب ضیاء سالش گفت ”ذکر الہ ذکر جمیل“

۱۹۵۹ء

دیگر

تذکرہ مصطفیٰ اہل خرد سے ہو کیا ہیں شہ کون و مکاں صاحب ذکر رفیع
یکجہ رقم بر محل ہو کے ”چمن“ سے جدا سال طباعت ضیا ”ذکر محمد شفیع“

☆☆☆

از نتیجہ فکر

ناصر الاسلام حضرت الحاج مولانا سید محمد عبدالسلام صاحب قادری باندوی

صدر انجمن امانت الاسلام، کراچی

فاضل جلیل، مؤلف ذکر جمیل، بلبل بوستان نبوی مولانا محمد شفیع صاحب اوکاڑوی، زادہ
اللہ علماً وفضلاً و قدراً و منزلاً کی کتاب ذکر جمیل پڑھ کر فقیر کا غنچہ دل شکفتہ ہو گیا۔ سبحان اللہ
محبوب ذوالجلال کے حسن و جمال، فضائل و کمالات کا کیا خوب بیان ہے۔

فقیر کے تین قطعات تاریخی ہدیہ ناظرین ہیں۔

رحمۃ للعالمین ہیں خرمن اسرار رب مظهر انوار قدرت مخزن اسرار رب
اے سلام اس کی حسین تاریخ ہے ذکر جمیل صیغہ راز الہی گلشن اسرار رب

☆☆☆

ہے نبی نور جمال لم یزل ان کا یہ ذکر جمیل اور بے بدل
اے سلام اس میں بہار خلد کی تاریخ ہے ہے یہ دل کش باغ صنایع ازل

☆☆☆

خدا جمیل، جمال نبی اسے محبوب خوشا نصیب کہ ذکر جمیل ہے کیا خوب
کہا سلام سن عیسوی و ہجری نے ”نوائے بلبل مرغوب“، ”توشہ مرغوب“

حضرت علامہ مولانا شاہ پیر امیر احمد صاحب واعظ انصاری

دامت برکاتہم العالیہ کا

”ذکر جمیل“ کے متعلق اظہار خیال

حضرت علامہ مولانا محمد شفیع صاحب خطیب اوکاڑوی مدظلہ نے اپنی تازہ ترین تصنیف کتاب ”الذکر الجمیل فی حلیۃ الحبیب الخلیل“ از راہ کرم مجھنا چیز کو عنایت فرمائی۔ اس کا میں نے بغور مطالعہ کیا۔ مولانا محمد شفیع صاحب چونکہ زمانہ حاضرہ کے بے مثل خطیب، یکتائے زمانہ عالم اور ادیب ہیں اور اپنے ساحرانہ انداز خطابت اور ادبیانہ فضیلت سے عوام و خواص میں بے حد مقبول و مشہور ہیں اس لیے آپ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ کتاب کے سرورق پر موصوف کا نام نامی اسم گرامی ثبت ہونا ہی کتاب کی عظمت و مقبولیت کی دلیل ہے۔ لیکن از راہ نیاز مندی اس مبارک کتاب کے متعلق مختصراً لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔

مولانا صاحب موصوف نے کتاب ذکر جمیل لکھ کر ماشاء اللہ بہت بڑا دینی اور زبردست تبلیغی کارنامہ انجام دیا ہے۔ سید الموجودات، اشرف البریات، نور من نور اللہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے حسن و جمال، عادات و خصائل اور آپ کے معجزات باکمال کو ایسی خوبصورتی اور بالغ نظری کے ساتھ قلمبند فرمایا ہے کہ دل پھڑک گیا۔ جزاک اللہ و بارک اللہ ع

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

بعض اختلافی مسائل پر بھی بڑی خوبی کے ساتھ عالمانہ اور فاضلانہ بحث کر کے ہر عقدہ کو بڑے پیارے انداز میں حل فرما دیا ہے اور مخالفین کے باطل عقائد اور پرانے اعتراضات کے قرآنی آیات اور احادیث نبوی سے مدلل و مسکت جوابات دے کر بہت سے مسلمانوں کے دین و ایمان کی حفاظت فرمادی ہے مجھے یقین ہے کہ یہ پرزور دلائل بعض

سادہ لوح مسلمانوں کی تمام غلط فہمیوں کو بدرجہ احسن دور کر دیں گے۔
 مولانا صاحب موصوف نے کتاب ذکر جمیل لکھ کر مسلمانوں پر احسان عظیم فرمایا ہے۔
 اس تصنیفی و تالیفی کارنامہ سے صاحب موصوف کی ذات گرامی کو اسلامی تاریخ میں مبلغ اسلام
 اور مصلح قوم کی حیثیت سے ہمیشہ ہمیشہ یاد کیا جائے گا۔
 اللہ تعالیٰ آپ کے علم و عمل، عمر و صحت میں برکت فرمائے۔ آمین یا رب العالمین بحرمۃ
 النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

نیاز کیش خیر اندیش

پیر امیر احمد واعظ انصاری جو دھپوری

۱۲ اگست ۱۹۶۱ عیسوی

ماخذ (کتابیات)

شمار	کتاب	مصنف
1	قرآن کریم	کلام الله تعالی جل جلاله
2	تفسیر ابن جریر	امام ابو جعفر محمد جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ (م 310ھ)
3	تفسیر بیضاوی	قاضی ناصر الدین ابی سعید عبد الله بن عمر شافعی (م 685ھ)
4	تفسیر کبیر	امام محمد فخر الدین محمد بن محمد رازی رحمۃ اللہ علیہ (م 606ھ)
5	تفسیر خازن	علامہ علاء الدین علی بن محمد خازن رحمۃ اللہ علیہ (م 725ھ)
6	تفسیر مدارک التزیل	علامہ حافظ الدین عبد الله بن احمد نسفی رحمۃ اللہ علیہ (م 701ھ)
7	تفسیر معالم التزیل	امام ابو محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی رحمۃ اللہ علیہ (م 516ھ)
8	تفسیر ابوالسعود	علامہ ابوالسعود بن محمد العمادی رحمۃ اللہ علیہ (م 982ھ)
9	تفسیر جلالین	امام حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م 911ھ)
10	تفسیر درمنثور	امام حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م 1505ء)
11	تفسیر الاقان	امام حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م 911ھ)
12	تفسیر العز	علامہ ابو محمد عز الدین بن عبد السلام (م 660ھ)
13	تفسیر ثعلبی (الکشف والبیان)	علامہ ابواسحاق احمد بن ابراہیم ثعلبی (م 427ھ)
14	تفسیر ابن کثیر	علامہ عماد الدین اسماعیل ابن کثیر (م 774ھ)
15	تفسیر جمل	علامہ سید سلیمان بن عمر جمل رحمۃ اللہ علیہ (م 1204ھ)
16	تفسیر روح البیان	علامہ اسمعیل حقی البروسوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1137ھ)
17	تفسیر روح المعانی	علامہ سید محمود الوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (م 1270ھ)
18	تفسیر مظہری	علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (م 1225ھ)
19	تفسیر عزیزی	حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1823ء)
20	التفسیرات الاحمدیہ	علامہ ابوسعید ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ (م 1130ھ)
21	تفسیر مواہب الرحمن	علامہ سید امیر علی
22	تفسیر خزائن العرفان	صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (م 1367ھ)

23	تفسیر حقانی	مولانا عبدالحق حقانی رحمۃ اللہ علیہ (م 1335ھ)
24	تفسیر مفردات	امام ابوالقاسم حسین بن محمد راغب اصفہانی (م 502ھ)
25	بخاری شریف	امام محمد بن اسمعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ (م 256ھ)
26	الادب المفرد	امام محمد بن اسمعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ (م 870ء)
27	مسلم شریف	امام مسلم بن حجاج قشیری رحمۃ اللہ علیہ (م 261ھ)
28	ترمذی شریف	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (م 279ھ)
29	شہائل ترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (م 279ھ)
30	ابوداؤد شریف	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث رحمۃ اللہ علیہ (م 275ھ)
31	نسائی شریف	امام نسائی ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ (م 303ھ)
32	ابن ماجہ شریف	امام ابن ماجہ ابو عبد اللہ محمد بن یزید رحمۃ اللہ علیہ (م 273ھ)
33	مسند احمد	حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (م 241ھ)
34	مشکوٰۃ شریف	علامہ محمد ابن عبد اللہ خطیب التبریزی رحمۃ اللہ علیہ (م 741ھ)
35	المستدرک	حضرت امام ابو محمد بن عبد اللہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ (م 405ھ)
36	المصنف	امام عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی رحمۃ اللہ علیہ (م 211ھ)
37	المصنف ابن ابی شیبہ	امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ (م 235ھ)
38	المعجم الکبیر طبرانی	حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد النخعی رحمۃ اللہ علیہ (م 360ھ)
39	مسند الدارمی	امام ابو محمد عبد اللہ الدارمی رحمۃ اللہ علیہ (م 255ھ)
40	سنن دارقطنی	امام ابو الحسن علی بن عمر الدارقطنی رحمۃ اللہ علیہ (م 385ھ)
41	مسند البزار	حافظ ابو بکر احمد بن عمرو البزار رحمۃ اللہ علیہ (م 292ھ)
42	مسند ابویعلیٰ و معجم ابویعلیٰ	امام ابویعلیٰ موصلی قاضی احمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ (م 307ھ)
43	صحیح ابن حبان	امام ابو حاتم محمد بن حبان التمیمی رحمۃ اللہ علیہ (م 354ھ)
44	السنن الکبریٰ للبیہقی	امام حافظ ابو بکر احمد بن حسین البیہقی رحمۃ اللہ علیہ (م 458ھ)
45	شعب الایمان	علامہ ابو بکر احمد بن حسین بن علی البیہقی (م 458ھ)
46	مجمع الزوائد	ابو الحسن علی بن ابو بکر ابن حجر المہشی (م 807ھ)
47	طحاوی شریف	امام ابو جعفر احمد بن محمد رحمۃ اللہ علیہ (م 321ھ)

48	الترغيب والترهيب	ابوالقاسم السمعيل بن محمد الاصهباي رضى الله عنه (م 535 هـ)
49	دلائل النبوة	امام حافظ ابوبكر احمد بن حسين البهبهني رضى الله عنه (م 458 هـ)
50	فيض القدير	علامه عبدالرؤف مناوى رضى الله عنه (م 1031 هـ)
51	حلية الاولياء	حضرت امام ابو نعيم احمد بن عبد الله اصفهاني (م 430 هـ)
52	دلائل النبوت	امام ابو نعيم احمد بن عبد الله اصفهاني رضى الله عنه (م 1038 هـ)
53	الشفاء بتعريف حقوق المصطفى	امام قاضي عياض بن موسى رضى الله عنه (م 544 هـ)
54	شرح شفا	امام ملا على قارى بن سلطان رضى الله عنه (م 1014 هـ)
55	مرقاة شرح مشکوطة	امام ملا على قارى رضى الله عنه (م 1605 هـ)
56	جمع الوسائل	امام ملا على قارى رضى الله عنه (م 1014 هـ)
57	خصائص كبرى	امام جلال الدين سيوطى رضى الله عنه (م 911 هـ)
58	شرح الصدور	امام جلال الدين سيوطى رضى الله عنه (م 1505 هـ)
59	شرح صحيح البخارى	علامه ابوالحسن على بن خلف الشهير بابن بطل المالكي (م 449 هـ)
60	فتح البارى شرح بخارى	امام ابن حجر عسقلاني رضى الله عنه (م 852 هـ)
61	عمدة القارى شرح بخارى	امام بدر الدين محمود بن احمد عيني رضى الله عنه (م 855 هـ)
62	المواهب اللدنية	امام احمد بن محمد خطيب قسطلاني رضى الله عنه (م 923 هـ)
63	زرقاني على المواهب	علامه ابو عبد الله محمد بن عبد الباقي زرقاني (م 1122 هـ)
64	كنز العمال	علامه علاء الدين على متقى رضى الله عنه (م 957 هـ)
65	الفتح الكبير في ضم الزيادة الى جامع الصغير	امام جلال الدين عبد الرحمن بن ابوبكر سيوطى رضى الله عنه (م 911 هـ)
66	انباء الازكياء	امام جلال الدين عبد الرحمن بن ابوبكر سيوطى (م 911 هـ)
67	الحاوى للفتاوى	حضرت امام جلال الدين سيوطى رضى الله عنه (م 911 هـ)
68	تاريخ الخلفاء	حضرت امام جلال الدين سيوطى رضى الله عنه (م 911 هـ)
69	الاستيعاب في معرفة الاصحاب	امام يوسف بن عبد الله ابن عبد البر (م 463 هـ)
70	وفاء الوفاء	امام سيد نور الدين على الشافعي السهمودي (م 911 هـ)
71	فتوح الغيب	حضرت سيدنا غوث اعظم رضى الله عنه (م 561 هـ)

72	قصيدة غوثية	حضرت سيدنا غوث اعظم رضى الله عليه (م 1166 هـ)
73	هجرة الاسرار	امام نور الدين شطرنجى رضى الله عليه (م 713 هـ)
74	كشف الغم	حضرت امام عبد الوهاب الشعرانى رضى الله عليه (م 973 هـ)
75	زاد المعاد	علامه محمد بن ابوبكر ابن قيم جوزى رضى الله عليه (م 1350 هـ)
76	جلاء الافهام	علامه ابن قيم جوزى رضى الله عليه (م 765 هـ)
77	طبقات كبير	امام عبد الله محمد ابن سعد رضى الله عليه (م 230 هـ)
78	سيرت ابن هشام	علامه ابو محمد بن عبد الملك ابن هشام رضى الله عليه (م 828 هـ)
79	اخبار مکه في قدیم الدھر	علامه ابو عبد الله محمد بن اسحق کلى (م 272 هـ)
80	اخبار مکه	ابو الوليد محمد بن عبد الله الازرقى (م 250 هـ)
81	فتوح الشام	ابو عبد الله محمد بن عمر الواقدي (م 207 هـ)
82	سبل الهدى والرشاد	ابو عبد الله محمد بن يوسف الصالحى رضى الله عليه (م 942 هـ)
83	الاصابه في تميز الصحابه	حافظ احمد بن على بن حجر عسقلانى رضى الله عليه (م 852 هـ)
84	اسد الغابه	شيخ ابوالحسن عز الدين على بن الاثير رضى الله عليه (م 630 هـ)
85	تاريخ مدينة دمشق	امام ابوالقاسم على ابن عساکر رضى الله عليه (م 571 هـ)
86	تاريخ النخيس	قاضى حسين بن محمد الديار بكرى رضى الله عليه (م 966 هـ)
87	الرسالة القشيرية	امام ابوالقاسم عبد الكريم بن هوازن رضى الله عليه (م 465 هـ)
88	سير اعلام النبلاء	علامه شمس الدين محمد بن احمد الذهبي (م 748 هـ)
89	البدایة والنہایة	علامه ابوالفدا اسماعيل بن عمر بن كثير (م 774 هـ)
90	التذکرہ باحوال الموتى وامور الآخرة	علامه شمس الدين محمد بن احمد القرطبي (م 671 هـ)
91	تاريخ ابن النجار	علامه محب الدين محمد بن محمود بن نجار (م 643 هـ)
92	نسیم الریاض	علامه شهاب الدين احمد الحفاجى رضى الله عليه (م 1069 هـ)
93	حیوة الحیوان	علامه کمال الدين محمد الديميرى رضى الله عليه (م 808 هـ)
94	تاريخ بغداد	علامه ابوبكر احمد بن على الخطيب البغدادي (م 463 هـ)
95	سيرت حلبیة	علامه على بن برهان الدين حلبى رضى الله عليه (م 1044 هـ)
96	مکتوبات شریف	امام ربانى مجدد الف ثانی احمد فاروقى سرهندي (م 1034 هـ)

97	اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ	حضرت شیخ محقق شاه عبدالحق محدث دہلوی (م 1052ھ)
98	مدارج النبوت	حضرت شیخ محقق شاه عبدالحق محدث دہلوی (م 1642ء)
99	جذب القلوب	حضرت شیخ محقق شاه عبدالحق محدث دہلوی (م 1052ھ)
100	زبدۃ الآثار	حضرت شاه عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1642ھ)
101	اخبار الاخبار	حضرت شیخ محقق شاه عبدالحق محدث دہلوی (م 1052ھ)
102	دلائل الخیرات	علامہ امام محمد بن سلیمان جزولی رحمۃ اللہ علیہ (م 1465ء)
103	شواہد النبوت	حضرت مولانا عبد الرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ (م 1492ء)
104	نفحات الانس	حضرت مولانا عبد الرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ (م 898ھ)
105	السیرۃ النبویہ	علامہ احمد بن زینی دحلان (م 1304ھ)
106	قصیدہ بردہ شریف	امام شرف الدین محمد بن سعید بوسیری رحمۃ اللہ علیہ (م 1294ء)
107	شرح قصیدہ بردہ	علامہ شمس الدین محمد بن ابراہیم البیجوری (م 863ھ)
108	الزبدۃ العمدہ	امام نور الدین ملا علی قاری (م 1014ھ)
109	عصیدۃ الشہدہ	علامہ عمر بن احمد الخرقوتی (م 1299ھ)
110	قصیدۃ النعمان	حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (م 150ھ)
111	مثنوی شریف	حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ (م 1273ء)
112	کلیات سعدی	شیخ شرف الدین مصلح بن عبد اللہ شیرازی (م 691ھ)
113	رد المحتار شرح درمختار	علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ (م 1252ھ)
114	مفتاح العلوم شرح مثنوی	محمد نذیر عرشی نقشبندی
115	انفاس العارفین	حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1762ء)
116	فیوض الحرمین	حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1176ھ)
117	الدر الثمین	حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1176ھ)
118	بستان المحدثین	حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1823ء)
119	حجۃ اللہ علی العالمین	علامہ یوسف بن اسماعیل النہبانی رحمۃ اللہ علیہ (م 1350ھ)
120	الابریز من کلام سیدی عبد العزیز الدباغ	الشیخ احمد بن المبارک المالکی (م 1156ھ)

121	نفی الفی	اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی (م 1340ھ)
122	خالص الاعتقاد	اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی (م 1921ء)
123	حدائق بخشش	اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی (م 1340ھ)
124	لمعة الفصحی	اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی (م 1921ء)
125	ذوق نعت	حضرت مولانا حسن رضا خان بریلوی (م 1908ء)
126	بہار شریعت	حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ (م 1367ھ)
127	ماہنامہ السعید (حیات النبیؐ نمبر)	حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ (م 1406ھ)
128	مقاصد الاسلام	مولانا محمد انوار اللہ خاں فاروقی رحمۃ اللہ علیہ (م 1336ھ)
129	کلیات اقبال	علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ (م 1938ء)
130	سیرت رسول عربی	مولانا نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ (م 1367ھ)
131	مجموعۃ الفتاویٰ	مفتی محمد عبدالحی لکھنوی (م 1304ھ)
132	فیض الباری	جناب محمد انور شاہ کشمیری (م 1352ھ)
133	آب حیات	جناب محمد قاسم نانوتوی (م 1295ھ)
134	تخذیر الناس	جناب محمد قاسم نانوتوی (م 1880ء)
135	فیوض قاسمیہ	جناب محمد قاسم نانوتوی (م 1295ھ)
136	قصائد قاسمی	جناب محمد قاسم نانوتوی (م 1880ء)
137	حفظ الایمان	جناب اشرف علی تھانوی (م 1362ھ)
138	جمال الاولیاء	جناب اشرف علی تھانوی (م 1943ء)
139	نشر الطیب	جناب اشرف علی تھانوی (م 1362ھ)
140	امداد المشتاق	جناب اشرف علی تھانوی (م 1943ء)
141	الشہاب الثاقب	جناب حسین احمد ٹانڈوی مدنی (م 1957ء)
142	ہب النسیم	جناب نبیہ حسن
143	المہند	علماء دیوبند